مُحرّماتِ اسلام

حجت الاسلام محمد حسینی بہارانچی

جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان

Presented by www.ziaraat.com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

یا عباسؑ

۷۸۶

۹۲_۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس

خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Presented by www.ziaraat.com

محرّمات اسلام

کتاب .... محرّمات اسلام
تالیف .... سید محمد حسینی بہارانچی
ترجمہ .... محمد حسن جعفری
تہذیب وتدوین .... رضا حسین رضوانی
طبع سوم .... اپریل ۲۰۱۳ء

ISBN 978-969-9303-23-4

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

جملہ حقوق محفوظ ہیں: یہ کتاب کلی یا جزوی طور پر اس شرط کے ساتھ فروخت کی جاتی ہے کہ جامعہ ہذا کی پیشگی اجازت حاصل کئے بغیر یہ موجودہ جلد بندی اور سرورق کے علاوہ کسی بھی شکل میں تجارت یا کسی اور مقصد کی خاطر نہ تو عاریۃً کرائے پر دی جائے گی اور نہ ہی دوبارہ فروخت کی جائے گی۔ علاوہ ازیں کسی آئندہ خریدار یا بطور عطیہ حاصل کرنے والے پر یہ شرط عائد نہ کرنے کے لئے بھی ایسی ہی پیشگی اجازت کی ضرورت ہوگی۔

Presented by www.ziaraat.com

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ

(یونہی جھوٹ جو تمہاری زبان پر آجائے مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ سورہ نحل : آیت ۱۱۶)

محرّماتِ اسلام

(اعتقادی، فقہی، اخلاقی، تاریخی اور اقتصادی معارف اسلام)

حجۃ الاسلام سید محمد حسینی بہارانچی

جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان

پوسٹ بکس ۵۴۲۵ - کراچی - پاکستان

Presented by www.ziaraat.com

فلسفۂ احکام بزبان امام عالی مقامؑ

اللہ نے فرض کیا ہے:

ایمان کو	—	شرک سے پاک کرنے کے لیے
نماز کو	—	تکبر سے بچانے کے لیے
زکات کو	—	رزق میں فراخی کے لیے
روزہ کو	—	مخلوق کے اخلاص کو آزمانے کے لیے
حج کو	—	دین کو تقویت پہنچانے کے لیے
جہاد کو	—	اسلام کی سربلندی کے لیے
امر بالمعروف کو	—	عوام کی اصلاح کے لیے
نهی عن المنکر کو	—	سرپھروں کی روک تھام کے لیے
صلۂ رحم کو	—	یار و انصار کی تعداد بڑھانے کے لیے
قصاص کو	—	خون ریزی کی روک تھام کے لیے
اجراء حدود کو	—	محرمات کی اہمیت قائم کرنے کے لیے
ترک شرابخوری کو	—	عقل کی حفاظت کے لیے
ترک چوری کو	—	پاک بازی کا باعث ہونے کے لیے
ترک زنا کو	—	حسب نسب کی حفاظت کے لیے
ترک اغلام کو	—	نسل بڑھانے کے لیے
گواهی کو	—	انکار حقوق کے مقابلے میں ثبوت مہیا کرنے کے لیے
جھوٹ سے پرہیز کو	—	سچائی کا شرف آشکارا کرنے کے لیے
قیام امن کو	—	خطروں سے تحفظ کے لیے
امانت داری کو	—	امت کا نظام درست رکھنے کے لیے اور
اطاعت کو	—	امامت کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے

(نهج البلاغه ، کلمات قصار ، رقم ۲۵۲)

www.ziaraat.com
Sadaqe-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

فہرست

عرض مؤلف ۱۷

پہلا باب

مقدمات ۲۲
گناہ اور حرام کے اثرات ۲۲
حرام ذرائع ۲۳
گناہ کے کبیرہ ہونے کا معیار ۲۴
اہل بیت علیہم السلام کے متعلق گناہان کبیرہ ۲۵
گناہان کبیرہ کی تعداد ۲۶
گناہان کبیرہ از روئے قرآن ۲۸
گناہ اور حرام کی وجہ سے عبادتوں کا ضیاع ۳۰
نیکیوں سے گناہوں کا خاتمہ ہوتا ہے ۳۲
حبط اور تکفیر کا صحیح مفہوم ۳۲
قرآن و حدیث میں حبط اور تکفیر کے مقامات ۳۳
اسلام سے پچھلے گناہ مٹ جاتے ہیں ۳۳
حبط اعمال بوجہ حرام خوری ۳۳
تقویٰ سے انحراف کی وجہ سے اعمال کا ضیاع ۳۴
گناہ حبط اعمال کا ذریعہ ہیں ۳۴
قیامت کا افلاس ۳۴
سب سے بڑی عبادت اور سب سے بڑی معصیت ۳۵
گناہ شناسی ۳۶

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

نیت اور گناہ کا ارادہ ۳۷
نیک نیتی اور بدنیتی ۳۹
جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کی کربلا آمد ۴۰
بیماری گناہ ۴۲
مرض گناہ کا علاج ۴۳
گنہگار کے ساتھ تعلقات ۴۵
گنہگار سے دوستی ۴۵
گناہ کے اثرات ۴۷
گناہ اور مختلف پریشانیاں ۴۸
اہل باطل کے ساتھ اچھے تعلقات ممنوع ہیں ۴۹
گناہ اور ظلم پہ راضی ہونا ۵۰
لوگوں کے سامنے گناہوں کا اعتراف کرنا ۵۲

دوسرا باب

محرمات اعتقادی ۵۴
شرک اور اس کی اقسام ۵۴
توحید ذاتی اور اللہ کی ذات میں شرک ۵۴
توحید افعالی اور اللہ کے افعال میں شرک ۵۵
توحید صفاتی و شرک صفاتی ۵۶
شرک فی الاطاعت اور توحید فی الاطاعت ۵۶
توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت ۵۸
اللہ کی ذات کے متعلق غور کرنا ۵۸
ریا ۶۱
شہرت کی تمنا ۶۲
ریاکاری کی سزا ۶۳
نفاق اور منافقین ۶۴
خدا کی نشانیوں کا انکار ۶۵
کفر اور انکار حق ۶۶

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

حق پوشی ۶۸
ترک واجبات ۶۹
ترک نماز ۷۱
ترک زکات ۷۲
منکر زکات، ثعلبہ کا قصہ ۷۳
ترک حج ۷۵
خدا، رسولؐ اور ائمہؑ سے بیزاری ۷۶
جب امیرالمومنین علیہ السلام پر سب کرایا گیا ۷۸
ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی امامت کا انکار ۸۰
غالی، خارجی اور ناصبی ۸۲
اہل کتاب کا غلو اور شرک ۸۴
لوگوں کو گمراہ کرنا ۸۵
خدا کے گمراہ کرنے کا مفہوم ۸۶
لوگوں کو ہدایت کرنے کی جزا ۸۶
گمراہ افراد کی پیروی ۸۷
بدشگونی اور نیک شگونی ۸۹
لوگوں کے عقائد میں شکوک پیدا کرنا ۹۱
خودساختہ دین قائم کرنا اور اس کی سزا ۹۲
دین میں بدعت کرنا ۹۳
نص کے مقابلے پر اجتہاد ۹۵
خودساختہ محرمات ۱۰۵
وہابیوں کے اشکالات اور آیت اللہ خوئی کے جوابات ۱۰۷
عبادت وخضوع کا مفہوم ۱۰۸
شیعوں پر بہتان تراشی ۱۱۱
اسلامی حقائق و معارف کو سمجھنے کا صحیح راستا ۱۱۲
معانی الاخبار سے ایک داستان ۱۱۳
حضرت علیؑ کے علاوہ کسی کو ''امیرالمومنین'' کہنا ۱۱۵

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

اہل بدعت کے ساتھ میل جول ۱۱۶
اللہ کے فرمان سے ہٹ کر فیصلہ کرنا ۱۱۷
قیاس و استحسان ۱۲۰
تفسیر بالرائے ۱۲۲
طریق اہلبیت علیہم السلام سے ہٹ کر تفسیر قرآن کرنا ۱۲۳
باب اجتہاد کا بند ہونا ۱۲۶
حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا ۱۲۹
ہٹ دھرمی اور بحث و تکرار ۱۳۲
رہبانیت اور غیر شرعی ریاضتیں ۱۳۳
رحمت الٰہی سے نا امیدی ۱۳۴
قنوط، یاس اور خیبہ ۱۳۵
اللہ کی رحمت و مغفرت ۱۳۶
رحمت الٰہی کی وسعت ۱۳۸
اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہونا ۱۳۹
خداوند عالم کے متعلق بدگمانی ۱۴۱
تقدیر الٰہی کی شکایت ۱۴۳
مصیبت میں بے صبری ۱۴۶
علم نجوم سے پیشین گوئی کرنا ۱۴۸
دشمنان اسلام کو راز دار بنانا ۱۵۱
کفار و اہل کتاب سے دوستی ۱۵۳
تولاّ اور تبرا کے متعلق معصومینؑ کے ارشادات ۱۵۶
گمراہ کن کتابیں پڑھنا ۱۵۷

تیسرا باب

اخلاقی محرمات ۱۵۸
بداخلاقی ۱۵۸
جھوٹ اور اس کی اقسام ۱۵۹
جھوٹ کے خطرناک نتائج ۱۵۹

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

وہ مقامات جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے ۱۶۰
خدا اور اولیائے خدا پر جھوٹ باندھنا ۱۶۱
اللہ کی جھوٹی قسم کھانا ۱۶۱
اللہ کے نام کا احترام ۱۶۲
جھوٹی گواہی دینا ۱۶۳
گواہی کا چھپانا ۱۶۴
علم کے بغیر مناظرہ اور مباحثہ کرنا ۱۶۶
غیر احسن مناظرے کا مفہوم ۱۶۷
والدین کی نافرمانی ۱۶۸
حقوق والدین ۱۶۹
والدین کی نافرمانی کا مطلب ومفہوم ۱۷۲
والدین کی نافرمانی کے اثرات ۱۷۲
والدین سے بھلائی گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے ۱۷۴
روحانی والدین کی نافرمانی ۱۷۷
قطع رحمی اور رشتے داروں سے بدسلوکی ۱۷۹
قطع رحم کے متعلق معصومین کے ارشادات ۱۸۰
ایسے گناہ جن سے عمر گھٹ جاتی ہے ۱۸۱
امام وقت سے قطعی رحمی کا نتیجہ ۱۸۲
غرور اور تکبر ۱۸۳
خود پسندی اور خودستائی ۱۸۴
اقتدار طلبی اور قیامت سے غفلت ۱۸۶
اقتدار طلبی خطرناک ہے؟ ۱۸۷
غیبت ۱۸۸
غیبت سے روکنا واجب ہے ۱۹۰
غیبت کا علاج ۱۹۱
جہاں غیبت جائز ہے ۱۹۱
غیبت کا کفارہ ۱۹۴

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

مومنین سے بدگمان ہونا ۱۹۶
اہل ایمان کے رازوں کی جستجو کرنا ۱۹۷
تفرقہ ڈالنا اور دشمنی پیدا کرنا ۱۹۸
برے نام رکھنا اور لوگوں کا مذاق اڑانا ۱۹۸
چغل خوری ۲۰۰
لوگوں کے راز فاش کرنا ۲۰۱
رازوں کی حفاظت کے لیے ہادیان دین کی سفارشات ۲۰۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور چغل خور ۲۰۳
چھپ چھپ کر باتیں سننا ۲۰۴
مکر وحیلہ، ملاوٹ اور خیانت ۲۰۵
ناواقف شخص کو دھوکا دینا ۲۰۸
خوشامد اور چاپلوسی ۲۰۸
حسد ۲۰۹
غرور اور تکبر ۲۱۰
غرور کا علاج ۲۱۰
ناحق غصہ کرنا ۲۱۱
کینہ پروری اور بدخواہی ۲۱۲
کینہ پروری سے پاکیزگی ۲۱۲
اہل ایمان سے دشمنی رکھنا ۲۱۳
مومن پر تہمت لگانا ۲۱۴
مومن کو گالی دینا ۲۱۵
مومن پر لعنت کرنا ۲۱۷
لوگوں پر ظلم وستم کرنا ۲۱۸
ظلم اور ظالموں کا انجام ۲۱۹
ایک نصیحت آموز حکایت ۲۲۰
مکافات عمل ۲۲۱
عوام کے ساتھ بھلائی کرنا ۲۲۲

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

صدقہ موت کو ٹال دیتا ہے ۲۲۳
بھلائی کرنے سے تقدیر بدل جاتی ہے ۲۲۳
اپنے آپ کو اذیت پہنچانا ۲۲۴
مومن کی توہین کرنا ۲۲۴
مومن کی ہجو کرنا ۲۲۵
علماء کی توہین کرنا ۲۲۶
آخری زمانے میں علماء کی توہین ۲۲۷
فقہاء کی اطاعت نہ کرنا ۲۲۸
اہل ایمان کو کافر کہنا ۲۲۹
خدا، رسولؐ اور اولیاء اللہ کو اذیت پہنچانا ۲۲۹
اولیاء اللہ کو اذیت دینے کا انجام ۲۳۲
شعائر اسلام کی توہین ۲۳۳
قرآن کریم کی بے حرمتی کرنا ۲۳۴
بیت اللہ کی بے ادبی کرنا ۲۳۵
تربت امام حسینؑ کی بے ادبی کرنا ۲۳۶
مزارات مقدسہ کی بے ادبی کرنا ۲۳۸
مساجد کی بے ادبی کرنا ۲۴۰
مساجد کے آداب ۲۴۰
نماز جماعت سے بے اعتنائی کرنا ۲۴۲
بلا عذر جماعت ترک کرنا ۲۴۳
بلا عذر نماز جمعہ میں شریک نہ ہونا ۲۴۴
مستحبات کو ترک کرنا ۲۴۵
قبور معصومینؑ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھنا ۲۴۶
امام زمانہ (عجل اللہ فرجہ الشریف) کا نام لینا ۲۴۷
عہد و پیمان توڑنا ۲۴۸
عہد شکنی اور منافقت ۲۴۹
امانت میں خیانت کرنا ۲۵۰

Presented by www.ziaraat.com

مسلمانوں کی ضروریات سے بے توجہی برتنا ٢٥١
مومن بھائیوں کی مدد نہ کرنا ٢٥٣
مومن کی مدد کرنے کی اہمیت ٢٥٤
مظلوم کی حمایت نہ کرنا ٢٥٤
معارف اسلامی کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا ٢٥٥
ترک توبہ اور گناہوں کو ہلکا سمجھنا ٢٥٧
گناہوں پر جسارت کرنا ٢٥٩
گناہان صغیرہ پر اصرار ٢٦٠
وسوسوں اور شیطان کی پیروی ٢٦١
امر باطل کا اجرا کرنا ٢٦٤

چوتھا باب

اقتصادی اور مالی محرمات ٢٦٥
مال حرام کی قسمیں ٢٦٥
حرام خوری ٢٦٨
حرام خوری کا نتیجہ ٢٧٠
شیخ صدوق کے والد کی وصیت ٢٧٠
تلاش رزق حلال عین عبادت ہے ٢٧٠
رزق حلال کمانے کی اہمیت ٢٧٢
سود خوری ٢٧٣
آخری زمانے میں سود کو فروغ حاصل ہوگا ٢٧٤
قرض حسنہ کا ثواب ٢٧٥
کسی کا حق روک لینا ٢٧٥
لوگوں کے اموال اور حقوق غصب کرنا ٢٧٦
راستا بند کرنا ٢٧٧
یتیم کا مال کھانا ٢٧٧
جوا اور شطرنج ٢٧٩
شرط لگائے بغیر جوا کے لوازم سے کھیلنا ٢٨٠

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

حرام شرطیں	۲۸۱
وسائل گناہ کی خرید و فروخت	۲۸۲
تنگدست مقروض پر سختی کرنا	۲۸۴
سادات کے لیے زکات لینا	۲۸۶
چوری کرنا	۲۸۷
اسلامی سزاؤں پر اہل مغرب کے اعتراضات	۲۹۰
کم تولنا	۲۹۲
دکانداروں کو امام علیؑ کی نصیحت	۲۹۳
نیک و بد اعمال کا ترازو	۲۹۴
کم تولنے کا انجام	۲۹۴
رشوت خوری	۲۹۷
تلاش معاش کو چھوڑ دینا	۲۹۸
لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا	۲۹۸
دست سوال دراز نہ کرنے کے فوائد	۲۹۹
اسراف اور فضول خرچی	۳۰۰
کفران نعمت	۳۰۲
معاش میں میانہ روی کو چھوڑ دینا	۳۰۲
حرص، بخل، خوف اور طمع	۳۰۴
ذخیرہ اندوزی	۳۰۵
زیادہ دولت جمع کرنا	۳۰۶
گمراہی کے مراکز کی تعمیر	۳۰۸
نماز جمعہ کے اوقات میں خرید و فروخت	۳۰۹
سونے چاندی کے برتنوں کی خرید و فروخت	۳۰۹
قرآن مجید کی خرید و فروخت	۳۱۰
دشمنان اسلام کو اسلحہ بیچنا	۳۱۰
جعلی کرنسی کا کاروبار	۳۱۱
واجبات پر اجرت لینا	۳۱۲

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

چور بازاری ۳۱۴

پانچواں باب

محرمات جنسی و ناموسی ۳۱۶
نشوز و شقاق ۳۱۶
زنا ۳۱۸
بے راہ روی کے خطرناک نتائج ۳۲۰
جن عورتوں سے رشتہ حرام ہے ۳۲۴
چند اسباب حرمت بزبان امام محمد تقیؑ ۳۲۸
حرمت عزل ۳۲۹
لواطت ۳۲۹
قوم لوط پر عذاب کا واقعہ ۳۳۰
لواطت کی سزا ۳۳۲
مفعول کی سزا ۳۳۳
چپٹی ۳۳۳
زنا اور لواطت کے لیے دلالی کرنا ۳۳۵
دیوث ۳۳۵
استمناء ۳۳۶
قذف ۳۳۷
حد زنا و قذف کے اجرا کے لیے اسلام کا قانون ۳۳۹
خانگی راز افشا کرنا ۳۳۹
مومن دوشیزہ کا حسن و جمال بیان کرنا ۳۴۰
خواتین کو شادی سے روکنا ۳۴۰
لہو، لعب، لغو اور باطل ۳۴۱
بے حجابی و بد حجابی ۳۴۲
گنہگار عورتوں کی سزائیں ۳۴۴
لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستی ۳۴۵
عشق حرام ۳۴۶

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

بے حیائی کو فروغ دینا ۳۴۷
عورت کا غیر مردوں کے لیے سنگھار کرنا ۳۴۷
مرد اور عورت کا ایک دوسرے سے مشابہ ہونا ۳۴۸
حرام اور حلال نگاہیں ۳۴۸
قصد لذت سے محارم کو دیکھنا ۳۵۰
حیض و نفاس میں جماع کرنا ۳۵۱
چار ماہ سے زیادہ عرصے تک جماع نہ کرنا ۳۵۲
منکوحہ عورت یا عدت والی عورت سے نکاح کی خواستگاری کرنا ۳۵۳
عدت وفات کے دوران عورت کا بننا سنورنا ۳۵۳
مردوں کے لیے ریشم اور سونا استعمال کرنا ۳۵۵
دوسری صنف کا لباس پہننا ۳۵۵
غنا اور موسیقی ۳۵۶
موسیقی اور جدید سائنس ۳۵۷
اہل موسیقی کا انجام ۳۵۹
آخری زمانے میں موسیقی کو عروج حاصل ہوگا ۳۶۰
موسیقی کے متعلق فقہاء کی آراء ۳۶۰
شادی کی محفل اور غنا ۳۶۲
غنا اور موسیقی کے حرام ہونے کا فلسفہ ۳۶۳

چھٹا باب

کھانے پینے کے محرمات ۳۶۴
حرام کھانے ۳۶۴
حلال جانور میں پائی جانے والی حرام اشیاء ۳۶۷
قرآن میں حرام کردہ جانور ۳۶۸
جانوروں کو اذیت دینا ۳۶۹
کچھ جانوروں کے خواص ۳۷۲
موذی جانوروں کو مارنا ۳۷۳
شراب نوشی ۳۷۴

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

جس دسترخوان پر شراب ہو وہاں بیٹھنا ۳۷۶
شراب سازی کے لیے انگور وخرما کی خرید وفروخت ۳۷۶
قیامت کے دن شرابی کا انجام کیا ہوگا ؟ ۳۷۷
سابقہ ادیان اور شراب ۳۷۸
منشیات کا استعمال ۳۷۹
ناپاک اور نجس اشیاء کا کھانا ۳۸۰

ساتواں باب

دوسرے محرمات ۳۸۲
وہ چیزیں جو اعتکاف میں حرام ہیں ۳۸۲
مسلمانوں سے لڑنا اور بدامنی پھیلانا ۳۸۳
سماج دشمن عناصر کی سزا ۳۸۴
امام زین العابدین علیہ السلام اور ڈاکو ۳۸۵
حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنا ۳۸۶
امام کے خلاف خروج کرنا ۳۸۷
جامع الشرائط فقیہ کی مخالفت کرنا ۳۸۸
ناحق قتل کرنا ۳۹۱
ایک عبرت انگیز داستان ۳۹۳
بے گناہ سادات کا قتل ۳۹۴
کربلا کے ایک قاتل کی داستان ۳۹۵
حجاج بن یوسف کا انجام ۳۹۵
ہیروشیما پر بمباری کرنے والے پائلٹ کا انجام ۳۹۶
اسقاط حمل ۳۹۷
خودکشی کرنا اور دوسرے کے قتل میں مدد کرنا ۳۹۸
ظالموں کی مدد کرنا ۳۹۸
ظالم کی مدد کرنا حرام ہے ۴۰۰
دو تاریخی واقعات ۴۰۱
گناہ کے اثرات ۴۰۳

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

جہاد سے بھاگنا ۴۰۳
اہل فتنہ کے خلاف جہاد میں امام حق کا ساتھ نہ دینا ۴۰۴
جہاد میں امیرالمومنین علیہ السلام کا کردار ۴۰۶
ایک خارجی کا امام محمد باقر علیہ السلام سے مباحثہ ۴۰۸
جہاد سے مربوط محرمات ۴۰۹
تقیہ ترک کرنا ۴۰۹
باطل کی ترویج کرنا ۴۱۱
جادوٹونا کرنا ۴۱۲
کہانت اور پیشین گوئی ۴۱۴
قیافہ شناسی ۴۱۵
مجسمہ سازی ۴۱۶
اغوا اور بردہ فروشی ۴۱۷
داڑھی منڈانا ۴۱۸
ختنہ نہ کرانا ۴۱۹
جمعہ وعیدین کے خطبوں میں کلام ۴۲۰
ظالمانہ وصیت کرنا — وصیت کو بدلنا ۴۲۱
محرمات احرام ۴۲۲
میت سے متعلقہ محرمات ۴۲۳
حرام روزے ۴۲۴
مساجد اور مقامات مقدسہ کے محرمات ۴۲۵
بلاد کفر میں رہائش اختیار کرنا ۴۲۶
حرام اشعار ۴۲۷
خلقت کو تبدیل کرنا ۴۲۸
امام حسن عسکری علیہ السلام کی شیعوں کو نصیحتیں ۴۳۰

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

عرض مؤلف

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.
وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ
وَّ عَلَی الطَّیِّبِیْنَ مِنْ عِتْرَتِہٖ وَاللَّعْنُ عَلٰی اَعْدَائِھِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

تمام حمد اس ذات پاک کے لیے ہے جس نے ہمیں اپنی معرفت کی ہدایت بخشی اور اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ دین حق کو تمام باطل ادیان پر غالب کر دے۔

تمام حمد اس ذات پاک کے لیے ہے جس نے ہم پر اپنے ان اولیاء کی ولایت کو فرض کیا جن سے اس نے ہر طرح کی ناپاکی کو دور رکھا اور فرمایا: اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلَاۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکَاۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ٥ (سورۂ مائدہ: آیت ۵۵)

تمام حمد اس ذات پاک کے لیے ہے جس نے ان مقدس ہستیوں کو اپنی آیات و احکام کا مبلغ بنایا اور اپنے اس فرمان سے کہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ ٥ (سورۂ توبہ: آیت ۱۱۹) ہم پر واجب کیا کہ ہم ان کا ساتھ دیں اور ان کی ہدایت کی روشنی میں سفر کریں۔

تمام حمد اس ذات احدیت کے لیے ہے جس نے ہمیں شیاطین کی ڈگر پر چلنے سے منع کیا اور ہم پر یہ واضح کیا کہ شیطانی راہ پر چلنے والے گمراہ اور گمراہ کن لوگ ہیں۔ اس نے ہمیں ان کی سرپرستی قبول نہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَھَا... (سورۂ بقرہ: آیت ۲۵۶)

دائمی درود ہو خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیؐ اور ان کی پاک آل پر اور ابدی لعنت ہو ان کے تمام دشمنوں پر۔

واضح ہو کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلسل ۲۳ برس تک دین اسلام کی انتھک تبلیغ کرنے کے بعد زندگی کے آخری لمحات میں اپنی امت پر اتمام حجت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَبَدًا وَلَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میرا خاندان

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

میرے اہلبیت۔ جب تک تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر پہنچ جائیں۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۱۴)

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا: اَیُّهَا النَّاسُ! مَا مِنْ شَیْءٍ یُقَرِّبُکُمْ اِلَی الْجَنَّةِ وَیُبَاعِدُکُمْ عَنِ النَّارِ اِلَّا وَقَدْ اَمَرْتُکُمْ بِهٖ وَمَا مِنْ شَیْءٍ یُقَرِّبُکُمْ اِلَی النَّارِ وَیُبَاعِدُکُمْ عَنِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَقَدْ نَهَیْتُکُمْ عَنْهُ اَلَا وَاِنَّ رُوْحَ الْاَمِیْنِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ اَنَّهٗ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ وَلَا یَحْمِلَنَّکُمْ اسْتِبْطَاءُ شَیْءٍ مِّنَ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْهُ بِغَیْرِ حِلِّهٖ فَاِنَّهٗ لَا یُدْرَکُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ. لوگو! ہر وہ چیز جو تمھیں جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرسکتی ہے میں نے تمھیں اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور ہر وہ چیز جو تمھیں دوزخ سے قریب اور جنت سے دور کرسکتی ہے میں نے تمھیں اس سے منع کر دیا ہے۔ روح الامینؑ نے میری روح میں یہ بات القا کی ہے کہ اس وقت تک کوئی جاندار مر نہیں سکتا جب تک وہ اپنے حصے کا رزق حاصل نہ کرلے۔ لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو اور باوقار طریقے سے رزق تلاش کرو۔ رزق کی تاخیر تمھیں ناجائز طریقے سے رزق حاصل کرنے کی ترغیب نہ دلانے پائے کیونکہ اللہ کی نعمتوں کو اس کی اطاعت سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (شیخ کلینی، کافی، الاصول والفروع ج ۲، ص ۷۴)

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھیں اور اُن اولیاء اللہ کی ہدایت کی روشنی میں زندگی گزاریں جو اللہ کی طرف سے مقرر کردہ اولی الامر ہیں اور صراط مستقیم کے رہبر ہیں اور مخلوق پر اللہ کی طرف سے گواہ ہیں۔ وہ اللہ کے پسندیدہ اور چنیدہ بندے ہیں اور اللہ کی معرفت کے لیے چراغ ہدایت ہیں۔ جو بھی انسان ان کی پیروی کرتے ہوئے ان کا ہمسفر ہوا اس کے لیے وہ سفینۂ نجات ہیں اور وہی رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کا مصداق اولیٰ ہیں۔

جب ہم نے ان کی طرف رجوع کیا تو انھوں نے ہمارے لیے حلال وحرام کو واضح کیا اور ہمیں معارف دین سے آشنا اور آیات متشابہات سے آگاہ کیا جس سے ہمیں یقین ہوگیا کہ یہی ہستیاں ''اولی الامر'' ہیں۔ اور ہمیں یہ بھی یقین ہوگیا کہ جس نے ان سے رجوع کیا وہ نجات پاگیا اور جس نے ان کے در دولت علم پر جانے کو عار سمجھا وہ ہلاک اور عذاب الٰہی کا مستحق ہوگیا۔

واضح ہو کہ اس حقیر نے اعتقادی، فقہی، اخلاقی، تاریخی اور اقتصادی محرمات اسلام کی ایک تعداد کو اس کتاب میں جمع کیا ہے تاکہ مومنین اس سے مستفید ہوسکیں۔ اس کتاب کو لکھنے کا اول و آخر مقصد یہ ہے کہ یہ کتاب اس حقیر اور دوزخ کے درمیان حد فاصل بن جائے اور آخرت کے لیے ذخیرۂ نجات قرار پائے۔

اس کتاب کو لکھنے کی ترغیب مجھے حضرت آیت اللہ سید محمد رضا گلپایگانی کے اس فرمان سے ملی کہ آپ اکثر اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے ''محرمات اسلام لوگوں کے سامنے بیان کیا کرو۔'' چنانچہ میں نے ان کے اس فرمان کی تعمیل میں یہ کتاب لکھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس ناچیز خدمت کو اپنی

Presented by www.ziaraat.com

بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو اپنی مرضات کے حصول کی توفیق عنایت فرمائے اور لغزشوں سے بچائے۔

اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ انسان پر نقصان سے بچنا عقلی طور پر واجب ہے۔ نقصان کا اگرچہ احتمال ہی کیوں نہ ہو اس سے بچاؤ کی تدبیر کرنا ضروری ہے اور اگر نقصان یقینی ہو تو اس سے بچنا مزید ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر مستقبل میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو حال میں اس سے بچاؤ کی تدبیر کرنا چاہیے۔ دنیا کا نقصان تو پھر بھی قابل برداشت ہے۔ انبیاؑء اور اولیاؑء نے آخرت کے نقصان کو بالکل واضح کر کے بیان کیا ہے اور ان کی صداقت کا تقاضا ہے کہ ہم آخرت کے یقینی نقصان سے بچنے کے لیے ہر تدبیر اختیار کریں۔

اصولی طور پر لوگوں کو شاہراہ زندگی پر سفر کرنے کے لیے اس کے قوانین سیکھنے چاہئیں تاکہ ان کا سفر خوشگوار اور محفوظ ہو اور وہ راہ کمال میں آنے والی رکاوٹوں اور خطروں سے آگاہ ہو سکیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اکثر لوگ گناہوں کے خطرات سے آگاہ نہیں ہیں اسی لیے وہ گناہ کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے اور لاعلمی کی وجہ سے شیطان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ ایک سوچ یہ بھی ہے کہ گناہوں کی حرمت کسی خاص زمانے اور خاص وقت سے مخصوص تھی۔ یقیناً یہ شیطانی سوچ ہے۔ شیطان ہمیشہ ایسی توجیہات پیش کرتا رہتا ہے اور اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ لوگ گناہوں کی دلدل میں دھنسے رہیں اور سعادت و کرامت سے محروم رہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا: لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَحَاسِنَ كَلَامِنَا لَا تَّبَعُوْنَا. اگر لوگ ہمارے کلام کی خوبیوں کو جان لیتے تو ضرور ہماری اتباع کرتے۔ حضرت کے اس فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ اگر لوگوں کو ہماری باتوں کے محاسن کا علم ہو جائے تو وہ محرمات سے بچنے اور احکام الٰہی کی پیروی کرنے لگ جائیں۔

چنانچہ امام عالی مقام کے مذکورہ فرمان کو بنیاد بنا کر اس خاکسار نے محرمات کے عنوان پر قلم اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور رہبران دین کی نظر شفقت سے محرمات کو ایک نئے انداز سے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا۔ محرمات کے بیان کے لیے قرآنی آیات اور ہادیان دین کی روایات کے ساتھ ساتھ مشہور مجتہدین کے فتاویٰ کو بھی نقل کیا اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس کے ابواب قائم کیے اور عمومی فہرست کے علاوہ کتاب کے آخر میں حروف تہجی کی ترتیب کے تحت فہرست بھی قائم کی۔

اسلوب کتاب

قارئین کرام سے التماس ہے کہ کتاب کے موضوعات اور اس کے اسلوب کی اجمالی آگاہی کے لیے حسب ذیل نکات پر توجہ فرمائیں:

۱۔ اس کتاب میں گناہوں کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر انھیں ترتیب وار بیان کیا گیا ہے۔ ہم نے یہ ترتیب معصومین علیہم السلام کی تصریح کے تحت قائم کی ہے۔

۲۔ محرمات کے اثبات کے لیے ہم نے قرآنی آیات، روایات معصومینؑ اور استدلال فقہاء کی کیفیت سے

Presented by www.ziaraat.com

استفادہ کیا ہے۔

۳۔ بعض محرمات کی حرمت کا اگر معصومینؑ نے فلسفہ بیان کیا ہے تو ہم نے اس کو بھی نقل کیا ہے۔

۴۔ مشہور فقہاء کی آراء سے بھی ہم نے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

۵۔ اثبات مطلب کے لیے ہم نے بعض تاریخی واقعات بھی نقل کئے ہیں۔

۶۔ ہم نے صرف گناہ کے بیان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے متضاد افعال پر بحث کی ہے مثلاً سود کے مقابلے میں قرض حسنہ ہے اور تکبر کے مقابلے میں تواضع ہے تو ہم نے صرف سود پر ہی بحث کو مرکوز نہیں رکھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قرض حسنہ کی خوبیاں بھی بیان کی ہیں۔ اسی طرح ہم نے تکبر اور تواضع دونوں پر گفتگو کی ہے۔

۷۔ قرآنی آیات کی تفسیر کے لیے ہم نے وارثان کتاب یعنی ائمہ طاہرینؑ کے بیانات پر انحصار کیا ہے۔

۸۔ ہم نے جہاں محرمات کو قرآن و حدیث اور روایات معصومینؑ نیز مجتہدین کے فتاویٰ سے ثابت کیا ہے وہاں موارد شبہ اور احتیاط کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

عین ممکن ہے کہ محرمات کا بیان پڑھنے کے بعد ہمارے کچھ قارئین کہیں گے کہ یہ چیزیں پہلے حرام تھیں لیکن آج کل حرام نہیں ہیں لیکن ہم اس طرز فکر کے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ ہمارے استدلال کا دارومدار قرآن اور حدیث پر ہے۔

جدید تعلیم یافتہ ''روشن خیال'' افراد جو محرمات کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ چیزیں پہلے حرام تھیں لیکن آج کل حرام نہیں ہیں ان کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرما دی تھی کہ آخری زمانے کی ایک نشانی یہ بھی ہوگی کہ اس زمانے میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہا جائے گا۔

۹۔ ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کی حرمت کا عقیدہ ضروریات اسلام میں شامل ہے اور بعض محرمات کے متعلق فقہاء میں کچھ اختلاف بھی پایا جاتا ہے لہٰذا ہم نے علماء و فقہاء کے بیانات کو بھی نقل کیا ہے۔ مقامات شبہ و احتیاط پر ہم نے ان کی حرمت کے دلائل کو بیان کیا ہے کیونکہ مشتبہ مقام پر رک جانا ہی صحیح طریقہ ہے۔

اصول کافی میں معصومین علیہم السلام کے یہ فرامین موجود ہیں:

۱۔ اَوْرَعُ النَّاسِ مَنْ وَقَفَ عِنْدَ الشُّبْهَةِ. لوگوں میں سے زیادہ پرہیزگار وہ ہے جو شبہ کے وقت رک جائے۔ (شیخ محمد بن حسن حر عاملی، وسائل الشیعہ ج ۲۷، ص ۱۶۲)

۲۔ مَنْ تَرَکَ الشُّبُهَاتِ نَجَا مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ. جس نے مشتبہ امور کو چھوڑا اس نے محرمات سے نجات پائی

۳۔ اَخُوْکَ دِیْنُکَ فَاحْتَطْ لِدِیْنِکَ. تمہارا بھائی تمہارا دین ہے لہٰذا اپنے دین کا خیال رکھو۔

۴۔ اَلْاُمُوْرُ ثَـلَاثَةٌ: حَلَالٌ بَیِّنٌ وَ حَرَامٌ بَیِّنٌ وَ شُبُهَاتٌ بَیْنَ ذَالِکَ فَمَنْ تَرَکَ الشُّبُهَاتِ نَجَا مِنَ

Presented by www.ziaraat.com

الْمُحَرَّمَاتِ وَمَنْ اَخَذَ بِالشُّبُهَاتِ دَخَلَ فِی الْمُحَرَّمَاتِ وَهَلَکَ مِنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُ.

امور کی تین قسمیں ہیں: (۱) واضح حلال امور (۲) واضح حرام امور (۳) مشتبہ امور

جس نے مشتبہ امور کو چھوڑا وہ محرمات سے بچ گیا اور جس نے مشتبہ امور کو پکڑا وہ محرمات میں پھنس گیا اور انجانے میں ہلاک ہوگیا۔

ایک اور حدیث میں کہا گیا ہے: جو علم فقہ سیکھے بغیر کاروبار کرے گا وہ لاعلمی میں سود میں پڑ جائے گا۔

لہٰذا حرام اور ربا اور دنیا و آخرت کی ہلاکت سے بچنے کے لیے احتیاط پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں محرمات سے بچنے کی توفیق عنایت فرمائے، تقویٰ کی دولت سے مالا مال فرمائے اور قرآن و حدیث سے مستفید ہونے کی صلاحیت عطا فرمائے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَ آخِرًا

خادم آل محمدؑ

سید محمد حسینی بہارانچی

قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ

یہ کتاب مختلف فقہی موضوعات سے آشنائی اور آگہی کے لیے شائع کی گئی ہے۔

یہ فتووں کی کتاب نہیں ہے لہٰذا عملی مسائل میں آپ مراجع عظام کے رسالہ عملیہ " توضیح المسائل " کی طرف رجوع فرمائیں۔ (ناشر)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

مقدمات

گناہ اور حرام کے اثرات

مال حرام کھانا اور حرام کام کرنا دین و ایمان اور نیک اعمال کی توفیق کے لیے بہت بڑی آفت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تیز چھری انسانی بدن کے لیے اتنی نقصان دہ نہیں جتنا مال حرام مومن کے دین کے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے ایمانی سرمائے کی حفاظت کرے اور خدا اور رہبران خدا سے تعلق قائم رکھے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مال حرام سے بچے۔

حرام سے نہ بچنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کا عقیدہ کمزور ہونے لگتا ہے اور آخر میں یہ نوبت آتی ہے کہ انسان آیات الٰہی کا منکر بن جاتا ہے اور احکام دین اور اہل دین کا مذاق اڑانے لگ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ آخرکار جن لوگوں نے برائیاں کی تھیں ان کا انجام بہت برا ہوا اس لیے کہ ان لوگوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ لوگ ان آیات کا مذاق اڑاتے تھے۔ (سورۂ روم: آیت ۱۰)

...لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ایک دوسرے کے مال آپس میں باطل ذرائع سے نہ کھاؤ۔ لین دین ہونا چاہیے آپس کی رضا مندی سے۔ (سورۂ نساء: آیت ۲۹)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے نقل کیا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: میں اپنے بعد اپنی امت کے لیے حرام کمائی، لذت گناہ اور سود خوری کے متعلق بہت زیادہ فکر مند ہوں۔ (بحار الانوار ج ۷۰، ص ۱۵۹)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: سب سے بڑا عابد وہ ہے جو اپنے دینی فرائض ادا کرے اور سب سے بڑا سخی وہ ہے جو اپنے مال کی زکات ادا کرے اور سب سے بڑا زاہد وہ ہے جو حرام سے پرہیز کرے اور سب سے زیادہ جدوجہد کرنے والا وہ ہے جو گناہ چھوڑ دے۔ (بحار الانوار ج ۷۰، ص ۳۴۷)

معصومینؑ نے بارہا واضح کیا کہ گناہ اور رزق حرام انسانی روح پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: جو شخص حرام کا ایک لقمہ کھائے تو چالیس دن تک اس کی نماز اور دعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر حرام کی وجہ سے اس کے جسم میں گوشت پیدا ہو جائے تو وہ گوشت آگ میں جلانے کے قابل ہے خواہ وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو۔ لوگو! یاد رکھو کہ ایک لقمے سے بھی گوشت پیدا ہوتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۶۲، ص ۳۱۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ایک لقمہ حرام کو چھوڑنا دو ہزار رکعات نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ دعا کی قبولیت کے لیے بہترین وسیلہ حرام روزی کو ترک کرنا ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ ایک آدمی رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! میں چاہتا ہوں کہ اللہ میری دعا قبول کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اپنے پیٹ کو حرام کھانے سے بچاؤ تا کہ اللہ تمہاری دعاؤں کو قبول کرے۔ (بحار الانوار ج ۹۰، ص ۳۷۲)

حرام ذرائع

تحف العقول، دعائم الاسلام اور **فقہ الرضا** جیسی بہت سی کتب حدیث میں محرمات کے مختلف معیار اور حرام پیشے لکھے ہوئے ہیں۔ ذیل میں ہم چند روایات قارئین کی نذر کر رہے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ان چیزوں کی خرید و فروخت حرام ہے جن میں فساد پایا جاتا ہے خواہ ان کا تعلق کھانے پینے سے ہو یا تجارت، نکاح، ملکیت یا اسٹور کرنے سے ہو خواہ تحفے دینے سے یا کرائے پر دینے سے ہو۔ جس چیز میں بھی فساد پایا جاتا ہے شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح سود، مردار، خون، شراب، سور کا گوشت، درندوں کا گوشت اور ان کی کھالیں خریدنا بیچنا چونکہ انسانیت کے لیے مضر ہیں اس لیے ان کا خریدنا بیچنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔ شریعت نے ان چیزوں کو کھانے پینے یا ان سے لباس تیار کرنے یا ان کی ملکیت رکھنے اور ان کو اسٹور کرنے اور ان میں تصرف کرنے سے منع کیا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: ہر وہ چیز جو لہو کی نیت سے بیچی جا رہی ہو اور ہر وہ چیز جس سے شارع نے منع کیا ہو یا جو غیر اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہو یا ہر وہ خرید و فروخت جو کفر و شرک کی تقویت کا باعث ہو یا دین کی کمزوری کا باعث ہو تو ایسی خرید و فروخت حرام ہے۔ ان چیزوں کی ملکیت رکھنا یا نگہداری کرنا، گفٹ کرنا، کرائے پر دینا اور ہر قسم کا تصرف کرنا حرام ہے البتہ جہاں ضرورت اسے واجب کرے تو وہ مقام مستثنیٰ ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: تمام چیزیں جنھیں بیان کردہ اسباب میں سے کسی سبب کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہو تو ان چیزوں کے لیے اجرت پر کام کرنا اور ان کی تکمیل کے لیے مدد کرنا بھی حرام ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۵۴، ۵۸)

یہی حدیث حدائق اور تحف العقول میں بھی امام صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام سے منسوب کتاب ''فقہ الرضا'' میں مرقوم ہے کہ آپ نے فرمایا:

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ہر وہ چیز جس میں فساد پایا جاتا ہو چاہے وہ کھانے پینے، پہننے، نکاح کرنے، نگہداری کرنے کی وجہ سے ہو جسے شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو مثلاً مردار، خون، سور کا گوشت، سود، ہر طرح کی غیر شرعی جنسی تسکین، درندوں کا گوشت کھانا، شراب وغیرہ حرام ہیں اور جسم کے لیے نقصان دہ ہیں۔
(محدث مرزا حسین نوری، مستدرک الوسائل ج ۲، ص ۴۲۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: تمام وہ ماکولات و مشروبات جو حلال ہوں اور قوام زندگی ان سے وابستہ ہو تو ان کی خرید و فروخت جائز ہے اور ان اشیاء سے استفادہ کرنا حلال ہے اور جس چیز کو شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہو تو اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ (دعائم الاسلام ج ۲، ص ۱۸)

نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے: اللہ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے اس کا خریدنا بیچنا بھی حرام قرار دیا ہے۔
(مستدرک الوسائل ج ۲، ص ۴۲۷)

مشہور فقہاء کا یہ فتویٰ ہے کہ جس چیز کا مقصد حرام کام بجا لانا ہو اس کا خریدنا بیچنا، دیکھ بھال کرنا اور ہر طرح کا تصرف کرنا حرام ہے اور اگر ایک ہی چیز حلال و حرام کے لیے مشترک ہو اور خرید و فروخت حرام کی نیت سے ہو رہی ہو تو یہ خرید و فروخت حرام ہے۔ اگر خرید و فروخت کسی حلال مقصد کے لیے ہو تو پھر حلال ہے۔

آیت اللہ خمینی نے لکھا ہے: اگر انگور اور کھجور کو شراب بنانے کے لیے فروخت کیا جارہا ہو تو پھر انگور کا بیچنا حرام ہے۔ اگر لکڑی سے بت تراشنا مقصود ہو تو پھر لکڑی کا بیچنا حرام ہے یا اس سے لہو و قمار بازی کے آلات بنانے مقصود ہوں تو خرید و فروخت حرام ہوگی۔ اس کا معاملہ اور اجارہ بھی فاسد ہے اور اس کے عوض جو رقم حاصل کی جائے وہ حرام ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۹۶)

گناہ کے کبیرہ ہونے کا معیار

کچھ علماء کا بیان ہے کہ ہر وہ گناہ بڑا ہے جس کے متعلق قرآن و حدیث میں عذاب کا وعدہ کیا گیا ہو۔
بعض روایات میں بھی اس مفہوم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اگر کبیرہ گناہ کے اس معیار کو مان لیا جائے تو پھر گناہان کبیرہ کی تعداد ایک سو کے قریب ہے جبکہ کچھ روایات میں گناہان کبیرہ کی تعداد سات یا پانچ بیان کی گئی ہے۔ بعض کتابوں میں اہمیت کے اعتبار سے ان کی تعداد پندرہ لکھی ہے۔ کچھ علماء فرماتے ہیں کہ گناہ کوئی بھی ہو وہ کبھی بھی چھوٹا نہیں ہوتا کیونکہ گناہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو کبھی بھی چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے لیکن حسب ذیل آیت اور دو حسب ذیل روایات سے علماء کے درج بالا قول کی تردید ہوتی ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ... جن بڑے بڑے گناہوں سے تمھیں روکا جارہا ہے اگر تم ان سے بچو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کردیں گے۔ (سورۂ نساء: ۳۱)

Presented by www.ziaraat.com

حدیث پاک ہے: لَا صَغِیْرَةَ مَعَ الْاِصْرَارِ وَلَا کَبِیْرَةَ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ. اصرار کے ساتھ صغیرہ گناہ صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار کے ساتھ کبیرہ گناہ کبیرہ نہیں رہتا۔ ایک اور حدیث پاک ہے: اِتَّقُوا الْمُحَقَّرَاتِ مِنَ الذُّنُوْبِ فَاِنَّهَا لَا تُغْفَرُ. معمولی سمجھے جانے والے گناہوں سے بچتے رہو وہ نہیں بخشے جائیں گے۔

مذکورہ آیت اور احادیث کے مطابق وہی گناہ کبیرہ ہیں جن کو معصومین علیہم السلام نے کبیرہ کہا ہے۔ باقی گناہ صغیرہ شمار ہوتے ہیں۔

کسی روایت میں ہم نے کسی گناہ کو صغیرہ گناہ کے عنوان سے نہیں دیکھا ہے البتہ اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ کی آیت اور لَا صَغِیْرَةَ مَعَ الْاِصْرَارِ کی حدیث سے گناہان صغیرہ کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ مذکورہ بالا آیت میں لفظ ''صغیرہ'' موجود نہیں ہے لیکن لفظ ''کبائر'' سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ کچھ گناہ کبیرہ ہیں اور کچھ گناہ صغیرہ ہیں۔

علاوہ ازیں اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبَآئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ (سورۂ نجم: آیت ۳۲) میں لفظ لَمَمَ موجود ہے جس سے علماء نے گناہان صغیرہ مراد لیا ہے۔

تفسیر صافی میں اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے: اِلَّا مَا قَلَّ وَصَغُرَ فَاِنَّهٗ مَغْفُوْرٌ ''یعنی ان گناہوں کے سوا جو خفیف اور قلیل ہوں تو وہ بخشے جائیں گے۔'' اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ جو گناہان کبیرہ اور بدکاری سے پرہیز کرتے ہیں اور خفیف گناہوں سے پرہیز نہیں کرتے انھیں معاف کردیا جائے گا۔

اہل بیت علیہم السلام کے متعلق گناہان کبیرہ

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: گناہان کبیرہ سات ہیں جن کو خدا نے ہمارے متعلق حرام کیا اور جن کی انجام دہی کو ہماری ہتک حرمت قرار دیا۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (۲) کسی انسان کو ناحق قتل کرنا (۳) یتیم کا مال کھانا (۴) والدین کو دکھ دینا (۵) پاکدامن عورت پر تہمت لگانا (۶) میدان جہاد سے بھاگنا (۷) ہمارے حق کا انکار کرنا۔

پھر آپ نے فرمایا: جہاں تک ہمارے متعلق لوگوں نے شرک کا ارتکاب کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اللہ نے قرآن حکیم میں لوگوں پر ہماری ولایت کو فرض قرار دیا۔ رسول اکرمؐ نے ہمارے حق ولایت کو واضح کیا اور رسول اکرمؐ نے لوگوں سے اس کی بیعت بھی لی۔ اس کے باوجود لوگوں نے ہماری ولایت کو قبول نہ کیا اور خدا و رسولؐ کی تکذیب کی اور ہماری بجائے دوسروں کی ولایت کا عقیدہ اپنایا اور یوں لوگ مشرک بن گئے۔

(مقصد یہ ہے کہ اطاعت خدا میں انھوں نے اغیار کو شامل کرکے شرک فی الاطاعت کا ارتکاب کیا)۔

جہاں تک قتل ناحق کا تعلق ہے تو لوگوں نے ہم پر یہ ظلم بھی ڈھایا اور امام حسین علیہ السلام کو ان کے خاندان اور دوستوں سمیت شہید کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

اور جہاں تک مال یتیم کھانے کی حرمت کا تعلق ہے تو لوگوں نے ہم پر یہ ظلم بھی ڈھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خمس میں ''ذی القربیٰ'' کا حصہ رکھا ہے۔ لوگوں نے خمس کے اس حصے پر قبضہ کرلیا اور ہمیں فدک و انفال سے محروم کر دیا۔ لوگوں نے ہماری جائیداد چھین لی اور دوسروں کے ہاتھوں میں دیدی اور جہاں تک عقوق والدین کا تعلق ہے تو نبی اکرمؐ مومنین کے روحانی باپ اور حضرت خدیجہؑ مومنین کی ماں تھیں لیکن لوگوں نے نبی اکرمؐ اور حضرت خدیجہؑ کی اولاد پر ظلم کر کے ان کو دکھ پہنچایا اور جہاں تک پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے کا تعلق ہے تو لوگوں نے ہم پر یہ ظلم بھی روا رکھا۔ طویل عرصے تک ہماری دادی جناب فاطمہؑ کو منبروں پر برا بھلا کہا گیا۔

اور جہاں تک میدان جنگ سے فرار کے حرام ہونے کا تعلق ہے تو لوگوں نے ہم پر یہ ظلم بھی کیا۔ لوگوں نے کسی دھونس اور زبردستی کے بغیر امیر المومنینؑ کی بیعت کی تھی مگر میدان جہاد میں انھیں تنہا چھوڑ دیا۔

اور جہاں تک ہمارے حق کے انکار کا تعلق ہے تو ہر چھوٹا بڑا شخص یہ جانتا ہے کہ لوگوں نے ہمارے حقوق کا انکار کیا ہے۔ (شیخ صدوق، علل الشرائع ج ۲، ص ۴۷۴)

گناہان کبیرہ کی تعداد

امام جعفر صادق علیہ السلام نے گناہان کبیرہ کی تعداد پانچ بتائی ہے۔ شیخ صدوق علل الشرائع جلد ۲ میں صفحہ ۴۷۴ پر لکھتے ہیں کہ عبید بن زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ گناہان کبیرہ کتنے ہیں۔

امام نے فرمایا کہ گناہان کبیرہ پانچ ہیں جن کے متعلق خداوند عالم نے عذاب کا وعدہ کیا ہے۔

(۱) یتیم کا مال کھانا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ○ وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ (سورۂ نساء: آیت ۱۰)

(۲) میدان جہاد سے بھاگنا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ○ وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ○ اے ایمان والو! جب میدان جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا۔ جو شخص جنگ کے دوران اس صورت کے سوا کہ لڑائی کے لیے کنارے کنارے چلے (یعنی حکمت عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جا ملنا چاہے ان سے پیٹھ پھیرے گا تو سمجھو کہ وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہوگیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (سورۂ انفال: آیت ۱۵-۱۶)

(۳) سود کھانا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا ... اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور جو سود رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۷۸)

Presented by www.ziaraat.com

(۴) پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ○ جو لوگ پاکدامن اور بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (سورۂ نور: آیت ۲۳)

(۵) کسی مومن کو ناحق قتل کرنا۔ وَمَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیۡمًا ○ جو شخص مسلمان کو جان بوجھ کر مار ڈالے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ خدا اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لیے اس نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۂ نساء: آیت ۹۳)

ابن ابی عمیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب علیؑ میں گناہان کبیرہ کی تعداد کو پانچ پایا ہے:

(۱) خدا کے ساتھ شرک کرنا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) حرمت کے بعد سود کھانا (۴) میدان جنگ سے بھاگنا (۵) ہجرت کے بعد عرب اخلاق اور عادات پر باقی رہنا۔ (علل الشرائع ج ۲، ص ۴۷۴)

عیون الاخبار میں ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کی فرمائش پر دین و شریعت کے معارف اور گناہان کبیرہ کے عنوان سے جو رسالہ تحریر فرمایا تھا اس میں آپ نے گناہان کبیرہ کو یوں بیان فرمایا تھا:

۱۔ ناحق قتل کرنا
۲۔ چوری کرنا
۳۔ شراب پینا
۴۔ مردار کھانا
۵۔ خون پینا
۶۔ سود کھانا
۷۔ حرام مال کھانا
۸۔ جہاد سے بھاگنا
۹۔ جوا کھیلنا
۱۰۔ کم تولنا
۱۱۔ اغلام (یا چپٹی لڑانا)
۱۲۔ جھوٹی گواہی دینا
۱۳۔ جھوٹ بولنا
۱۴۔ غرور کرنا
۱۵۔ اسراف کرنا
۱۶۔ سور کا گوشت کھانا
۱۷۔ آلات موسیقی بجانا
۱۸۔ گناہوں پر اصرار کرنا
۱۹۔ حج کو حقیر جاننا
۲۰۔ عذاب الٰہی سے نہ ڈرنا[۱]
۲۱۔ رحمت الٰہی سے مایوس ہونا
۲۲۔ ظالموں کی طرف جھکاؤ رکھنا
۲۳۔ بغیر مجبوری کے لوگوں کے حقوق روکنا
۲۴۔ نعمات الٰہی کو ضائع کرنا
۲۵۔ لوگوں کے مال اور حق و آبرو میں خیانت کرنا
۲۶۔ اولیاء اللہ سے جنگ کرنا
۲۷۔ والدین کی نافرمانی کرنا اور انھیں دکھ دینا
۲۸۔ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا
۲۹۔ ناجائز طور پر یتیم کا مال کھانا
۳۰۔ ایسے جانور کا گوشت کھانا جسے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ (علامہ مجلسی، بحار الانوار ج ۷۶، ص ۱۲)

۱۔ فرد اور اداروں کے غیر قانونی اور غیر اخلاقی اقدامات کی بنیادی وجہ خدا خوفی کا نہ ہونا ہے۔ اخلاقی اور مالی کرپشن کی وجہ بھی یہی ہے۔ عوامی مفادات کے خلاف کام کرنے والے سرکاری اہلکاروں خصوصاً پولیس والوں کے ظالمانہ طرزِ عمل کی وجہ بھی یہی گناہ ہے۔ جو لوگ جعلی کام کرتے ہیں یا جھوٹے مقدمے لڑتے ہیں اس کا سبب بھی خدا خوفی کا نہ ہونا ہے۔ (رضوانی)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

گناہان کبیرہ از روئے قرآن

شیخ صدوق نے علل الشرائع میں لکھا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ مشہور معتزلی عالم عمرو بن عبید بصری امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر اس نے سورۂ شوریٰ کی آیت ۳۷ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ ... پڑھی اور خاموش ہو گیا۔

آپ نے اس سے پوچھا کہ تم خاموش کیوں ہو گئے؟

عمرو بن عبید بصری نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ گناہان کبیرہ کی تفصیل قرآن حکیم سے بیان فرمائیں۔

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قرآن کے مطابق سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔۔۔ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ... جو شخص خدا کے ساتھ شرک کرے گا خدا نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۷۲)

مقصد یہ کہ جو کوئی خلقت، ربوبیت، قدرت اور علم ... میں کسی کو خدائے ذوالجلال کا شریک ٹھہرائے گا اس پر جنت حرام ہے۔ وہ ابدی دوزخ کا مستحق ہے۔

۲۔ رحمت الٰہی سے مایوس ہونا۔۔۔ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ خدا کی رحمت سے کفار ناامید ہوا کرتے ہیں۔ (سورۂ یوسف: آیت ۸۷)

۳۔ خدا کے عذاب سے بے خوف ہونا۔۔۔ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ خدا کی سزا سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوا کرتے ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں (سورۂ اعراف: آیت ۹۹)

۴۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ قرآن نے حضرت عیسیٰؑ کی گفتگو نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ○ (خدا نے مجھے) میری ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے اور سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔ (سورۂ مریم: آیت ۳۲)

۵۔ مومن کو قتل کرنا۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا... جو شخص مسلمان کو جان بوجھ کر مار ڈالے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ (سورۂ نساء: آیت ۹۳)

۶۔ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ جو لوگ پاکدامن اور بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (سورۂ نور: آیت ۲۳)

۷۔ ازروئے ظلم یتیم کا مال کھانا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ○ وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ (سورۂ نساء: آیت ۱۰)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۸۔ میدان جہاد سے بھاگنا۔ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ جو شخص جنگ کے دوران اس صورت کے سوا کہ لڑائی کے لیے کنارے کنارے چلے (یعنی حکمت عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جا ملنا چاہے ان سے پیٹھ پھیرے گا تو سمجھو کہ وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہوگیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (سورۂ انفال: آیت ۱۶)

۹۔ سود کھانا۔ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ... جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ روز قیامت اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھوکر مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۷۵)

۱۰۔ جادو ٹونا کرنا۔... وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ... وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی جادو ٹونے وغیرہ) کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۰۲)

۱۱۔ زنا کرنا۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ○ اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور وہ ذلت و خواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا۔ (سورۂ فرقان: آیت ۶۸-۶۹)

۱۲۔ جھوٹی قسم کھانا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں تو ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ ان سے خدا نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف نظر کرم کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۷۷)

۱۳۔ خیانت کرنا۔... وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ... جو خیانت کرے گا قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کے ساتھ حاضر ہوگا۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۶۱)

۱۴۔ زکات نہ دینا۔... وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے عذاب الیم کی خبر سنا دیں۔ جس دن وہ (سونا چاندی) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا لو جو تم جمع کرتے تھے

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

اب اس کا مزہ چکھو۔ (سورۂ توبہ: آیت ۳۴۔۳۵)

۱۵۔ سچی گواہی کو چھپانا۔ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ جو سچی گواہی کو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۸۳)

۱۶۔ شراب پینا اور جوا کھیلنا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ○ ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیر ناپاک ہیں اور شیطانی کام ہیں تم ان سے پرہیز کرو تاکہ تم نجات پاسکو۔ شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ وہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے اندر عداوت اور بغض پیدا کر دے اور تمھیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے کیا تم رک جاؤ گے؟ (سورۂ مائدہ: آیت ۹۰۔۹۱)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں شراب نوشی اور جوئے کو بت پرستی کے ساتھ شامل کیا ہے اور اس طرح سے ترک نماز اور دوسرے واجبات کے چھوڑنے کو بھی بت پرستی کے مترادف قرار دیا ہے جبکہ رسول خداؐ کا فرمان ہے کہ جس نے نماز جان بوجھ کر چھوڑی تو وہ خدا اور رسولؐ کی ذمے داری سے آزاد ہوگیا۔

۱۷۔ قطع رحمی اور وعدہ خلافی کرنا۔ وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ○ وہ لوگ جو خدا سے مضبوط عہد کرکے توڑ دیتے ہیں اور جن سے تعلقات کا حکم دیا گیا ہے ان سے قطع تعلقات کر لیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان کے لیے لعنت ہے اور بدترین ٹھکانا ہے (سورۂ رعد: آیت ۲۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ تفصیلی بیان سن کر عمرو بن عبید بصری سر پر ہاتھ رکھ کر کاشانہ امامت سے نکلا اور بلند آواز سے کہنے لگا کہ جو شخص اپنی رائے اور قیاس سے باتیں کرے اور علم و فضل میں آپ سے جھگڑا کرے وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (عیون الاخبار الرضا ج ۲، ص ۲۵۸)

گناہ اور حرام کی وجہ سے عبادتوں کا ضیاع

اس حقیقت میں کسی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں ہے کہ کچھ گناہ ایسے بھی ہیں جن کی وجہ سے انسان کی عبادتیں ضائع ہو جاتی ہیں مثلاً اگر کوئی شخص ایمان اور عبادات بجا لانے کے بعد مشرک یا کافر ہو جائے تو اس کی تمام عبادات اور اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے: لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل ضائع ہو جائیں گے اور یقیناً تو خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ (سورۂ زمر: آیت ۶۵)

Presented by www.ziaraat.com

بعض روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حرام خوری کا تعلق بھی اسی قبیل کے گناہوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ ہم ان کے تمام اعمال کو غبار کی طرح سے اڑا دیں گے۔ (سورۂ فرقان: آیت ۲۳)

کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حرام خور افراد کے لیے ہے۔

ہم یہاں یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ تمام گناہوں کا تعلق اس قبیل سے نہیں ہے جبکہ معتزلہ، کچھ زیدیہ اور خوارج یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ گناہ خواہ کوئی بھی کیوں نہ ہو وہ نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے جبکہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ ان فرقوں کو اشتباہ ہوا ہے۔

شیخ مفید فرماتے ہیں:

قیامت کے دن اہل نار افراد کی دو قسمیں ہوں گی پہلی قسم کفار و مشرکین پر مشتمل ہوگی ان کے جتنے بھی فرقے ہوں گے وہ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے۔ دوسرا گروہ گنہگار مسلمانوں کا ہوگا یہ لوگ خدا، رسول، کتاب، ملائکہ اور ائمہ پر ایمان رکھتے ہوں گے لیکن انھوں نے گناہ کیے ہوں گے اور مرنے سے قبل انھیں توبہ اور اصلاح کی توفیق نہیں ملی ہوگی۔ یہ لوگ وہ ہوں گے جو گناہ کے وقت اپنے آپ سے کہتے تھے کہ بس یہ گناہ کرلوں پھر توبہ کرلوں گا لیکن مرنے سے قبل وہ توبہ نہیں کرسکے ہوں گے اور قیامت کے دن گناہوں کے بوجھ سمیت حاضر ہوں گے۔ ایسے افراد کے لیے ہم شیعہ امامیہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے لیے خدا کی معافی اور رسول خداؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی شفاعت کا امکان ہے اور ان کے متعلق دوزخ میں داخل ہونے کا بھی امکان ہے لیکن اگر یہ لوگ دوزخ میں اپنے گناہوں کی وجہ سے چلے بھی گئے تو وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ اپنے صحیح عقیدے اور اپنے نیک اعمال کی وجہ سے انھیں دوزخ سے رہائی نصیب ہوگی اور وہ بالآخر جنت میں جائیں گے کیونکہ یہ بات عدل الٰہی سے دور ہے کہ انھیں گناہوں کی سزا تو دی جائے اور صحیح عقیدے اور نیک اعمال کے بدلے سے انھیں محروم رکھا جائے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنا قرض تو پورا وصول کرلے لیکن اس نے خود جو قرض دینا ہے اسے ادا نہ کرے۔ خداوند عالم عادل اور رحیم ہے۔ یہ اس کی شان کریمی کے خلاف ہے کہ وہ برائیوں پر تو سزا دے مگر نیکیوں کی جزا نہ دے۔ چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیات اور معصومینؑ کی احادیث میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے اور تمام شیعوں کا اس پر اتفاق ہے۔

اس کے بعد شیخ مفید لکھتے ہیں کہ معتزلہ اور زیدیہ کے کچھ فرقے اور خوارج کے نظریات کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ یہ فرقے مکتب آل محمدؐ سے دور ہیں اور تعلیمات آل محمدؐ سے لاتعلق ہیں۔ اس لیے اگر یہ لوگ کجرویوں اور مغالطوں میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے بھی ثواب اور عذاب کے استحقاق میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اگر استحقاق ثواب اور استحقاق عذاب میں کوئی تضاد ہوتا تو پھر ایک فرد میں نیکیاں اور برائیاں بیک وقت موجود نہ ہوتیں۔ جب ہم اپنے گرد و پیش نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایسے افراد دکھائی

Presented by www.ziaraat.com

دیتے ہیں جو بھلائی بھی کرتے ہیں اور برائی بھی کرتے ہیں۔ ان افراد کو بھلائی کی جزا اور برائی کی سزا ملے گی۔

ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ اس بات کی دلیل ہے کہ معتزلہ کا یہ نظریہ باطل ہے کہ ہر گناہ ساری عبادتوں کو برباد کر دیتا ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ جو شخص ایک نیکی کرے گا اسے دس گنا اجر دیا جائے گا اور جو شخص ایک برائی کرے گا اسے اس جیسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (سورۂ انعام: آیت ۱۶۰) دوسری آیت میں ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ (سورۂ ہود: آیت ۱۱۴) قرآن مجید یہ بھی کہتا ہے: اَنِّىْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا۔ تم میں بعض بعض سے ہیں۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۹۵)

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح اعلان کیا ہے کہ وہ نیکی کرنے والوں کے عمل کو ضائع نہیں کرے گا اور انھیں بے حساب اجر عطا فرمائے گا اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ان آیات سے معتزلہ کے اس نظریے کی تردید ہوتی ہے کہ ہر گناہ نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گنہگار مومن کافروں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں نہیں رہیں گے۔ (شیخ مفید، المسائل السرویہ ص ۱۰۱)

نیکیوں سے گناہوں کا خاتمہ ہوتا ہے

قرآن کریم کی بعض آیات اور معصومینؑ کی بعض روایات سے یہ بات اجمالی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ نیک اعمال کی وجہ سے کچھ گناہ مٹ جاتے ہیں اور اسی طرح سے بعض گناہ نیکیوں کو ختم کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی آیت ۳۱ میں یہ اعلان کیا ہے: اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ○ جن بڑے بڑے گناہوں سے تمھیں روکا جا رہا ہے اگر تم ان سے بچو گے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور تمھیں باعزت مقام میں داخل کریں گے۔

سورۂ ہود آیت ۱۱۴ میں ارشاد الٰہی ہے: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ○ دن کے دونوں حصوں میں اور رات کے ایک حصے میں نماز قائم کرو۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ یہ یاد رکھنے والوں کے لیے یادداشت ہے۔

حبط اور تکفیر کا صحیح مفہوم

مؤلف عرض پرداز ہے کہ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ کچھ نیکیاں ایسی ہیں جو برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں اسی طرح کچھ برائیاں بھی ایسی ہیں جو نیکی کو ختم کر دیتی ہیں۔

اس کے باوجود کلی طور پر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہر نیکی برائیوں کو ختم کر دیتی ہے یا ہر برائی نیکیوں کو ختم

Presented by www.ziaraat.com

کر دیتی ہے۔ شرع مقدس اسلام نے اس کے لیے جن نیکیوں اور برائیوں کی تخصیص کی ہے وہ واقعی مؤثر ہیں ورنہ اسے قاعدہ کلیہ بنانا صحیح نہیں ہے۔

علامہ مجلسی اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر باکردار مومن ابدی جنت کا مستحق ہے اور ہر کافر جو کفر کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو وہ ابدی دوزخ کا مستحق ہے البتہ گنہگار مومن کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے جو توبہ کے بغیر مر جائے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ زیدیہ، خوارج اور معتزلہ کے کچھ فرقے یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اس شخص کا ایمان اس کی نجات کا ذریعہ ثابت ہوگا اور اسے اس کے غلط اعمال کی کوئی سزا نہیں ملے گی۔ اس نظریے کے حامل اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حالت کفر میں مر جائے تو اس کی بخشش نہیں ہوگی۔

جس طرح سے حالت کفر کی موت ابدی عذاب کی موجب ہے اسی طرح سے حالت ایمان پر موت بھی ابدی نجات کا ذریعہ ہے جبکہ عوام مسلمین ان کے اس نظریے سے متفق نہیں ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ گنہگار مومن کو اس کی نیکیوں کی جزا ملے گی اور اس کی برائیوں کی اسے سزا دی جائے گی اور یہ نظریہ حق و صداقت پر مبنی ہے۔

ہم یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ ہر گناہ عبادتوں کو مٹا دیتا ہے یا ہر عبادت تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ ہاں اگر معصومینؑ کی کسی مستند روایت میں کسی نیکی کے متعلق بیان کیا گیا ہو کہ یہ نیکی گناہوں کو مٹا دیتی ہے یا کسی برائی کے متعلق معصومینؑ یہ کہہ دیں کہ یہ برائی نیکیوں کو مٹا دیتی ہے تو پھر ہم اسے قبول کر لیں گے۔

قرآن و حدیث میں حبط اور تکفیر کے مقامات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مزید آگاہی کے لیے حبط و تکفیر کی آیات و احادیث کو یہاں بیان کیا جائے تاکہ قارئین زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

۱۔ اسلام سے پچھلے گناہ مٹ جاتے ہیں

رسول پاکؐ کی حدیث مبارکہ ہے: اَلْاِسْلَامُ یَجِبُّ مَاکَانَ قَبْلَهٗ. اسلام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اس حدیث کے ضمن میں علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ جب کوئی مشرک مسلمان ہو جائے تو اللہ اس کے شرک کو معاف کر دیتا ہے۔ جب شرک جیسا بدترین گناہ اسلام سے معاف ہو جاتا ہے تو باقی گناہ بدرجہ اولیٰ معاف ہوں گے۔ (علامہ مجلسی، بحار الانوار ج ۶، ص ۲۳)

۲۔ حبط اعمال بوجہ حرام خوری

قرآن مجید میں ہے: وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ ہم ان کے تمام اعمال

Presented by www.ziaraat.com

کوغبار کی طرح سے اڑا دیں گے۔ (سورۂ فرقان : آیت ۲۳)

سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے اعمال سفید چمکیلے کپڑوں سے بھی زیادہ چمکدار ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے حرام پیش ہوتا تھا تو وہ اسے نہیں چھوڑتے تھے۔ (کافی ج ۲، ص ۸۱)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ کچھ لوگ قیامت کے دن اس حال میں پیش ہوں گے کہ ان کی نیکیاں پہاڑوں کی مانند دکھائی دیں گی لیکن اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو غبار بنا کر اڑا دے گا۔ پھر انھیں دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ اس وقت حضرت سلمان فارسیؓ نے اٹھ کر کہا: یا رسول اللہؐ! ذرا وضاحت فرمایئے کہ یہ کون ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نماز پڑھتے ہوں گے، روزہ رکھتے ہوں گے اور شب زندہ دار ہوں گے۔ ان میں یہ عیب ہوگا کہ جب ان کے سامنے حرام پیش کیا جاتا تھا تو وہ اس پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۱، ص ۲۸۰)

تقویٰ سے انحراف کی وجہ سے اعمال کا ضیاع

سورۂ مائدہ آیت ۲۷ میں ہے: اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ○ اللہ اہل تقویٰ کی نیکی کو قبول کرتا ہے۔

حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا: كُنْ وَرِعًا تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَكُنْ بِالْعَمَلِ بِالتَّقْوٰى اَشَدَّ اِهْتِمَامًا مِنْكَ بِالْعَمَلِ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يَقِلُّ عَمَلَ بِالتَّقْوٰى وَكَيْفَ يَقِلُّ عَمَلٌ يُتَقَبَّلُ ؟ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ. پرہیزگار بن کر سب لوگوں سے بڑا عابد بن جا۔ ہر عمل میں تقویٰ کا سخت اہتمام کر کیونکہ جس عمل کے ساتھ تقویٰ شامل ہو وہ عمل کبھی چھوٹا نہیں ہوتا اور وہ عمل چھوٹا کیسے ہوسکتا ہے جو قبول ہوتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ تو بس متقیوں کے عمل کو ہی قبول کرتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۶۶، ص ۲۸۶)

گناہ حبط اعمال کا ذریعہ ہیں

معصومین علیہم السلام سے منقول ہے کہ خوب جدوجہد کرو اور اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھو۔ اگر عبادت نہیں کرسکتے تو پھر گناہ نہ کرو کیونکہ جو شخص مکان بنانے میں لگا رہے اور مکان نہ گرائے تو آخرکار مکان بن جاتا ہے اگرچہ ہلکے درجے کا ہی کیوں نہ ہو اور جو شخص کسی وقت مکان بنائے اور کسی وقت گراتا رہے تو اس کی عمارت کبھی مکمل نہیں ہوتی۔ (بحار الانوار ج ۶۶، ص ۲۸۶)

قیامت کا افلاس

ایک دن نبی اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ

Presented by www.ziaraat.com

مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و دولت ، باغات اور سرمایہ نہ ہو۔ رسول خداؐ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن اس حالت میں آئے کہ اس کے پاس نماز ، روزہ اور زکات جیسے اعمال موجود ہوں لیکن اس نے زندگی میں کسی کو گالیاں دی ہوں گی ، کسی پر تہمت لگائی ہوگی ، کسی کا مال ہڑپ کیا ہوگا اور کسی کا ناجائز خون بہایا ہوگا۔ ایسے شخص کی نیکیاں اس کے متاثرین کو دے دی جائیں گی۔ اگر اس کی نیکیاں کم پڑ گئیں تو اس کے متاثرین کی برائیاں اس کے نامۂ اعمال میں ڈال دی جائیں گی اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ ایسا شخص سچ مچ مفلس ہے۔ (ملا علی متقی ہندی ، کنز العمال ج ۴ ، ص ۲۳۷)

سب سے بڑی عبادت اور سب سے بڑی معصیت

تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکریؑ [۱] میں حدیث رسولؐ ہے کہ خدا فرماتا ہے :

اے میرے بندو ! تم میری سب سے بڑی اور سب سے افضل عبادت بجالاؤ تاکہ میں تم پر کرم کروں اور تمہارے گناہ مٹاؤں اور تم میری سب سے بڑی اور سب سے بدترین نافرمانی سے بچو اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہارے گناہ معاف کردوں گا۔ یاد رکھو ! میری سب سے بڑی اطاعت میری توحید کا اقرار ہے اور میرے نبی کی تصدیق اور اس کے نائب علیؑ بن ابی طالبؑ اور اس کی پاکیزہ نسل کے ائمہ کا اقرار ہے اور میری سب سے بڑی اور بدترین نافرمانی میرا اور میرے نبی کا انکار اور جانشین محمدؐ علیؑ بن ابی طالبؑ اور اس کے جانشینوں سے دشمنی اور جنگ کرنا ہے۔ (بحار الانوار ج ۲۷ ، ص ۹۶)

مؤلف کہتا ہے کہ یہ حدیث اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ کی تشریح ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ گناہان کبیرہ سات ہیں جو کہ اللہ نے ہمارے لیے نازل کئے ہیں اور لوگوں نے ہمارے متعلق ان کی ہتک حرمت کی ہے۔

۱۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا
۲۔ ناحق قتل
۳۔ والدین کی نافرمانی کرنا
۴۔ پاکدامن عورت پر تہمت لگانا
۵۔ ناجائز طور پر یتیموں کا مال کھانا
۶۔ میدان جہاد سے بھاگنا
۷۔ آل محمدؐ کے حقوق کا انکار کرنا

۱۔ علامہ ہاشم معروف حسنی نے تصوف اور تشیع کا فرق مطبوعہ مجمع علمی اسلامی کے صفحہ ۱۸۴ پر لکھا ہے کہ شیعہ علماء اس تفسیر کی اکثر روایات کے قائل نہیں ہیں۔ شیعہ علماء کی اکثریت اس کتاب کے انتساب کو بھی درست نہیں مانتی کیونکہ اس کا راوی صرف محمد بن قاسم استر آبادی ہے جو مؤلفین رجال و رواۃ کے مطابق کذاب اور وضاع تھا۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

پھر آپ نے فرمایا کہ جہاں تک خدا کے ساتھ شرک کا تعلق ہے خداوند عالم نے قرآن کریم میں ہماری مدح کی اور حبیب خداؐ نے ہمارا مقام بیان کیا لیکن لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور ہمیں چھوڑ کر اغیار کی پیروی کی (اور یوں لوگوں نے ''شرک فی الاطاعت'' کا جرم کیا)۔ جہاں تک ناحق قتل کی حرمت کا تعلق ہے تو لوگوں نے امام حسینؑ، ان کے خاندان اور ان کے اصحاب کو قتل کیا اور جہاں تک والدین کی نافرمانی کا تعلق ہے تو رسول خداؐ امت کے روحانی باپ تھے۔ لوگوں نے ان کے وصی کا انکار کیا اور انھیں شہید کر کے عقوق والدین کا ثبوت دیا اور جہاں تک پاکباز عورتوں پر تہمت لگانے کا تعلق ہے تو لوگوں نے برسر منبر بنت رسولؐ کو برا بھلا کہا اور جہاں تک مال یتیم کھانے کا تعلق ہے تو خدا نے خمس میں ''ذی القربیٰ'' کا ایک حصہ ہمارے لیے مخصوص کیا لیکن لوگوں نے ہمیں ذی القربیٰ کے حصے سے محروم کیا اور ہماری جائیداد فدک پر بھی قبضہ کرلیا اور جہاں تک جنگ سے فرار کا تعلق ہے تو لوگوں نے امیرالمومنینؑ کی زور زبردستی کے بغیر بیعت کی اور پھر جنگ میں ان کا ساتھ نہ دیا اور جہاں تک ہمارے حق کے انکار کا تعلق ہے تو یہ بات سورج سے بھی زیادہ روشن ہے لوگوں نے سرعام ہمارے حق کا انکار کیا اور مقام امامت و قیادت کو ہمارے گھر سے نکال کر دوسروں کے حوالے کیا۔

(شیخ مفید، المقنعۃ ص ۲۸۰)

گناہ شناسی

طبیعی قوانین اور دنیا والوں کے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کا تعلق قانون فطرت کی مخالفت سے ہے اور دوسری قسم کا تعلق اجتماعی زندگی میں خلل ڈالنے سے ہے۔

پہلی قسم کی مثال: الکحل سے بنے مشروبات استعمال کرنا یا بلندی سے چھلانگ لگانا۔

سیدھی سی بات ہے کہ الکحل سے بنے مشروبات پینے سے انسانی جسم پر برے اثرات پڑتے ہیں۔ اس سے انسان کا دماغ، گردے، جگر اور دوسرے اعضاء متاثر ہوتے ہیں اور بلندی سے چھلانگ لگانا بھی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے کیونکہ یہ زمین کی کشش ثقل سے متصادم ہے۔ جو انسان بھی ایسا کرے گا وہ اپنی سلامتی اور زندگی کو داؤ پر لگائے گا۔

دوسری قسم کی مثال: چوری، چاقو زنی، انسان کشی وغیرہ۔ ان جرائم سے معاشرے کے نظم ونسق میں خلل پڑتا ہے۔ لہٰذا قانون کی رو سے یہ امور ممنوع ہیں اور ان کے ارتکاب کرنے والے کو قید و جرمانہ کی سزا ہوسکتی ہے۔ بعض حالات میں اسے سزائے موت بھی دی جاسکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اہل دنیا کی نظر میں گناہ وہ ہے جس کا تعلق مادی امور کی خلاف ورزی سے ہو لیکن دین میں گناہ کا تصور اس سے کہیں وسیع ہے۔ دین میں طبیعی قوانین کی خلاف ورزی اور معاشرے کا بگاڑ ہی گناہ نہیں بلکہ ہر وہ عمل گناہ ہے جو انسان کی اخلاقی فضیلت، شرافت، عفت اور اجتماعی سعادت کے منافی ہو اور ان تمام

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

امور کی خلاف ورزی کرنے والا سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ گناہ کے اس وسیع مفہوم کی وجہ یہ ہے کہ دین انسانی وضع کو وسیع تر نگاہ سے دیکھتا ہے۔ دین صرف جسم کی سلامتی اور اجتماعی آسائش کو ہی مدنظر نہیں رکھتا بلکہ وہ روح کی سلامتی کو بھی اہمیت دیتا ہے۔

دنیا کے قوانین یہاں تک کہ ترقی یافتہ ممالک میں بھی آج تک خودکشی کے لیے کوئی قانون نہیں بنا۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص تنہائی میں الکحلی مشروبات پیتا ہے تو قانون کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر مرد و زن باہمی رضامندی سے بدکاری کرتے ہیں تو آج کی متمدن دنیا کے قانون کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دنیا کے قانون میں گناہ اور جرم ہر وہ فعل ہوتا ہے جو معاشرے کے اجتماعی نظم میں خلل ڈالتا ہو اور اگر کسی کا فعل معاشرے کو دگرگوں نہیں کرتا تو وہ نہ گناہ ہے اور نہ ہی جرم ہے جبکہ اسلام کی منطق اس سے بالکل مختلف ہے۔ اسلام کی نظر میں ہر وہ فعل جرم اور گناہ ہے جس سے انسان کی فضیلت داغدار ہوتی ہو۔ اسلام کہتا ہے کہ اس طرح کے انفرادی گناہ دراصل اجتماعی امن کو بھی بالواسطہ طور پر متزلزل کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

آج انسانوں کے قانون میں جھوٹ، تہمت، غصہ، حسد، سود، حرص، تکبر، کینہ جیسے گناہوں پر کوئی قدغن نہیں ہے اور قانون سازوں کی نظر میں انھیں جرم نہیں سمجھا جاتا۔ لوگ جرائم اور گناہ کو مادیات کی عینک سے دیکھتے ہیں جبکہ اسلام جس طرح سے مادیات سے مربوط مسائل پر توجہ دیتا ہے، اسی طرح معنوی مسائل پر بھی توجہ دیتا ہے اور مذکورہ بالا گناہوں میں سے چند گناہوں کو تمام جرائم کا بنیادی سبب قرار دیتا ہے مثلاً امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمام برائیوں کے لیے تالے مقرر کیے ہیں (تا کہ لوگ ان میں مبتلا نہ ہوں) اور ان تالوں کی چابی شراب ہے جبکہ جھوٹ کا نقصان شراب کے نقصان سے کہیں زیادہ ہے۔

(ملا احمد نراقی، جامع السعادات ج ۲، ص ۳۲۳)

ایک اور حدیث میں امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں: تمام گناہ ایک گھر میں جمع کیے گئے ہیں اور اس کی چابی جھوٹ ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۲، ص ۱۰۰)

نیت اور گناہ کا ارادہ

دنیاوی قوانین اور مذہبی قوانین میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ دنیاوی قوانین کے تحت جرم کرنا جرم ہے جبکہ اسلام میں جرم کا سوچنا اور جرم کا ارادہ کرنا بھی جرم ہے۔

حضرت رسول اکرمؐ اور ائمہ اہلبیتؑ نے لوگوں کو جرم کے ارادے سے بھی منع کیا ہے کیونکہ جرم کا آغاز ارادے سے ہوتا ہے۔ جو شخص جرم کا ارادہ کرنے میں مصروف رہے وہ بالآخر جرم کی دلدل میں پہنچ جاتا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اَلَا وَمَنْ كَثُرَ فِكْرُهُ فِي الْمَعَاصِي دَعَتْهُ اِلَيْهَا. جو گناہوں کے متعلق زیادہ سوچے گا تو گناہ اسے اپنی طرف کھینچ لیں گے۔ (عبدالواحد بن محمد تمیمی آمدی، غُرَرُ الْحِكَمِ وَ دُرَرُ الْكَلِمِ ص ۶۶۴)

Presented by www.ziaraat.com

بنیادی طور پر گناہوں کی سوچ دل کو تاریک کرتی ہے اور دل کی روشنی کو زنگ آلود کرتی ہے۔
دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام گناہ کے سرچشمے کو خشک کر دینا چاہتا ہے اور آلودگی کو ابتدا ہی سے ختم کرنے کا خواہش مند ہے۔ اسی لیے اسلام کے عظیم القدر رہنماؤں نے نیت کی پاکیزگی پر بڑا زور دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں جہاں بھی عمل صالح کا ذکر کیا گیا ہے اس سے قبل ایمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایمان کو مقدم رکھا گیا ہے اس کے بعد عمل کی گفتگو کی گئی ہے قرآن کریم میں آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے الفاظ کثرت سے دکھائی دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک عمل کی اساس ایمان باللہ پر نہ ہو تو عمل بے قیمت اور بے ثمر ہوتا ہے۔ دانشور بھی کم وبیش اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ (کیفر گناہ ص ۲۷)
مؤلف یہ کہتا ہے کہ عبادت اور نیک عمل کا تعلق خالص نیت سے ہے اور ہر نیک عمل جو ایمان و اخلاص سے مربوط نہ ہو اور اس کا مقصد خدا کی رضامندی نہ ہو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔
اگر کوئی نیک عمل خدا کی بجائے کسی دوسرے کی خوشنودی کے لیے ہو تو وہ عمل شرک آمیز بن جاتا ہے اور اصطلاح شریعت میں "ریا" کہلاتا ہے اور ریاکاری پوشیدہ قسم کا شرک ہے اور انتہائی خطرناک ہے۔
قرآن کریم اور ہادیان دین کے فرامین میں نیت کو ہر عمل کی اساس کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ○ آپ کہہ دیں کہ ہر شخص کے عمل کی قدر و قیمت اس کی نیت پر منحصر ہے۔ تمہارا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ تم میں سے کون زیادہ ہدایت یافتہ ہے (کیونکہ نیت کا حال اللہ کو ہی معلوم ہے)۔ (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۸۴)
معصومینؑ کی احادیث میں بارہا یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ عمل کی اصل قدر و قیمت نیت ہی ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَانَوٰى. اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت کا اجر ملے گا۔ (شیخ طوسی، تہذیب الاحکام ج ۴، ص ۱۸۶)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: وَالنِّيَّةُ اَفْضَلُ مِنَ الْعَمَلِ اَلَا وَاِنَّ النِّيَّةَ هِيَ الْعَمَلُ. نیت عمل سے افضل ہے۔ آگاہ رہو کہ نیت ہی عمل ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (يعني عَلٰى نِيَّتِهٖ) آپ کہہ دیں کہ ہر شخص کے عمل کی قدر و قیمت اس کی نیت پر موقوف ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۱۶)
اللہ تعالیٰ نے سورہ مبارکہ بینہ کی آیت ۵ میں ارشاد فرمایا ہے: وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ... انھیں بس یہی حکم دیا گیا تھا کہ اخلاص قلب کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔
امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: طُوْبٰى لِمَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ الْعِبَادَةَ وَالدُّعَآءَ وَلَمْ يُشْغِلْ قَلْبَهٗ بِمَا تَرٰى عَيْنَاهُ وَلَمْ يَنْسَ ذِكْرَ اللّٰهِ بِمَا تَسْمَعُ اُذُنَاهُ. اس شخص کے لیے خوش بختی ہے جو اپنی عبادت اور دعا کو خالص خدا کے لیے بجا لائے اور جو کچھ اس کی آنکھیں دیکھیں ان میں اپنے دل کو نہ لگائے اور جو کچھ اس کے کان سنیں اس کی وجہ سے ذکر خدا کو نہ بھولے۔ (کافی ج ۲، ص ۱۶)

Presented by www.ziaraat.com

نیک نیتی اور بد نیتی

عاصم بن قتادہ روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میں ہمارے قبیلے میں ایک شخص رہائش پذیر تھا جسے ''قزمان'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کا شجرہ نسب مکمل طور پر واضح نہیں تھا۔ رسول اکرمؐ کے سامنے جب بھی اس کا ذکر کیا جاتا تو آپ فرماتے تھے کہ وہ دوزخی ہے۔

جب جنگ احد ہوئی تو اس شخص نے غیر معمولی دلیری کا مظاہرہ کیا اور اس نے تن تنہا سات یا آٹھ مشرکین مکہ کو قتل کر دیا۔ جنگ میں اسے کافی زخم آئے۔ اس کے ساتھی اسے ''بنی ظفر'' کے گھروں میں لے گئے۔ مسلمان اس کی تیمارداری کے لیے اس کے پاس جمع ہوئے اور اس سے کہا کہ تم نے جنگ میں خدا و رسولؐ کے لیے بڑی جاں نثاری کا ثبوت دیا۔ تمھیں جنت مبارک ہو۔ قزمان نے کہا: تم مجھے کس چیز کی بشارت دے رہے ہو؟ خدا کی قسم! میں نے اپنے قبیلے کی عزت و ناموس کے لیے جنگ لڑی ہے اگر مجھے قبیلے کی دلیری کا مظاہرہ منظور نہ ہوتا تو میں جنگ میں کبھی شرکت نہ کرتا۔ جب اسے زخموں کی اذیت نے بے چین کیا تو اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس سے اپنی شہ رگ کاٹ کر خودکشی کر لی۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲، ص ۱۱۲)

جنگ تبوک مسلمانوں کے لیے نہایت دشوار تھی۔ موسم انتہائی گرم تھا اور کھجوریں اترنے والی تھیں۔ مسلمان تنگدستی میں مبتلا تھے اور جنگی مصارف پورے کرنا ان کے لیے بہت دشوار تھا۔

شیخ طبرسی نے تفسیر مجمع البیان جلد ۵ صفحہ ۷۹ میں لکھا ہے: حسن کا بیان ہے کہ اس جنگ میں مسلمان اتنے تنگدست تھے کہ دس آدمیوں کی سواری کے لیے ایک اونٹ تھا اور ہر شخص اپنی باری آنے پر سوار ہوتا تھا۔ مجاہدین کے پاس غذا کی بھی شدید قلت تھی ان کی غذا جو اور سڑی ہوئی کھجوریں اور بدبودار چربی پر مشتمل تھی۔ جب کسی مجاہد کو بھوک ستاتی تو وہ کھجور کا دانہ منہ میں رکھ کر اسے چوستا تھا۔ پھر وہ چوسا ہوا دانہ اپنے ساتھی کو دیتا تھا۔ پھر وہ ساتھی اسے کچھ دیر چوس کر تیسرے ساتھی کو وہ دانہ دے دیتا تھا اور یوں کھجور کے ایک دانے کو دس افراد چوسا کرتے تھے۔

اس جنگ کے وقت بہت سے افراد نے مدینہ میں رہنے کے لیے حیلے بہانے کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمت میں کئی آیات نازل فرمائی تھیں۔

جب رسول خداؐ اپنے غربت زدہ لشکر کو ساتھ لے کر مدینہ سے باہر آئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے رہ رہے ہیں جو ہمارے ساتھ ثواب میں شریک ہیں۔ ہم صحراؤں میں جو سفر کر رہے اور جو گھاٹیاں عبور کر رہے ہیں وہ گھر میں رہ کر بھی اس ثواب میں ہمارے شریک ہیں۔

صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! وہ گھر میں ٹھہر کر ہمارے ساتھ ثواب میں کیسے شریک ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اس لیے کہ وہ معذور ہیں۔ وہ اپنی اچھی نیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ ہمارے ثواب میں شریک ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

ایک جنگ میں ایک مسلمان کو کسی کافر نے قتل کیا جسے قتیل الحمار (گدھے کے لیے قتل ہونے والا) کے نام سے یاد کیا جاتا تھا کیونکہ جب وہ جنگ کے لیے روانہ ہوا تھا تو اپنے ساتھیوں سے کہتا تھا کہ میرے پاس گدھا نہیں ہے۔ خدا کرے کہ گدھے والا کوئی کافر میرے ہاتھوں مارا جائے تاکہ میں اس کے گدھے پر قبضہ کرسکوں۔ جب لڑائی ہوئی تو گدھے کا طلبگار صحابی خود ایک کافر کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس لیے دوسرے مسلمان اسے قتیل الحمار کے نام سے یاد کرنے لگے تھے۔ (ملا احمد نراقی، جامع السعادات ج ۳، ص ۱۱۳)

جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کی کربلا آمد

امام حسین علیہ السلام کی المناک شہادت کی خبر جب مدینہ پہنچی تو جابر ابن عبداللہ انصاریؓ آپ کی قبرِ مطہر کی زیارت کے لیے کوفہ روانہ ہوئے اور چہلم کے دن کربلا پہنچے۔

شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ جابر ابن عبداللہ انصاری قبر امام حسینؑ کے پہلے زائر تھے۔

اس داستان کو ان کے اس سفر کے ساتھی عطیہ بن سعد بن جنادہ کوفی نے یوں بیان کیا ہے۔ واضح رہے کہ عطیہ بن سعد مشہور علماء و مفسرین میں سے تھے۔ بعض حضرات نے غلط فہمی کی وجہ سے انھیں حضرت جابر کا غلام لکھا ہے۔ ویسے اس امر کا امکان ہے کہ حضرت جابر پہلے کوفہ میں ان کے پاس تشریف لے گئے ہوں اور اس کے بعد انھیں ساتھ لے کر قبر امام حسینؑ کی زیارت کے لیے گئے ہوں۔

عطیہ کہتے ہیں: جب ہم کربلائے معلّی پہنچے تو جابر دریائے فرات پر گئے اور غسل کیا اور کپڑے پہنے۔ پھر انھوں نے ایک پوٹلی کو کھولا جس میں خوشبودار گھاس تھی جسے ''سعد'' کہا جاتا تھا۔ اس زمانے میں لوگ اسے عطر کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ حضرت جابر نے اس گھاس کو اپنے بدن پر ملا اور قبر امام حسینؑ کی طرف روانہ ہوئے وہ راستے میں ہر قدم پر ذکر الٰہی کر رہے تھے۔ جب جابر قبرِ مطہر کے قریب پہنچے تو انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ میرا ہاتھ قبر پر رکھو۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر قبرِ مطہر پر رکھا۔ جابر قبرِ مطہر پر گر پڑے اور اتنا روئے کہ بیہوش ہوگئے۔ میں نے ان کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے یہاں تک کہ وہ ہوش میں آگئے پھر انھوں نے مظلوم کربلا کو مخاطب کرکے تین بار ''یا حسینؑ'' کہا۔

پھر کہا: حسینؑ! تم اپنے دوست کو جواب کیوں نہیں دیتے؟

پھر انھوں نے اپنے آپ کو مخاطب کرکے کہا: میں جانتا ہوں آپ مجھے جواب نہیں دیں گے کیونکہ آپ کی گردن کی رگیں کٹ چکی ہیں اور آپ کے جسم و سر میں جدائی ڈال دی گئی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خاتم الانبیاءؐ کے فرزند ہیں اور آپ امیر المومنینؑ کے لال ہیں اور آپ اصحاب کساء کے پانچویں فرد ہیں...

عطیہ کہتے ہیں کہ پھر انھوں نے قبرِ مطہر کے گرد و پیش آنکھوں کو گردش دی اور شہدائے کربلا کو مخاطب

Presented by www.ziaraat.com

کر کے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَيَّتُهَا الْاَرْوَاحُ الَّتِیْ حَلَّتْ بِفِنَاءِ الْحُسَيْنِ وَ اَنَاخَتْ بِرَحْلِهٖ اَشْهَدُ اَنَّكُمْ اَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَ آتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاَمَرْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَيْتُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَاهَدْتُّمُ الْمُلْحِدِيْنَ وَ عَبَدْتُّمُ اللّٰهَ حَتّٰى آتَاكُمُ الْيَقِيْنُ. وَالَّذِیْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَقَدْ شَارَكْنَاكُمْ فِيْمَا دَخَلْتُمْ فِيْهِ. آستان حسینؑ میں اترنے والی پاکیزہ ارواح تم پر سلام ہو۔ حسینؑ کی بارگاہ میں آنے والی ارواح تم پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ لوگوں نے نماز قائم کی اور زکات دی اور نیکی کا حکم دیا اور آپ نے برائی سے روکا اور آپ لوگوں نے ملحدین سے جہاد کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی یہاں تک کہ آپ لوگوں کو موت آگئی۔ اس ذات کی قسم! جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے جس امر میں آپ داخل ہوئے ہیں اس میں ہم بھی آپ ساتھ شریک ہیں۔

عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا: ہم بھلا ان کے ساتھ کیسے شریک ہوسکتے ہیں جبکہ ہم نے ان کے ساتھ راستوں کے نشیب و فراز عبور نہیں کئے اور ان کے ہمرکاب ہوکر نہیں لڑے۔ یہ لوگ تو شہید ہوئے ہیں۔ ان کے گلے کٹ گئے ہیں، ان کی اولاد یتیم ہوئی ہے اور ان کی عورتوں کے سہاگ نہیں رہے؟

حضرت جابر نے مجھ سے فرمایا: يَا عَطِيَّةُ! سَمِعْتُ حَبِيْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا حُشِرَ مَعَهُمْ وَمَنْ اَحَبَّ عَمَلَ قَوْمٍ اُشْرِكَ فِیْ عَمَلِهِمْ وَالَّذِیْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ نَبِيًّا نِيَّتِیْ وَنِيَّةُ اَصْحَابِیْ عَلٰى مَا مَضٰى عَلَيْهِ الْحُسَيْنُ وَاَصْحَابُهٗ. اے عطیہ! میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی قوم سے محبت رکھے گا وہ اس کے ساتھ محشور کیا جائے گا اور جو شخص کسی قوم کے عمل سے محبت رکھے گا وہ بھی اس کے عمل میں شریک کیا جائے گا۔ اس ذات کی قسم! جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے میری اور میرے ساتھیوں کی سوچ وہی تھی جس راستے پر حسینؑ اور اصحاب حسینؑ چلے ہیں۔ (عماد الدین طبری، بشارة المصطفیٰؐ ص ۸۹)

جی ہاں! کسی کے گناہ پر راضی ہونے والوں کو بھی اسلام اس گناہ میں برابر کا شریک قرار دیتا ہے۔

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: اِنَّمَا يَجْمَعُ النَّاسَ الرِّضَا وَالسُّخْطُ فَمَنْ رَضِیَ اَمْرًا فَقَدْ دَخَلَ فِيْهِ وَمَنْ سَخِطَهٗ فَقَدْ خَرَجَ مِنْهُ. خوشی اور ناخوشی ایسی چیز ہے لوگوں کو ایک مقام پر جمع کرتی ہے یا انھیں ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے۔ جو شخص کسی کام پر خوش ہو تو وہ اس کام میں داخل ہوتا ہے اور جو کسی کام پر ناخوش ہو وہ اس سے خارج ہو جاتا ہے۔ (احمد بن ابی عبداللہ برقی، کتاب المحاسن ص ۲۶۲)

ایک اور فرمان اس طرح سے ہے کہ اَلرَّاضِیْ بِفِعْلِ قَوْمٍ كَالدَّاخِلِ فِيْهِ مَعَهُمْ وَعَلٰى كُلِّ دَاخِلٍ فِیْ بَاطِلٍ اِثْمَانِ، اِثْمُ الْفِعْلِ بِهٖ، وَ اِثْمُ الرِّضَا بِهٖ. اور جو کسی کے فعل پر راضی ہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ اس فعل کے بجالانے میں اس کا شریک ہو اور جو بھی باطل فعل انجام دینے میں حصہ لیتا ہے وہ دراصل دوگناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ پہلا گناہ کرنا اور دوسرا گناہ پر راضی ہونا۔ (نہج البلاغہ، کلمات قصار ۱۵۴)

Presented by www.ziaraat.com

بیماری گناہ

کچھ ماہرین نفسیات گناہ کو ایک بیماری خیال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آج کی دنیا میں علمی و فلسفی طور پر یہ بات ثابت ہے اور اس میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں ہے کہ دنیا میں برا انسان کہیں نہیں پایا جاتا۔ اس کی بجائے بیمار انسان پایا جاتا ہے۔

یہ انکشاف اتنا بڑا ہے کہ روز اول سے لے کر آج تک انسانی سعادت کے متعلق اتنا بڑا انکشاف نہیں ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ جس دن تمام انسان اس انکشاف کو تسلیم کر کے گناہ کو بیماری سمجھ کر اس کا روحانی علاج تلاش کریں گے اس دن دنیا کے دلدرّ اور بدبختیاں، دشمنیاں، خواہ مخواہ کی مقابلہ بازی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ اگر آپ ہم سے اس کی وجہ پوچھیں تو ہم کہیں گے کہ جب تمام انسانوں کو معلوم ہو جائے گا کہ بخل، حسد، کاہلی، بزدلی، مکاری، بیجا شرم، مایوسی، گرگٹ کی طرح سے رنگ بدلتے رہنا، بے انصافی، عیب جوئی، بے وفائی اور اس جیسے دیگر عیوب روحانی بیماری کی پیداوار ہیں اور ان اخلاقی برائیوں کا بھی زکام، نزلہ، سر درد اور بخار کی طرح سے علاج کیا جاسکتا ہے تو اس دن یقینی اور انتہائی مفید نتائج برآمد ہوں گے۔ پہلا نتیجہ تو یہ برآمد ہوگا کہ مریض جنھیں آج برے انسان کہا جاتا ہے پورے اطمینان کے ساتھ اپنے علاج کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس کا دوسرا نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ آج جو لوگ انھیں برے انسان سمجھ کر ان سے نفرت کرتے ہیں وہ انھیں قابل نفرت سمجھ کر ان سے منہ نہیں موڑیں گے بلکہ بیمار سمجھ کر ترس کھائیں گے۔ یہاں یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ ان دو نتائج کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے کیونکہ آج ایک گھٹیا ذہنیت رکھنے والے حاسد اور عیب جو شخص کو برا انسان کہا جاتا ہے اور اس سے نفرت کی جاتی ہے۔ اگر اسے بیمار تصور کیا جائے تو لوگ اس پر ترس کھائیں گے اور لوگوں کی نفرتیں محبتوں میں بدل جائیں گی۔ (خواجہ نوری، روانکاوی ص ۷۔۸)

مؤلف کہتا ہے کہ ماہرین نفسیات بڑے طویل تجربات کے بعد جس حقیقت کا سراغ لگانے میں کامیاب ہوئے ہیں اسلام نے اس کو آج سے چودہ سو برس پہلے ہی سادہ عبارت میں بیان کیا تھا لیکن ہمارے عوام کی کم نصیبی ہے کہ وہ مغربی مفکرین کی آراء کو آیات قرآنی سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مغربی مفکرین نے انبیاؑء سے بہتر طور پر حقائق کو سمجھا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر مغربی مفکرین کے ہاتھ چند حقائق لگے بھی ہیں تو وہ بھی منبع وحی اور انبیاؑء و اولیاء کے فرامین کا تھوڑا سا حصہ ہیں (کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام ہی تاریخ، تہذیب و تمدن اور علوم و معارف کے بانی تھے)۔

بہرنوع قرآن کریم نے اس حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۞ یہ جو (برے اعمال) کرتے ہیں ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے۔ (سورۂ مطففین: آیت ۱۴) اور منافقین کے متعلق فرمایا ہے: فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا... ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ اللہ نے ان کی بیماری میں اضافہ کر دیا ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۰) ایک اور آیت میں فرمان قدرت ہے:

Presented by www.ziaraat.com

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ○ جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ خدا اور اس کے رسولؐ نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔ (سورۂ احزاب : آیت ۱۲)

روایات میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ گناہ ایک قلبی اور روحانی بیماری ہے۔ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى دَائِكُمْ وَ دَوَائِكُمْ اَلَا اِنَّ دَائَكُمُ الذُّنُوْبُ وَ دَوَائَكُمُ الْاِسْتِغْفَارُ. کیا میں تمھیں تمہاری بیماری اور اس کی دوا بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا: تمہاری بیماری گناہ ہے اور تمہاری دوا توبہ و استغفار ہے۔ (محمدی رے شہری، میزان الحکمۃ ج ۳، ۲۲۷۵)

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: لَا وَجْعَ اَوْجَعُ لِلْقُلُوْبِ مِنَ الذَّنْبِ. دل کے لیے گناہ سے زیادہ خطرناک بیماری کوئی نہیں۔ (بحار الانوار ج ۷۳، ص ۳۴۲)

غرر الحکم میں ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلذُّنُوْبُ دَآءٌ وَالدَّوَاءُ الْاِسْتِغْفَارُ وَالشِّفَاءُ اَنْ لَّا تَعُوْدَ. گناہ بیماری ہیں اور دوا استغفار ہے اور گناہوں کا اعادہ نہ کرنا شفا ہے۔

اَلْحَسَدُ دَاءٌ عَيَاءٌ لَا يَزُوْلُ اِلَّا بِهَلْكِ الْحَاسِدِ اَوْ مَوْتِ الْمَحْسُوْدِ. حسد ایسی لاعلاج اور طویل بیماری ہے جو یا تو حاسد کی موت پر یا محسود کی موت پر ختم ہوتی ہے۔

اَلْحِقْدُ دَاءٌ دَوِيٌّ وَ مَرَضٌ مُوْبِيٌ. کینہ ایک دردناک اور وبائی مرض ہے۔

اَلْكِبْرُ دَآءٌ اِلَى التَّقَحُّمِ فِي الذُّنُوْبِ. تکبر ایسا درد ہے جو انسان کو گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔

اَلشَّهَوَاتُ اَعْلَالٌ قَاتِلَاتٌ وَ اَفْضَلُ دَوَائِهَا اِقْتِنَاءُ الصَّبْرِ. شہوانی گناہ ہلاکت خیز ہوتے ہیں۔ ان کا بہترین علاج ان سے دور رہنا ہے۔

مرض گناہ کا علاج

اسلام نے نہ صرف گناہ کے علاج کے بارے میں بتایا ہے بلکہ اسلام نے روحانی اور نفسیاتی الجھنوں کے حل کے لیے صحیح راستے کی رہنمائی کی ہے اور اس کے لیے اصول وضوابط بھی مقرر کیے ہیں۔ اس کے برعکس مغربی مفکرین کو اسلام کے طریقہ علاج کو سمجھنے کے لیے شاید صدیوں کی ضرورت ہے۔[1]

نفسیاتی معالج جب کسی بیمار کا علاج کرتے ہیں، تو وہ بیماری کو دور کرنے کے لیے بیماری کے اسباب کا کھوج لگاتے ہیں پھر اس کی روحانی قوت کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسے مسلسل لیکچر دے کر خود شناسی کی منزل پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس طریق علاج سے کسی نہ کسی حد تک روحانی بیماری کا

۱۔ اس موضوع پر حجۃ الاسلام سید مجتبیٰ موسوی لاری کی کتاب ''اخلاق اور روحانی نشوونما'' مطبوعہ مجمع علمی اسلامی ملاحظہ فرمائیں۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

علاج ہوتا ہے لیکن اس طریق علاج میں اتنی قوت نہیں ہوتی کہ اندرونی احساسات کی طوفان خیزیوں کا مقابلہ کر سکے۔ اس کی حیثیت اس کمزور اور ٹمٹماتے چراغ کی سی ہے جو آندھیوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہوتا یا اس کی مثال لکڑی کے اس تختے کی سی ہے جسے طوفان کے مقابلے کے لیے کھڑا کیا جائے۔

اسی لیے مشاہدے میں یہ بات آتی ہے کہ ایک نفسیاتی و روحانی مریض کئی مہینے کی تھکا دینے والی مشقوں کے بعد اس بیماری کے طوفان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اس میں مزید مبتلا ہو جاتا ہے۔

اسلام تمام مشکلات اور روحانی الجھنوں کے علاج کے لیے ایمان باللہ کے فطری عقیدے کو تقویت دیتا ہے۔ جب کسی میں ایمان باللہ کا عقیدہ مضبوط ہو جاتا ہے تو اسے مضبوط مورچے کا درجہ دے دیتا ہے جہاں بے قابو شہوانی جذبات کی طوفانی موجیں ٹکرا کر واپس آ جاتی ہیں اور مورچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

جب مریض گناہ، گناہ سے آلودہ ہو جاتا ہے تو وہ اپنے اندر ندامت اور ذلت کا احساس کرتا ہے۔ اس موقع پر اسلام آگے بڑھ کر اسے یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کی پناہ میں لے آئے۔ یوں اسلام اسے احساس ذلت سے نکال کر رحمت الٰہی کی امید دلاتا ہے اور اسے یہ نوید سناتا ہے کہ وہ گناہ کی وجہ سے ابدی رسوائی کا مستحق نہیں بنا لہٰذا اسے چاہیے کہ توبہ و استغفار کرے۔

اس مرحلے کے بعد اسلام اس کی مزید روحانی و نفسیاتی مدد کرتا ہے اور اس میں گناہ چھوڑنے کے ارادے کو پیدا کرتا ہے اور ترک گناہ کے ارادے کو تقویت بخشتا ہے۔ اس مقام پر ہم حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان دوبارہ نقل کرتے ہیں اَلـذُّنُـوْبُ دَآءٌ وَالـدَّوَاءُ الْاِسْتِغْـفَارُ وَالشِّفَاءُ اَنْ لَّا تَعُوْدَ. حضرت کا یہ فرمان اتنا واضح ہے کہ اس کی تشریح کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس مسئلے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا ہے:

وَالَّـذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَـمْ يُصِـرُّوْا عَـلٰـى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ جب ان لوگوں سے کوئی کھلا گناہ ہو جاتا ہے یا وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کر کے اس سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے اور جان بوجھ کر اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۳۵)

اسلام کے عالی قدر رہبروں کی تعلیم یہ ہے کہ گناہ ایمان باللہ کی پناہ گاہ سے انحراف کی وجہ سے جنم لیتے ہیں اور اس کا علاج یہی ہے کہ اسی پناہ گاہ کی طرف لوٹ آنا چاہیے۔ اس سلسلے میں امام محمد باقر علیہ السلام کی اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: اِذَا زَنَـى الـزَّانِـىْ خَـرَجَ مِـنْهُ رُوْحُ الْاِيْمَانِ وَاِنِ اسْتَغْفَرَ عَادَ اِلَيْهِ. جب کوئی زانی زنا کرتا ہے تو اس سے روح ایمان نکل جاتی ہے اور پھر جب وہ توبہ کرتا ہے تو روح ایمان اس کے پاس واپس آ جاتی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۲، ص ۹۳)

مؤلف کہتا ہے کہ گناہ کے اثرات کے ضمن میں یہ بیان کیا جائے گا کہ گناہ کا اثر خدا سے دوری کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

گنہگار کے ساتھ تعلقات

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ نَلْقِيَ اَهْلَ الْمَعَاصِيْ بِوُجُوْهٍ مُكْفَهِرَّةٍ. رسول خداؐ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم گنہگاروں کے ساتھ ناخوشی سے ملیں۔ (کافی ج ۵، ص ۵۸۔۵۹)

پیغمبر اسلامؐ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اَدْنَى الْاِنْكَارِ اَنْ يُلْقَى اَهْلُ الْمَعَاصِيْ بِوُجُوْهٍ مُكْفَهِرَّةٍ. گناہ سے نفرت کی کم سے کم حد یہ ہے کہ انسان گنہگاروں کے ساتھ ناخوشی سے ملاقات کرے۔
(شیخ طوسی، تہذیب الاحکام ج ۶، ص ۱۷۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: تَحَبَّبُوْا اِلَى اللّٰهِ بِبُغْضِ اَهْلِ الْمَعَاصِيْ، وَتَقَرَّبُوْا اِلَى اللّٰهِ بِالتَّبَاعُدِ عَنْهُمْ وَالْتَمِسُوْا رِضَا اللّٰهِ بِسَخَطِهِمْ. گنہگاروں سے بغض رکھ کر اللہ کی محبت حاصل کرو اور گنہگاروں سے دور رہ کر اللہ کا قرب حاصل کرو اور نافرمان لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کی خوشنودی تلاش کرو۔
(ملا احمد نراقی، جامع السعادات ج ۳، ص ۱۸۷)

ہادیان دین نے مسلمانوں کو گنہگار کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ وَ قَرِيْنِهٖ. انسان اپنے دوست اور ساتھی کے دین پر ہوتا ہے۔ (کافی ج ۴، ص ۸۳)

حضرت علیؑ نے حارث ہمدانی سے فرمایا تھا: اِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْفُسَّاقِ فَاِنَّ الشَّرَّ بِالشَّرِّ مُلْحَقٌ. فاسقوں کی صحبت سے بچے رہنا کیونکہ برائی برائی کی طرف بڑھا کرتی ہے۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ص ۶۹)

گنہگار سے دوستی

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم عبدالرحمٰن بن یعقوب کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو؟!

میں نے عرض کیا کہ وہ میرا ماموں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کے بارے میں نازیبا باتیں کرتا ہے اور خدا کو جسم و جسمانیات سے متصف مانتا ہے۔ لہٰذا تم کو اختیار ہے چاہو تو ہمیں چھوڑ دو اور اس سے تعلقات رکھو چاہو تو اسے چھوڑ کر ہمارے ساتھ رہو۔

میں نے عرض کیا کہ مولا! اس کی باتیں اس کے ساتھ ہیں۔ میں تو اس کے نظریات کا پرچار نہیں کرتا۔ اس کی باتیں اور نظریات بھلا مجھے کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: کیا تمھیں یہ خوف نہیں کہ اس پر خدا کا عذاب نازل ہو اور تم اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہو اور تم بھی اس عذاب کی لپیٹ میں آ جاؤ؟

کیا تمھیں معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ایک شخص حضرت موسیٰؑ کے مددگاروں میں سے

Presented by www.ziaraat.com

تھا اور اس کا باپ فرعون کا مددگار تھا۔ جب فرعون حضرت موسیٰ کے تعاقب میں روانہ ہوا تو حضرت موسیٰ کا ساتھی اپنی جماعت کو چھوڑ کر اپنے باپ کو نصیحت کرنے فرعون کے لشکر میں چلا گیا اور اپنے باپ سے بولا کہ جلدی کرو اب بھی وقت ہے فرعون کے لشکر کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ کی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ باپ بیٹا بحث مباحثہ میں مصروف تھے کہ اتنے میں فرعون اپنے لشکر سمیت دریا میں داخل ہوا۔ جب حضرت موسیٰ کی جماعت کا آخری فرد دریا سے نکل گیا اور فرعون کے لشکر کا آخری فرد دریا میں داخل ہوا تو اللہ نے دریا کو حکم دیا کہ وہ اپنی سابقہ روانی میں آ جائے چنانچہ بلند و بالا موجیں اٹھیں اور سارا لشکر فرعون اس میں ڈوب گیا۔

جب حضرت موسیٰ کو اپنے ساتھی کے غرق ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ کی رحمت میں ہے لیکن جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ (کیفر گناہ ص ۷۲)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ گنہگار کے ساتھ دوستی رکھنا منع ہے کیونکہ اس سے اس کے برے اعمال کی تائید ہوتی ہے اور گنہگار کی عملی تائید حرام ہے۔

اس کے ساتھ یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اسلام سختی کا دین نہیں ہے۔ اسی لیے اسلام نے ہمیں ایک دوسرے کی ہمدردی کا حکم دیا ہے اور اس کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم صادر فرمایا ہے اور حق یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم لوگوں کی خیر خواہی کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔

جب ہم ہادیان دین کے کردار کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ انھوں نے اپنے دلنشین کلام اور صولت کردار کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کی تھی۔ انھوں نے لوگوں کو رحمت الٰہی کی امید دلائی اور مایوسی سے بچایا۔ حد یہ ہے کہ اگر کسی مشرک نے بھی اسلام کی طرف مائل ہونا چاہا تو ائمہ ہدیٰ نے اسے بھی رحمت الٰہی سے مایوس نہیں ہونے دیا تھا۔

سورۂ توبہ، آیت ۶ میں ہے: وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ... اور اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ طلب کرے تو اس کو پناہ دیدیں تاکہ وہ اللہ کے کلام کو سنے۔

سورۂ انعام، آیت ۵۴ میں ہے: وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ کہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے اپنے لیے رحمت کا فیصلہ کر دیا ہے۔ بے شک تم میں سے جو بھی از روئے نادانی غلط کام کرے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے تو یقیناً وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سورۂ زمر، آیت ۵۳ میں ہے: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ اے میرے رسولؐ! آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیں جنھوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ بے شک اللہ تمام گناہ

Presented by www.ziaraat.com

معاف کردے گا اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام رحمت ، بخشش اور خیرخواہی کا دین ہے۔ اسلام سختی اور انتقام کا دین نہیں ہے۔ اگر کسی میں نیکی کی صلاحیت موجود ہوتی ہے تو اللہ اس کے لیے نیکی کے راستوں کو کھول دیتا ہے۔ البتہ جس میں اچھائی اور نیکی کی کوئی رمق نہ ہو اور وہ معاشرے کے لیے وبال ہو تو اسلام اس کے راستے کو روکتا ہے تاکہ وہ معاشرے کے لیے بربادی کا باعث نہ بن سکے۔ چنانچہ گناہ اور گنہگاروں کی سختی کے متعلق جو آیات وارد ہیں ان سب کا یہی مفہوم ہے۔

گناہ کے اثرات

انبیائے کرامؑ نے اپنی تعلیمات سے اس امر کو واضح کیا ہے کہ اگر لوگ گناہوں میں مبتلا ہوجائیں تو پھر سنت الٰہی کے تحت ان سے نعمات سلب کرلی جاتی ہیں اور ان پر مختلف قسم کی آزمائشیں نازل ہونے لگتی ہیں۔ اگر کوئی گروہ اور قوم آزمائشوں کو دیکھ کر توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے تو پھر ان کی آزمائشات ختم ہو جاتی ہیں اور کوئی قوم اس حد تک اپنی بدبختی کا ثبوت دے کہ مسلسل آزمائشیں دیکھنے کے باوجود اور نمائندگان خداوندی کی نصیحتوں کے باوجود اپنی بداعمالیوں سے باز نہ آئے اور نصیحت کرنے والوں کا مذاق اڑانے لگے تو پھر اس قوم پر خدا کا عذاب نازل ہو جاتا ہے یہ سنت الٰہی روز اول سے آج تک جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور ہادیان دین نے اپنے کلام کے ذریعے لوگوں کو یہ باور کرایا ہے کہ گناہ زندگی پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کی مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں تاکہ لوگ ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔

ہم یہاں بطور نمونہ چند آیات و احادیث پیش کرتے ہیں :

(۱) ...اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ... اللہ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلیں۔ (سورۂ رعد : آیت ۱۱)

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ کسی قوم کو نعمت دینے کے بعد اس وقت تک اس سے نعمت واپس نہیں لیتا جب تک وہ قوم اپنی بدعملی سے یہ واضح نہ کردے کہ وہ اس نعمت کے قابل نہیں ہے۔ جب کوئی قوم اپنے عمل سے اپنی نااہلی ثابت کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمت واپس لے لیتا ہے۔

(۲) وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ... جو کوئی میری نصیحت سے منہ موڑے گا اس کے لیے زندگی تنگ ہو جائے گی۔ (سورۂ طٰہٰ : آیت ۱۲۴)

(۳) ... وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ... جو کوئی خدا کے تقویٰ کے تقاضوں پر عمل کرے تو خدا اس کے کاموں میں کشائش پیدا کر دیتا

Presented by www.ziaraat.com

ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو کوئی خدا پر بھروسا کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔ (سورۂ طلاق : آیت ۲-۳)

(۴) وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ تم پر جو افتاد پڑتی ہے وہ تمہاری اپنی ہی لائی ہوئی ہوتی ہے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف کر دیتا ہے۔ (سورۂ شوریٰ : آیت ۳۰)

مذکورہ آیات کی روشنی میں یہ کہنا صحیح ہے کہ دنیا و آخرت کی پریشانیوں اور مصیبتوں کا تعلق انسان کے ناشکرے پن سے ہے۔ اس سے بڑھ کر ناشکرا پن اور کیا ہوسکتا ہے کہ انسان اللہ کی نعمتوں کے ذریعے اس کی نافرمانی کرے۔ اگر انسان نعمات الٰہی پر توجہ دے اور ان کو اپنی ہی صلاحیتوں کا ثمر قرار دینے کے بجائے خدا کی عطا سمجھے اور تقدیر پر راضی برضا رہے اور معصیت سے بچے تو خدا اپنی نعمت اس سے کبھی بھی واپس نہیں لے گا۔ خدا کا فرمان ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ○ اگر تم نے شکر کیا تو میں تم کو مزید نعمتیں دوں گا اور اگر تم نے کفران نعمت کیا تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔ (سورۂ ابراہیم : آیت ۷)

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ قَضٰى قَضَاءً حَتْمًا اَنْ لَّا يُنْعِمَ عَلَى الْعَبْدِ بِنِعْمَةٍ فَيَسْلُبَهَا اِيَّاهُ حَتّٰى يُحْدِثَ الْعَبْدُ ذَنْبًا يَسْتَحِقُّ بِذٰلِكَ النِّقْمَةَ. اللہ تعالیٰ نے یہ حتمی فیصلہ کیا ہے کہ وہ کسی بندے کو نعمت دینے کے بعد نہیں چھینے گا جب تک کہ بندہ ایسا گناہ نہ کرے جس کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق بن جائے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۷۳)

امیر المومنین علیہ السلام کا ایک اور فرمان عالی شان ہے: اِذَا وَصَلَتْ اِلَيْكُمْ اَطْرَافُ النِّعَمِ فَلَا تُنَفِّرُوْا اَقْصَاهَا بِقِلَّةِ الشُّكْرِ. جب تمھیں تھوڑی بہت نعمتیں حاصل ہوں تو ناشکری سے انھیں اپنے تک پہنچنے سے پہلے بھگا نہ دو۔ (نہج البلاغہ، کلمات قصار ۱۲)

گناہ اور مختلف پریشانیاں

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: تَوَقَّوا الذُّنُوبَ فَمَا مِنْ بَلِيَّةٍ وَلَا نَقْصِ رِزْقٍ اِلَّا بِذَنْبٍ حَتّٰى الْخَدْشِ وَالْكَبْوَةِ وَالْمُصِيبَةِ. گناہوں اور خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو کیونکہ ہر آزمائش اور رزق کی تنگی گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر جسم کو خراش آتی ہے یا انسان گرتا ہے یا کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ گناہ کی وجہ سے ہی نازل ہوتی ہے۔ (شیخ صدوق، خصال ج ۲، ص ۶۱۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: مَنْ يَّمُوْتُ بِالذُّنُوبِ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَّمُوْتُ بِالْآجَالِ اپنی لکھی ہوئی مدت پوری کرکے مرنے والے کم ہیں اور گناہوں کی وجہ سے مرنے والے زیادہ ہیں۔ نیز آپ نے فرمایا ہے: يَعِيْشُ النَّاسُ بِاِحْسَانِهِمْ اَكْثَرَ مِمَّا يَعِيْشُوْنَ بِاَعْمَارِهِمْ وَيَمُوْتُوْنَ بِذُنُوبِهِمْ اَكْثَرَ مِمَّا يَمُوْتُوْنَ بِآجَالِهِمْ. لوگ اپنی نیکیوں کی وجہ سے اپنی مقررہ مدت سے زیادہ جی رہے ہیں اور مقررہ مدت پر مرنے والے کم ہیں جبکہ گناہوں کی وجہ سے مرنے والے زیادہ ہیں۔ (بحار الانوار ج ۵، ص ۱۴۰)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اہل باطل کے ساتھ اچھے تعلقات ممنوع ہیں

قرآن پاک اور حدیث پاک میں مداھنۃ ، ادھان اور تداھن کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس سے اہل باطل کے ساتھ نرمی برتنا، دوستی کرنا اور حق وضمیر کے خلاف بات کرنا مراد ہے۔

لغت میں تیل کو دھن اور تیل لگانے والے کو الدھان کہا جاتا ہے۔ گویا مداھنۃ کرنے والا اپنے ناجائز مقاصد کے حصول کے لیے حق کو چھپاتا ہے۔ یہ بات انتہائی خطرناک اور خدا کے غضب کا سبب ہوتی ہے۔

سورۂ قلم آیت ۸ اور ۹ میں ارشاد اقدس الٰہی ہے: فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ○ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ○ (اے رسولؐ) آپ جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کریں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ ان کی باتیں سن کر نرم ہو جائیں تو وہ بھی نرم ہو کر آپ کے ساتھ مصالحت کرلیں۔

سورۂ کافرون میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمایا ہے:

(اے رسولؐ) آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا اور جس خدا کی عبادت میں کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں۔ اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔ تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر۔

اس سورت کی شان نزول یہ ہے کہ جب اکابرین قریش (ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، عاص بن وائل، اور اسود بن مطلب) نے سرکار رسالت پناہؐ سے کہا کہ کیوں نہ ہم آپس میں تصفیہ کرلیں کہ ایک سال آپ ہمارے خداؤں کی اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں تو آنحضرتؐ نے ان کی یہ تجویز رد کر دی۔

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو وحی فرمائی کہ جو لوگ سرکشی کر رہے ہیں اور سہل انگاری سے کام لے رہے ہیں آپ ان سے کہہ دیں کہ میرے عذاب کا اور اپنی بربادی کا انتظار کریں۔ (کافی ج ۸، ص ۱۳۴)

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے:

لَا تُدَاهِنُوْا فِي الْحَقِّ إِذَا وَرَدَ عَلَيْكُمْ وَ عَرَفْتُمُوْهُ فَتَخْسِرُوْا خُسْرَانًا مُبِيْنًا. حق کے معاملے میں سہل انگاری سے کام نہ لو جبکہ حق تمہارے سامنے آچکا ہے اور تم اسے پہچان بھی چکے بصورت دیگر تم کھلے گھاٹے میں پڑ جاؤ گے۔ (بحار الانوار ج ۷۷، ص ۲۹۱)

لَا تُدَاهِنُوْا فَيَهْجُمَ بِكُمُ الْإِدْهَانُ عَلَى الْمَعْصِيَةِ. (سہل انگاری سے بچو) ورنہ یہ نرم روی اور بے پروائی تم کو معصیت کی طرف دھکیل کر لے جائے گی۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۸۴)

وَلَعَمْرِيْ مَا عَلَيَّ مِنْ قِتَالِ مَنْ خَالَفَ الْحَقَّ وَخَابَطَ الْغَيَّ مِنْ إِدْهَانٍ وَلَا إِيْهَانٍ. مجھے اپنی جان کی

Presented by www.ziaraat.com

قسم! میں حق کے خلاف چلنے والوں اور گمراہی میں بھٹکنے والوں سے جنگ میں کسی قسم کی رو رعایت اور سستی نہیں کروں گا۔ (نہج البلاغہ، خطبہ۲۴)

امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا:

جان لو! اللہ تم پر رحم فرمائے! تم لوگ ایسے زمانے میں ہو جب حق کہنے والے بہت کم ہیں اور زبانیں سچ کہنے سے قاصر ہیں۔ اس دور میں حق کے پیروؤں کو ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ لوگ اللہ کی نافرمانی کے عادی ہو چکے ہیں اور اس دور کے لوگ حق پوشی اور اہل باطل کے ساتھ مصالحت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

(محمدی ری شہری، میزان الحکمۃ ج ۲، ص۹۳۴)

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: اگر زمین پر خدا کی نافرمانی ہو رہی ہو اور اولیائے خدا خاموش بیٹھے رہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کریں تو اللہ اپنے اولیاء سے راضی نہیں ہوگا۔

(شیخ عباس قمی، الکُنیٰ والالقاب ج ۱، ص ۳۱۶)

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو یہ وحی فرمائی کہ میں تمہاری قوم کے ایک لاکھ افراد کو ہلاک کرنے والا ہوں جن میں سے چالیس ہزار گنہگار اور ساٹھ ہزار بیگناہ ہوں گے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے عرض کی: اے پروردگار! گنہگار تو قصوروار ہیں ہے مگر بے گناہوں کو تو کیوں ہلاک کرے گا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس لیے وہ گنہگاروں کے ساتھ نرمی برتتے ہیں اور میری ناراضی کی وجہ سے ان پر ناراض نہیں ہوتے۔ انھوں نے کبھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کام نہیں لیا۔ (کافی ج ۵، ص ۵۶)

گناہ اور ظلم پہ راضی ہونا

آیت اللہ خمینیؒ فرماتے ہیں: گناہ اور برے کام پر راضی ہونا حرام ہے۔ اسی طرح امر بالمعروف کو چھوڑ دینا بھی حرام ہے۔ مومن پر واجب ہے کہ وہ دل میں گناہ اور ترک واجب سے نفرت کرے۔ یہ واجبات امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کے علاوہ ہیں اور اس کے لیے کوئی شرط نہیں ہے۔ ایک مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ گناہ اور ترک واجب سے نفرت کرے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۴۷۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: مومن کی عزت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جب وہ کسی کو حرام کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس وقت خدا اس کے دل کی طرف نظر کرتا ہے کیونکہ اس کا دل حرام کام سے نفرت کر رہا ہوتا ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۶۰)

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص حرام کام ہوتا دیکھے اور اپنے دل، ہاتھ اور زبان سے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے اور برائی سے نہ روکے تو ایسا شخص زندہ افراد میں چلتی پھرتی لاش کی مانند ہے۔

(شیخ طوسی، تہذیب الاحکام ج ۶، ص ۱۸)

Presented by www.ziaraat.com

جو شخص حرام کام ہوتا ہوا دیکھے اور اس سے نفرت کرے وہ اس شخص کی مانند ہے جو حرام سے دور اور موقع سے غائب ہو اور جو شخص حرام کام کے موقع سے غائب ہو لیکن اس کام کی خبر سن کر خوش ہو وہ اس برائی میں شریک کی مانند ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۱۳۸)

شیخ صدوق کی کتابوں عیون الاخبار الرضا اور علل الشرائع میں مذکور ہے کہ عبدالسلام ہروی نے کہا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ لوگ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب قائم آل محمد علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو وہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کی نسل کو قتل کریں گے۔

امام عالی مقام نے فرمایا: ہاں! یہ سچ ہے۔

میں نے عرض کیا: یہ تو اصول عدل کے خلاف ہے کہ باپ کے جرم کا بدلہ اولاد سے لیا جائے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: ...وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ... کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (سورۂ انعام: آیت ۱۶۵) آخر اس کا کیا مقصد ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ کا ہر فرمان سچا ہے۔ قاتلان حسینؑ کی اولاد کو قائم آل محمدؑ اس لیے قتل کریں گے کہ یہ لوگ اپنے آباء و اجداد کے اس فعل پر راضی ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں اور کسی بھی کام پر خوش ہونے والا اس کام میں شریک کی مانند ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سرزمین مشرق میں ناحق قتل ہو اور دوسرا شخص سرزمین مغرب میں ہو اور وہ اس قتل کی خبر کو سن کر اپنی خوشی کا اظہار کرے تو ایسا شخص قاتل کے ساتھ اس کے جرم میں شریک ہوگا۔ امام حسینؑ کے قاتلوں کی اولاد بھی اپنے باپ دادا کے اس فعل پر راضی ہے اور جو کسی ظالم کے ظلم پر راضی ہو تو امام زمانہؑ اسے قتل کریں گے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۱۳۹)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ظلم کرنے والا، ظالم کی مدد کرنے والا اور اس کے ظلم پر راضی ہونے والا سب ظلم میں شریک ہیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۱۴۰)

محمد بن ارقط کوفی راوی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا: کیا تم کوفہ میں رہتے ہو؟

میں نے کہا: ہاں!

آپ نے فرمایا: قاتلان حسینؑ کو اپنے اندر دیکھتے ہو؟

میں نے عرض کیا: مولا! میں آپ پر قربان جاؤں۔ اس وقت تو ایک بھی قاتل زندہ نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ امام حسینؑ کے قاتل بس وہی لوگ تھے جنھوں نے کربلا میں آپ کو قتل کیا تھا؟ کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: ...قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ ... (اے رسولؐ) کہہ دیجئے کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول معجزات اور تمہاری فرمائش کے مطابق صداقت کی نشانی لے کر آئے پھر تم نے ان کو قتل کیوں کر دیا؟ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۸۳)

Presented by www.ziaraat.com

اس آیت کا روئے سخن یہود مدینہ کی طرف تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی رسول نہیں آیا تھا اور یہود مدینہ نے کسی رسول کو قتل نہیں کیا تھا البتہ ان کے بزرگوں نے ناحق رسولوں کو قتل کیا تھا اس لیے خدا نے ان سے کہا کہ تم اس فعل پر راضی تھے۔ اسی طرح قاتلان حسینؑ کی اولاد بھی اپنے آباء واجداد کے فعل شنیع پر راضی ہے[1] لہٰذا وہ بھی قاتلان حسینؑ کی فہرست میں شمار ہوں گے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۱۴۲)

ہادیان دین کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کا چھپانا گناہ کی بخشش کا ذریعہ ہے اور گناہ کو ظاہر کرنا عدم مغفرت اور گنہگار کی ذلت کا سبب ہوتا ہے۔ اسلام ایسے شخص کے لیے احترام کا قائل نہیں ہے۔ اگر گناہ کرنے والا شخص تنگدست ہو تو اس کو خمس و زکات دینا جائز نہیں ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نیک عمل کو پوشیدہ رکھے تو خدا اسے ستر گنا زیادہ ثواب دے گا اور جو شخص اپنے گناہوں کو ظاہر کرے تو خدا اسے ذلیل و خوار کرے گا اور جو شخص اپنے گناہوں کو پوشیدہ رکھے گا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

شیخ مرتضیٰ انصاری مکاسب میں لکھتے ہیں: بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھلم کھلا گناہ کرنے والے شخص کی غیبت کرنا جائز ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب فاسق اپنے گناہ کا کھل کر اظہار کرے تو وہ قابل احترام نہیں ہے اور اس کی غیبت کرنا بھی حرام نہیں ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۶۰۴)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تین قسم کے افراد کسی احترام کے لائق نہیں ہیں:

(۱) بدعت ایجاد کرنے والے ہوس کیش افراد (۲) ظلم کرنے والے حکام (۳) علانیہ گناہ کرنے والے (وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۶۰۵)

عروۃ الوثقیٰ میں علامہ کاشف الغطاء سے نقل کیا گیا ہے:

کسی طرح کا مالی حق (خمس و زکات) علانیہ گناہ کرنے والے کو دینا جائز نہیں اور وہ قابل احترام بھی نہیں۔

لوگوں کے سامنے گناہوں کا اعتراف کرنا

نہ صرف لوگوں کے سامنے بلکہ اولیائے خدا کے سامنے بھی گناہوں کا اعتراف کرنا مذموم اور ممنوع ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۱۹ میں مولا امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

اے لوگو! رضا و ناراضگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں۔ آخر قوم ثمود کی اونٹنی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا لیکن اللہ نے عذاب سب پر کیا کیونکہ وہ سارے کے سارے اس پر راضی تھے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم حضرت سید الشہداء امام حسینؑ اروحنا لک الفداء کی زیارت میں کہتے ہیں:

لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً قَتَلَتْكَ وَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً ظَلَمَتْكَ وَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً سَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَرَضِيَتْ بِهِ. یعنی لعنت ہو اللہ کی اس گروہ پر جس نے آپ کو قتل کیا اور لعنت ہو اللہ کی اس گروہ پر جس نے آپ پر ظلم ڈھایا اور لعنت ہو اللہ کی اس گروہ پر جو آپ کے قتل کی خبر سن کر اس پر راضی ہوا۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

بسا اوقات ایسا کرنا گناہوں کی بخشش میں تاخیر کا سبب بن سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص چھپ کر گناہ کرے اور خدا کے حضور اپنے گناہ کا اعتراف کرے اور اپنے گناہ پر شرمندہ ہو تو بخشش اس کے قریب آجاتی ہے۔ اگر کسی شخص کے دامن میں نیک عمل نہ ہوں جو خدا کی خوشنودی کا ذریعہ بن سکتے ہوں تو گناہ کا اعتراف اور گناہ پر ندامت اس کے لیے بخشش کا ذریعہ ثابت ہوسکتی ہے۔

شیخ مرتضٰی انصاری مزید لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے گناہ کا اعتراف کرنا قابل مذمت ہے جبکہ اللہ کے سامنے ایسا کرنا قابل تعریف اور بخشش کا ذریعہ ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: خبردار! خدا سے دنیا و آخرت کی حاجت طلب کرنے سے پہلے انسان کو چاہیے کہ ابتدا میں اللہ کی حمد و ثنا کرے پھر محمدؐ و آل محمدؐ پر درود و سلام بھیجے اس کے بعد اپنے گناہوں کا اعتراف اور توبہ کرے۔ پھر خدا سے اپنی حاجت طلب کرے۔ (مستدرک الوسائل ج ۵، ص ۲۱۶)

کتاب عدۃ الداعی صفحہ ۱۶۵ پر ترقیم ہے کہ ایک عابد نے ستر برس تک خدا کی عبادت کی تھی۔ وہ دن کو روزے رکھتا اور رات عبادت میں بسر کرتا۔ پھر اس نے خدا سے ایک حاجت طلب کی مگر اس کی حاجت پوری نہ ہوئی۔ اس نے خود کو ملامت کی اور اپنے آپ سے کہا کہ ساری مشکلات تیری اپنی پیدا کردہ ہیں۔ اگر تجھ میں کوئی خیر و خوبی ہوتی تو اللہ ضرور تیری حاجت بر لاتا۔ اللہ نے ایک فرشتے کو بھیجا اور اس نے عابد کو اللہ کا یہ پیغام پہنچایا: اب تو نے اپنے نفس کو ملامت کی ہے۔ میرے نزدیک تیرا یہ عمل ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کی ایک دعا میں یہ جملے آئے ہیں:

اِلٰهِیْ اِنْ کَانَ قَدْ دَنٰی اَجَلِیْ وَلَمْ یُقَرِّبْنِیْ مِنْکَ عَمَلِیْ فَقَدْ جَعَلْتُ الْاِعْتِرَافَ بِالذَّنْبِ وَسَائِلَ عِلَلِیْ فَاِنْ عَفَوْتَ فَمَنْ اَوْلٰی مِنْکَ بِذَالِکَ وَاِنْ عَذَّبْتَ فَمَنْ اَعْدَلُ مِنْکَ فِی الْحُکْمِ هُنَالِکَ ...

پروردگار! اگر میری موت کا وقت قریب آچکا ہے اور ابھی تک میرے کسی عمل نے مجھے تیرے قریب نہیں کیا تو میں اپنے اس اعتراف کو وسیلہ تقرب قرار دیتا ہوں۔ اب اگر تو مجھے بخش دے تو تجھ سے بڑھ کر بخشنے ولا کون ہے اور اگر تو مجھے عذاب دے تو تجھ سے بڑھ کر زیادہ عدل کرنے والا کون ہے؟

اس بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خدا کے حضور اعتراف گناہ اور احساس ندامت قربت الٰہی کی اساس ہے جبکہ لوگوں کے سامنے گناہوں کا اعتراف کرنا (جیسا کہ عیسائی اپنے پادریوں کے سامنے باقاعدہ گناہوں کا اعتراف Confession کرتے ہیں) مذموم عمل ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

محرمات اعتقادی

۱۔ شرک اور اس کی اقسام

شرک گناہانِ کبیرہ میں سرفہرست ہے۔ شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ... اللہ اس بات کو معاف نہیں کر سکتا کہ اس کا شریک قرار دیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش سکتا ہے۔ (سورۂ نساء: آیت ۴۸)
مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ جو خدا کے ساتھ شرک کرے تو خدا نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۷۲)

قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشتر آیات کا تعلق شرک فی الذات سے ہے لیکن یہ بھی واضح رہے کہ افعال، صفات، عبادت اور اطاعت میں شرک بھی انتہائی خطرناک ہے۔ قرآن حکیم کی کچھ آیات میں شرک کی ان اقسام کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم اس کی مختصر وضاحت کرتے ہیں:

توحید ذاتی اور اللہ کی ذات میں شرک

توحید ذاتی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو کائنات کا مدبر، مؤثر، خالق، رازق اور معبود نہ سمجھے اور کبھی بھی کسی بت، آگ، سورج، چاند، حیوان، شیطان اور ستاروں کو سجدہ نہ کرے اور ان کے سامنے خضوع اور تذلل کا اظہار نہ کرے۔ کسی کو خدا کا مثیل نہ سمجھے اور اسے ذات، صفات اور افعال میں یگانہ تسلیم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔ (سورۂ شوریٰ: آیت ۱۱)

عقیدۂ توحید کا بہترین تعارف سورۂ اخلاص میں کرایا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ○ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ○ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ○ اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔ (اے رسولؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس نے کسی کو نہیں جنا اور کسی نے اسے نہیں جنا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کسی مخلوق کے ساتھ خالق کی تشبیہ نہ دے اور کسی بھی چیز کو اس کے مشابہ قرار نہ دے۔ انسان اپنے تصور میں خدا کا جو ہیولا تراشے گا وہ خدا نہیں ہوگا بلکہ اس کا اپنا تراشیدہ خیالی خدا ہوگا اور اس کا تراشا ہوا ہیولا خود اس کی مانند مخلوق ہوگا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: كُلَّمَا مَيَّزْتُمُوهُ بِأَوْهَامِكُمْ فِي أَدَقِّ مَعَانِيهِ فَهُوَ مَخْلُوقٌ مَصْنُوعٌ مِثْلُكُمْ مَرْدُودٌ إِلَيْكُمْ وَلَعَلَّ النَّمْلَ الصِّغَارَ تَتَوَهَّمُ أَنَّ لِلَّهِ تَعَالَى زَبَانِيَتَيْنِ فَإِنَّ ذَالِكَ كَمَالُهَا وَيَتَوَهَّمُ إِنَّ عَدَمَهَا نُقْصَانٌ لِمَنْ لَا يَتَّصِفُ بِهِمَا وَ هٰذَا حَالُ الْعُقَلَاءِ فِيمَا يَصِفُونَ اللّٰهَ تَعَالَى بِهِ. تم خیالی گھوڑے دوڑا کر ذات باری کا جو بھی وزن اپنے ذہن میں قائم کرو گے وہ تمہاری ہی طرح مخلوق ہوگا اور تمہاری ہی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ ممکن ہے کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی یہ سوچتی ہو کہ خدا کے بھی دو سینگ ہیں کیونکہ اس کے ننھے سے ذہن میں سینگ کا ہونا جاندار کا کمال اور اس کا نہ ہونا نقص ہے۔ صاحبان عقل خدا کی جو بھی تعریف کررہے ہیں ان کی مثال اس چیونٹی جیسی ہے۔ (بحار الانوار ج ۶۹، ص ۲۹۳)

یہی وجہ ہے کہ صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے:

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ وَمَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ. جو تیرا حق معرفت ہے ہم اس طرح تجھے نہیں پہچان سکے اور جو تیری عبادت کا حق ہے وہ ادا نہیں کرسکے۔

مؤلف کہتا ہے کہ حق معرفت اور حق عبادت یہ ہے کہ مخلوق اور ممکن الوجود کو یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ وہ ذات حق کا دوسرے اجسام کی طرح سے ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ میری تمام تر عبادت سے اس کی عبادت کا حق ادا نہیں ہوسکتا کیونکہ انسان اس کی ذات کامل کا ادراک نہیں کرسکتا اور اس کی نعمتوں کو شمار نہیں کرسکتا۔ جب نعمات ہی بیشمار ہیں تو ان کا شکر کیسے ادا کیا جاسکتا ہے۔ بس شکر کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان خدا کے حضور اپنی عاجزی اور تواضع کا اظہار کرے اور یہ حق معرفت، حق شکر اور کمال معرفت ہے۔

معصومین علیہم السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ امت شرک فی الذات نہیں کرے گی اور چاند ستاروں کو اپنا معبود نہیں بنائے گی۔ البتہ افعال، صفات، عبادت و اطاعت میں شرک سے محفوظ نہ رہے گی۔

توحید افعالی اور اللہ کے افعال میں شرک

توحید افعالی کا مقصد یہ ہے کہ انسان پوری کائنات کا مدبر اور منتظم صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کو سمجھے۔ اس کے سوا کسی بھی چیز کو اصالتاً مؤثر نہ سمجھے اور کسی بھی چیز کو اصل مؤثر سمجھ کر اس سے کچھ بھی نہ مانگے۔ یہاں یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اجرائے امور کے لیے اسباب بنائے ہیں۔ اگرچہ وہ قادر مطلق اسباب کے بغیر بھی امور کا اجرا کرسکتا تھا لیکن اس نے اپنی حکمت کے تحت اسباب پیدا کیے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسباب کو فی نفسہٖ مؤثر نہ مانے۔ اس کے برعکس وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کی

Presented by www.ziaraat.com

پاک ذات مؤثر حقیقی ہے۔ اس لیے ایک خدا پرست کا فرض کہ تمام خطرات سے نجات اور تمام مشکلات سے چھٹکارا پانے کے لیے اللہ کی طرف متوجہ رہے اور اسی کے حضور اپنی حاجت پیش کرے اور غیر اللہ سے کوئی امید نہ باندھے۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کے اثر کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ یہ اس کا ذاتی اثر ہے اور اللہ کی قدرت سے غافل ہو جائے تو ایسے شخص کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ ''شرک فی الافعال'' کا مرتکب ہو رہا ہے۔

بحار الانوار میں وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○ (سورۂ یوسف: آیت ۱۰۶) کے ضمن میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص یہ کہے: اگر فلاں نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا اور اگر فلاں نہ ہوتا تو مجھے یہ فائدہ نہ ہوتا اور اگر فلاں نہ ہوتا تو میرا خاندان برباد ہو جاتا وہ شخص مشرک ہو جائے گا کیونکہ اس نے خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک قرار دیا ہے۔

ان جملوں کی بجائے کوئی یہ کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے لیے فلاں وسیلہ فراہم نہ کرتا تو میں ہلاک ہو جاتا یا اگر اللہ تعالیٰ فلاں شخص کے ذریعے میری مدد نہ کرتا تو میں برباد ہو جاتا تو یہ جملے عین ایمان ہیں۔

توحید صفاتی و شرک صفاتی

توحید فی الصفات کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً حیات، قدرت، علم، ارادہ اور کبریائی اس کی عین ذات ہیں جبکہ مخلوقات میں ان صفات کا فیضان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ مخلوق ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ اگر کوئی شخص غفلت یا غرور کی وجہ سے ان صفات کو اپنی صفات قرار دے تو وہ مشرک ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی شخص ذات حق کی صفات کو زائد بر ذات مانے تو وہ بھی مشرک ہو جائے گا۔

جس طرح اللہ اپنی ذات میں یکتا ہے اسی طرح سے وہ اپنی صفات میں بھی یکتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے۔ سورۂ اخلاص میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز اور لائق حمد ہے۔ (سورۂ فاطر: آیت ۱۵)

شرک فی الاطاعت اور توحید فی الاطاعت

توحید فی الاطاعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ باقی ساری اطاعتیں اس کی خاطر کریں کیونکہ ان سب اطاعتوں کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے مثلاً انبیاء، ائمہ، علماء اور والدین کی اطاعت واجب ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ یہ اطاعتیں بجا لائے لیکن وہ ان کی اطاعت اس لیے کرے کہ ان کی اطاعت کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو بالذات لائق اطاعت نہیں سمجھنا

Presented by www.ziaraat.com

چاہیے البتہ اللہ جس کی اطاعت کا حکم دیتا جائے انسان اس کی اطاعت کرتا جائے یہ عین توحید ہے۔ اس کے ساتھ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ جس کی اطاعت سے اللہ نے منع کیا ہے انسان اس کی اطاعت نہ کرے مثلاً اللہ تعالیٰ نے شیطان، طاغوت، کفار و منافقین کی اطاعت کرنے سے منع کیا ہے تو انسان ان کی اطاعت نہ کرے۔

قاعدہ یہ ہے کہ جس کی اطاعت خدا کے راستے سے منحرف کرتی ہو تو اس کی اطاعت کرنا حرام ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص خدا کی نافرمانی میں اپنے بیوی بچوں یا دوستوں اور سرداروں کی اطاعت کرے تو یہ توحید فی الاطاعت کے خلاف اور شرک فی الاطاعت کے زمرے میں آئے گی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ○ کے ضمن میں فرمایا ہے کہ اس سے شیطان کی اطاعت مراد ہے اور لوگوں کی اکثریت اس میں مبتلا ہے۔

اس حقیقت میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ مسئلہ اطاعت پر پوری توجہ دینی چاہیے۔ انسان کو چاہیے وہ ظاہر و باطن میں خدا کا اطاعت گزار بن کر رہے اور اس کے جملہ احکامات اور ہادیان دین کے بیان کردہ احکامات پر عمل کرے۔ خدا و رسولؐ اور ہادیان دین کے فرامین میں کسی طرح کی چوں چرا نہیں کرنی چاہیے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کی عبادت کرے، نماز پڑھے، روزے رکھے، حج کرے اور زکات دے پھر اگر وہ خدا اور رسولؐ کے کسی فیصلے پر اپنے دل میں تنگی محسوس کرے اگرچہ اس کا اظہار زبان سے نہ بھی کرے تو وہ مشرک قرار پائے گا کیونکہ اس طرح وہ دائرہ "تسلیم" سے نکل گیا ہے اور خدا کے حکم اور تدبیر پر راضی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○ آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔ (سورۂ نساء: آیت ۶۵)

اس آیت کے ضمن میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! تمھیں خدا، رسولؐ اور نائبان رسولؐ کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص خدا، رسولؐ اور نائبان رسولؐ کی اطاعت نہیں کرتا تو پھر یا تو وہ براہ راست شیطان کی اطاعت کر رہا ہے یا وہ اپنے بیوی، بچوں اور دوستوں کی اطاعت کر رہا ہے اور یوں بالواسطہ ابلیس کی اطاعت کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ○ وَأَنِ اعْبُدُونِي هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ○ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا... اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پرستش نہیں کرو گے۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس کی بجائے میری عبادت کرنا ہی سیدھا راستا ہے۔ اس نے تم میں سے کئی نسلوں کو گمراہ کیا ہے۔ (سورۂ یٰس: آیت ۶۰ تا ۶۲)

Presented by www.ziaraat.com

توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت

توحید فی العبادت کا مفہوم یہ ہے کہ تمام وہ اعمال جنھیں عبادت شمار کیا جاتا ہے اور جن کے لیے قصد قربت ضروری ہوتا ہے مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکات وغیرہ ان کو صرف خدا کی خوشنودی اور تقرب کی نیت سے ادا کیا جائے اور اس میں قُرْبَۃً اِلَی اللّٰہِ کے علاوہ اور کسی قسم کی نیت شامل نہ ہو ورنہ عبادت باطل ہو جائے گی اور عبادت کرنے والا ریاکار اور مشرک سمجھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ... انھیں بس یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ عبادت کو خالص کر کے اللہ کے لیے انجام دیں۔ (سورۂ بینہ: آیت ۵)

اللہ تعالیٰ نے اخلاص عمل پر بہت زور دیا ہے اور فرمایا ہے: ...فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا ○ جو اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل بجا لائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرائے۔ (سورۂ کہف: آیت ۱۱۰)

شرک فی العبادت کو ریا بھی کہا جاتا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

حضرت رسول اکرمؐ کا ارشادِ گرامی ہے: اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قِيْلَ: وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ ؟ قَالَ: اَلرِّيَاءُ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِذَا جَازَى الْعِبَادَ بِاَعْمَالِهِمْ: اِذْهَبُوْا اِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاؤُوْنَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ ثَوَابَ اَعْمَالِكُمْ ؟ مجھے تمہارے متعلق جس چیز کا بہت اندیشہ ہے وہ "چھوٹا شرک" ہے۔ کہا گیا: یا رسول اللہؐ! چھوٹا شرک کیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ ریا ہے۔ جب قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اعمال کا بدلہ دے رہا ہوگا اس وقت وہ ریاکاروں سے کہے گا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جنھیں دکھانے کے لیے تم عمل کیا کرتے تھے۔ آج وہاں جا کر دیکھو کیا تمہارے اعمال کا ثواب وہاں موجود ہے؟ (بحار الانوار ج ۶۹، ص ۲۶۶)

۲۔ اللہ کی ذات کے متعلق غور کرنا

انسانی عقل و فکر جن باتوں کا ادراک نہیں کر سکتی ان میں سے ایک، خدائے عزوجل کی ذات اقدس ہے جو انسان کے حواس خمسہ اور اوہام و افکار کی سرحدوں سے ماوراء ہے۔ ذات حق کی معرفت کا بس یہی ایک راستا ہے کہ اسے اس کی آیات اور خلقت کے عجائبات سے پہچانا جائے۔ اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے افعال سے ہٹ کر اس کی ذات کی کنہ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا تو اس کی عقل جواب دے جائے گی اور وہ گمراہ ہو جائے گا۔ اسی لیے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: كُلَّمَا مَيَّزْتُمُوْهُ بِاَوْهَامِكُمْ فِيْ اَدَقِّ مَعَانِيْهِ فَهُوَ مَخْلُوْقٌ مَصْنُوْعٌ مِثْلُكُمْ مَرْدُوْدٌ اِلَيْكُمْ تم خیالی گھوڑے دوڑا کر ذات باری کا جو بھی وزن اپنے ذہن میں قائم کرو گے وہ تمہاری ہی طرح مخلوق ہوگا اور تمہاری ہی طرف لوٹا دیا جائے گا۔

Presented by www.ziaraat.com

ائمہ طاہرینؑ نے ذات حق کے متعلق غور کرنے سے لوگوں کو منع کیا ہے۔ اس کی بجائے انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس کی مصنوعات اور مخلوقات کے عجائبات پر غور کرو۔ ہر مقام پر تمھیں اس کی قدرت کے آثار دکھائی دیں گے۔ اگر انسان اپنے ہی جسم کے عجائبات پر غور کرے تو خود اس کے اپنے ہی وجود کا ذرہ ذرہ پکار کر کہے گا کہ میں کسی مدبر خالق کی تخلیق ہوں۔ انسان چند لمحات کے لیے اپنی روح پر ہی غور کرے تو بھی اسے خدا کی کاریگری دکھائی دے گی۔ ہم جسم کے کسی خاص حصے کو روح کا مسکن قرار نہیں دے سکتے۔ روح پورے وجود میں سمائی ہوئی ہے مگر آج تک دکھائی نہیں دی۔ بلاتمثیل خدا بھی ہر جگہ موجود ہے اور کوئی جگہ اس سے خالی نہیں ہے لیکن آنکھوں سے اسے دیکھنا اور حواس سے اسے درک کرنا ممکن نہیں ہے۔[۱]

انسان جس چیز کے متعلق غور کرے گا تو وہ کسی نہ کسی نتیجے پر پہنچ جائے گا لیکن ذات حق اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ ذات حق کے متعلق کوئی جتنا غور کرے گا اتنا ہی حیرت میں ڈوب جائے گا۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے۔

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی مخلوقات کے متعلق جتنا چاہو سوچو لیکن خدا کی ذات کے متعلق مت سوچو۔ جب تم خدا کی عظمت کو دیکھنا چاہو تو اس کی عظیم تخلیقات کو دیکھو۔ (کافی ج ۱، ص ۹۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے سلیمان بن خالد سے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی (سورۂ نجم: آیت ۴۲) لہٰذا تمہارے لیے ضروری ہے کہ جب دیکھو بات ذات حق تک جا رہی ہے تو فوراً رک جاؤ۔ مزید گفتگو نہ کرو (کیونکہ اس کے سمجھنے کی تم میں صلاحیت ہی نہیں ہے)۔ مقصد یہ ہے کہ آثار خلقت وصنعت میں غور کرو تاکہ اپنے رب کی عظمت، حکمت، علم اور قدرت سے آگاہ ہوسکو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سبحت نامی ایک یہودی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ سے چند سوالات پوچھنا چاہتا ہوں ورنہ واپس چلا جاتا ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم کو جو پوچھنا ہے تسلی سے پوچھو۔

یہودی نے کہا: یہ بتائیں آپ کا رب کہاں ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ ہر جگہ موجود ہے۔ اس کے لیے کوئی خاص جگہ متعین نہیں کی جاسکتی۔

یہودی نے کہا: وہ کیسا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں اپنے رب کو کیفیت سے کیسے متصف کرسکتا ہوں جبکہ کیفیت خود اللہ کی پیدا کردہ

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: شیعہ مذہب قبول کرنے والے شیخ معتصم سید احمد سوڈانی کی کتاب حقیقت گمشدہ۔

Presented by www.ziaraat.com

چیز ہے اور خالق کی توصیف اس کی مخلوق سے نہیں کی جاسکتی۔

یہودی نے کہا: پھر کیسے معلوم ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟

جیسے ہی اس نے یہ سوال کیا تو وہاں پر جتنے بھی کنکر پتھر پڑے تھے انھیں خدا نے بولنے کی قوت عطا فرمائی اور وہ فصیح عربی میں بول اٹھے :یَا سَبُخْتُ ! انہ رسول الله. سبحت ! بے شک یہ اللہ کے رسول ہیں۔ جب سبحت نے سنگریزوں کی یہ گواہی سنی تو کہا کہ میں نے آج تک اس سے بڑھ کر کوئی واضح معجزہ نہیں دیکھا۔ یہ کہا اور اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ (کافی ج ۱، ص ۹۴)

عاصم بن حمید بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام سے توحید کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ خدا کو معلوم تھا کہ آخری زمانے میں بڑے ذہین اور تحقیقی نظر رکھنے والے افراد پیدا ہوں گے[۱] اس لیے خدا نے سورۂ اخلاص اور سورۂ حدید کی آخری چھ آیات نازل فرمائیں۔ جو شخص ان آیات سے بھی آگے غور وفکر کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (کافی ج ۱، ص ۹۱)

عبدالعزیز مہتدیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضاؑ سے توحید کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ اخلاص پڑھ لے اور اس کے مفہوم پر ایمان لے آئے تو اس نے خدا کی معرفت حاصل کر لی اور اس کا عقیدۂ توحید صحیح ہوگا۔ میں نے کہا کہ سورۂ اخلاص کیسے پڑھنی چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ جس طرح باقی لوگ پڑھتے ہیں اسی طرح پڑھو۔ البتہ جب سورت ختم ہو جائے تو پھر کَذٰلِکَ اللّٰهُ رَبِّیْ کہو۔ (کافی ج ۱، ص ۹۱)

۱۔ ایک مشہور حدیث میں جو کافی، تحف العقول اور ہماری دوسری معتبر کتابوں میں ہے اور ان احادیث میں سے ہے جسے شیعہ اور سنی دونوں نے روایت کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاهَا وَبَلَّغَهَا مَنْ لَمْ یَسْمَعْهَا. یعنی خدا سرخرو کرے اس بندے کو جو میری بات سنے، اسے یاد رکھے اور ان لوگوں تک پہنچائے جنھوں نے اسے مجھ سے نہیں سنا۔ (سفینۃ البحار ج ۱، ص ۳۹۲) اس کے بعد اس جملے کا اضافہ فرمایا: فَکَمْ مِنْ حَامِلِ فِقْهٍ غَیْرُ فَقِیْهٍ وَکَمْ مِنْ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰی مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ. اس جملے میں کئی نکات موجود ہیں۔ اس میں مستقبل کی طرف اشارہ ہے۔ فقہ سے مراد گہری سمجھ ہے لیکن یہاں ایسا جملہ مراد ہے جس میں گہرائی پائی جاتی ہو۔ فقہ اور فہم کے درمیان فرق یہ ہے کہ فہم سمجھنے کو کہتے ہیں جبکہ گہرائی کے ساتھ سمجھنے کو فقہ کہا جاتا ہے۔ جب لفظ فقہ کا اطلاق کلام پر ہوتا ہے تو اس سے مراد ایسا کلام ہوتا ہے جو زیادہ گہرائی کا حامل ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: بعض اوقات کچھ لوگوں کے پاس ایک گہرا کلام ہوتا ہے لیکن وہ خود گہرے نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ ایک جملہ نقل کرتے ہیں لیکن خود اس جملے کی گہرائی تک نہیں پہنچ پاتے۔ بسا اوقات کچھ لوگوں کے پاس کوئی فقہ ہوتی ہے یعنی ان کو مجھ سے سنا ہوا کوئی جملہ یاد ہوتا ہے۔ وہ فقیہ بھی ہوتے ہیں لیکن اس جملے کو ایک ایسے شخص کے سامنے نقل کرتے ہیں جو خود ان سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔ جس شخص کے لیے وہ جملہ نقل کیا جاتا ہے وہ اسے سمجھ جاتا ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جوں جوں صدیاں بیت رہی ہیں ہر شعبے میں ''کلام پیغمبرؐ'' کی زیادہ سے زیادہ گہرائیاں منکشف ہو رہی ہیں۔ (استاد شہید مرتضیٰ مطہری، سیرت نبویؐ) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

شیخ صدوق کی الھدایۃ میں ہے کہ امیرالمومنینؑ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے رب کو کیسے پہچانا ؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: جس طرح سے اس نے اپنی معرفت خود کرائی ہے۔

سائل نے کہا کہ ذات حق نے اپنی معرفت خود کس طرح سے کرائی ہے؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اس نے اپنی معرفت اس طرح سے کرائی کہ کوئی صورت اس کے مشابہ نہیں ہے اور حواس اسے محسوس نہیں کر سکتے۔ اس کا قیاس لوگوں سے نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دور ہوتے ہوئے بھی قریب ہے اور قریب ہوتے ہوئے بھی دور ہے۔ وہ ہر چیز سے ماوراء ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کوئی اس سے ماوراء ہے۔ وہ ہر چیز سے آگے ہے۔ کوئی چیز اس سے آگے نہیں ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ وہ ہر چیز میں داخل ہے لیکن ایسے داخل نہیں ہے جیسے کوئی جسم دوسرے میں داخل ہوتا ہے۔ وہ ہر چیز سے خارج ہے لیکن اس طرح سے نہیں جیسا کہ اشیاء ایک دوسرے سے خارج ہوتی ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس کی یہ شان ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے اور ہر چیز کی ابتدا اسی کی طرف سے ہے۔

۳۔ ریا

ریا ایک خطرناک گناہ ہے۔ ریا سے مراد یہ ہے کہ انسان مخلوق کی خوشنودی کی خاطر خدا کی عبادت کرے یا ہم خرما و ہم ثواب کے بمصداق اس کی عبادت کا دوہرا ہدف ہو یعنی خدا بھی راضی ہو جائے اور مخلوق بھی راضی ہو جائے۔ عبادت خواہ نماز، روزہ، حج، زکات کی شکل میں ہو یا صدقہ، نیکی، صلہ رحمی، اساتذہ اور والدین اور بزرگوں کے احترام کی صورت میں ہو خواہ واجب ہو خواہ مستحب ہو اگر اس کا مقصد لوگوں کی رضا ہے تو ایسی عبادت ریا ہے۔ ریا پر مبنی عمل عبادت کی بجائے شرک شمار کیا جاتا ہے اور ایسا عمل ضائع جاتا ہے۔

ریا کاری حرام ہے۔ سورۂ کہف کے آخر میں اسے شرک بتایا گیا ہے۔

سورۂ منافقون میں اللہ تعالیٰ نے ریا کاری کو منافقین کی ایک صفت قرار دیا ہے۔ قرآن کی بعض آیات میں یہاں تک اشارہ کیا گیا ہے کہ ریا کار کا اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں ہوتا۔ سورۂ بقرہ آیت ۲۶۴ میں ہے کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ... اے ایمان والو! احسان جتانے اور اذیت دینے سے اپنے صدقات کو باطل نہ کرو۔ اس شخص کی مانند نہ بنو جو لوگوں کے دکھاوے کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

سورۂ ماعون میں ہے: فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ○ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ○ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ○ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ○ ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں جو ریا کاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیزیں عاریت نہیں دیتے۔

نماز سے غفلت برتنے والے ریا کار نمازیوں کے لیے لفظ وَيْلٌ استعمال ہوا ہے اور وَيْلٌ کے دو ممکنہ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

مفہوم ہیں۔ وَیْلٌ دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے یا اس کے معنی خطرہ و ہلاکت ہے۔ بہرنوع لفظ وَیْلٌ کا معنی کچھ بھی کیوں نہ ہو ریاکاری کی حرمت پر دلیل ہے۔ بعض علماء نے اس آیت کو ریاکاری کی حرمت کے لیے کافی قرار نہیں دیا۔ انھوں نے اس کی بجائے سورۂ کہف کی آخری آیت فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ اس آیت کے معنی سورۂ ماعون کی آیت سے زیادہ واضح ہیں۔ اس کے علاوہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ کی آیت بھی ریاکاری کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔

شہرت کی تمنا

ریا اور شہرت کی تمنا نفاق اور شرک کی مختلف صورتیں ہیں۔ معصومینؑ نے اس کی پرزور مذمت کی ہے اور اسے "شرک خفی" بتایا ہے۔ ائمہ طاہرینؑ نے اپنی دعاؤں میں بھی اس سے خدا کی پناہ مانگی ہے۔ ذیل میں ہم چند احادیث اور فتاویٰ نقل کرتے ہیں:

شیخ مرتضیٰ انصاری لکھتے ہیں کہ شہرت طلبی کا مقصد و مفہوم یہ ہے کہ عمل کرنے والا لوگوں کو دکھانے کے لیے نیک عمل بجالائے تاکہ لوگوں کی نظر میں اسے عزت و احترام حاصل ہو۔ شہرت طلبی ریاکاری کی ہی ایک قسم ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص اس غرض سے عمل بجا نہ لائے بلکہ اس کی یہ خواہش بھی ہو کہ لوگ اس عمل سے واقف ہوجائیں تو روایات کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ ایک شخص کوئی نیکی کرتا ہے اور کسی شخص نے اسے نیکی کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ نیکی کرنے والا اس سے خوشی محسوس کرے تو کیا یہ حلال ہے یا حرام ہے؟ امام نے فرمایا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ لوگوں میں اس کا نام عزت سے لیا جائے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ عمل بجالانے کا مقصد نیک نامی نہ ہو۔

(مکاسب، کتاب الطہارت ج ۲، ص ۱۰۷)

جی ہاں! اگر کسی شخص کی یہ خواہش ہو کہ اس کے نیک عمل سے کوئی بھی آگاہ نہ ہو تو اس کی جزا کئی گنا زیادہ ہوگی۔

شیخ انصاری درج بالا قول کے تحت لکھتے ہیں: کچھ کتب حدیث میں بیان ہوا ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول مقبولؐ سے عرض کیا کہ میں اپنے عمل کو چھپائے رہتا ہوں تاکہ اس سے کوئی آگاہ نہ ہوسکے کہ میں اس شہرت سے خوشی محسوس کروں۔ حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا: اس صورت میں تمھیں دگنا ثواب ملے گا۔ تمھیں مخفی اور ظاہری دونوں طرح کے عمل کا ثواب دیا جائے گا۔

حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا: جو شخص شہرت پانے، داد حاصل کرنے اور رقم پانے کے لیے قرآن پڑھے تو قیامت کے دن اس کا منہ کالا ہوگا اور اس کے منہ پر گوشت نہیں ہوگا اور قرآن اسے دوزخ میں لے

Presented by www.ziaraat.com

جائے گا۔ جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے تو قیامت کے دن وہ اندھا اٹھایا جائے گا۔ وہ کہے گا کہ خدایا! میں دنیا میں تو بینا تھا تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ قدرت کی آواز آئے گی کہ تیرے پاس ہماری آیات آئی تھیں تو نے انھیں بھلا دیا تھا اس لیے آج تجھے بھی بھلایا جا رہا ہے۔ پھر اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

(شیخ صدوق، ثواب الاعمال ص۲۸۶)

حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا: جو شخص ریا اور شہرت کی غرض سے لوگوں کو کھانا کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ اتنی ہی مقدار میں اسے دوزخ کی پیپ پلوائے گا اور اس کا کھلایا ہوا طعام قیامت کے دن اس کے پیٹ میں آگ بن کر بھڑکتا رہے گا یہاں تک کہ خدا لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۲۲، ص۳۱۲)

مسجد نبوی میں داخل ہونے سے قبل ایک دعا جس کا پڑھنا مسنون ہے اس میں یہ کلمات بھی شامل ہیں فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْعَلْ تَوَجُّهِیَ اِلَیْکَ سَبَبًا لِکُلِّ خَیْرٍ، وَجَمِّلْنِیْ بِلِبَاسِ التَّقْوٰی، فَارْزُقْنِیَ الْخُضُوْعَ وَالْخُشُوْعَ وَجَنِّبْنِیَ الرِّیَاءَ وَالسُّمْعَةَ بِرَحْمَتِکَ. بار الٰہا! درود بھیج محمدؐ و آل محمدؐ پر اور اپنی طرف میرے متوجہ ہونے کو ہر بھلائی کا سبب قرار دے اور مجھے تقویٰ کا لباس پہنا کر خوبصورت بنا دے اور مجھے خشوع و خضوع عطا فرما اور اپنی رحمت سے ریاکاری اور شہرت طلبی سے بچا۔ (المهذب البارع ج ۱، ص۲۴۴)

کتاب المهذب البارع میں ہے کہ جو شخص شادی کرنے کا خواہشمند ہو اسے چاہیے کہ وہ دین اور سنت رسول پر عمل کرنے کی غرض سے شادی کرے اور ریاکاری و شہرت طلبی سے بچے۔ اللہ تعالیٰ سے بھلائی مانگے اور یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ النِّکَاحَ فَسَهِّلْ لِیْ مِنَ النِّسَاءِ اَحْسَنَهُنَّ خُلُقًا وَ خَلْقًا وَ اَعَفَّهُنَّ فَرْجًا وَ اَحْفَظَهُنَّ لِنَفْسِهَا وَ دِیْنِهَا وَ اَمَانَتِیْ عِنْدَهَا. پروردگار! میں نکاح کا خواہشمند ہوں۔ میرے لیے ایسی عورت کا رشتہ آسان بنا دے جو خوب سیرت، خوبصورت اور پاک دامن ہو۔ وہ اپنی جان، اپنے دین اور میری امانت کی حفاظت کرنے والی ہو۔ اس دعا کے بعد گھر سے نکلے۔ (المهذب البارع ج ۲، ص۱۸۲)

ریاکاری کی سزا

کافی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اچھا شریک ہوں۔ جو شخص ایک عمل کرے اور وہ عمل بیک وقت میرے لیے اور میرے غیر کے لیے ہو تو میں وہ عمل غیر کے ہی حوالے کر دیتا ہوں (اسی لیے اسے چاہیے کہ اس عمل کی اجرت اسی سے وصول کرے)۔

حضرت رسول اکرمؐ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہؐ! کل (روز قیامت) نجات پانے کا طریقہ بتائیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نجات اس بات میں مضمر ہے کہ تم خدا کو دھوکا نہ دو ورنہ وہ تمھیں دھوکے میں مبتلا کر دے گا اور تمہارا ایمان سلب کر لے گا۔ خدا تو کسی کے دھوکے میں نہیں آتا البتہ ایسا شخص خود کو دھوکا دیتا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! خدا کو دھوکا دینے سے کیا مراد ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انسان خدا کے فرمان کے مطابق عمل کرے لیکن اس کا یہ عمل خدا کی بجائے غیراللہ کے لیے ہو۔ لوگو! اس سے ڈرتے رہو اور ریاکاری سے بچو۔ ریاکاری خدا کے ساتھ شرک ہے۔ قیامت کے دن ریاکار کو چار ناموں سے اے کافر، اے فاجر، اے غادر اور اے خاسر! کہہ کر پکارا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تیرا عمل ضائع ہوگیا اور تیرا اجر باطل ہوگیا۔ آج کے دن تیرے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اپنا اجر اس سے طلب کر جس کے لیے تو عمل کیا کرتا تھا۔ (شیخ عبدالعلی الحویزی، تفسیر نور الثقلین ج ۱، ص ۳۵۔ ثواب الاعمال ص ۲۵۵)

روایات سے معلوم ہوتا ہے "واجبات توصلی" اور روزانہ کے کاموں میں اخلاص کی شرط نہیں ہے لیکن ان میں بھی ریاکاری حرام ہے۔ اگر انسان اپنے روزمرہ کے کام بھی خدا کی رضا کے لیے انجام دے تو اسے عبادت کا ثواب ملے گا۔

۴۔ نفاق اور منافقین

اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ نفاق اور دوغلاپن بدترین گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ بے شک منافقین (اپنے خیال میں) خدا کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ ان کو دھوکے میں رکھنے والا ہے اور جب یہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ دکھاوے کے لیے عمل کرتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ (سورۂ نساء: آیت ۱۴۲)

(۲) اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ○ بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔ (سورۂ نساء: آیت ۱۴۵)

(۳) اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا هِىَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ○ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور خرچ کرنے سے ہاتھ بند کیے رہتے ہیں۔ انھوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے بھی ان کو بھلا دیا۔ بے شک منافق نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتش جہنم کا وعدہ کیا ہے جس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے وہی ان کے حسب حال ہے۔ اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب (تیار) ہے۔ (سورۂ توبہ: آیت ٦٨)

Presented by www.ziaraat.com

۵۔ خدا کی نشانیوں کا انکار

خدا کی نشانیوں کو جھٹلانے کے اسباب کو حسب ذیل وجوہات میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔

(۱) ہر گناہ سے دل میں ایک تاریک نقطہ پیدا ہوتا ہے اور جب کوئی انسان مسلسل گناہ کرنے لگے تو دل تاریکیوں میں ڈوب جاتا ہے اور باطنی نور بجھ جاتا ہے۔ اگر انسان توبہ نہ کرے تو یہ تاریکی کفر اور آیات الٰہی کے انکار تک پہنچا دیتی ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُ وَالسُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ اس کے بعد برائی کرنے والوں کا انجام برا ہوا کہ انھوں نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلایا اور برابر ان کا مذاق اڑاتے رہے۔ (سورۂ روم: آیت ۱۰)

جی ہاں فاسقین کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔ نیک انجام صرف متقین کے لیے ہے جیسا کہ فرمان قدرت ہے: ...وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔ (سورۂ اعراف: آیت ۱۲۸)

(۲) لوگوں پر ظلم کرنا ایسا جرم ہے جو حق سے انحراف کا سبب بنتا ہے۔ سورۂ آل عمران آیت ۱۹ میں ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ بے شک دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے اور اہل کتاب نے جو (اس دین سے) اختلاف کیا تو علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔ اور جو شخص خدا کی آیتوں کو نہ مانے تو خدا جلد حساب لینے والا اور سزا دینے والا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء اور سورۂ انعام میں اہل ایمان کو منحرف اور ظالم اور آیات الٰہی کا مذاق اڑانے والے کے ساتھ نشست و برخاست سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ... اور اس نے کتاب میں یہ حکم نازل کر دیا ہے کہ جب آیات الٰہی کے بارے میں یہ سنو کہ ان کا انکار اور استہزاء ہو رہا ہے تو خبردار ان کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھنا جب تک وہ دوسری باتوں میں مصروف نہ ہو جائیں ورنہ تم بھی ان جیسے قرار پاؤ گے۔ (سورۂ نساء: آیت ۱۴۰)

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيَاتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری نشانیوں کے بارے میں بے ربط بحث کر رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہوجاؤ یہاں تک کہ وہ دوسری بات میں مصروف ہوجائیں اور اگر شیطان غافل کر دے تو یاد آنے کے بعد پھر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھنا۔ (سورۂ انعام: آیت ۶۸)

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ○ تم تمہارے دین پر اور ہم ہمارے دین پر۔ (سورۂ کافرون: آیت ۶)

(۴) تعصب اور تکبر بھی انسان کو حق کے قبول کرنے میں مانع ہوتا ہے۔ کفار نے رسول خداؐ پر یہ اعتراض کیا تھا کہ اگر خدا نے کسی کو رسول بنانا ہی تھا تو مکہ و طائف کے سرداروں کو ہی رسول بناتا۔ ایک (در) یتیم کو

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

رسول کیوں بنایا؟ ابلیس نے چھ ہزار سال عبادت کی تھی لیکن جب سجدۂ آدمؑ کا حکم ہوا تو اس کی انا آڑے آئی اور اس نے تکبر کیا، یوں وہ بزم ملکوت سے نکالا گیا۔ رسول خداؐ نے حکم الٰہی کے تحت امیرالمومنینؑ کو اپنا جانشین نامزد فرمایا تو نعمان بن حارث سے حضرت علیؑ کی یہ فضیلت دیکھی نہ گئی اور اس نے مسجد نبوی میں رسول خداؐ کے سامنے اپنے لیے یہ بددعا کی کہ ''اے پروردگار! اگر علی (ع) کی امامت حق ہے تو آسمان سے مجھ پر پتھر نازل کر۔''

ابھی وہ مسجد سے نکل ہی رہا تھا کہ اچانک آسمان سے ایک پتھر گرا اور اس کے سر پر لگا اور وہ دو مساوی حصوں میں تقسیم ہو کر گرا اور واصل جہنم ہو گیا۔[1]

(۵) اللہ تعالیٰ سورۂ نحل آیت ۱۰۵ میں فرماتا ہے: اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ ○ افترا پردازی بس وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ جھوٹے ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک مرد شامی سے فرمایا تھا: برادر شامی! ہماری بات کو غور سے سنو اور ہم پر جھوٹ مت باندھو۔ جو شخص ہم پر جھوٹ باندھتا ہے وہ درحقیقت رسول خداؐ پر جھوٹ باندھتا ہے اور جو شخص رسول خداؐ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ خدا پر جھوٹ باندھتا ہے اور جو خدا پر جھوٹ باندھے تو خدا اسے یقیناً عذاب دے گا۔

(کافی ج ۴، ص ۱۸۷)

۶۔ کفر اور انکار حق

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کتاب خدا میں کفر کی پانچ قسمیں بیان ہوئی ہیں:

(۱) کفر جحود: اس کفر کی دو قسمیں ہیں۔ اس کی پہلی قسم ذات مقدس الٰہی اور بہشت و دوزخ کا انکار کرنا ہے اور اس طرح کے کفر کا ارتکاب دہریہ قسم کے لوگ کرتے ہیں جن کے عقیدے کو قرآن مجید میں ان کی زبانی ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے: ...وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ... ہمیں زمانہ اور طبیعت و مادہ ہی ہلاک کرتا ہے۔ (سورۂ جاثیہ: آیت ۲۴) یہ عقیدہ کسی علمی تحقیق پر مبنی نہیں ہے۔ ایسے ہی کافروں کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

۱۔ قرآن مجید ترجمہ و حواشی مولانا فرمان علی صاحب اعلی اللہ مقامہ اور انوار القرآن ترجمہ و حواشی مولانا سید ذیشان حیدر جوادی اعلی اللہ مقامہ اور دیگر قرآن کے نسخوں میں سورۂ معارج کو مکی سورہ لکھا گیا ہے۔ اس اعتبار سے سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ کی آیت نعمان بن حارث فہری کے واقعے سے مطابقت نہیں رکھتی کیونکہ یہ واقعہ مدینہ میں پیش آیا تھا لیکن صاحب المیزان علامہ محمد حسین طباطبائی رضوان اللہ علیہ سورۂ معارج کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سورہ کا انداز مکی سوروں کے مشابہ ہے مگر وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ○ کی آیت سے جس سے مراد زکات ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے اور عقل بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کیونکہ زکات ہجرت کے بعد مدینہ میں فرض ہوئی تھی۔ بعض استثنائی آیات کو چھوڑ کر آگے کی آیات بھی اس سورہ کو مدنی بتاتی ہیں۔ اس اعتبار سے کہ سورۂ معارج مکی نہیں بلکہ مدنی سورہ ہے اور سَاَلَ سَآئِلٌ... کی آیت نعمان بن حارث فہری پر چسپاں ہوتی ہے اور اس واقعے کی روایت جعلی نہیں ہے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ○ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ہے خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۶)

(۲) اس کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان کو حق کی معرفت حاصل ہو اور معرفت کے باوجود وہ حق کا انکار کرے اور ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَجَحَدُوۡا بِهَا وَاسۡتَیۡقَنَتۡهَاۤ اَنۡفُسُهُمۡ ظُلۡمًا وَّعُلُوًّا فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ○ ان لوگوں نے ظلم اور غرور کے جذبے کی بنا پر اس کا انکار کیا ہے ورنہ ان کے دل کو بالکل یقین تھا پھر دیکھو کہ ان مفسدین کا انجام کیا ہوا؟ (سورۂ نمل: آیت ۱۴)

اس طرح کے کفر جحود میں اہل کتاب پیش پیش تھے۔ وہ آسمانی کتابوں میں حبیب خداؐ کی علامات پڑھ چکے تھے اور ان علامات کی وجہ سے وہ آپ کو پہچانتے تھے اور دل ہی دل میں انھیں یہ یقین تھا کہ محمد مصطفیٰؐ ہی بشارت موسیٰؑ اور نوید مسیحاؑ اور دعائے خلیلؑ کا ثمر ہیں مگر اس کے باوجود انھوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا تھا۔ ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:...وَکَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ یَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَی الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَلَمَّا جَآءَهُمۡ مَّا عَرَفُوۡا کَفَرُوۡا بِهٖ فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ○ یہ لوگ اس سے قبل (ہمارے رسول کے ذریعے) کافروں کے خلاف فتح چاہتے تھے اور جسے وہ پہچانتے تھے جب وہ ان کے پاس آیا تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا۔ پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۸۹)

(۳) اس کی تیسری قسم "کفران نعمت" ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ نے ملکہ بلقیس کا تخت اپنے روبرو دیکھا تو کہا: هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ لِیَبۡلُوَنِیۡۤ ءَاَشۡکُرُ اَمۡ اَکۡفُرُ وَمَنۡ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِهٖ وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیۡ غَنِیٌّ کَرِیۡمٌ ○ یہ میرے رب کا فضل ہے اور اس طرح سے وہ میری آزمائش کرنا چاہتا ہے کہ میں شکر کرتا ہوں یا نعمت خداوندی کا انکار کرتا ہوں۔ جو کوئی نعمت الٰہی کا شکر کرے تو اس کا فائدہ اسی کو ہی پہنچے گا اور جو کوئی کفران نعمت کرے تو میرا رب اس سے بے نیاز اور کریم ہے۔ (سورۂ نمل: آیت ۴۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنے اصول کا اعلان ان الفاظ سے کیا: وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّکُمۡ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ ○ اور جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم نے شکر کیا تو میں نعمات میں ضرور اضافہ کروں گا اور اگر تم نے ناقدری کی تو پھر میرا عذاب سخت ہے۔ (سورۂ ابراہیم: آیت ۷)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو شکر بجا لانے اور کفر سے بچنے کی ترغیب دی ہے۔ فرمان خداوندی ہے: فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ وَاشۡکُرُوۡا لِیۡ وَلَا تَکۡفُرُوۡنِ ○ تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میرا کفر نہ کرو۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۵۲) ان آیات میں لفظ کفر ناشکری اور نعمات سے عدم توجہ کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

(۴) کفر کی ایک اور قسم فرمان الٰہی پر عمل نہ کرنا ہے۔ قرآن میں میثاق بنی اسرائیل کے ضمن میں آیا ہے: وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ لَا تَسۡفِکُوۡنَ دِمَآءَکُمۡ وَلَا تُخۡرِجُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ ○

Presented by www.ziaraat.com

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ... اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا کہ تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنے وطن سے نہیں نکالو گے۔ پھر تم نے اقرار کیا تھا اور تم اس کے گواہ ہو۔ پھر تم ایک دوسرے کا خون بہانے لگ گئے اور تم نے اپنے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے جلاوطن کیا اور سرکشی سے ان پر مسلط ہوتے ہو اور اگر تمہارے پاس قیدی آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو جبکہ ان کا نکالنا تم پر حرام ہے کیا تم ہی کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کرتے ہو اور جو کوئی ایسا کرے تو اس کی جزا یہ ہے کہ اسے دنیا میں خوار رکھا جائے اور آخرت میں عذاب دیا جائے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۸۴۔ ۸۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ نے ان کی نسبت ایمان کی طرف کی ہے اور فرمایا ہے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ لیکن جب انھوں نے میثاق الٰہی پر عمل نہیں کیا تو اللہ نے ان کے ایمان کو قبول نہیں کیا اور انھیں دنیا و آخرت کی ذلت وخواری کا مستحق قرار دیا۔

(۵) کفر کے ایک معنی بے زاری اور بے تعلقی بھی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: ... كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ... ہم تم سے بے زار اور بے تعلق ہیں۔ اور تمہارے (معبودوں کے بھی) قائل نہیں (ہوسکتے) اور جب تک تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی۔ (سورۂ ممتحنہ: آیت ۴) اس آیت میں لفظ كَفَرْنَا بے زاری کے معنوں میں آیا ہے۔

قیامت کے دن ابلیس اپنے پیروکاروں سے کہے گا... اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ... آج سے پہلے تم مجھے جو شریک بناتے رہے ہو میں اس سے بے تعلقی کا اظہار کرتا ہوں۔ (سورۂ ابراہیم: آیت ۲۲)

سورۂ عنکبوت آیت ۲۵ میں ہے: وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا... (ابراہیم نے) کہا کہ تم جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کے لیے مگر قیامت کے دن ایک دوسرے سے بے زاری کا اظہار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔

اس آیت میں لفظ يَكْفُرُ بے زاری کے معنی میں آیا ہے۔

حق پوشی

اکثر اوقات انسان حب ریاست اور جاہ طلبی کی وجہ سے جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے اور یہ روش شریعت اور عقل دونوں میں قابل مذمت ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

یہود و نصاریٰ کے علماء کو رسول خداؐ کا مکمل علم تھا وہ آپ کی بعثت سے قبل آپ کی نشانیاں پڑھ چکے تھے لیکن جب آپ نے نبوت کا اعلان کیا تو انھوں نے حق کو چھپایا اور ایمان سے محروم رہے۔ موجودہ بائبل میں بھی رسول اسلامؐ کی کچھ نشانیاں موجود ہیں مگر اس کے باوجود علمائے یہود و نصاریٰ آج تک ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔

قرآن کریم نے بہت سی آیات میں علمائے اہل کتاب کو دنیا طلب اور دین فروش کہا ہے۔ اس کی کچھ تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے ان لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ایسوں پر خدا اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۵۹)

ملا فیض کاشانی تفسیر صافی میں لکھتے ہیں کہ علمائے اہل کتاب جو رسول خداؐ کے اوصاف و علامات کی آیات چھپاتے ہیں وہ اس آیت کے مصداق ہیں۔ اس کے علاوہ ناصبی جو آل محمدؐ کی فضیلت کی آیات و احادیث چھپاتے ہیں وہ بھی اس آیت کے مصداق ہیں۔ حق کو چھپانے والوں پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہے۔ لعنت کرنے میں ملائکہ اور تمام انسان شامل ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لعنت کرنے والے ہم ہیں جبکہ ہمارے غیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد حشرات الارض ہیں۔

احتجاج اور امام حسن عسکریؑ سے منسوب تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ انبیاءؑ اور ائمہ کے بعد افضل ترین افراد کون ہیں؟

آپ نے فرمایا: باصلاحیت اور شائستہ کردار علماء۔

پھر پوچھا گیا کہ ابلیس، فرعون، قوم ثمود اور خود کو آپ کے نام اور لقب سے منسوب کرنے اور آپ کی خلافت کو غصب کرنے والوں کے بعد سب سے برے لوگ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا: فسادی علماء۔ فسادی علماء وہ ہیں جو باطل کا پرچار کریں اور حقائق کو چھپائیں۔ ایسے ہی لوگوں پر خدا نے لعنت کی ہے اور باقی لعنت کرنے والوں کی بھی ان پر لعنت ہے۔

۷۔ ترک واجبات

معصومینؑ کی روایات میں بیان ہوا ہے کہ واجبات الٰہی میں سے کسی بھی واجب کا چھوڑنا کبیرہ گناہ ہے۔

حدیث رسولؐ ہے: مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِیَٔ مِنْ ذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ. یعنی جو شخص جان بوجھ کر اپنی نماز کو ترک کرے تو وہ خدا کی امان اور اس کی ذمے داری سے خارج ہو جاتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۸۷)

وسائل الشیعہ میں جناب مفضل سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

www.ziaraat.com Sakeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

جو شخص خدا کا کوئی فرض ترک کرے یا گناہان کبیرہ میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو اللہ اس کی طرف نگاہ کرم نہیں کرے گا اور نہ ہی اسے پاک کرے گا۔

مفضل نے عرض کیا تو خدا اس کی طرف نگاہ کرم نہیں کرے گا ؟

امام نے فرمایا: ہاں ! اس نے اللہ کے ساتھ شرک ہے۔

مفضل نے عرض کیا: کیا اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا ؟

امام نے فرمایا: ہاں ! اللہ نے اسے ایک حکم دیا اور شیطان نے بھی اسے ایک حکم دیا۔ اس نے اللہ کے فرمان کو چھوڑ دیا اور شیطان کے حکم پر عمل کیا۔ ایسا شخص شیطان کے ساتھ دوزخ کے پست ترین درجے میں ہوگا۔

مؤلف کہتا ہے کہ اس مسئلے کی اجمالی کیفیت یوں ہے اور ممکن ہے کہ یہ کچھ واجبات کے ساتھ مخصوص ہو جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: **فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○** وہ لوگ جو خدا و رسول کے فرمان کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں فتنہ یا دردناک عذاب کی لپیٹ میں نہ آجائیں۔ (سورۂ نور : آیت ۶۳) یہاں اَمْرِہٖ سے رسول خداؐ کے حکومتی فرمان مراد ہیں۔

نہی عن المنکر کے ترک کے متعلق حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: **اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيُبْغِضُ الْمُؤْمِنَ الضَّعِيْفَ الَّذِيْ لَا دِيْنَ لَهٗ.** اللہ کو وہ کمزور مومن ناپسند ہے جس میں دین نہیں ہے۔

صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! دین نہ رکھنے والا کمزور مومن کون ہے؟

آپ نے فرمایا کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو برائیوں سے منع نہیں کرتا۔ (کافی ج ۵، ص ۵۹)

جی ہاں ! واجبات کی ادائیگی قربت الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔

حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ شب معراج خدا نے مجھ سے یہ فرمایا: میرے بندے کے تقرب کے لیے انجام واجبات سے بڑھ کر کوئی چیز کارآمد نہیں ہے۔

رسول اکرمؐ نے ایک شخص سے فرمایا: **اِعْمَلْ بِالْفَرَائِضِ تَكُنْ اَتْقَى النَّاسِ.** فرائض پر عمل کر کے لوگوں میں سے بڑے متقی بن جاؤ۔ (کافی ج ۲، ص ۸۲)

وسائل الشیعہ میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

۱۔ نماز ۲۔ زکات ۳۔ حج ۴۔ رمضان کے روزے ۵۔ ہم اہلبیت کی ولایت

پہلے چار فرائض میں رخصت دی گئی ہے لیکن ولایت میں کسی طرح کی رخصت نہیں ہے۔ اگر کسی کے پاس مال و دولت نہ ہو تو اس پر نہ تو زکات فرض ہے اور نہ ہی حج فرض ہے۔ جو بیمار ہو اسے اجازت ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور اس کے لیے رمضان کے روزوں میں بھی رعایت دی گئی ہے کہ بعد میں رکھ لے لیکن ہماری ولایت میں کوئی رعایت نہیں۔ ہماری ولایت تندرست پر بھی فرض ہے اور بیمار پر بھی۔ امیر پر بھی فرض ہے اور غریب پر بھی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱، ص ۲۳)

Presented by www.ziaraat.com

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ولایت باقی تمام فرائض سے افضل ہے بلکہ باقی فرائض کی کنجی ہے۔ اس میں کسی کو بھی رعایت حاصل نہیں ہے۔ ولایت کے عقیدے کو چھوڑنا خطرناک ہے اور کفر کے برابر ہے۔ نماز، زکات اور حج کی فرضیت کا کوئی شخص منکر ہو تو احادیث کی زبان میں اسے بھی کافر کہا گیا ہے۔

۸۔ ترک نماز

نماز ضروریات دین میں سے ہے۔ اگر کوئی اس کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے اسے چھوڑ دے تو کافر ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص اپنی سستی کی وجہ سے نماز نہ پڑھے تو اس کا یہ فعل گناہ کبیرہ قرار دیا جائے گا لیکن ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔

ایک شخص نے حضرت رسول مقبولؐ سے درخواست کی کہ آپ مجھے نصیحت فرمائیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑنا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اسلام سے نکل جاؤ گے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز کا فاصلہ ہے۔ جو جان بوجھ کر نماز نہ پڑھے یا اس کے لیے سستی کرے اور نہ پڑھے تو یہ کافرانہ روش ہوگی۔ (ثواب الاعمال ص ۲۳۱)

قرآن نے سورۂ مدثر آیت ۴۲ تا ۴۷ میں اہل جنت اور اہل جہنم کا مکالمہ پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ○ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ○ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ○ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ○ حَتَّى أَتَانَا الْيَقِينُ ○ اہل جنت دوزخیوں سے پوچھیں گے کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ غریبوں کو کھانا کھلاتے تھے اور اہل باطل کے ساتھ مل کر حق سے انکار کرتے تھے اور روز جزا کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت نے آلیا۔

شیخ بہائی نے اپنی کتاب الحبل المتین میں عبید بن زرارہ سے نقل کیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بڑے گناہ سات ہیں:

۱۔ خدا کا انکار کرنا ۲۔ کسی انسان کو ناحق قتل کرنا ۳۔ والدین کی نافرمانی کرنا
۴۔ سود کھانا ۵۔ ناجائز طور پر یتیم کا مال کھانا ۶۔ جہاد سے بھاگنا
۷۔ احکام الٰہی کو یاد رکھنے سے جان چھڑانا

عبید نے پوچھا مولا! یتیم کے مال میں سے ایک درہم کھانا بڑا جرم ہے یا نماز نہ پڑھنا؟

امام عالی مقام نے فرمایا: نماز نہ پڑھنا بڑا جرم ہے۔

عبید نے کہا کہ آپ نے جو کبیرہ گناہ بیان کیے ہیں ان میں تو نماز ترک کرنے کا ذکر نہیں ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ میں نے پہلا گناہ کبیرہ کون سا بیان کیا تھا؟

عبید نے کہا: آپ نے کہا ہے کہ خدا کا انکار پہلا کبیرہ گناہ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

امام عالی مقام نے فرمایا: تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا خدا کا انکار کرنے والا بن جاتا ہے۔ (الحبل المتین ص ۹۔ وسائل الشیعہ ج ۱۵، ص ۳۲۱)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن حضرت رسول خداً مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور نماز میں مشغول ہوگیا۔ اس نے رکوع وسجود کو پورے طور پر انجام نہیں دیا اور جلدی سے نماز ختم کر دی۔

آنخضرتؐ نے فرمایا: اس شخص نے کوے کی طرح زمین پر ٹھونگے مارے ہیں۔ اگر مرتے دم تک اس کی یہی نماز رہی تو یہ میرے دین پر نہیں مرے گا۔ (الحبل المتین ص ۹)

شیخ یوسف بحرینی (متوفی ۱۱۸۶ھ) کی حدائق الناضرہ میں شیخ صدوق کی من لا یحضرہ الفقیہ کے حوالے سے نقل ہوا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ مسجد النبی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ کافی صحابہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپ نے ان سے فرمایا: جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟

صحابہ نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

آنخضرتؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دن رات میں پانچ وقت واجب نمازیں پڑھے اور اس کی پابندی کرے تو قیامت کے دن جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو اس کا مجھ پر عہد ہوگا کہ اس عہد کے ذریعے اسے جنت میں داخل کروں۔ اور جو وقت پر نماز نہ پڑھے اور نمازوں کی پابندی نہ کرے تو مجھے اختیار ہوگا کہ چاہوں تو اسے سزا دوں اور چاہوں تو بخش دوں۔ (الحدائق ج ۶، ص ۹۲)

۹۔ ترک زکات

زکات اسلام کے ضروری واجبات میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص زکات کو فرض سمجھ کر اسے ادا نہ کرے تو وہ فاسق ہے اور اگر کوئی اس کے فرض ہونے کا منکر ہو تو وہ کافر اور نجس ہے کیونکہ زکات بھی نماز کی طرح سے ضروریات اسلام میں سے ہے اور ضروریات اسلام کا منکر کافر ہوتا ہے۔

کچھ فقہاء یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جن روایات میں تارک زکات کو کافر کہا گیا ہے اس سے وہی لوگ مراد ہیں جو زکات کے فرض ہونے کے منکر ہیں۔

رَبِّ ارْجِعُوْنِ ○ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ... پروردگار! مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں۔ ہرگز نہیں۔ (سورۂ مؤمنون: آیت ۹۹۔ ۱۰۰) کی تفسیر کرتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت زکات ادا نہ کرنے والوں کے متعلق ہے۔ جو ایک قیراط زکات بھی روک لے وہ نہ تو مومن ہے اور نہ مسلمان۔ (وسائل الشیعہ ج ۹، ص ۳۲)

جب منکر زکات مرتے وقت کہے گا کہ پروردگار مجھے اس دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں جس نیکی کو چھوڑ چکا تھا اسے بجا لاؤں۔ اس وقت اس سے کہا جائے گا... کَلَّا ہرگز نہیں۔ اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآئِلُھَا وَمِنْ

Presented by www.ziaraat.com

وَرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ یہ صرف ایک زبانی کلامی بات ہے جسے وہ کہہ رہا ہے۔ اس کی موت کے بعد عالم برزخ شروع ہوگا جو روز قیامت تک جاری رہے گا۔ (سورۂ مؤمنون : آیت ۱۰۰)

کافی کی ایک حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ جب قائم آل محمدؑ ظہور کریں گے تو شادی شدہ زانی کو سنگسار کریں گے اور منکر زکات کو قتل کریں گے۔

...وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ○ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ... (سورۂ فصلت : آیت ۶۔۷) کی تفسیر کے ضمن میں حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا ہے: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا خَانَ اللّٰهَ اَحَدٌ شَيْئًا مِنْ زَكَاةِ مَا لِهٖ اِلَّا مُشْرِكٌ بِاللّٰهِ. اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمدؐ کی جان ہے جو بھی اپنے مال کی زکات میں خدا سے خیانت کرے گا مگر یہ کہ وہ مشرک ہوگا۔ (مستدرک الوسائل ج ۷، ص ۲۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مخلوقات کو پیدا کیا اور ان میں رزق تقسیم کیا خشکی اور تری میں جو بھی مال ضائع ہوتا ہے وہ زکات نہ دینے کی وجہ سے ضائع ہوتا ہے۔
(وسائل الشیعہ ج ۹، ص ۱۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے دولتمندوں کی دولت میں غریبوں کا حصہ مقرر کیا ہے۔ اس کی ادائیگی سے ہی وہ قابل تعریف بنتے ہیں۔ آگاہ رہو! اس حصے کا نام زکات ہے اور زکات کی وجہ سے ان کی جانیں محفوظ ہیں اور اس کی ادائیگی کی وجہ سے ان کا نام مسلمان رکھا گیا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۹، ص ۳۲)

منکر زکات، ثعلبہ کا قصہ

ملا فتح اللہ کاشانی کی تفسیر منہج الصادقین میں ہے کہ ایک دن ثعلبہ بن حاطب انصاری جو اپنے زہد و عبادت کی وجہ سے مشہور تھا آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں آیا اور اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کرنے لگا۔ اس نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے غنی کر دے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: وَيْحَكَ يَا ثَعْلَبَةُ! ثعلبہ اس خواہش کو چھوڑ دو کہ دولت مندی کا انجام اکثر خطرناک ہوتا ہے۔ چنانچہ جو کچھ تمہارے پاس ہے اس پر قناعت کرو۔ اگر آدمی تھوڑا رزق پا کر اللہ کا شکر ادا کرے تو وہ اس زیادہ رزق سے بہتر ہے جو اس کو خدا کے شکر سے غافل کر دے۔ خدا کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر میں چاہتا تو سونے چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلتے اور خدا ایسا کر سکتا ہے۔ مگر میں فقر کا انجام اچھا دیکھتا ہوں جبکہ ہوسکتا ہے کہ دولت کا انجام برا ہو۔ لہٰذا تم خدا کے رسولؐ کی پیروی کرو۔ لیکن پھر بھی ثعلبہ روز آتا اور کہتا کہ یا رسول اللہؐ! میں خدا سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اس نے مجھے دولت دی تو میں مستحقین کے ساتھ صلہ رحمی کروں گا اور ان کے حقوق ادا کروں گا۔ جب اس کا اصرار بڑھا تو آنحضرتؐ نے دعا فرمائی کہ خدایا ثعلبہ کے دل کی مراد پوری فرما۔ اللہ تعالیٰ کی برکت سے اس کے پاس ایک بڑا ریوڑ جمع ہوگیا۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ریوڑ جمع ہونے سے قبل وہ پانچوں نمازیں آنحضرتؐ کے ساتھ باجماعت پڑھتا تھا لیکن اب وہ صرف فجر اور عشاء کی جماعت میں حاضر ہوتا۔ پھر اس کے پاس بھیڑ بکریوں کا اتنا بڑا غول ہوگیا کہ وہ مدینے سے باہر ایک وادی میں چلا گیا اور صرف جمعہ پڑھنے آتا۔ چند روز بعد وہ مویشیوں کی دیکھ بھال میں اتنا مگن ہوگیا کہ اس نے نماز جمعہ میں آنا بھی چھوڑ دیا۔ ایک دن رسول اکرمؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ ثعلبہ کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ نماز میں نہیں آتا؟ صحابہ نے بتایا کہ اس کے پاس اتنا بڑا ریوڑ جمع ہوگیا ہے کہ وہ ایک وادی میں چلا گیا ہے۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے تین بار فرمایا: **یا ویح ثعلبہ** افسوس ہے ثعلبہ پر۔

جب زکات کی آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے دو آدمیوں کو ثعلبہ کے پاس بھیجا۔ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ ثعلبہ سے زکات لینے کے بعد بنی سُلیم کے فلاں شخص کے پاس جانا کہ اس کے پاس اونٹ بہت زیادہ ہوگئے ہیں اور اس سے بھی زکات لے آنا۔ ان دونوں عاملین زکات میں سے ایک بنی جہن سے اور دوسرا بنی سُلیم سے تھا۔ عاملین زکات رسول اکرمؐ کی لکھی ہوئی دستاویز لے کر ثعلبہ کے پاس گئے اور اس سے زکات کا مطالبہ کیا۔ ثعلبہ نے جو مال کی محبت میں گرفتار ہوگیا تھا کہا: اچھا! اب محمدؐ ہم سے جزیہ بھی طلب کرتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے زکات دینے سے صاف انکار کر دیا۔ دونوں عاملین وہاں سے بنی سلیم کے شخص سے زکات وصول کرنے پہنچے اور زکات کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا کہ میں خدا اور اس کے رسولؐ کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں۔ پھر وہ اٹھا اور اپنے گلے سے فربہ اونٹ جدا کر کے لایا اور بولا کہ یہ میرے مال کی زکات ہے۔ عاملین زکات نے کہا کہ آنحضرتؐ نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم عمدہ مویشیوں کا انتخاب کریں۔ اس شخص نے کہا:

آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن میں اللہ کی راہ میں بہترین مال دینا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کے یہ نمائندے دوبارہ ثعلبہ کے پاس گئے لیکن اس کم نصیب نے وہی جملے دہرائے اور باردیگر زکات دینے سے انکار کر دیا عاملین زکات واپس مدینہ آئے اور انھوں نے بنی سلیم کے شخص کی زکات آنحضرتؐ کے پاس جمع کرادی اور ثعلبہ کا جواب بھی آپ کے گوش گزار کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''افسوس ہے ثعلبہ پر۔'' پھر آپ نے مرد بنی سلیم کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ تب اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں: **وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ○ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○**

مؤلف عرض پرداز ہے کہ درحقیقت انسان دنیا میں اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اس کا بدلہ اللہ آخرت میں تو ضرور دے گا لیکن اس کی شان کریمی یہ ہے کہ وہ اس دنیا میں بھی کئی گنا زیادہ عطا کرتا ہے۔

امیرالمومنینؑ کا فرمان ہے: **مَنْ بَسَطَ يَدَهٗ بِالْمَعْرُوْفِ اِذَا وَجَدَهٗ يُخْلِفُ اللّٰهُ لَهٗ مَا اَنْفَقَ فِيْ دُنْيَاهُ وَيُضَاعِفُ لَهٗ فِيْ آخِرَتِهٖ**. جو شخص مسکینوں کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اتنی دولت دنیا میں عطا کرتا ہے اور آخرت میں دگنا اجر عطا کرے گا۔ (تفسیر نور الثقلین ج ۴، ص ۳۳۹۔ تفسیر صافی ج ۴، ص ۲۲۳ بحوالہ کافی)

www.ziaraat.com Sateel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۱۰۔ ترک حج

ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے۔ یہ ضروریات دین میں سے ہے۔ حج کے فرض ہونے کا انکار کفر ہے۔ جو شخص حج کی فرضیت کا قائل ہو اور اپنی غفلت کی وجہ سے حج نہ کرے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

صحیح روایات میں آیا ہے کہ جیسے ہی کوئی مسلمان صاحب استطاعت بنے اسے چاہیے کہ استطاعت کے پہلے سال حج کو جائے کیونکہ اس کو مؤخر کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

بعض روایات میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر صاحب استطاعت پر ہر سال حج کرنا فرض ہے اور قرآن کریم کی آیت ۹۷ سورۂ آل عمران مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا سے بھی بظاہر یہی چیز ثابت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حج کی نسبت اپنی طرف دی ہے اور اسے لوگوں پر اپنا حق قرار دیا ہے۔

روایات میں آیا ہے: جسے حج کی استطاعت ہو اس کے لیے حج کا راستا کھلا ہے۔ اسے حج پر جانا چاہیے اور جو وجوب حج کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اللہ اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھائی علی نے امام موسیٰ کاظمؑ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب استطاعت پر ہر سال حج فرض کیا ہے اور فرمایا ہے...وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَيۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا... اللہ کے لیے لوگوں پر فرض ہے کہ اس کے گھر کا حج کریں۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۹۷)

علی بن امام جعفر صادقؑ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظمؑ سے کہا کہ اگر ہم میں سے کوئی صاحب استطاعت ہو اور حج پر نہ جائے تو کیا وہ کافر ہو جائے گا؟

امام نے فرمایا: اگر کوئی اس کے وجوب کا انکار کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ (کافی ج ۴، ص ۲۶۵)

من لا یحضرہ الفقیہ میں اسحاق بن عمار سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص صاحب استطاعت ہو اور ابھی تک حج پر نہ گیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

امام نے فرمایا کہ ایسا شخص آیت قرآن کے مطابق قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا۔

اسحاق نے کہا کہ کیا وہ اندھا محشور ہوگا؟

آپ نے فرمایا: خدا اسے راہ جنت سے اندھا کر دے گا۔

قرآن کہتا ہے: وَمَنۡ كَانَ فِيۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰى فَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰى وَاَضَلُّ سَبِيۡلًا ○ جو شخص اس دنیا میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور نجات کے راستے سے بہت دور ہوگا۔ (سورۂ بنی اسرائیل: ۷۲)

من لا یحضرہ الفقیہ میں محمد بن فضیل سے منقول ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس آیت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت اس کے لیے نازل ہوئی ہے جو صاحب استطاعت ہو اور ہمیشہ حج کو آج کل پر ٹالتا رہتا ہو اور ہمیشہ یہ کہتا ہو کہ آئندہ سال حج پر جاؤں گا۔ جب وہ سال آجائے تو کہے کہ

Presented by www.ziaraat.com

میں آئندہ سال حج پر جاؤں گا اور یوں کل پرسوں کرتے ہوئے مر جائے اور حج نہ کرسکے۔ (ج ۲، ص ۴۴۷)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی دنیاوی کام کو حج پر ترجیح دے اور کام کی وجہ سے حج پر نہ جائے تو جب تک عازمین حج سر منڈوائے ہوئے واپس نہ آجائیں اس وقت تک اس کا کام نہیں ہوا ہوگا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۲۲۰)

حضرت رسول اکرمؐ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر خطبہ غدیر میں فرمایا: لوگو! بیت اللہ کے حج کے لیے جاؤ تاکہ بے نیاز بن سکو اور حج سے انحراف نہ کرنا ورنہ مفلس ہو جاؤ گے۔ (بحار الانوار ج ۳۷، ص ۲۱۴)

مؤلف کہتا ہے کہ نماز، زکات اور حج کے ترک کا ارتباط اعتقادی مسائل سے اس لیے ہے کہ ان کے وجوب کا انکار کفر اور سلب ایمان کا سبب ہے۔

۱۱۔ خدا، رسولؐ اور ائمہؑ سے بیزاری

اس امر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ حالت اختیار میں خدا، رسولؐ اور ہادیان دین سے بیزار ہونا دین کے لیے انتہائی خطرناک اور دین سے خارج ہونے کا سبب ہے۔ خدا، رسولؐ اور ائمہ ہدیٰ کو برا کہنا بھی دین کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ البتہ تقیہ کے احکامات جداگانہ ہیں۔ جب انسان کو اپنی جان کا خوف ہو تو ہادیان دین کو برا کہنا نہ صرف جائز بلکہ اپنی جان اور دوسرے مومنین کی جان بچانے کے لیے واجب ہو جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ تقیہ میں اولیاء اللہ کو برا کہنا تو جائز ہے لیکن کیا تقیہ میں ان سے بیزاری کا اعلان کرنا بھی جائز ہے؟[۱]

اس کے متعلق علماء میں دو طرح کی آراء پائی جاتی ہیں۔

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی حالت میں خدا، رسولؐ اور ائمہ ہدیٰ سے اظہار برأت جائز نہیں ہے جیسا کہ شیخ مفید نے اپنی کتاب ارشاد میں لکھا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا: سَتُعْرَضُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ عَلٰی سَبِّیْ فَسُبُّوْنِیْ وَمَنْ عُرِضَ عَلَیْهِ الْبَرَائَةُ فَلْیَمْدُدْ عُنُقَهٗ فَاِنْ بَرِءَ مِنِّیْ فَلَا دُنْیَا لَهٗ وَلَا آخِرَةَ. عنقریب تمھیں مجھ پر سب کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ جب تم مجبور ہو جاؤ تو مجھے برا کہہ لینا اور جسے مجھ سے اظہار برأت کی دعوت دی جائے اسے چاہیے کہ قتل ہونے کے لیے اپنی گردن بڑھا دے لیکن مجھ سے

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۵۷ مترجمہ مفتی جعفر حسین صاحب میں ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: میرے بعد جلد ہی تم پر ایک ایسا شخص مسلط ہوگا جس کا حلق کشادہ اور پیٹ بڑا ہوگا، جو پائے گا نگل جائے گا اور جو نہ پائے گا اس کی اسے ڈھونڈ لگی رہے گی (بہتر تو یہ ہے کہ) تم اسے قتل کر ڈالنا۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ تم اسے قتل ہرگز نہ کرو گے۔ وہ تمھیں حکم دے گا کہ مجھے برا کہو اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو۔ جہاں تک برا کہنے کا تعلق ہے، مجھے برا کہہ لینا۔ اس لئے کہ یہ میرے لئے پاکیزگی کا سبب اور تمہارے لئے (دشمنوں سے) نجات پانے کا باعث ہے۔ لیکن (دل سے) بیزاری اختیار نہ کرنا اس لئے کہ میں (دین) فطرت پر پیدا ہوا ہوں اور ایمان و ہجرت میں سابق ہوں۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

بیزاری کا اظہار نہ کرے۔ اگر کسی نے مجھ سے بیزاری کا اظہار کیا تو نہ اسے دنیا حاصل ہوگی اور نہ ہی آخرت۔

یہ حدیث لکھنے کے بعد شیخ مفید فرماتے ہیں کہ تقیہ میں سب جائز ہے لیکن اولیاء اللہ سے بیزاری کا اظہار کرنا جائز نہیں ہے۔ جس طرح سے کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ مجھے قتل نہ کرو میری بجائے فلاں بے گناہ کو قتل کرو۔

صاحب مکاسب شیخ اعظم مرتضیٰ انصاری کا نظریہ شیخ مفید کے اس فتویٰ کے برعکس ہے۔ وہ اپنی کتاب الطہارۃ میں لکھتے ہیں: پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت کو دل کی بیزاری پر محمول کیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شیخ مفید نے جس روایت کی بنیاد پر فتویٰ دیا ہے وہ غیر موثق ہے کیونکہ اس روایت کی تردید اس حدیث صحیح سے ہوتی ہے جو مسعدہ بن صدقہ سے بیان ہوئی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ نے برسر منبر کہا تھا کہ میرے بعد تمھیں مجبور کیا جائے گا کہ اگر جان بچانی ہے تو علیؑ پر سب کرو ورنہ قتل کے لیے تیار ہو جاؤ۔ لوگو! جب ایسا موقع ہو تو مجھ پر سب کر لینا اور اپنی جان بچانا اور اگر وہ تمھیں مجبور کریں کہ مجھ سے بیزاری اختیار کرو تو مجھ سے بیزاری ہرگز اختیار نہ کرنا اس کی بجائے گردن کٹوا دینا۔ جو بھی مجھ سے بیزاری کا اعلان کرے گا اس کی دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں نے ہمارے دادا پر بہت سے جھوٹ تراشے ہیں۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ مجھ سے بیزاری کا اعلان نہ کرنا اور اس کی بجائے قتل ہو جانا۔ پھر فرمایا کہ تقیہ میں انسان وہ سب کچھ کہہ سکتا ہے جو کچھ حضرت عمارؓ نے اہل مکہ کے سامنے کہا تھا اور اللہ نے ان کے عمل کو جائز کہا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ ان کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔ (ج ۲، ص ۴۰۲)

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت عمارؓ کے والدین (جناب یاسرؓ اور جناب سمیہؓ) کو کلمات کفر کہنے پر مجبور کیا گیا تھا لیکن انھوں نے کلمات کفر پر شہادت کو ترجیح دی تھی اور جب عمارؓ کی باری آئی تو انھوں نے کلمات کفر کہے تھے جس کی بنا پر کفار مکہ نے انھیں چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عمارؓ روتے ہوئے رسول خداؐ کی خدمت میں تشریف لائے اور اپنا معاملہ پیش کر کے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! کیا میں اب بھی مسلمان ہوں یا نہیں ہوں؟ اس وقت یہ آیت نازل فرمائی: ...اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ سوائے اس کے کہ جسے مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ (سورۂ نحل: آیت ۱۰۶) اس عمل کی مزید تائید کافی کی حسب ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے۔

عبداللہ بن عطا بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ بنی امیہ کے ظالم حکام نے دو مومن کوفیوں کو گرفتار کیا اور انھیں حکم دیا کہ تم علیؑ سے بیزاری کا اظہار کرو ورنہ قتل کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ان میں سے ایک نے تو بیزاری کا اظہار کیا۔ اسے ظالموں نے چھوڑ دیا اور دوسرے شخص نے بیزاری کا اظہار نہ کیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ دو میں سے کس کا عمل زیادہ مناسب ہے؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے اظہار برأت کیا تو وہ شخص دین میں گہری بصیرت رکھتا

Presented by www.ziaraat.com

ہے اور جس نے بیزاری اختیار نہیں کی تو اس نے جنت جانے میں جلدی کی ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۲۱)

مومن سے بیزاری پست ترین درجے میں بھی حرام ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کیا اس کی وجہ سے انسان دین سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں؟

ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مومن سے اس کے ایمان کی وجہ سے بیزاری اختیار کرے تو وہ دین سے خارج ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

جب امیر المومنین علیہ السلام پر سب کرایا گیا

شیخ مفید کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے ماننے والوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میرے بعد تمہیں مجھ پر سب کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ جب کبھی ایسا وقت آجائے تو مجھ پر سب کر کے اپنی جان بچا لینا لیکن مجھ سے بیزاری اختیار نہ کرنا۔ جو بھی مجھ سے بیزاری اختیار کرے گا تو اس کی دنیا و آخرت تباہ ہو جائے گی۔ (بحار الانوار ج ۳۹، ص ۳۱۷)

حضرت کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف سچ ثابت ہوئی۔

طاؤس یمانی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام نے حجر بن عدی سے فرمایا: اے حجر! اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تمہیں صنعاء کے منبر پر کھڑا کیا جائے گا اور تم سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ اگر جان عزیز ہے تو پھر علیؑ پر سب کرو اور ان سے بیزاری کا اظہار کرو۔

حجر بن عدی نے کہا: اے امیر المومنینؑ! میں اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ ہو کر رہے گا۔ جب یہ موقع آئے تو مجھے پر سب کرنا لیکن بیزاری کا اظہار نہ کرنا کیونکہ جو مجھ سے بیزاری کا اظہار کرے گا تو میں قیامت کے دن اس سے بیزاری کا اظہار کروں گا۔

مناقب ابن شہر آشوب میں اسحاق عدل سے منقول ہے کہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں ایک خطیب ہمیشہ منبر رسولؐ سے حضرت علیؑ پر سب کیا کرتا تھا۔ ایک دن جب وہ اپنی خباثت میں مصروف تھا تو قبر پیغمبرؐ سے ایک ہاتھ برآمد ہوا اور انگشت شہادت سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ قبر مطہر سے آواز آئی:

اے اموی! تجھ پر وائے ہو۔ جس ذات نے تجھے خاک سے بنایا اور نطفے سے انسانی شکل بخشی کیا تو اس ذات کا منکر ہو گیا ہے؟ پھر اس ہاتھ سے دھواں برآمد ہوا جو سیدھا خطیب کی طرف گیا۔ خطیب فوراً اندھا ہو گیا اور تین دن کے بعد واصل دوزخ ہو گیا۔ (مناقب ج ۱، ص ۴۷۸۔ ج ۲، ص ۱۶۷)

صاحب مناقب اپنی اسی کتاب میں ایک ہاشمی کی زبانی لکھتے ہیں کہ میں نے شہر شام میں ایک شخص کو دیکھا جس کا آدھا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا اور وہ اسے ڈھانپے رہتا تھا۔ میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگا

Presented by www.ziaraat.com

کہ میں نے دل میں طے کیا ہے کہ جو بھی مجھ سے اس کی وجہ پوچھے گا میں اسے اس کی وجہ ضرور بتاؤں گا۔ پھر اس نے کہا کہ میں علیؑ بن ابی طالبؑ پر بہت زیادہ لعنت (نعوذ باللہ) کیا کرتا تھا اور ان کا شکوہ کیا کرتا تھا۔ ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تو ہی ہے جو علیؑ کی توہین کیا کرتا ہے؟

یہ کہہ کر اس نے میرے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ جب میں بیدار ہوا تو میرا آدھا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔

اسی کتاب میں اعمش سے منقول ہے کہ اس نے کہا: مجھ سے منصور نے بیان کیا کہ ایک شخص کے سر سے عمامہ گرا تو میں نے دیکھا کہ اس کا سر خنزیر کے سر کی طرح سے تھا۔ میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں تمیں سال تک مؤذن رہا اور میرا دستور تھا کہ میں ہمیشہ اذان و اقامت کے درمیان وقفے میں علیؑ بن ابی طالبؑ پر ایک سو مرتبہ لعنت کیا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ شب جمعہ میں نے اُن پر ایک ہزار مرتبہ لعنت کی۔ اس رات میں نے رسول خداؐ، علی بن ابی طالبؑ، حسنؑ بن علیؑ اور حسینؑ بن علیؑ کو دیکھا۔ میں نے خواب میں محسوس کیا کہ میں سخت پیاسا ہوں۔ میں حسنؑ و حسینؑ کے پاس گیا اور ان سے پانی مانگا۔ انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں علی بن ابی طالبؑ کے پاس گیا اور ان سے پانی مانگا۔ انھوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ میں رسول خداؐ کی خدمت میں گیا اور ان سے پانی مانگا۔ آنحضرتؐ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ تو وہی ہے جو علیؑ پر روزانہ پانچ سو مرتبہ لعنت کرتا ہے اور آج رات تو نے ان پر ایک ہزار بار لعنت کی ہے؟

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ رسول خداؐ نے میرے چہرے پر لعاب دہن پھینکا اور فرمایا خنزیر دور ہو جا۔ اس کے بعد میرا سر اور میرا چہرہ خنزیر کی طرح سے ہو گیا۔ (مناقب آل ابی طالب ج ۲، ص ۱۷۹)

اسی کتاب میں مذکور ہے کہ ابوجعفر منصور نے کہا کہ ایک قصہ گو شخص کا دستور تھا کہ جب وہ قصے سے فارغ ہوتا تو حضرت علیؑ پر سب کیا کرتا۔ پھر اس شخص نے اس عادت کو ترک کر دیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو نے اپنی عادت اچانک کیوں ترک کر دی ہے؟

اس نے کہا: خدا کی قسم! میں آئندہ یہ حرکت کبھی نہیں کروں گا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت سے لوگ رسول اکرمؐ کے گرد جمع ہیں۔ آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ ان سب کو پانی پلاؤ۔ اس شخص نے سب کو پانی پلایا۔ میں بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پانی طلب کیا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ اسے بھی سیراب کرو۔ اس شخص نے مجھے پانی نہ دیا اور ڈانٹ کر ہٹا دیا۔ میں نے رسول خداؐ سے اس کی شکایت کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اسے سیراب کرو۔ اس نے مجھے گرم پانی پلایا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میرے منہ اور مقعد سے گرم پانی نکل رہا تھا۔

مؤلف کہتا ہے کہ امیرالمومنینؑ پر سب کرنا بدترین گناہ ہے اور اس کا مرتکب سزائے موت کا حقدار ہے۔ اسلامی حدود میں اس کی یہی سزا مقرر ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۲۔ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی امامت کا انکار

سورج کی روشنی کا انکار کرنا ناممکن ہے اور سورج کی روشنی کو چھپانا بھی ناممکن ہے۔ اگر کوئی اس کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھانا چاہے تو اسے چاہیے کہ کسی دیوار وغیرہ کے پیچھے بیٹھ جائے اور خود کو چھپا لے لیکن اس کے باوجود نہ تو سورج کا انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی سورج کی روشنی کا انکار کیا جاسکتا ہے۔

خاندان نبوت کی مثال بھی روشن سورجوں کی طرح ہے اور انھیں الشموس الطالعة کہا گیا ہے۔ لہٰذا سورج کی طرح ان کے نور کا انکار کرنا بھی ناممکن ہے۔ منافقین اور اسلام دشمن عناصر نے ائمہ ہدیٰ کے نور کو بجھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر نورِ حق ان سے بجھ نہ سکا۔ بجھنا تو درکنار اس کی روشنی میں اضافہ ہوتا گیا اور لوگوں کے دلوں میں آلِ محمدؐ کی محبت گھر کرتی گئی اور لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ کے اشارے کے مطابق ایک ہزار مہینے[۱] تک بنی امیہ نے پوری ریاستی قوت کے ساتھ خاندان مصطفیؐ کی محبت کو دلوں سے نکالنے کی کوشش کی اور منبروں سے لعنت کی مگر ریاستی طاقت کے باوجود وہ بری طرح ناکام ہوگئے اور آلِ محمدؐ کی عقیدت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔

معاویہ نے کوشش کی کہ امیرالمومنینؑ کی شخصیت کو پست کیا جاسکے اور لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ علیؑ کا دین سے کوئی تعلق نہیں تھا اس نے ایک سرکاری حکم نامہ جاری کیا کہ ہر خطبہ جمعہ و عیدین کے آخر میں علیؑ اور اولادِ علیؑ کو ناسزا کہا جائے اور ابوسفیان اور اس کی نسل کی تعریف کی جائے مگر معاویہ کی تمام کوششیں اکارت گئیں۔ حضرت علیؑ کی عظمت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ معاویہ کی کوششوں کے برعکس آپ کی حقانیت اور مظلومیت زیادہ کھل کر منظرِ عام پر آئی اور جس کسی کو معاویہ کی اس چال کا علم ہوا اس نے معاویہ پر ہی لعنت کی۔

چنانچہ یزید نے بھی اپنے باپ کی طرح آلِ محمدؐ کو کربلا کے تپتے صحرا میں شہید کیا اور اس خیالِ خام میں مبتلا ہوگیا کہ آلِ محمدؐ کا خاتمہ ہوگیا ہے اور بنی امیہ کو دوام حاصل ہوگیا ہے لیکن یزید کی تمام تر کوششوں کے

۱۔ تفسیر رازی میں ہے کہ قاسم بن فضل، امام حسنؑ سے روایت کرتے ہیں: رسول اکرمؐ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر بندروں کی طرح اچھل کود رہے ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر آنحضرتؐ بہت پریشان ہوئے تو خدا نے سورۂ قدر نازل کی اور اپنے حبیبؐ کو بتایا کہ ایک شب قدر بنی امیہ کی ہزار مہینے کی حکومت سے بہتر ہے۔ قاسم کہتا ہے: جب ہم نے حساب کیا تو پتا چلا کہ بنی امیہ کا دورِ حکومت ایک ہزار مہینے کا تھا۔

بنی امیہ کی حکومت کی کل مدت ۱۰۹۱ مہینے ہے۔ مسعودی نے مروج الذھب جلد دوم کے صفحہ ۱۵۶ پر جو فہرست دی ہے اُس کے مطابق یہ مدت ۱۳۲۵ مہینے اور ۲۴ دن بنتی ہے۔ امام حسنؑ اور ابن زبیر کی حکومت کے ۹۹ مہینے اور ۱۳ دن نکال کر یہ مدت ۱۲۲۶ مہینے اور ۱۳ دن رہ جاتی ہے لہٰذا بنی امیہ کی حکومت کی میعاد کے بارے میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ بنی امیہ کا ۱۰۰۰ مہینے حکومت کرنا ایک حتمی تاریخی حقیقت نہیں ہے کہ اس کو سورۂ قدر میں ''الف شہر'' ایک ہزار مہینے سے تطبیق دیا جاسکے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

باوجود لوگوں نے یزید پر ہی لعنت شروع کر دی۔ آخر کار اسے مجبور ہو کر یہ کہنا پڑا کہ میں نے فرزند رسولؐ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ خدا لعنت کرے ابن زیاد پر یہ سب کچھ اسی کی کارستانی ہے۔

صدر اسلام سے لے کر دور حاضر تک کی تاریخ پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت علیؑ تاریخ کے بہت بڑے مظلوم ہیں۔ آپ کے مخالفین نے صرف آپ کو قتل ہی نہیں کیا بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی مسخ کرنے کی کوششیں کیں مگر یہ خدائی معجزہ اور آپ کی شخصیت کا کمال ہے کہ اتنی بھرپور مخالفت کے باوجود آج ہر دوست دشمن آپ کی تعریف کرنے پر مجبور ہے۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں امیرالمومنین علیہ السلام کی مدح میں اتنے خوبصورت گلہائے عقیدت نچھاور کئے ہیں کہ آج تک کسی کے متعلق اس طرح کی عقیدت کے پھول نہیں برسائے گئے۔

ہزاروں افراد نے آپ کے حضور اظہار عقیدت کیا ہے لیکن جو کچھ آپ نے اپنے متعلق خود بیان فرمایا ہے وہ سب سے بہتر ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم آپ کے فرامین کو پوری توجہ سے سنیں۔

شیخ صدوق نے کتاب خصال میں صفحہ ۶۳۱ پر لکھا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے عبداللہ بن سبا[۱] سے فرمایا:

ہم دین خدا کے خزینہ دار ہیں۔ ہم علم کے چراغ ہیں۔ جب ہمارے گھر سے ایک پرچم ہدایت دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو ہدایت کا دوسرا پرچم اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ہماری اتباع کرنے والا گمراہ نہیں ہوگا اور ہمارا منکر ہدایت نہیں حاصل کر سکے گا اور ہمارے دشمنوں کا مددگار کبھی نجات نہیں پا سکتا اور ہمیں بے یار و مددگار چھوڑنے والا خدا کی نصرت کے قابل نہیں رہتا۔ اس بے ثبات دنیا کی لالچ کی وجہ سے ہماری مخالفت نہ کرو

۱۔ عبداللہ بن سبا کا نام سیف بن عمر تمیمی نے دوسری صدی کے نصف آخر میں اپنے دماغ سے گھڑا ہے۔ اس گھڑنت کے ٹھیک ایک سو بیس سال بعد یہ بات پھیلائی گئی کہ شیعیت کا بانی مبانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ سیف کے سوا اس فرضی داستان کو کسی اور نے بیان نہیں کیا اور ہر دور میں ابن سبا کا وجود ایک سوالیہ نشان رہا ہے۔ محققین کی ایک جماعت جس میں مصر کے ڈاکٹر طٰہٰ حسین بھی شامل ہیں کی سوچی سمجھی رائے ہے کہ ابن سبا کا وجود ایک ''تخیل'' سے زیادہ کچھ نہیں۔

محقق دوراں حضرت علامہ سید مرتضیٰ عسکری علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر تحقیق انیق و عمیق کے بعد **عبداللہ بن سبا اور دیگر تاریخی افسانے** کے عنوان سے تین جلدوں میں کتاب تحریر فرمائی ہے جو عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں شائع ہو چکی ہے۔ حضرت علامہ موصوف اپنی کتاب **احیائے دین میں ائمہ اہلبیتؑ کا کردار** جلد اول مطبوعہ مجمع علمی اسلامی میں فرماتے ہیں کہ احتیاط سے کام نہ لینے کی وجہ سے مکتب خلافت کی بہت ساری روایات مکتب اہلبیتؑ کی کتابوں میں در آئی ہیں۔ مکتب اہلبیتؑ کے صف اول کے علماء مثلاً شیخ طوسی، شیخ طبرسی، ملا فتح اللہ کاشانی، ملا احمد نراقی اور ملا باقر مجلسی وغیرہ نے خلفاء کے مکتب کی سیرت اور تاریخ کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے جو روایات نقل کی ہیں اس کی وجہ سے عجیب عجیب افسانے شیعوں کی اہم کتابوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ ان کی تحریروں پر بعض اوقات جو اعتراضات کئے گئے ہیں اس کی وجہ یہی ہے اور کوئی نہیں سمجھ پایا کہ جو افسانے اعتراضات کا موجب بنے ہیں وہ خلفاء کے مکتب کی کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں۔ اس لیے اگر کسی شیعہ کتاب میں ابن سبا کا ذکر ملتا ہے تو وہ بھی روایت منتقلہ ہے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

کیونکہ تم دنیا کو عنقریب چھوڑ دو گے اور جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دے گا کل قیامت کے دن سخت حسرت و افسوس میں مبتلا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کے متعلق فرمایا ہے: اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ○ پھر ایک آدمی یہ کہنے لگے کہ ہائے افسوس! میں نے خدا کے حق میں بڑی کوتاہی کی ہے اور میں تو مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ (سورۂ زمر: آیت ۵۶)

محمد بن حسن صفار قمی کی بصائر الدرجات میں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ابن کواء سے فرمایا: رجال اعراف سے مراد ہم ہیں۔ قیامت کے دن ہم جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑے ہوں گے۔ جنت میں بس وہی جائے گا جو ہمیں پہچانتا ہوگا اور جسے ہم پہچانتے ہوں گے اور دوزخ میں وہی جائے گا جو ہمارا انکار کرنے والا ہوگا اور ہم جسے پہچاننے سے انکار کر دیں گے۔ اگر خدا چاہتا تو لوگوں کو اپنی ذات کی براہ راست معرفت کراسکتا تھا، اگر وہ چاہتا تو لوگ اسے لاشریک مان لیتے اور اس کی عبادت کرتے لیکن اس نے ہمیں رحمت کا دروازہ، اپنے دین کا سیدھا راستا اور اپنے تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا ہے۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ... (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۱) یعنی جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے کی تفسیر میں منقول ہے کہ آل محمدؑ کی امامت کے منکر اور اغیار سے وابستگی اختیار کرنے والے دوزخ میں جائیں گے اور ان کی نجات اور دخولِ جنت کا کوئی بھی راستا نہیں ہوگا۔

حضرت رسول اکرمؐ کی مشہور حدیث ہے: اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَبَدًا... اس حدیث کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ آل محمدؐ سے تمسک نہیں کرتے اور ان سے دور رہتے ہیں اور ان کی امامت کا اقرار نہیں کرتے وہ گمراہ ہیں اور ان کی نجات کا کوئی راستا نہیں ہے۔

۱۳۔ غالی، خارجی اور ناصبی

مرحوم محقق نے شرائع الاسلام میں لکھا ہے:

غلو کرنے والے غالی کہلاتے ہیں۔ وہ لوگ جو حضرت علی علیہ السلام کو یا کسی امام کو خدا مانیں یا کہیں کہ وہ خدا کی مانند ہیں غالی ہیں۔ وہ لوگ بھی غالی ہیں جو کسی بھی انسان کو خدا مانیں۔ ایسے لوگ کافر ہیں۔

خارجی بھی کافر شمار ہوتے ہیں۔ خارجی وہ گروہ ہے جو کسی امام کے خلاف جنگ لڑے جیسے نہروان میں خوارج نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف خروج کیا تھا۔

غالیوں اور خارجیوں کی طرح ناصبی بھی کافر اور نجس ہیں۔ ناصبی وہ لوگ ہیں جو ائمہ اہلبیتؑ میں سے کسی امام سے دشمنی رکھے یا انھیں برا کہے مثلاً اسماعیلی فرقہ جو امام موسیٰ کاظمؑ کو برا کہتا ہے۔ (ج ۱، ص ۱۲)

علامہ حلی اپنی کتابوں معتبر اور منتہی المطلب میں لکھتے ہیں:

Presented by www.ziaraat.com

خوارج وہ ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں اور ضروریات دین کے تقاضوں کے تحت یہ فعل حرام ہے۔ اسی لیے یہ لوگ کافر ہیں اور ان لوگوں کو ناصبی بھی کہا جاتا ہے۔

غالی وہ ہیں جو امیرالمومنین یا ائمہ معصومین علیہم السلام کے بارے میں حد سے بڑھ جائیں اور انھیں خدا کے درجے میں سمجھیں۔ ایسے لوگ بھی دین اسلام سے خارج ہیں اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہوں اور توحید اور رسالت کی گواہی دیتے ہوں۔ (معتبر ج ۱، ص ۹۸۔ منتہی المطلب ج ۱، ص ۲۶)

علامہ سبزواری اپنی کتاب ذخیرۃ المعاد میں فرماتے ہیں:

خوارج اور غلات کے نجس ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ خوارج امام کی توہین کرنے کی وجہ سے کافر ہیں اور غالی غیر اللہ کو خدا ماننے کی وجہ سے کافر ہیں۔ جب ان کا کافر ہونا مسلم ہے تو ان کا نجس ہونا خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

هَلَکَ فِیَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ غَالٍ وَ مُبْغِضٌ قَالٍ. میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک وہ جو محبت میں حد سے بڑھ جائے اور ایک وہ جو دشمنی کی حد پار کر جائے۔ (حکمت ۱۱۷)

یَهْلِکُ فِیَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ وَ بَاهِتٌ مُفْتَرٍ. میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں مبتلا ہوں گے۔ ایک محبت میں حد سے بڑھ جانے والا ہے اور دوسرا جھوٹ و افترا باندھنے والا۔ (حکمت ۴۶۸)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: سَیَهْلِکُ فِیَّ صِنْفَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ یَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ اِلٰی غَیْرِ الْحَقِّ، وَ مُبْغِضٌ مُفْرِطٌ یَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ اِلٰی غَیْرِ الْحَقِّ، وَخَیْرُ النَّاسِ فِیَّ حَالًا النَّمَطُ الْاَوْسَطُ فَالْزَمُوْهُ. یاد رکھو کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوں گے۔ ایک حد سے زیادہ چاہنے والے اور ایک میرے مرتبے میں کمی کر کے دشمنی رکھنے والے کہ جنھیں یہ عناد حق سے بے راہ کر دے گا۔ میرے متعلق درمیانی راہ اختیار کرنے والے ہی سب سے بہتر حالت میں ہوں گے۔ تم اسی راہ پر جمے رہو۔ (خطبہ ۱۲۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ناصبی صرف وہی نہیں ہے جو اہم اہلبیت سے دشمنی رکھے کیونکہ تم کسی بھی شخص کو نہیں پاؤ گے جو کھل کر یہ کہے کہ میں محمدؐ و آل محمدؐ کا دشمن ہوں۔ ناصبی وہ ہے جو تم شیعوں کا دشمن ہو اور تمھیں اس لیے دشمن رکھے کہ تم ہم سے محبت رکھتے ہو اور ہمارے شیعہ ہو۔ (علل الشرائع ج ۲، ص ۶۰۱)

شہید ثانی شیخ زین الدین نے روض الجنان میں مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

خوارج کا تعلق ناصبیوں سے ہے کیونکہ وہ کھل کر حضرت علی علیہ السلام کی دشمنی کا اظہار کرتے ہیں۔ خوارج حضرت علیؑ سے صرف بغض و عناد ہی نہیں رکھتے بلکہ آپ سے جنگ کرنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ جہاں تک غالیوں کا تعلق ہے تو وہ لفظی اور معنوی دونوں لحاظ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ غالیوں کو اسلامی فرقہ شمار کرنا زیادتی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

دور حاضر کے عظیم فقیہ اور عارف ربانی جناب آیت اللہ محمد تقی بہجت لکھتے ہیں :

مسلمانوں کے مختلف مذاہب ایک دوسرے کی میراث کے حقدار ہیں لیکن غالی ، خارجی اور ناصبی مسلمانوں کے وارث نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح سے جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ضرورت کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے اور وہ کسی مسلمان کی میراث نہیں پاسکتا البتہ مسلمان غالی ، خارجی اور ناصبی کی میراث حاصل کرسکتا ہے۔ (توضیح المسائل ص ۴۵۲)

اہل کتاب کا غلو اور شرک

قرآن مجید بتاتا ہے کہ اہل کتاب نے اپنے دین میں بہت زیادہ تبدیلیاں کی تھیں۔ انھوں نے آسمانی کتابوں کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنے ذاتی نظریات کو اہمیت دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرح اپنی قدرت کاملہ سے باپ کے بغیر پیدا کیا تو اہل کتاب نے ان کے متعلق دو طرح کے نظریات پیش کئے۔ یہودیوں نے ان کی ماں مریم پاکؑ کے دامن عصمت پر تہمت لگائی اور عیسائیوں نے غلو سے کام لیتے ہوئے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اسی طرح یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا تھا۔

قرآن حکیم ہر طرح کی افراط وتفریط کا مخالف ہے اور وہ ہر جگہ اعتدال کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن حکیم اہل کتاب کی اس روش کی مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے : يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ○ اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح یعنی مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے) بلکہ خدا کے رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے تو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ تین (باپ۔ بیٹا۔ روح القدس) خدا ہیں۔ اس اعتقاد سے باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ خدا ہی معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ اور خدا ہی کارساز کافی ہے۔ (سورۂ نساء : آیت ۱۷۱)

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے دونوں گروہوں کے غلو پر مبنی نظریات کی وجہ سے ان کی مذمت فرمائی اور کہا: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ... اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ (سورۂ توبہ : آیت ۳۰)

Presented by www.ziaraat.com

مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں لیکن ہم ان ہی آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۴۔ لوگوں کو گمراہ کرنا

لوگوں کو گمراہ کرنا بہت بڑا گناہ کبیرہ ہے۔ جو کسی کو گمراہ کرے اس کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک گمراہ ہونے والے کو راہ راست پر نہ لے آئے۔

سورۂ نحل آیت ۲۵ میں ہے: لِيَحْمِلُوٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ○ وہ اپنے گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن خود اٹھائیں گے اور جن لوگوں کو لاعلمی کی وجہ سے گمراہ کر رہے ہیں یہ ان کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ کتنا ہی برا بوجھ ہے جسے یہ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: جو لوگوں کے لیے گمراہی کا دروازہ کھولے اور لوگوں کو دین سے منحرف ہونے کی دعوت دے تو لوگ منحرف ہو کر جتنے بھی گناہ کریں گے وہ گناہ خود ان لوگوں کے نامۂ اعمال کے ساتھ ساتھ گمراہ کرنے والے کے نامہ اعمال میں بھی لکھے جائیں گے اور اگر کوئی شخص لوگوں کو ہدایت دے تو ہدایت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور جن لوگوں کو اس نے ہدایت کی ہوگی ان کی نیکیوں کا ثواب ان کے نامہ اعمال کے علاوہ ہدایت کرنے والے کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔ (کافی ج ۱، ص ۳۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ (سورۂ مائدہ: آیت ۳۲) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اگر ایک انسان دوسرے انسان کو گمراہی سے نکال کر راہ ہدایت پر لے آئے تو یہ انسان اس انسان کی طرح ہے جس نے اس کی زندگی بچائی ہو اور ایک انسان کی زندگی بچانے والے کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی ہو۔ اور جو کسی انسان کو گمراہ کرے تو گویا اس نے اس انسان کو قتل کیا ہے اور ایک انسان کا قتل تمام انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۲۰)

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو کوئی گمراہی کی طرف بلائے تو جب تک وہ اپنی دعوت سے باز نہ آئے اس وقت تک وہ خدا کے غضب میں رہتا ہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرمان ہے: اَلْاِضْلَالُ اَعْظَمُ مِنَ الْقَتْلِ. لوگوں کو گمراہ کرنا قتل کرنے سے بڑا جرم ہے۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۳۱۶)

یہاں ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ گمراہ کن کتابوں کو پڑھنا، خریدنا یا بیچنا اور ان کو چھاپنا بھی حرام ہے اور یہ عمل گمراہی پھیلانے کے زمرے میں آتا ہے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

خدا کے گمراہ کرنے کا مفہوم

قرآن کریم میں بعض مقامات پر گمراہی کی نسبت خدا کی طرف دی گئی ہے اور يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا (سورۂ بقرہ: آیت ۲۶) جیسے کلمات دکھائی دیتے ہیں۔ علامہ مجلسی نے ان آیات کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاسقین، کافرین، ظالمین اور نافرمانی کرنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور وہ گمراہی میں پختہ تر ہوتے رہتے ہیں۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ جو جس چیز کے لائق دکھائی دیتا ہے اسے وہی مقام عطا کرتا ہے اور جو رحمت کا مستحق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرماتا ہے اور جو غضب کے لائق ہو اس پر اپنا غضب نازل کرتا ہے۔[۱]

لوگوں کو ہدایت کرنے کی جزا

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو حاکم بنا کر یمن بھیجا تو ان سے فرمایا: اے علیؑ! کسی سے اس وقت تک جنگ نہ کرنا جب اسے اسلام اور قبول حق کی دعوت نہ دے دو۔ خدا کی قسم! اگر تمہارے ہاتھ سے ایک شخص بھی ہدایت پا جائے تو یہ ہر چیز سے بہتر ہے اور یہ درحقیقت ایسا ہوگا جیسے تم نے اسے آزاد کر دیا۔ (کافی ج ۵، ص ۳۶)

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ جب امیرالمومنین علیہ السلام نے جنگ صفین کے دوران "رقہ" کے قریب پڑاؤ کیا تو لشکر معاویہ نے دریا کے گھاٹ پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ آپ نے شدید جنگ کے بعد معاویہ کے لشکر کو وہاں سے دھکیل دیا اور گھاٹ کا قبضہ چھڑا لیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اہل شام کو بھی پانی لینے کی اجازت ہے چنانچہ دونوں لشکر ایک ہی گھاٹ سے پانی بھرنے لگے۔ آپ نے کچھ دن تک خاموشی اختیار کئے رکھی اور معاویہ کو کوئی پیغام نہ بھیجا اور نہ ہی معاویہ نے آپ کے پاس کوئی پیغام بھیجا۔ حضرت علیؑ کے ساتھیوں نے آپ سے کہا: مولا! ہم اپنے بیوی بچوں کو کوفہ و عراق میں چھوڑ کر بلاد شام کو اپنا وطن بنانے تو نہیں آئے؟ آپ ہمیں جنگ کی اجازت دیں۔ آپ کی خاموشی کی وجہ سے لوگ باتیں بنانے لگے ہیں۔

آپ نے پوچھا کہ لوگ کیا باتیں بنا رہے ہیں؟

کہنے والوں نے کہا کہ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ موت سے ڈر کر جنگ نہیں کر رہے اور کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ کو اہل شام سے جنگ کرنے میں تامل ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں جنگ سے گھبرانے والا تھا ہی کب؟ میں بچپن اور جوانی میں جنگوں کا مشتاق رہا ہوں۔ اب جبکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور زندگی کا طویل عرصہ گزار کر چکا ہوں موت سے

۱۔ ہدایت اور گمراہی خدا کے ہاتھ میں ہے کی تفصیل کے لیے دیکھئے آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کی کتاب اصول عقائد صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ مجمع علمی اسلامی۔

Presented by www.ziaraat.com

کیوں ڈروں گا ؟ اور جہاں تک اہل شام سے جنگ کرنے میں تردد کی بات ہے اگر مجھے شک کرنا ہوتا تو میں اہل بصرہ کے متعلق شک کرتا۔ میں نے اس معاملے کو اچھی طرح سے چھان پھٹک کر دیکھا ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر میں نے ان سے جنگ نہ کی تو خدا اور اس کے رسولؐ کا نافرمان قرار پاؤں گا۔ میں ان لوگوں کو اس لیے ڈھیل دے رہا ہوں کہ شاید یہ لوگ راہ راست پر آجائیں یا ان میں سے ایک گروہ راہ راست پر آجائے۔ خیبر کے دن اللہ کے رسولؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ’’اگر تیرے ذریعے خدا کسی ایک انسان کو ہدایت دیدے تو یہ تیرے لیے اس سلطنت سے بہتر ہوگا جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔‘‘ (شرح نہج البلاغہ ج ۴، ص ۱۳)

ایک شخص نے رسول اکرمؐ سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا (نہ ذات میں نہ افعال میں نہ صفات میں نہ عبادت میں نہ اطاعت میں) اس کے بعد آپ نے اسے کچھ مزید نصیحتیں کیں۔ پھر فرمایا کہ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلاؤ اور ہر ہدایت پانے والے کے عوض خدا تجھے اولاد یعقوبؑ کے ایک فرد کی آزادی کا ثواب عطا کرے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۴۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص بھی کلمہ حق کہے اور سننے والا اس پر عمل کرے تو کلمہ خیر کہنے والے کو بھی عمل کرنے والے کے برابر ثواب دیا جائے گا جبکہ عمل کرنے والے کے ثواب میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی اور جو شخص کلمہ باطل کہے اور کوئی اس پر عمل کرے تو عمل کرنے والے کے گناہ کے برابر کلمہ باطل کہنے والے کو بھی گناہ ہوگا جبکہ عمل کرنے والے کے گناہ میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۱۹)

امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد امام علی نقی علیہ السلام فرماتے تھے کہ جب ہمارے قائم کی غیبت ہوگی تو ان کے غیبت میں چلے جانے کے بعد ایسے علماء موجود ہوں گے جو لوگوں کو ان کی امامت کے عقیدے کی دعوت دیں گے اور ان کے متعلق لوگوں کی رہنمائی کریں گے اور خدائی دلائل کے اسلحہ سے مسلح ہوکر دین کی محافظت کریں گے اور خدا کے کمزور بندوں کو ابلیس اور ناصبیوں کے جال میں پھنسنے سے بچائیں گے۔ اگر ایسے علماء نہ ہوتے تو لوگ اللہ کے دین کو چھوڑ کر مرتد ہو جاتے۔ یہی وہ علماء ہیں جو کمزور شیعوں کے دلوں کی ڈور کو یوں پکڑے ہوئے ہیں جیسا کہ ایک ملاح کشتی کی رسی پکڑ کر اسے ساحل پر لے آتا ہے۔ یہی لوگ اللہ کے ہاں دوسروں سے افضل ہوں گے۔

۱۵۔ گمراہ افراد کی پیروی

ظالموں، گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کی تائید کرنا حرام ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو شخص کسی ظالم کے ظلم پر راضی ہو اور ظالم کی بقا کا متمنی ہو تو وہ بھی ظلم میں اس کے ساتھ شریک ہے۔ ہر مسلمان پر واجب

Presented by www.ziaraat.com

ہے کہ وہ ظالم سے کنارہ کشی اختیار کرے اور اگر اس کے پاس طاقت ہو تو ظالم کی اصلاح اور رہنمائی کرے۔ اہل ظلم کی پیروی کرنا نہ صرف حرام ہے بلکہ اس کے جرم میں شرکت کے مترادف ہے البتہ تقیہ کے موارد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ قرآن و حدیث میں ظالموں کی مدد اور پیروی کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اہل ظلم و ستم کے پیروکاروں کو چند اصناف میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ شیطان اور اس کے پیروکار۔

۲۔ طاغوت (ظالم حکمران) اور ان کے پیروکار۔

۳۔ مدعیان باطل اور ان کے پیروکار۔

۴۔ مکتب اہلبیتؑ سے منحرف افراد اور ان کے پیروکار۔

۵۔ نفس امارہ کی پیروی کرنے والے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شخص کے ایک عمل میں مذکورہ تمام عوامل موجود ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا فعل بجا لائے جس کا تعلق مذکورہ بالا پانچوں اقسام سے ہو۔

قرآن بتاتا ہے کہ ہر نبی کے زمانے میں اہل باطل کا ایک گروہ موجود تھا جو لوگوں کو باطل کی دعوت دیتا تھا۔ یہ اصول صرف گزشتہ انبیاءؑ تک ہی نہیں رہا بلکہ خاتم الانبیاءؐ کے دور میں بھی گمراہ کن گروہ موجود تھا۔ حسب ذیل آیات سے یہی مفہوم اخذ ہوتا ہے: وَكَذَالِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○ وَلِتَصْغٰى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ○ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ○ اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا تھا۔ وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں طمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو ان کو اور جو کچھ یہ افترا کرتے ہیں اسے چھوڑ دو۔ (وہ ایسے کام) اس لیے بھی کرتے تھے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی باتوں پر مائل ہوں اور وہ انھیں پسند کریں اور جو کام وہ کرتے تھے وہی کرنے لگیں۔ (آپؐ کہہ دیجئے) کیا میں خدا کے سوا کوئی اور منصف تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف واضح المطالب کتاب بھیجی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات) دی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ (سورۂ انعام: ۱۱۲ تا ۱۱۵)

اللہ نے تمام امتوں پر واجب کیا تھا کہ وہ انبیاءؑ کے دشمنوں کی باتوں کو قبول نہ کریں اور صرف انبیاءؑ کی باتوں کو سنیں اور ان پر عمل کریں۔ ورنہ وہ منحرف اور وہ اہل شک قرار پائیں گے۔

امت اسلامیہ کے انحراف کی طرف بھی اللہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

Presented by www.ziaraat.com

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِی اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ ○ محمدؐ تو صرف اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو خدا کا کچھ نقصان نہیں کرے گا اور اللہ شکر گزاروں کو بڑا ثواب دے گا۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۴۴)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا سے اپنی امت کے انحراف کی شکایت کریں گے۔ قرآن میں ہے: وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَارَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا ○ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰی بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ○ رسولؐ (خدا کی بارگاہ میں) عرض کریں گے کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے تو اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا اور تمہارا پروردگار ہدایت دینے اور مدد کرنے کو کافی ہے۔ (سورۂ فرقان: آیت ۳۰۔۳۱)

قیامت کے دن منحرف افراد اپنے انحراف پر سخت شرمندہ ہوں گے مگر انھیں اس شرمندگی سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ سورۂ فرقان آیت ۲۷ تا ۲۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی يَدَيْهِ يَقُوْلُ يَالَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○ يَاوَيْلَتٰی لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ○ لَقَدْ اَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ○ اس دن ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا کہ کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا ہائے میری کم نصیبی! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس کے بہکائے میں آکر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی اور شیطان انسان کے لیے بے حد بے وفا نکلا۔

علی بن ابراہیم کی تفسیر قمی نیز روضہ کافی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کا اشارہ امیرالمومنین علیہ السلام کے سیاسی مخالفین کی طرف ہے۔

۱۶۔ بدشگونی اور نیک شگونی

بلاشبہ کائنات میں اللہ کے ارادے کے بغیر کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ ظاہری طور پر ہر تبدیلی کے پیچھے اس کے اسباب کارفرما ہوتے ہیں۔ ان اسباب میں کسی بھی معاشرے کی شائستگی یا فساد کا عمل دخل ہوتا ہے۔ چنانچہ اچھی اور بری تبدیلی انسانوں کی اچھائی یا برائی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ایک اصول ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنی نالائقی ثابت نہ کردے اللہ تعالیٰ اس کی حالت نہیں بدلتا۔ ارشاد اقدس الٰہی ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی يُغَيِّرُوْا بِاَنْفُسِهِمْ اللہ کسی قوم کی اس وقت تک حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دے۔ (سورۂ رعد: آیت ۱۱) اس کے برعکس لوگوں کی ایک بڑی تعداد توہم پرستی میں مبتلا دکھائی دیتی ہے۔ اس طرح کے لوگوں کے ساتھ اگر کوئی واقعہ پیش آجائے تو وہ اس کی توجیہہ میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص مل گیا تھا یا فلاں جانور منحوس تھا یا فلاں جانور بولا تھا جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا ہے مثلاً اگر کوئی شخص سفر سے ناکام

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

واپس آئے تو کہتا ہے کہ بلی راستا کاٹ گئی تھی۔ شریعت طاہرہ اس طرح کے اسباب کو تسلیم نہیں کرتی اور ان کو خرافات قرار دیتی ہے۔ شریعت کہتی ہے کہ ان چیزوں کی ہرگز پروا نہیں کرنا چاہیے۔

قرآن کریم نے بدشگونی اور بدفالی سے منع کیا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ سابقہ امتوں کا یہ طریقہ تھا کہ ان پر جب بھی کوئی افتاد ٹوٹتی تو وہ انبیاؑء و صالحین کو اس کا سبب قرار دیتی اور کہتی کہ ان لوگوں کی نحوست نے ہم پر سایہ کیا ہوا ہے۔ سورۂ مبارکہ یٰسؔ کی آیت ۱۸ میں ہے کہ بستی والوں نے انبیاؑء کی دعوت یہ کہہ کر ٹھکرا دی تھی کہ اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ہم تم کو نامبارک دیکھتے ہیں۔ اگر تم اپنی تبلیغ سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمھیں سنگسار کر دیں گے اور ہم تم کو دردناک سزا دیں گے۔

فرعون اور قوم فرعون کی بھی یہی روش تھی۔ قرآن میں ہے: فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ جب انھیں کوئی اچھائی پہنچتی تو کہتے تھے کہ ہم اسی کے مستحق ہیں اور جب کبھی ان پر برے دن آتے تو وہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے لیے فال بد ٹھہراتے تھے۔ حالانکہ ان کی فال بد تو اللہ کے پاس تھی مگر ان کی اکثریت بے علموں پر مشتمل تھی۔ (سورۂ اعراف: آیت ۱۳۱)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بدفالی کا عقیدہ رکھتا ہے بدفالی اس پر اثر انداز ہوتی ہے اور جو ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو اس پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔

بدفالی اور بدشگونی کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

(۱) اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ. بدفالی اور بدشگونی خدا کے ساتھ شرک ہے۔

(۲) مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهٖ فَقَدْ اَشْرَكَ جسے بدشگونی حاجت طلبی سے روک دے اس نے شرک کیا۔

(۳) مَنْ خَرَجَ وَيُرِيْدُ سَفَرًا فَرَجَعَ مِنْ طَيْرٍ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ. جو شخص سفر کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے پھر کسی پرندے کی آواز سن کر بدشگونی کرتے ہوئے واپس آجائے تو اس نے ان تعلیمات کا انکار کیا ہے جو محمدؐ پر نازل ہوئی ہیں۔

(۴) لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ وَلَا مَنْ تُطُيِّرَ لَهٗ، اَوْ تَكَهَّنَ اَوْ تُكُهِّنَ لَهٗ، اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَهٗ. وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بدشگونی لے یا اس کے لیے بدشگونی لی جائے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو کہانت کرے یا اس کے لیے کہانت کی جائے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے جو جادو کرے یا اس کے لیے جادو کیا جائے۔ (میزان الحکمۃ ج ۵، ص ۵۷۸ بحوالہ کنز العمال)

(۵) كَفَّارَةُ الطِّيَرَةِ التَّوَكُّلُ. بدشگونی کا کفارہ یہ ہے کہ انسان اس کی پروا نہ کرے اور خدا پر توکل کرے۔ (کافی ج ۷، ص ۱۹۷)

اسلام میں بدشگونی منع ہے جبکہ نیک فال لینا بہتر ہے۔ آنحضرتؐ کے متعلق منقول ہے کہ آپ اکثر

Presented by www.ziaraat.com

نیک فال لیا کرتے تھے اور معصومینؑ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا نیک فال لیا کرو۔ اسے حاصل کرلو گے۔
(میزان الحکمۃ ج ۳، ۲۳۵۳۔ علامہ محمد حسین طباطبائی، تفسیر المیزان ج ۱۹، ص ۷۷)

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ نبی اکرمؐ نیک فال کو پسند کرتے تھے اور بدشگونی سے نفرت کرتے تھے۔
آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص نامانوس چیز دیکھے اور اس سے بدشگونی محسوس کرے تو وہ یہ کہے: اَللّٰھُمَّ لَا یُؤْتِی الْخَیْرَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِکَ. پروردگار! اچھائی تیری جانب سے ہی نصیب ہوتی ہے اور تکالیف کو تو ہی دور کرتا ہے تیرے علاوہ کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بد فالی کو اگر تم اہمیت نہ دو گے تو کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا اور اگر تم اس کو اہمیت دو گے تو اس کا اثر ہوگا۔

۱۷۔ لوگوں کے عقائد میں شکوک پیدا کرنا

لوگوں کے صحیح عقائد میں شکوک پیدا کرنا بدترین گناہ ہے اور یہ لوگوں کے نظریات سے خیانت اور ابلیس کی عملی مدد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بہت سی آیات میں علمائے اہل کتاب کی اس روش کی شدید مذمت کی ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ آیت ۴۲ میں ارشاد خداوندی ہے: وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ حق و باطل کو آپس میں مخلوط نہ کرو اور جان بوجھ کر حق کو مت چھپاؤ۔

سورۂ آل عمران آیت ۷۱ میں ان کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یَا اَھْلَ الْکِتَابِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور جان بوجھ کر حق کو کیوں چھپاتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے ہو۔

سورۂ کہف آیت ۵۶ میں اسے کافروں کا فعل قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ کافر اپنی باطلانہ گفتگو سے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو شکست دیں۔

سورۂ مومن آیت ۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کَذَّبَتْ قَبْلَھُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِھِمْ وَھَمَّتْ کُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِھِمْ لِیَاْخُذُوْهُ وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُھُمْ فَکَیْفَ کَانَ عِقَابِ ○ ان سے پہلے نوح کی قوم بھی جھٹلا چکی ہے اس کے بعد دوسرے بہت سے گروہوں نے بھی یہ کام کیا ہے۔ ہر قوم اپنے رسول پر جھپٹی تاکہ اسے گرفتار کرے۔ ان سب نے باطل کے ہتھیاروں سے حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کی مگر آخرکار میں نے ان کو پکڑ لیا پھر دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی؟

سورۂ نحل آیت ۲۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: لِیَحْمِلُوْا اَوْزَارَھُمْ کَامِلَةً یَّوْمَ الْقِیَامَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَھُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ اَلَا سَآءَ مَایَزِرُوْنَ ○ وہ یہ باتیں اس لیے کر رہے ہیں کہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے اٹھائیں اور ساتھ ساتھ کچھ ان لوگوں کے بوجھ بھی سمیٹیں جنھیں یہ بربنائے جہالت گمراہ کر رہے

Presented by www.ziaraat.com

ہیں دیکھ کیسا برا بوجھ ہے جسے یہ اٹھا رہے ہیں۔

سورۂ مائدہ آیت ۳۲ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ...مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا... جس نے کسی انسان کوخون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کی سزا کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

آیت بالا کے ضمن امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص کسی گمراہ شخص کو گمراہی سے نجات دے اور اسے ہدایت دے تو گویا اس شخص نے اسے زندگی بخشی ہے اور جو کسی مومن کو گمراہ کرے تو گویا اس نے اسے قتل کیا ہے۔

۱۸۔ خودساختہ دین قائم کرنا اور اس کی سزا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب بدعت اور بدخلق شخص کی توبہ قبول نہیں فرماتا۔ آنحضرتؐ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں بدعت اور بداخلاقی کی محبت گھر کیے ہوئے ہوتی ہے۔ (بحار الانوار ج ۱۱۰، ص ۷۸)

وسائل الشیعہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پچھلے زمانے میں ایک شخص تھا اس نے حلال ذرائع سے رزق حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی پھر اس نے حرام ذرائع سے رزق تلاش کیا لیکن پھر بھی اسے خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ شیطان اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اگر تو چاہے تو میں تجھے ایسا طریقہ بتا سکتا ہوں جس سے تیرے رزق میں اضافہ ہوگا اور لوگ تیری پیروی کرنے لگ جائیں گے؟

اس نے کہا: ہاں۔ مجھے بھی اسی چیز کی تلاش ہے۔

شیطان نے اس سے کہا کہ تو نیا دین بنا لے اور لوگوں کو اس کی دعوت دے۔ چنانچہ اس شخص نے نیا دین بنا کر لوگوں کو اس کی دعوت دینی شروع کی۔ کچھ ہی دنوں میں اس کے پاس دولت کے ڈھیر لگ گئے اور بہت سے لوگ اس کی پیروی کرنے لگے۔ کچھ دنوں کے بعد اس شخص نے اپنے آپ سے کہا کہ تو نے نیا دین بنا کر بڑا غضب ڈھایا ہے۔ اب تیری توبہ اسی صورت قبول ہوسکتی ہے کہ جن لوگوں کو تو نے بہکایا ہے ان کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کر۔ ممکن ہے کہ اس طرح خدا تیرا گناہ بخش دے۔ یہ سوچ کر وہ شخص اپنے ماننے والوں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ میں نے جھوٹ بولا تھا اور تمھیں گمراہ کیا تھا۔ جس دین کی میں نے دعوت دی تھی وہ میرا ساختہ پرداختہ تھا لہٰذا تم لوگ میری بتائی ہوئی باتوں پر نہ چلو اور حقیقی دین پر عمل کرو۔

پیروکاروں نے کہا: نہیں۔ تم نے بالکل سچ کہا تھا۔ ہم نے تمہاری پیروی کی تھی لیکن اب تمھیں اس

Presented by www.ziaraat.com

سچے دین میں شک ہوا ہے اور تم نے اس دین کو چھوڑ دیا ہے۔ ہم تو اپنے دین پر قائم ہیں۔

اس شخص نے دیوار میں ایک کیل ٹھونک کر اس کے ساتھ ایک زنجیر باندھ دی اور زنجیر کا دوسرا سرا اپنے گلے میں باندھ دیا اور کہنے لگا کہ جب تک خدا میری توبہ قبول نہیں کرے گا اس وقت تک میں اپنے گلے سے زنجیر نہیں ہٹاؤں گا۔

خدا نے اس زمانے کے پیغمبر کی طرف وحی بھیجی کہ تم جا کر اس شخص سے کہو کہ خدا تم سے یہ کہہ رہا ہے: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر تو مجھے اتنا پکارے کہ پکارتے پکارتے تیرے جسم کے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں پھر بھی میں تیری دعا قبول نہیں کروں گا۔ ہاں جو لوگ تیرا خودساختہ دین لے کر مر گئے ہیں انھیں واپس دنیا میں پلٹا دے تو پھر اور بات ہے (مقصد یہ ہے کہ تیری توبہ قابل قبول نہیں)۔

شیخ صدوق کی معانی الاخبار میں ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو کوئی بدعت ایجاد کرے یا بدعت ایجاد کرنے والے کو پناہ دے اس پر اللہ، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اس سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی توبہ قبول ہوگی۔

www.ziaraat.com Sapee-e-Sakina

۱۹۔ دین میں بدعت کرنا

دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالنا جس سے اصول میں فرق پڑتا ہو بدعت کہلاتا ہے۔ بالفاظ دیگر بدعت وہ چیز ہے جو دین میں شامل نہ ہو اور اسے دین میں شامل کر دیا جائے یا کوئی چیز دین میں شامل ہو اور اسے دین سے نکال دیا جائے۔ اِدْخَالُ مَا لَيْسَ فِي الدِّيْنِ فِي الدِّيْنِ وَاِخْرَاجُ شَيْءٍ مِنَ الدِّيْنِ عَنِ الدِّيْنِ.

اس عمل کو تشریع یعنی شریعت سازی بھی کہا جاتا ہے۔ دین ان تعلیمات کا مجموعہ ہے جس کے حدود اور احکام کو رسول اکرمؐ اور ان کے برحق جانشینوں نے بیان کیا ہے لہٰذا ائمہ ہدیٰ کی توضیحات کو ہرگز بدعت نہیں کہا جاسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دین کے بیان کرنے والے اور احکام اسلام کی وضاحت کرنے والے اور دین کی حدود کے نگہبان تھے۔ قرآن کریم میں اجمالی احکام ہیں جبکہ ان کی تفصیل رسول خداؐ اور ائمہ ہدیٰ نے بیان کی ہے۔

حضرت رسول اکرمؐ اور ائمہ ہدیٰ کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اسلامی احکام، عبادات و قوانین میں کسی چیز کو اپنی طرف سے داخل کرے یا دین کے کسی حکم کو اپنی صوابدید کے مطابق معطل کرے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ بہت گنہگار ہے۔ علماء کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے حقیقت بیان کریں اور بدعت کا خاتمہ کریں اور بدعت اختراع کرنے والے کی بھرپور مذمت اور مخالفت کریں۔ لوگوں کو بدعت سے آگاہ کریں اور بدعتی شخص سے انھیں نفرت دلائیں تاکہ عوام ان کی باتوں کے فریب میں نہ آئیں۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے کہ اِذَا ظَهَرَتِ الْبِدَعُ فَعَلَى الْعَالِمِ اَنْ يُظْهِرَ عِلْمَهُ وَاِلَّا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ... جب لوگوں میں بدعات پھیل جائیں تو عالم کا فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا

Presented by www.ziaraat.com

اظہار کرے ورنہ اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ (کافی ج ۱، ص ۵۴)

بحار الانوار میں ہے کہ کتاب المحاسن کی عبارت یہ ہے: اِذَا ظَهَرَتِ الْبِدَعَةُ فِیْ اُمَّتِیْ فَلْیُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَاِنْ لَمْ یَفْعَلْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ...

اسی لیے علماء کا فرض ہے کہ وہ بدعات کی کھل کر مخالفت کریں تاکہ اللہ کی لعنت سے محفوظ رہ سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اس عمل کی مذمت کی ہے اور اسے حرام اور ممنوع قرار دیا ہے اور بدعت پرور لوگوں کو کافر، فاسق، ظالم اور آخرت کے بدلے دنیا خریدنے والے افراد قرار دیا ہے۔

اس کی مکمل بحث "اللہ کے فرمان سے ہٹ کر فیصلہ کرنا" کے عنوان سے آگے پیش کی جائے گی۔

معصومینؑ نے بھی اس عمل کی شدید مذمت کی ہے۔

حضرت امیرالمومنینؑ کا فرمان ہے: اَلسُّنَّةُ مَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالْبِدْعَةُ مَا اُحْدِثَ مِنْ بَعْدِهٖ.

(مستدرک الوسائل ج ۱، ص ۳۰۲۔ بحار الانوار ج ۲، ص ۲۶۶)

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا مقصود ایسے تمام امور بدعت ہیں جنھیں رسول اکرمؐ کے بعد خلفاء نے اپنی طرف سے رائج کیا تھا۔ خلفاء میں سے خلیفہ ثانی کی "اولیات" بہت زیادہ ہیں اور مرور زمانہ کے ساتھ لوگ ان بدعات سے اتنے مانوس ہو گئے تھے کہ حضرت علیؑ اپنے دور خلافت میں انھیں ختم نہیں کر سکے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ اگر میں خلیفہ ثانی کی اولیات پر پابندی عائد کردوں تو میرا لشکر مجھے چھوڑ دے گا۔[۱]

علامہ سید شرف الدین نے خلفائے ثلاثہ کے اجتہادات پر مشتمل کتاب النص والاجتہاد لکھی ہے۔

ہم نے بھی اپنی کتاب میزان الحق میں خلفاء کی بدعات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ بدعات دوسروں نے پھیلائی لیکن علمائے اہلسنت شیعوں کو بدعتی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ وہی کچھ کہتے ہیں جو کچھ اہلبیتؑ نے کہا ہے اور رسول خداؐ نے اپنی احادیث سے ہم پر اہلبیتؑ کی پیروی واجب قرار دی ہے۔

کاش! کوئی صاحب انصاف ہوتا جو ان سے کہتا کہ کیا آپ کے بزرگوں نے بدعات اختراع نہیں کی تھیں؟ کیا آپ کے چار فقہی مذہب کسی حدیث پر قائم ہوئے ہیں؟ اور مذاہب اربعہ کی فقہ جو کہ قیاس، رائے اور استحسان پر مبنی ہے کیا یہ فقہ حدیث پر مبنی ہے؟ اور کیا رسول خداؐ نے امت کو مذاہب اربعہ کے بانیان کی تقلید کا

۱۔ امام علیؑ نے اپنے خاص اصحاب کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: اگر میں تحریفات کو دور کر کے اسلام کا اصلی حکم نافذ کروں تو جو لشکر میرے گرد جمع ہے وہ مجھ سے علیحدہ ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! جب میں نے لوگوں سے کہا کہ رمضان میں فرض نمازوں کے سوا باقی نمازوں کے لئے جماعت نہ کرو کیونکہ نفلی نماز کی جماعت بدعت ہے تو کچھ سپاہی جو میرے گرد لڑتے ہیں، چیخ کر کہنے لگے کہ "اے اہل اسلام! سنت عمرؓ کو بدلا جا رہا ہے۔ علیؑ ہمیں تراویح سے روک رہے ہیں۔" مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میرے لشکر میں بغاوت ہی نہ پھیل جائے۔ (روضہ کافی ص ۵۸۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء ص ۱۳۶) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

حکم صادر فرمایا تھا ؟ جبکہ رسول خداؐ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ آپ نے اپنی امت کو قرآن و اہلبیتؑ سے وابستہ رہنے کا حکم دیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا:

اَلْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ وَ عَلِيٌّ مَّعَ الْقُرْآنِ. قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں۔

(حاکم، مستدرک ج ۳، ص ۱۲۴)

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهٖ فَقَدِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَمَنْ اَفْتَى النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَعَنَهُ مَلَآئِكَةُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ سَبِيْلُهَا اِلَى النَّارِ. جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی تو اس نے خدا پر جھوٹ باندھا اور جو بھی علم کے بغیر لوگوں کو فتویٰ دے گا تو اس پر آسمان اور زمین کے فرشتے لعنت کریں گے۔ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستا دوزخ ہے۔ (شیخ صدوق، اکمال الدین ص ۲۵۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: لَا تَصْحَبُوْا اَهْلَ الْبِدَعِ وَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَتَصِيْرُوْا عِنْدَ النَّاسِ كَوَاحِدٍ مِّنْهُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: اَلْمَرْءُ مَعَ دِيْنِ خَلِيْلِهٖ وَ قَرِيْنِهٖ. بدعت کرنے والوں کو دوست نہ بناؤ اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو ورنہ لوگ تمھیں بھی انہی جماعت کا ایک فرد سمجھیں گے۔ رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ انسان اپنے ساتھی کے دین پر ہوتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۵)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: مَنْ اَتٰى ذَا بِدْعَةٍ فَعَظَّمَهُ فَاِنَّمَا سَعٰى فِيْ هَدْمِ الْاِسْلَامِ. جو کسی بدعتی کے پاس جائے اور اس کی تعظیم کرے تو اس نے درحقیقت اسلام کو منہدم کرنے کی کوشش کی ہے۔

(مستدرک الوسائل ج ۱، ص ۳۰۳۔ بحار الانوار ج ۷، ص ۲۰۱۔ کتاب المحاسن ج ۱، ص ۲۰۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بدعت کا ایجاد کرنا بھی گناہان کبیرہ میں شامل ہے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ مَنْ تَبَسَّمَ فِيْ وَجْهِ مُبْدِعٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ دِيْنِهٖ. جو کسی بدعتی کو دیکھ کر اس کے سامنے مسکرائے اس نے اپنے دین کو منہدم کرنے میں مدد کی ہے۔ (بحار الانوار ج ۴۷، ص ۲۱۷)

بعض روایات میں آیا ہے کہ بدعتی کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

نص کے مقابلے پر اجتہاد

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خلفاء نے نص کے مقابلے پر بہت سے اجتہاد کیے تھے جن کی تفصیل کے لیے ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ ہم یہاں بطور نمونہ کچھ خودساختہ اجتہادات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ ہم یہ سطور صرف اس لیے لکھ رہے ہیں کہ علمائے اہلسنت آج کل یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ ان کا مذہب قرآن و سنت پر قائم ہے اور شیعہ ایک بدعتی گروہ ہے۔ لہٰذا ہم اس غلط فہمی کو زائل کرنے کی غرض سے خلفاء کے چند اجتہادات پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ سنت کے پیروکار کون ہیں اور

Presented by www.ziaraat.com

بدعت نواز کون ہیں۔

اہلسنت کا ویسے تو پورا مذہب ہی بدعت کا مجسمہ ہے کیونکہ رسول خداؐ نے ان کے خلفاء وائمہ کی خلافت وامامت کا اعلان نہیں کیا تھا اور نہ ہی آپ نے امت کو ان کی پیروی کا حکم دیا تھا۔

ذیل میں چند بدعات بیان کی جاتی ہیں:

(۱) اشعری مذہب کے امام قوشجی نے شرح تجرید میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے برسر منبر کہا تھا: **ثَلَاثٌ کُنَّ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْهٰی وَاُحَرِّمُهُنَّ وَ اُعَاقِبُ عَلَیْهِنَّ: مُتْعَةُ الْحَجِّ ، وَ مُتْعَةُ النِّسَآءِ وَ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ.** تین باتیں رسول خداؐ کے عہد میں جائز تھیں۔ میں ان سے روک رہا ہوں اور ان کو حرام قرار دیتا ہوں اور جو ان تین باتوں پر عمل کرے گا میں اسے سزا دوں گا اور وہ باتیں جنھیں ممنوع کر رہا ہوں وہ یہ ہیں۔ **متعة الحجّ** (حج تمتع [۱]) ، **متعة النساء** اور **حی علی خیر العمل.**

ہمیں سخت تعجب ہے کہ خلیفہ نے کیسے اعلان کیا کہ یہ تین چیزیں زمانۂ رسولؐ میں حلال تھیں اور میں ان کو حرام قرار دیتا ہوں اور جو کوئی ان پر عمل کرے گا اسے سزا دوں گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا خلیفہ صاحب رسول تھے؟ کیا اللہ نے مذکورہ احکام کے منسوخ ہونے کی ان پر وحی فرمائی تھی؟! اس سے زیادہ تعجب ان کے پیروکاروں پر ہے جو ان کے خلاف شریعت فیصلوں کو آج بھی دین کا حصہ تسلیم کرتے ہیں اور مخالفت رسولؐ کو اجتہاد کے دامن میں چھپانے کی کوششیں کیئے جا رہے ہیں۔

(۲) خلیفہ ثانی نے اپنے دور حکومت میں اذان فجر میں **الصلاۃ خیر من النوم** کا جملہ بڑھا دیا تھا۔ مؤطا مالک

۱۔ مفتی فیصل خورشید جاپان والا اپنی کتاب **غامدی صاحب علماء کی نظر میں** مطبوعہ اگست ۲۰۰۸ء کے صفحہ ۱۳۰ پر سنت کی بحث کے ذیل میں لکھتے ہیں: بخاری نے مروان بن حکم سے یہ روایت کی ہے کہ مروان نے کہا: ''میں حضرت علیؓ و حضرت عثمانؓ کے ساتھ موجود تھا (حج کے موقع پر) مکہ و مدینہ کے درمیان اور حضرت عثمانؓ لوگوں کو حج تمتع (کی نیت کرنے) سے منع کر رہے تھے کہ دونوں کو ایک ساتھ جمع نہ کیا جائے۔ جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو دونوں کی نیت ایک ساتھ کی اور کہا: ''لبیک بحجة و عمرة'' (حج تمتع کی نیت باندھنے کا جو عام معروف طریقہ ہے) ''اے اللہ میں حاضر ہوتا ہوں حج و عمرہ دونوں کی نیت کے ساتھ۔'' تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ میں لوگوں کو ایک چیز سے منع کر رہا ہوں اور آپ اسے اپنا رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ ''لوگوں میں سے کسی کی بات کی وجہ سے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔''

بخاری، بابُ التَّمَتُّعِ وَالْاِقْرَانِ میں یہ روایت یوں ہے:... عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَکَمِ قَالَ شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ عُثْمَانُ یَنْهٰی عَنِ الْمُتْعَةِ وَاَنْ یُجْمَعَ بَیْنَهُمَا فَلَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ اَهَلَّهَا بِهِمَا لَبَّیْکَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ قَالَ مَا کُنْتُ لِاَدَعَ سُنَّةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ اَحَدٍ. (مطبوعہ عالم الکتب، بیروت، ج ۲)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ بھی اپنے عہد خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے سے لوگوں کو روکتے تھے جبکہ حضرت علیؓ صرف سنت رسولؐ پر عمل کرتے تھے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

میں مرقوم ہے کہ مؤذن انھیں جگانے کے لیے ان کے دروازے پر آیا اور اس نے الصلاۃ خیر من النوم کہا۔ خلیفہ کو یہ الفاظ پسند آئے اور انھوں نے حکم دیا کہ آئندہ ان کلمات کو اذان میں کہا کرے حالانکہ یہ جملہ رسول خداؐ کے زمانے میں اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں رائج نہیں تھا اور خود حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں بھی یہ جملہ موجود نہیں تھا۔

اذان و اقامت کے جملے زمانہ پیغمبرؐ ہی میں بیان کر دیے گئے تھے۔ چنانچہ وسائل الشیعہ میں مرقوم ہے کہ جبریل امینؑ آنحضرت کی خدمت اقدس میں اذان و اقامت لے کر حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے وہ کلمات حضرت علیؑ کو یاد کرائے اور انھیں حکم دیا کہ وہ یہ کلمات حضرت بلالؓ کو یاد کرائیں اور انھیں مؤذن مقرر کریں۔ جبریل امینؑ نے اذان و اقامت کے وہی کلمات بیان کیے تھے جو آج شیعہ اذان اور اقامت میں کہتے ہیں۔[۱]

حضرت عمرؓ نے اذان فجر میں الصلاۃ خیر من النوم کے جملے کا اضافہ کیا اور حی علیٰ خیر العمل کا جملہ اذان سے یہ کہہ کر نکال دیا کہ لوگ جب نماز کو بہترین، عبادت سمجھیں گے تو جہاد پر کوئی نہیں جائے گا۔

(النص والاجتہاد ص ۱۸۸ کا خلاصہ۔ محمد سالم عزان، کتاب حی علیٰ خیر العمل ص ۳۵)

(۳) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں طلاق کے اصول بیان فرمائے ہیں: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ طلاق دو بار ہے۔ (یعنی جب دو دفعہ طلاق دیدی جائے تو) پھر بیوی کو بطریق شائستہ شوہر اپنے پاس روک لے یا اچھے انداز سے رخصت کر دے۔ (سورہ بقرہ: آیت ۲۲۹)

مقصد یہ ہے کہ تین طلاقیں ضروری ہیں اور ہر طلاق کے درمیان ایک طہر کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ شوہر چاہے تو پہلی اور دوسری طلاق دینے کے بعد اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے۔ اگر وہ دو بار طلاق دینے کے بعد رجوع کرے (جیسا کہ قرآن نے کہا ہے) تو وہ اس پر حلال ہے۔ اگر شوہر رجوع کر لینے کے بعد اب تیسری بار طلاق دے گا تو وہ عورت اس پر حرام ہوگی اور تب تک حلال نہ ہوگی جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے شادی نہ کر لے۔

رسول اکرمؐ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں طلاق کا یہی طریق کار تھا۔ پھر جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ ایک ہی نشست میں ایک ارادے کے ساتھ تین طلاقیں دینے لگے ہیں تو انھوں نے اس بات کو جو وہ کر رہے تھے ان پر لازم کر دیا اور کہا کہ جو کوئی ایک ہی نشست میں اپنی بیوی کو تین

۱۔ اذان کے اٹھارہ اور اقامت کے سترہ جملے ہیں اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ اذان اور اقامت کا جزو نہیں ہے۔ (توضیح المسائل) اسی لیے دیانتداری سے کام لیتے ہوئے شیعہ مؤذن اذان اور اقامت میں شہادت ثالثہ کے لیے اَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ یا اَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيًّا وَ اَوْلَادَهُ الْمَعْصُوْمِيْنَ حُجَجُ اللّٰهِ اور اَشْهَدُ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ وَ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ خَلِيْفَتُهٗ بِلَا فَصْلٍ جیسے مختلف الالفاظ جملے کہتا ہے جو خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جملے اذان اور اقامت کا جزو نہیں ہیں کیونکہ تشریع میں کمی بیشی یا ردوبدل نہیں ہوسکتا۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

طلاق دے گا اس کی تین طلاقیں شمار ہوں گی اور بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ پھر جب تک حلالہ نہ ہو وہ عورت پہلے مرد کے لیے حرام ہوگی۔

اس وقت اہلسنت حضرت عمرؓ کی متعارف کردہ طلاق کو طلاق بائن کا درجہ دیتے ہیں جو کہ قرآن وسنت کی نص کے صریحاً خلاف ہے۔

(۴) خلیفہ ثانی نے ایک عجیب وغریب اجتہاد یہ کیا کہ نوافل رمضان کی جماعت شروع کرادی جبکہ رسول خداؐ کے دور میں یہ جماعت نہیں ہوتی تھی۔ خلیفہ اول کے زمانے میں بھی مسلمان رمضان کے نوافل انفرادی طور پر ہی پڑھا کرتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے مستحب نماز میں جماعت شروع کرادی جبکہ مستحب نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا ممنوع اور حرام ہے۔

اس واقعے کی ابتدا یوں ہوئی کہ ماہ رمضان کی ایک رات انھوں نے دیکھا کہ بہت سے مسلمان مسجد نبوی میں نوافل ادا کر رہے تھے۔ کوئی قیام میں تھا اور کوئی رکوع اور کوئی سجدہ کر رہا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نوافل رمضان کو جماعت سے پڑھا جائے۔ انھوں نے تمام اسلامی شہروں میں اس کا حکم بھیجا اور مدینہ میں دو افراد کو امامت کے لیے مقرر کیا۔

حضرت عمرؓ نے خود اسے ''بدعت'' سے تعبیر کیا تھا۔ جب ان کے حکم کے مطابق ابی بن کعب نے نوافل رمضان کی جماعت شروع کرائی اور خلیفہ نے لوگوں کا یہ منظر دیکھا تو کہا تھا: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ. یہ بہت اچھی بدعت ہے۔ (شہرستانی، کتاب وضوء النبیؐ ج ۲، ص۱۷۲)

یہ بدعت حسنہ تراویح کے نام سے اہلسنت میں رائج ہے۔

علامہ سید شرف الدین عاملی اپنی کتاب النص والاجتہاد میں رقمطراز ہیں:

صحیح بخاری میں عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے منقول ہے کہ ماہ رمضان کی ایک رات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد میں گیا۔ انھوں نے دیکھا کہ لوگ جدا جدا نماز پڑھنے میں مصروف ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ اگر ان لوگوں کو ایک امام کے پیچھے کھڑا کردوں تو یہ بہتر ہوگا۔ پھر انھوں نے ابی بن کعب کو حکم دیا کہ لوگوں کی جماعت کرائیں۔

راوی کہتا ہے کہ جب اس فرمان پر عمل ہونے لگا تو میں ایک اور رات ان کے ساتھ مسجد گیا جب حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ایک امام کے پیچھے کھڑا دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ''یہ اچھی بدعت ہے جسے میں نے رواج دیا ہے۔''

قسطلانی شرح بخاری میں نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اسے بدعت اس لیے کہا تھا کہ رسول خداؐ کی حیات طیبہ میں نوافل کی جماعت نہیں تھی اور کوئی بھی شخص نوافل رمضان کو جماعت سے ادا نہیں کرتا تھا۔ حد یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں بھی جماعت کا رواج نہیں تھا۔ نوافل رمضاں کی

Presented by www.ziaraat.com

جماعت کا پہلے رواج نہیں تھا اور اس کی رکعات کی مقدار بھی نہیں تھی۔

(۵) نماز جنازہ میں چار تکبیرات کو رواج دینا۔ رسول اکرمؐ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہتے تھے جبکہ حضرت عمرؓ نے چار تکبیروں کو رواج دیا۔

احمد بن حنبل اپنی مسند میں رقمطراز ہیں کہ عبد الاعلیٰ کا بیان ہے کہ میں نے صحابی رسولؐ زید بن ارقمؓ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ انھوں نے نماز میں پانچ تکبیریں کہیں۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اٹھے اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر کہا کہ کیا تم (عمرؓ کے فرمان کو) بھول گئے ہو؟

انھوں نے کہا کہ نہیں، میں نے اپنے خلیل ابو القاسمؐ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تھی انھوں نے پانچ تکبیریں کہی تھیں۔ میں آنحضرتؐ کے طریقے کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۴، ص ۳۷۰)

(۶) حضرت عمرؓ نے وراثت کی تقسیم میں ''عول'' اور ''تعصیب'' کو رواج دیا تھا جبکہ قرآن کریم میں وراثت کے چھ سہام [1] مقرر ہیں اور ہر وارث کے لیے علیحدہ علیحدہ حصہ مقرر کیا گیا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ امیر المومنینؑ فرمایا کرتے تھے کہ جو ذات صحرائے عالج کی ریت کے ذرات کی تعداد کو جانتی ہے اسے یہ بھی معلوم ہے کہ سہام چھ سے زیادہ نہیں ہیں۔ کاش لوگوں کو ان کے انطباق کا علم ہوتا۔ (کافی ج ۷، ص ۷۹)

میراث کی تقسیم میں جس انحراف کو رواج دیا گیا اسے عول (کمی بیشی) کہتے ہیں۔ عول اس وقت ہوتا ہے جب میت کا ترکہ ذوی السہام (وارثوں) کے حصے سے کم پڑ جائے مثلاً اگر ایک شادی شدہ عورت مر جائے اور وہ بے اولاد ہو اور وارثوں میں شوہر اور دو بہنوں کو چھوڑ کر مرے تو شوہر کو اس کے ترکے میں سے نصف حصہ دیا جائے گا۔ جائیداد کے چھ سہام تصور کر کے تین سہام شوہر کو دیئے جائیں گے اور دو بہنوں کو جہاں چار سہام ملنے تھے وہاں انھیں تین سہام دیئے جائیں گے جسے وہ آپس میں برابر تقسیم کریں گی۔ اہلسنت کہتے ہیں کہ یہاں شوہر کو میراث کم دی جائے تاکہ دو بہنوں کو چار حصے دیئے جائیں۔ یہ تقسیم سراسر غلط ہے کیونکہ قرآن نے شوہر کو اس کی بے اولاد بیوی کے ترکے سے نصف ترکے کا وارث قرار دیا ہے۔ بقیہ حصہ خواہ کم ہو یا زیادہ اسے بہنوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ اس مسئلے میں سخت متحیر تھے اور انھیں اس کا حل معلوم نہیں تھا۔ انھوں نے تمام وارثوں کے حصے میں کمی کر دی تھی جبکہ میاں بیوی کا جو حصہ اولاد ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں بیان کیا گیا ہے اس میں کمی نہیں کی جاسکتی۔ البتہ دوسرے وارثوں کے حصوں میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔

قرآن و سنت سے حضرت عمرؓ کے فارمولے کی تائید نہیں ہوتی لہٰذا عول بدعت اور حرام ہے۔ اگر میت کا ترکہ صاحبان سہام سے زیادہ ہو تو اہلبیتؑ کا نظریہ یہ ہے کہ میراث کا زائد حصہ سہام کے مطابق تمام وارثوں

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: علامہ ہاشم معروف حسنی کی کتاب تاریخ فقہ جعفری مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان۔

Presented by www.ziaraat.com

میں تقسیم کیا جائے گا جبکہ اہلسنت نے یہاں بھی غلطی کی ہے اور کہا ہے کہ اضافی حصہ پدری رشتے داروں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اسے فقہی اصطلاح میں تعصیب کہتے ہیں جبکہ تعصیب بھی عول کی طرح بدعت وحرام ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ میراث کے متعلق خلفاء کی بیشمار غلطیاں ہیں لیکن ہم اتنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

(۷) حضرت عمرؓ نے مقام ابراہیمؑ کو بدل دیا تھا۔ مقام ابراہیمؑ صحن کعبہ میں نصب شدہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت خلیل اللہ نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى حاجیوں کو چاہیے کہ نماز طواف مقام ابراہیمؑ کے پیچھے پڑھیں۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۲۵)

حضرت ابراہیمؑ نے اس پتھر کو بیت اللہ کے کنارے نصب کیا تھا لیکن حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے بعد لوگوں نے اس پتھر کو ہٹا کر وہاں نصب کیا جہاں آج یہ نصب ہے۔

حضرت رسول اکرمؐ نے فتح مکہ کے بعد اس پتھر کو وہاں سے ہٹا کر بیت اللہ کے ساتھ نصب کیا تھا لیکن ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ نے جب خانہ کعبہ کی توسیع کی تو اسے وہاں سے ہٹا کر دوبارہ اس جگہ نصب کر دیا جہاں زمانۂ جاہلیت میں نصب تھا۔

تاریخ خلفاء صفحہ ۵۳۔ طبقات ابن سعد جلد ۳، صفحہ ۲۰۴۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید جلد ۳، صفحہ ۱۱۳

دمیری نے کتاب حیات الحیوان میں مادہ الدیک اور ابن جوزی نے تاریخ عمرؓ کے صفحہ ۶۰ پر لکھا ہے:

۱۷ھ میں حضرت عمرؓ نے مسجد الحرام میں توسیع کی اور بہت سے قریبی گھر گرا کر حرم میں شامل کیے۔ لوگ اپنے مکان بیچنے پر راضی نہیں تھے۔ حضرت عمرؓ نے جبراً انھیں ان کے گھروں سے بے دخل کیا اور انھیں ان کے گھروں کی قیمت دی لیکن لوگوں نے قیمت لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے وہ رقم بیت المال میں جمع کرادی۔ کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے ناچار بیت المال سے اپنی رقوم وصول کرلیں۔ (النص والاجتہاد ص ۲۴۳)

(۸) حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں میت پر رشتے داروں کے گریہ و بکا کو بھی ممنوع اور حرام قرار دیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ رونے سے مُردوں پر عذاب ہوتا ہے۔

علامہ سید شرف الدین عاملی اپنی کتاب النص والاجتہاد میں فرماتے ہیں:

دوستوں، بھائیوں اور رشتے داروں کی موت پر رونا فطری بات ہے کیونکہ انسان میں رحم دلی کے فطری جذبات پائے جاتے ہیں۔ البتہ غم کے وقت انسان کو چاہیے کہ وہ خدا کی شکایت نہ کرے اور اپنے چہرے کو زخمی نہ کرے اور گریبان چاک نہ کرے۔ نیز عورتوں کو چاہیے کہ غم کے لمحات میں حجاب کی خلاف ورزی نہ کریں۔ رونا بذات خود ممنوع نہیں ہے جیسا کہ احمد بن حنبل نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: مَهْمَا يَكُنْ مِنَ الْقَلْبِ وَالْعَيْنِ فَمِنَ اللّٰهِ وَالرَّحْمَةُ، وَمَهْمَا يَكُنْ مِنَ الْيَدِ وَاللِّسَانِ فَمِنَ الشَّيْطَانِ. جب غم دل اور آنکھ تک محدود ہو تو یہ اللہ کی طرف سے رحمت ہے اور جب غم کا اظہار ہاتھ اور زبان سے ہونے لگے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (مسند احمد ج ۱، ص ۳۳۵)

Presented by www.ziaraat.com

آج تک مسلمانوں کی یہی روش رہی ہے۔ وہ غم کے موقع پر روتے ہیں اور ''اباحت اصلیہ'' کا تقاضا بھی یہی ہے کہ رونا ناجائز فعل نہیں ہے۔ نبی اکرمؐ نے بھی کئی مقامات پر گریہ فرمایا تھا۔ آپ نے نہ صرف خود گریہ فرمایا بلکہ حضرت حمزہؓ کی شہادت پر لوگوں کو گریہ کرنے کی ترغیب دی [1] جیسا کہ ابن عبداللہ نے استیعاب میں حضرت حمزہؓ کے زیرِ عنوان یہ لکھا ہے کہ جب رسول خداؐ نے حمزہؓ کو شہید ہوا دیکھا تو آپ نے گریہ فرمایا اور جب آپ نے دیکھا کہ ان کی لاش کی بے حرمتی ہوئی ہے تو آپ کی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد جب ان کی بہن صفیہ انھیں یاد کرکے روتیں تو رسول خداؐ ان کے ساتھ روتے اور جب حضرت فاطمہؑ حضرت حمزہؓ پر روتیں تو رسول خداؐ بھی حضرت حمزہؓ پر گریہ فرماتے تھے۔

کتاب مذکور میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے جنگ موتہ کے لیے لشکر روانہ کیا وہاں ان کی رومیوں سے جنگ ہوئی۔ رسول خداؐ مسجد نبوی کے منبر پر تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا کہ اس وقت پرچم زید کے ہاتھ میں ہے وہ شہید ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ اب پرچم کو جعفر نے اٹھایا ہے وہ بھی شہید ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ اب پرچم عبداللہ بن رواحہ نے اٹھایا ہے وہ بھی شہید ہوگیا۔ اس پورے عرصے میں آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلتے رہے۔ (النص والاجتہاد ص ۲۴۴۔۲۴۵) جبکہ حضرت عمرؓ کا عمل سنت رسولؐ کے بالکل برعکس تھا۔ آپ میت پر گریہ کرنے کو گناہ تصور کرتے تھے اور جو کوئی میت پر روتا تو اسے ڈنڈوں سے پیٹتے تھے۔ بعض اوقات انہیں پتھر مارتے اور بعض اوقات خاک اٹھا کر رونے والوں کے منہ میں ڈال دیتے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ آپ یہ کام حیات پیغمبرؐ میں کیا کرتے تھے۔ (النص والاجتہاد ص ۱۶۵)

احمد بن حنبل نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ کی بیٹی رقیہ کی وفات ہوئی تو عورتیں ان کی میت پر بیٹھ کر رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ نے تازیانہ لیا اور رونے والی عورتوں کو پیٹنے لگے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: عمر! انھیں رونے دو۔ پھر دفن کے وقت رسول خداؐ اپنی بیٹی کی قبر کے کنارے بیٹھے اور حضرت فاطمہؑ آنحضرتؐ کے پہلو میں بیٹھ کر رو رہی تھیں۔ رسول اکرمؐ اپنے کپڑے سے فاطمہؑ کے آنسو پونچھتے تھے۔ (مسند احمد ج ۱، ص ۳۳۵)

احمد بن حنبل مزید لکھتے ہیں کہ رسول خداؐ کا گزر ایک جنازے کے پاس سے ہوا جہاں رونے والی عورتیں

۱۔ جب حضرت حمزہؓ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اس وقت وہ تنہا تھے اور کوئی ان کے ساتھ ان کے گھر میں نہیں رہتا تھا۔ جب رسول اکرمؐ احد سے مدینہ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت حمزہؓ کے گھر کے سوا تمام شہداء کے گھروں میں گریہ ہو رہا ہے جس پر آپ نے فقط ایک جملہ ارشاد فرمایا: اَمَّا حَمْزَةُ فَلَا بَوَاكِيَ لَهُ. کیا حمزہؓ کو رونے والا کوئی نہیں؟ صحابہ یہ سن کر اپنے اپنے گھروں میں گئے اور عورتوں کو بتایا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ حمزہؓ کو رونے والا کوئی نہیں۔ یہ سننے کی دیر تھی کہ تمام عورتیں جو اپنے بیٹوں، شوہروں یا بھائیوں کو رو رہی تھیں حضرت حمزہؓ کے گھر پہنچیں اور رسول اکرمؐ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ان کے چچا حضرت حمزہؓ پر گریہ کیا۔ (استاد مرتضیٰ مطہری، فلسفہ شہادت مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

رو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے عورتوں کو جھڑکیاں دیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: دَعْهُنَّ فَاِنَّ النَّفْسَ مُصَابَةٌ وَالْعَيْنُ دَامِعَةٌ. عمر! انھیں رونے دو اس لیے کہ یہ غمزدہ ہیں اور جب دل پر چوٹ پڑتی ہے تو آنسو نکل ہی آتے ہیں۔

(۹) نکاح کے لیے حق مہر کا مقرر کرنا ضروری ہے اور حق مہر کی رقم کے لیے زوجین کا راضی ہونا ضروری ہے۔ اسلام نے حق مہر کی مقدار مقرر نہیں کی۔ چنانچہ حق مہر زیادہ سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے اور کم سے کم بھی ہوسکتا ہے۔ یہ میاں بیوی کی باہمی رضامندی پر منحصر ہے کہ وہ کتنا حق مہر مقرر کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دور حکومت میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں یہ اعلان کیا کہ آج کل عورتیں حق مہر زیادہ طلب کرتی ہیں اور اس وجہ سے نکاح میں مشکلات پیش آرہی ہیں لہٰذا کسی بھی عورت کا حق مہر پانچ سو درہم سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ رسول خداؐ نے اپنی ہر بیوی کو اتنا ہی حق مہر دیا تھا اور اگر کسی عورت نے اس سے زیادہ حق مہر حاصل کیا تو میں پانچ سو زائد رقم اس سے جبراً لے لوں گا اور اس رقم کو بیت المال کے حوالے کردوں گا۔ جیسے ہی انھوں نے یہ اعلان کیا تو ایک عورت اٹھی اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم! تجھے یہ حق حاصل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّآتَيْتُمْ اِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ کرلو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سارا مال ہی کیوں نہ دیا ہو، اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم بہتان اور صریح گناہ کے ذریعے اسے واپس لوگے؟ آخر تم ان سے وہ مال کیسے لوگے جبکہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوچکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں؟ (سورۂ نساء: آیت ۲۰۔۲۱) جب حضرت عمرؓ نے خاتون کی زبان سے یہ آیت سنی تو خاموش ہوگئے اور بھرے مجمع میں کہا: لوگو! کیا تمھیں اس بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ تمہارا امام اشتباہ کررہا ہے اور اس خاتون نے حقیقت حاصل کرلی ہے؟! پھر انھوں نے اپنا حکم واپس لے لیا اور کہا کہ ایک عورت نے تمہارے امام کو لاجواب کردیا ہے۔

فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے حق مہر محدود کرنے کا اعلان کیا تو ایک عورت نے کہا: عمر! بھلا یہ کیا بات ہوئی جو حق خدا نے ہمیں دیا ہے تم ہم سے وہ حق چھیننا چاہتے ہو؟ اس کے بعد اس خاتون نے یہ آیت تلاوت کی جب حضرت عمرؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت سنی تو کہا کہ سب لوگ احکام خداوندی کو عمر سے بہتر جانتے ہیں۔ پھر انھوں نے اپنا حکم واپس لے لیا۔

(۱۰) قرآن کریم فرماتا ہے: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ. اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں تجسس نہ کرو۔ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

تمھیں اس سے نفرت محسوس ہوتی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔
(سورۂ حجرات : آیت ۱۲)

صحیح بخاری میں رسولِ اکرمؐ کی مشہور حدیث ہے: اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ ، فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ ، وَلَا تَحَسَّسُوْ وَلَا تَجَسَّسُوْا ، وَلَا تَنَاجَشُوْا ، وَلَا تَحَاسَدُوْا ، وَلَا تَدَابَرُوْا ، وَلَا تَبَاغَضُوْا ، وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا... بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے اور لوگوں کی ٹوہ میں نہ رہو...

حضرت عمرؓ ایک تجسس پسند انسان تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ لوگوں کے گھروں میں تاک جھانک کرنا ٹھیک ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ رات کے وقت مدینہ کی گلیوں میں چکر لگا رہے تھے۔ انھیں ایک گھر سے گانے کی آواز سنائی دی۔ وہ دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوگئے۔ وہاں انھوں نے دیکھا کہ ایک شخص ایک نامحرم عورت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ان کے سامنے شراب رکھی ہوئی تھی۔

حضرت عمرؓ نے اس شخص سے کہا: اے دشمنِ خدا! کیا تو سمجھتا ہے کہ تیری یہ حرکت چھپی رہے گی؟

جب گھر کے مالک نے انھیں دیکھا تو کہا کہ جنابِ عالی! میں نے تو ایک غلطی کی ہے جبکہ آپ نے تین غلطیاں کی ہیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا: وہ کیسے؟

اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا تم ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کیا کرو۔ آپ نے ہماری جاسوسی کی ہے۔ یہ آپ کی پہلی غلطی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا گھروں میں دروازے سے داخل ہوا کرو۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۸۹) آپ دیوار پھاند کر اندر آئے ہیں۔ یہ آپ کی دوسری غلطی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا جب تم گھروں میں داخل ہو تو سلام کیا کرو۔ (سورۂ نور: آیت ۶۱) آپ نے سلام بھی نہیں کیا۔ یہ آپ کی تیسری غلطی ہے۔

اس کا حل یہ ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں میں آپ کی غلطیاں آپ کو معاف کر دیتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ یہ کہا اور باہر چلے گئے۔

(خرائطی، مکارم الاخلاق حدیث ۳۶۹۶ بحوالہ کنز العمال ج ۲، ص ۱۶۷۔ غزالی، احیاء العلوم ص ۱۳۷)

مؤلف کہتا ہے کہ برادرانِ اہلسنت کی روش پر ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کی غلطیوں کو بھی فضیلت کا درجہ دیتے ہیں حالانکہ ان کا یہ عمل قرآن و سنت کے خلاف تھا۔ اگر اس طرح کی جاسوسی جائز ہوتی تو رسولِ خداؐ بھی ایسا ہی کرتے لیکن برادرانِ اہلسنت کے دلوں میں موصوف کی محبت اتنا گھر کر چکی ہے کہ ان کی غلطی بھی انھیں فضیلت دکھائی دیتی ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے جب ابتدا میں روزے فرض کیے تو اس کی شرط یہ تھی کہ غروبِ آفتاب کے بعد روزہ کھل جاتا تھا اور روزہ دار کو کھانے پینے اور بیویوں سے مباشرت کی اجازت حاصل ہوتی تھی لیکن یہ اجازت نمازِ عشاء

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

ادا کرنے تک محدود تھی یا نیند آنے تک یہ اجازت باقی رہتی تھی۔ جب کوئی شخص نماز عشاء پڑھ لیتا یا نماز مغرب کے بعد سو جاتا تو اس کے بعد نہ تو کھانے پینے کی اجازت ہوتی تھی اور نہ ہی بیویوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت تھی۔ حضرت عمرؓ نے نماز عشاء پڑھی اس کے بعد بیوی سے جماع کیا پھر غسل کیا۔ انھیں اپنے فعل پر ندامت محسوس ہوئی اور رسول خداؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ! مجھ سے یہ غلطی سرزد ہوئی ہے میں خدا کے حضور اس کی توبہ کرتا ہوں اور آپ سے بھی معذرت چاہتا ہوں۔

اس وقت بہت سے افراد کھڑے ہوئے اور بولے کہ ہم بھی یہ غلطی کر چکے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ... روزوں کی راتوں میں تمہارے لیے بیویوں سے مباشرت کو حلال کیا جاتا ہے وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ نے جان لیا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کیا کرتے تھے۔ اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمھیں معاف کیا۔ اب تم ان سے مباشرت کرو اور خدا نے جو اولاد لکھی ہے اسے تلاش کرو اور رات کے وقت کھاؤ پیو یہاں تک کہ سیاہ دھاری سے فجر کی سفید دھاری نمودار ہو جائے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۸۷)

آیت میں تَخْتَانُونَ کا لفظ آیا ہے جس کا مطلب ہے "تم خیانت کرتے تھے" ہم خدا کا شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے رات کے وقت روزے کی تمام پابندیاں اٹھالی ہیں مگر جن لوگوں نے اس میں خیانت کی تھی انھوں نے بھی کوئی اچھا کام نہیں کیا تھا۔

(۱۲) علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ میرے نزدیک حضرت عمرؓ کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جو شخص جنابت کی وجہ سے ناپاک ہوجائے اور اسے پانی نہ ملے تو وہ نماز نہ پڑھے حالانکہ قرآن میں واضح حکم موجود ہے کہ اگر منی نکلنے کی وجہ سے جو آدمی ناپاک ہوجائے اور اسے پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔

بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی اور صاحب جامع الاصول نے شقیق سے روایت کی کہ میں عبداللہ بن عمر اور ابو موسیٰ اشعری کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری نے ابن عمر سے کہا: اچھا یہ بتاؤ اگر کسی شخص پر غسل جنابت فرض ہو جائے اور غسل کے لیے اسے ایک ماہ تک پانی نہ ملے تو کیا اسے تیمم کر کے نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا... اگر تمھیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی پر تیمم کرلو۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۶)

ابن عمر نے کہا اگر لوگوں کو یہ اجازت دے دی جائے کہ جب پانی نہ ہو تو تیمم کرلیں تو لوگ اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گے اور جب سردیوں میں پانی ٹھنڈا ہوگا تو لوگ مہینہ بھر غسل نہیں کریں گے اور تیمم کر کے نماز پڑھتے رہیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

شفیق نے کہا اچھا اسی لیے تم نے تیمم کا انکار کیا ہوا ہے؟

ابن عمر نے کہا: ہاں۔

ابو موسیٰ نے کہا: کیا تم عمار کی بات بھول گئے جو انھوں نے عمر سے کہی تھی کہ ایک مرتبہ میں اور تم دونوں سفر میں تھے اور مجھے جنابت ہوگئی تھی۔ میں نے کسی جانور کی طرح سے اپنے آپ کو مٹی سے لتھڑا تھا اور جب ہم نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو میں نے رسول خداؐ سے اپنی کہانی بیان کی تھی۔

رسول خداؐ نے یہ سن کر فرمایا تھا کہ تمھیں اتنی تکلیف کی ضرورت نہیں تھی۔ مٹی پر ہاتھ مار کر ہتھیلی اور چہرے پر مل لینا ہی کافی تھا۔

ابن عمر نے کہا: مگر اس وقت بھی عمر، عمار کی بات سے مطمئن نہیں تھے۔ (بحار ج ۳۰، ص ۶۶۶)

(۱۳) حضرت رسول مقبولؐ کی حیات طیبہ میں نماز جمعہ کے لیے ایک اذان دی جاتی تھی لیکن حضرت عثمانؓ یا معاویہ کے دور حکومت میں دو اذانوں کو رائج کیا گیا۔ اصطلاحی طور پر اسے ''اذان ثالث'' کہا جاتا ہے۔

علمائے مذہب کی تحقیق ہے کہ یہ اذان حضرت عثمانؓ کے دور میں رائج ہوئی تھی اور آج مذہب اہلسنت میں یہ اذان متداول ہے۔

شیخ طوسی نے مبسوط میں اسے حرام اور بدعت کہا ہے۔ ابن ادریس حلی نے سرائر میں اسے حرام قرار دیا ہے۔ علامہ حلی کے بعد میں آنے والے علماء نے بھی اسے حرام کہا ہے۔

صحیح بخاری میں مرقوم ہے کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کا اضافہ حضرت عثمانؓ کے دور میں ہوا تھا۔

شیخ کلینی کی کافی میں اور شیخ طوسی کی تہذیب الاحکام میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جمعہ کے دن کی تیسری اذان (بہ اعتبار اقامت) بدعت اور حرام ہے۔

آیت اللہ خمینی فرماتے ہیں: جمعہ کی دوسری اذان بدعت و حرام ہے۔ یہ وہی اذان ہے جسے اہلسنت پہلی اذان کے بعد دیتے ہیں۔ اس اذان کو بوجہ اقامت ''اذان ثالث'' بھی کہا جاتا ہے۔ (تحریر الوسیلہ)

مؤلف کہتا ہے کہ خلفاء کی بدعات بہت زیادہ ہیں۔ ان کی تفصیل کے لیے الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ طالبان تحقیق سید شرف الدین عاملی کی کتاب النص والاجتہاد کا مطالعہ فرمائیں۔

خودساختہ محرمات

اسے عالم اسلام کی بدنصیبی کہیے یا کوئی اور نام دیجیے کہ مسلمانوں میں ایک شخص احمد بن عبدالحلیم پیدا ہوا جسے عرف عام میں ''ابن تیمیہ'' کہا جاتا ہے۔ اس نے عالم اسلام پر کفر و شرک کے فتوے لگائے تھے۔ اس کے نظریات کی صدائے بازگشت محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے نظریات میں سنائی دیتی ہے۔

ابن تیمیہ ساتویں صدی میں پیدا ہوا تھا اور اس دور سے لے کر آج تک اس کے نظریات کسی نہ کسی

Presented by www.ziaraat.com

شکل میں دکھائی دیتے ہیں۔ اس نے اسلام کے مشہور عقائد کی نفی کی تھی اور اس بنا پر اسے کئی بار جیل کی ہوا کھانا پڑی تھی۔ جب وہ زندگی میں آخری مرتبہ جیل گیا تو حکومت نے اس کے لکھنے پر پابندی لگا دی تھی اور جیل ہی میں اس کی موت واقع ہوئی تھی۔

ابن تیمیہ بہت گستاخ تھا۔ اس نے معاویہ اور اس کے بیٹے یزید کے فضائل میں ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کتاب میں اس نے بنی امیہ اور معاویہ و یزید کے غیر شرعی و غیر انسانی افعال کا دفاع کیا تھا۔

ابن تیمیہ ناصبی تھا۔ آل محمدؐ سے بغض و عناد کی وجہ سے اسے آل محمدؐ کے پیروکاروں سے بھی سخت چڑ تھی وہ شیعیان آل محمدؐ کو کافر اور بے دین کہتا تھا۔ (سیوطی، تاریخ الخلفاء ص ۲۰۹۔ اخبار مکہ ج ۱، ص ۲۰۲)

یزید نے کعبہ کو تباہ و برباد کیا تھا لیکن ابن تیمیہ اس مشہور تاریخی حقیقت کا انکار کرتا تھا۔ (منہاج السنة ج ۷، ص ۵۷) جبکہ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے: شہادت حسینؑ کے بعد یزید نے ابن زبیر سے جنگ کے لیے مکہ لشکر روانہ کیا۔ یزیدی فوج نے مکہ کا محاصرہ کیا اور منجنیق سے مکہ پر سنگ باری کی اور اس کے کئی گولے بیت اللہ کو لگے جس سے بیت اللہ میں آگ لگ گئی۔ یزیدی فوج نے بیت اللہ کے پردوں اور چھت کو نذر آتش کر دیا تھا۔

ابن تیمیہ خوارج کا دفاع کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا: خوارج بہترین لوگ تھے۔ وہ شیعوں اور رافضیوں سے کئی گنا سچے اور دیندار تھے۔ ابن تیمیہ نے امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھیوں کی بھی توہین کی تھی۔ وہ کہتا تھا: جن لوگوں نے معاویہ سے جنگ کی تھی وہ ذلیل ہوئے لیکن جنھوں نے معاویہ کے ساتھ مل کر علیؑ سے جنگ کی تھی وہ کبھی ذلیل نہیں ہوئے۔ وہ خلفاء کو امیر المومنین علیہ السلام سے افضل قرار دیتا تھا۔ اس کی اس طرح کی تحریروں کی وجہ سے مستند علمائے اہلسنت نے اس پر ناصبی ہونے کا فتویٰ عائد کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ شخص دشمن اہلبیتؑ ہے۔ ان عقائد کے علاوہ وہ دوسرے غلط عقائد رکھتا تھا۔ وہ حسب ذیل عقائد کا پرچار کیا کرتا تھا۔

۱۔ اولیاء کے مزارات میں نماز پڑھنا حرام اور وہاں دعا مانگنا شرک ہے۔

۲۔ قبروں کی زیارت کرنا حرام ہے۔

۳۔ غیر اللہ سے مدد مانگنا حرام ہے۔

۴۔ مرنے والوں کے لیے مراسم عزا برپا کرنا حرام ہے۔

۵۔ غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے۔

۶۔ خدا جسم رکھتا ہے۔

۷۔ اولیاء کی زیارت کے لیے جانا حرام ہے۔

۸۔ انبیاؑء اور اولیاء کی قبروں پر قبہ بنانا حرام بلکہ شرک ہے۔

۹۔ قبور انبیاؑء کے پہلو میں مسجد بنانا شرک ہے۔

۱۰۔ انبیاؑء اور اولیاء کے آثار سے تبرک حاصل کرنا شرک ہے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

۱۱۔ انبیاؑء اور اولیاء کو موت کے بعد پکارنا (مثلاً یا رسول اللہؐ اور یا علیؑ وغیرہ کہنا) حرام ہے۔
۱۲۔ انبیاؑء اور اولیاء سے مدد مانگنا حرام ہے۔
۱۳۔ انبیاؑء اور اولیاء سے شفاعت کی درخواست کرنا حرام ہے۔
۱۴۔ انبیاؑء اور اولیاء کے حق کا اللہ کو واسطہ دینا حرام ہے۔
۱۵۔ انبیاؑء اور ولیاء کے لیے نذر و نیاز ماننا حرام ہے۔
۱۶۔ اولیاء اللہ کے لیے مجالس عزا منعقد کرنا حرام ہے۔
۱۷۔ اولیاء کی قبروں کی از سرِ نو تعمیر حرام ہے۔
۱۸۔ قبروں پر چراغ جلانا حرام ہے۔
۱۹۔ فاتحہ خوانی کی مجالس برپا کرنا حرام ہے۔
۲۰۔ تقرب الٰہی کے لیے انبیاؑء اور اولیاء سے توسل کرنا حرام اور شرک ہے۔ (شیعہ شناسی ج ۲، ص ۵۳۸)

وہابیوں کے اشکالات اور آیت اللہ خوئی کے جوابات

آیت اللہ خوئی رضوان اللہ علیہ نے البیان فی تفسیر القرآن (مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی) میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے ضمن میں لکھا ہے کہ غیر اللہ کی اطاعت کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) اللہ کسی کی اطاعت کا حکم دے جیسا کہ اس نے رسول اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

یہ اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے۔ قرآن و عقل اسے اطاعت خداوندی ہی کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ... جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔ (سورہ نساء: آیت ۸۰) اور وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ...ہم نے ہر رسول کو اس لیے بھیجا کہ خدا کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔ (سورہ نساء: آیت ۶۴)

یہی وجہ ہے کہ خدا نے ہر مقام پر رسولؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ بیان کیا ہے: وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے عظیم کامیابی حاصل کی۔ (سورۂ احزاب: آیت ۷۱) اور یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اور جو تم میں سے صاحبان امر ہوں ان کی اطاعت کرو۔ (سورۂ نساء: آیت ۵۹)

(۲) غیر اللہ کی اطاعت جس سے اللہ نے منع کیا ہے مثلاً شیطان کی اطاعت اور ہر اس شخص کی اطاعت جو خدا کی نافرمانی کا حکم دیتا ہو۔

یقیناً اس اطاعت کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ایسی اطاعت ازروئے شرع و عقل حرام

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ جب کوئی کفر و شرک کا حکم دے تو یہ اطاعت عین کفر و شرک ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَـا اَيُّهَـا النَّبِيُّ اتَّـقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ... اے نبی اللہ سے ڈرتے رہو اور کفار و منافقین کی اطاعت نہ کرو۔ (سورۂ احزاب: آیت ۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَـاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ○ اپنے رب کے حکم کے سامنے صبر کرو اور ان میں سے کسی گنہگار یا کافر کی اطاعت نہ کرو۔ (سورۂ دہر: آیت ۲۴)

اللہ تعالیٰ نے مشرک والدین کے لیے فرمایا ہے: وَاِنْ جَاهَـدَاكَ عَـلٰـى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْـسَ لَكَ بِـهٖ عِـلْمٌ فَـلَا تُطِعْهُمَا... اور اگر وہ تیرے در پہ ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کرنا۔ (سورۂ لقمان: آیت ۱۵)

(۳) اطاعت غیر اللہ کی ایک قسم وہ ہے جس کا نہ تو قدرت کی طرف سے کوئی حکم ہوا ہے اور نہ ہی کوئی ممانعت آئی ہے۔ ایسی اطاعت نہ تو واجب ہوتی ہے اور نہ ہی حرام ہوتی ہے۔ اس طرح کی اطاعت جائز اور مباح ہوتی ہے۔ اس کا تعلق عبادت کی قسم سے نہیں ہوتا۔

عبادت و خضوع کا مفہوم

شریعت اور عقل کا تقاضا ہے کہ مخلوق کو خالق کے سامنے خضوع کرنا چاہیے جبکہ مخلوق کے لیے خضوع کی بھی کئی اقسام ہیں۔

(۱) ایک خضوع وہ ہے جو کہ تواضع کے معانی میں آتا ہے نہ کہ پرستش کے معانی میں مثلاً اولاد کو چاہیے کہ والدین کے لیے خضوع کریں۔ ایک شاگرد کو استاد کے سامنے ادب سے پیش آنا چاہیے اور ایک غلام کو اپنے آقا کے سامنے ادب کا رویہ اپنانا چاہیے۔ البتہ ادب کے تقاضوں میں سجدہ شامل نہیں ہے۔ سجدہ کے علاوہ تعظیم و تکریم کی جتنی بھی صورتیں ممکن ہوسکتی ہوں وہ ممنوع نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو اہل ایمان اور والدین کے سامنے تواضع کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمان قدرت ہے: وَاخْـفِـضْ جَـنَـاحَكَ لِـمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ آپ اپنی اتباع کرنے والے اہل ایمان کے لیے کندھے جھکا دیں۔ (سورۂ شعراء: آیت ۲۱۵)

والدین کے لیے فرمایا: وَاخْـفِـضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ... آپ شفقت کے ساتھ ان کے لیے اپنے کندھوں کو جھکا دیں۔ (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۲۴)

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۳ میں فرمایا کہ عبادت میری کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو وَقَـضٰـى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کرو۔

والدین کا احترام و ادب ان کی عبادت میں شامل نہیں ہے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اللہ تعالیٰ نے والدین کے سامنے ادب کے ساتھ کندھے جھکانے کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ غیر اللہ کی عبادت حرام ہے تو کیا والدین کے احترام و ادب کے تقاضوں کو عبادت میں شامل کیا جائے گا؟

اس کا جواب نفی میں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر خضوع اور تذلل نہ تو شرک ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے توحید کا عقیدہ متاثر ہوتا ہے۔

(۲) احترام و ادب کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان غیر اللہ کے سامنے باطل عقیدے کی وجہ سے جھکے، یہ خضوع چونکہ اذن الٰہی کے بغیر ہے لہٰذا یہ باطل اور حرام ہے۔ مذاہب فاسدہ اور ادیان باطلہ کے پیروکار اپنے مذہبی سربراہوں کے سامنے جس طرح سے جھکتے ہیں اس کی اسلام میں ہرگز گنجائش نہیں ہے اور اس طرح کی تعظیم دین میں اس چیز کو داخل کرنے کی موجب ہے جو کہ دین میں شامل نہیں ہے اور ادلۂ اربعہ کے تحت یہ حرام ہے اور خدا پر افترا ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوسکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے۔ (سورۂ کہف: آیت ۱۵) لہٰذا جس مخلوق کے احترام و ادب کا خدا نے حکم دیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرمؐ اور ان کے اوصیاء کے احترام کا حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی ایسی اشیاء ہیں جن کا براہ راست خدا سے ارتباط ہے تو ان کا احترام بھی شرک نہیں ہے بلکہ ایمان کا تقاضا ہے مثلاً مسجد الحرام، قرآن کریم اور حجر اسود کا احترام توحید کے تقاضوں کے منافی نہیں ہے۔ ان کا احترام دراصل خدا کا احترام ہے۔ جو شخص اللہ کی خالص توحید کا عقیدہ رکھتا ہو اور اس کا ایمان ہو کہ موت، حیات، خلق و رزق، فراخی و تنگی، مغفرت اور عقوبت کے تمام اختیار خدا کے پاس ہیں اور اس کے ساتھ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ نبی اکرمؐ اور آپ کے اوصیاء خدا کے محترم بندے ہیں وہ خدا کے قول پر سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور اس عقیدے کی رو سے انھیں بارگاہ خداوندی میں وسیلہ بنائے اور اذن الٰہی کے تحت انھیں اپنا شفیع سمجھے تو ایسا شخص ایمان کے حدود سے نہ تو خارج ہے اور نہ ہی اسے غیر اللہ کا عبادت گزار کہا جاسکتا ہے۔

پورا عالم اسلام جانتا ہے کہ نبی اکرمؐ حجر اسود کا بوسہ لیتے تھے اور اپنے ہاتھ کے اشارے سے اسے ''استلام'' کرتے تھے اور آپ مومنین، شہدا و صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے بھی جاتے تھے، آپ انھیں سلام کرتے تھے اور ان کے حق میں دعائیں مانگا کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد صحابہ و تابعین قبر رسولؐ کی زیارت کرتے تھے اور اس سے برکت حاصل کرتے تھے اور قبر اطہر کو بوسہ دیتے تھے اور رسول اکرمؐ کو اسی طرح سے شفیع قرار دیتے تھے جیسا کہ آپ کی زندگی میں لوگ آپ کو شفیع قرار دیتے تھے۔

سلف صالح سے تعلق رکھنے والے حضرات ائمہ دین اور اولیائے صالحین کی قبور کی زیارت کیا کرتے تھے۔ کسی بھی صحابی اور تابعی اور بزرگان دین نے اس روش پر کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ پھر اچانک ابن تیمیہ

Presented by www.ziaraat.com

حرّانی دنیا میں پیدا ہوا۔ اس نے یہ فتویٰ جاری کیا کہ زیارت قبور کے لیے سفر کرنا حرام ہے اور انھیں چومنا اور مس کرنا ناجائز ہے اور اہل قبور سے شفاعت طلب کرنا غلط ہے۔

اس کی شوخ چشمی کی انتہا یہ ہے کہ اس نے نبی اکرمؐ کی زیارت اور آپ کی قبر مطہر کا بوسہ لینے اور مس کرنے کو بھی حرام کہا اور زیارت پیغمبرؐ کو کبھی شرک اصغر اور کبھی شرک اکبر کا نام دیا۔

اس دور کے علماء نے اس کی جسارتوں کو دیکھا تو انھوں نے اس کے عقائد سے بیزاری کا اعلان کیا کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کی حدیث ان کے پیش نظر تھی کہ آپ نے فرمایا: مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَمَاتِیْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَيَاتِیْ. جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

علماء نے اس کی گمراہی کا فتویٰ جاری کیا اور اس سے توبہ کا مطالبہ کیا۔ حکومت وقت سے درخواست کی کہ وہ اسے زندان میں ڈال دے اور جب تک وہ اپنے باطل عقائد سے دستبردار نہ ہو جائے تب تک اسے نہ چھوڑے۔

ابن تیمیہ کے متعلق پہلا قول احتمال یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کا خواہشمند تھا اور اگر ہم حسن ظن سے بھی کام لیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسے مغالطہ ہوا تھا اس نے بزرگان دین کے احترام کو شرک اور غیراللہ کی عبادت قرار دیا تھا اور وہ یہ سمجھنے سے قاصر رہا تھا کہ بزرگان دین کا احترام کرنے والے لوگ اللہ کی توحید پر دل و جان سے عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ اللہ کے علاوہ کسی کو خالق و رازق نہیں جانتے اور خلق و امر کا مالک خدا کو ہی سمجھتے ہیں وہ بزرگان دین کا احترام اس لیے کرتے ہیں کہ وہ انھیں شعائر الٰہی مانتے ہیں اور شعائر الٰہی کی تعظیم کا خدا نے حکم دیا ہے اور شعائر الٰہی کی تعظیم دراصل خدا کی تعظیم ہے، اس میں شرک کا کوئی پہلو مضمر نہیں ہے۔ غیراللہ کی عبادت تب متصور ہوتی ہے جب کوئی کسی غیراللہ کو رب سمجھ کر اس کی عبادت کرے جبکہ نبی اکرمؐ اور آپ کے برحق اوصیاء کو کوئی بھی مسلمان رب نہیں سمجھتا۔ ہر مسلمان انھیں خدا کے برگزیدہ بندے مانتا ہے۔ کوئی بھی مسلمان رسول اکرمؐ اور اوصیاء کی عبادت کا قائل نہیں ہے ان کے مزارات کی عبادت تو بہت دور کی بات ہے۔

ہماری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ مزارات کو چومنا اور ان کی زیارت کے لیے جانا بزرگان دین کی تعظیم ہے، عبادت نہیں اور یہ عمل کسی طور بھی شرک نہیں ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہوتا تو زندہ شخص کی تعظیم بھی شرک کہلاتی کیونکہ تعظیم تو یکساں ہے اور اگر ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں کے نظریات کو درست مان لیا جائے تو پھر آپ رسول اکرمؐ کے متعلق کیا کہیں گے کیونکہ آنحضرتؐ تو قبروں پر جایا کرتے تھے اور حجر اسود کو بھی بوسہ دیتے تھے۔

اب شاید ابن تیمیہ یہاں پر یہ کہے کہ نعوذ باللہ شرک کی کچھ اقسام جائز ہیں یا پھر اسے یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ بوسہ دینا اور تعظیم کرنا اور ہے اور عبادت کرنا اور ہے۔ بوسہ دینا اور تعظیم کرنا شرک نہیں ہے۔[1]

۱۔ ابن تیمیہ کے عقائد و نظریات کی تفصیل کے لیے دیکھئے: جناب صالح الوردانی کی کتاب فریب مطبوعہ مجمع علمی اسلامی۔

Presented by www.ziaraat.com

اللہ تعالیٰ نے شعائرِ الٰہی کی تعظیم کا خود حکم فرمایا ہے ارشاد باری ہے: ...وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○ اور جو کوئی شعائر خدا کی تعظیم کرے تو وہ قلباً متقی ہے۔ (سورۂ حج: آیت ۳۲)

اس سے قبل ہم زیارت پیغمبرؐ اور زیارت صالحین کی روایات بھی نقل کر چکے ہیں اور جہاں تک غیر اللہ کے لیے سجدے کی حرمت کا تعلق ہے تو اس میں کسی چیز کے سامنے خضوع کرنے کی ممانعت ہو تو وہ خضوع خواہ بشکل سجدہ نہ بھی ہو پھر بھی حرام ہے۔

غیر اللہ کے سجدے کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ سورج اور چاند کو سجدہ مت کرو۔ اس اللہ کا سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کیا کرتے ہو۔ (سورۂ فصلت: آیت ۳۷)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مخلوق کا سجدہ کرنا حرام ہے۔ سجدہ صرف خالق کے لیے مخصوص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ○ مقامات سجدہ (اعضائے سجدہ) اللہ کے لیے مخصوص ہیں۔ اللہ کے ساتھ اس میں کسی کو شریک نہ کرو۔ (سورۂ جن: آیت ۱۸)

سجدہ اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ نبی و وصی کے لیے سجدہ جائز نہیں ہے۔

شیعوں پر بہتان تراشی

ہمارے مخالفین ہم پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ شیعہ قبور ائمہؑ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ محض بہتان اور سفید جھوٹ ہے۔ قیامت کے دن جب ہم اور ہمارے مخالفین جمع ہوں گے تو ہم بارگاہ احدیت میں فریاد کریں گے اور کہیں گے کہ احکم الحاکمین! ہمارے درمیان اور ان بہتان تراشنے والوں کے درمیان حق کا فیصلہ فرما۔ ہم نے تو کبھی قبور ائمہؑ کو سجدہ نہیں کیا تھا مگر یہ ہم پر الزام تراشا کرتے تھے۔

ہمارے کچھ مخالف ایسے بھی ہیں جنھوں نے اس سے بھی بڑی تہمت لگائی ہے اور کہا ہے کہ شیعہ ائمہؑ کے مزارات پر جاتے ہیں، وہاں سے مٹی اٹھا کر لاتے ہیں اور اس مٹی کو سجدہ کرتے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ شیعہ کسی تاریک براعظم میں نہیں رہتے۔ وہ بھی باقی انسانوں اور مسلمانوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ شیعوں کی جدید و قدیم کتابیں دنیا کی ہر لائبریری میں موجود ہیں۔ کس شیعہ کتاب میں یہ بات لکھی ہوئی ہے؟ شیعہ علماء کا اجماع ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ جو کہتا ہے کہ شیعہ اپنے ائمہؑ کی قبور کو سجدہ کرتے ہیں وہ یقیناً جھوٹا ہے یا پھر اسے یہ علم ہی نہیں کہ کسی ''چیز پر'' سجدہ کرنا اور ہے اور ''کسی چیز کو'' سجدہ کرنا اور ہے۔ سجدے کے متعلق شیعہ نظریہ یہ ہے کہ سجدہ زمین کے اصلی اجزا پر ہوتا ہے مثلاً پتھر، ریت، مٹی اور زمین سے اگی ہوئی اشیاء بشرطیکہ انھیں کھایا نہ جاتا ہو اور پہنا نہ جاتا ہو۔ باقی اشیاء کی بہ نسبت مٹی پر سجدہ کرنا افضل ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے مرقد مطہر کی

Presented by www.ziaraat.com

خاک باقی مٹی سے افضل ہے کیونکہ اس خاک پر جوانانِ جنت کے ایک سردار کا خون بہا ہے۔

شیعہ سجدہ خدا کو کرتے ہیں لیکن خاک حسینؑ پر سجدہ کرنے کو افضل جانتے ہیں اور ایسا وہ اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے ائمہ نے انھیں اس کی ترغیب دلائی ہے۔ بھلا خاک پر سجدہ کرنے سے شرک کہاں سے لازم آگیا؟ خاک کربلا بھی خدا کی بچھائی ہوئی زمین کے ایک حصے کی خاک ہی ہے جبکہ رسول خداؐ کا فرمان ہے:

جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا میرے لیے پوری زمین کو سجدہ گاہ اور پاکیزگی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔

جب پوری زمین سجدہ گاہ ہے تو خاک کربلا پر اعتراض کیوں ہے؟ جبکہ یہ خاک تو بڑی متبرک ہے اس پر فرزند رسولؐ اور ان کے ساتھیوں کا خون بہا ہے۔ رسول خداؐ سے اس خاک کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں مزید تفصیل کے لیے وسائل الشیعہ جلد اول، صفحہ ۲۳۶، باب **استحباب السجود علی تربة الحسین** کا مطالعہ کریں اور اگر بالفرض ہم یہ تسلیم کرلیں کہ اس خاک کی فضیلت میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے تو کیا اس پر سجدہ کرنا ناجائز ہو جائے گا۔ خاک شفا کی ٹکیہ اس بات کی علامت ہے کہ اس پر سجدہ کرنے والا امام حسینؑ کے راستے کا پیروکار ہے۔ (البیان فی تفسیر القرآن ص ۴۶۶)

اسلامی حقائق و معارف کو سمجھنے کا صحیح راستا

اللہ تعالیٰ نے علوم الٰہیہ کو جبریل امینؑ کے توسط سے حضرت رسول اکرمؐ پر نازل کیا اور آپ نے وہ تمام معارف و حقائق اہلبیتؑ کو تعلیم فرمائے تھے۔ اسی لیے آپ نے اپنی امت کو حکم دیا تھا وہ معارف اسلامی سمجھنے کے لیے اہلبیتؑ کی طرف رجوع کریں۔ پوری امت اسلامی حقائق کے سمجھنے کے لیے اہلبیتؑ کی محتاج ہے جبکہ اہلبیتؑ امت میں سے کسی فرد کے بھی محتاج نہیں ہیں۔ ان کے علم کا تعلق براہ راست رسول خداؐ کے ساتھ ہے۔

اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: ...**فَسْـئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○** اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو۔ (سورۂ نحل: آیت ۴۳)

شیعہ اور سنی تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اَهْلَ الذِّكْرِ سے آل محمدؐ مراد ہیں نبی اکرمؐ نے اپنی ایک متواتر السند حدیث میں بھی یہ فرمایا ہے: **اِنِّیْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِیْ اَهْلَ بَيْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ.** میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اور وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت اہلبیت ہیں۔ تم جب تک ان سے وابستہ رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

الغرض رسول خداؐ نے اپنی متعدد احادیث میں امت کو اہلبیتؑ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اور شیعیان علیؑ نے اس حدیث پر ہمیشہ عمل کیا ہے۔ انھوں نے اسلامی حقائق و معارف کو اہلبیتؑ سے ہی حاصل کیا کیونکہ گھر والوں کو گھر کی زیادہ خبر ہوتی ہے۔

www.ziaraat.com
sabeel-e-sakina
Presented by www.ziaraat.com

طول تاریخ میں اگر شیعوں کا کوئی جرم ہے تو صرف یہی کہ انھوں نے دین کے ہر مسئلے کے لیے اہلبیتؑ سے رجوع کیا ہے۔ اسی لیے ہمارے مخالفین ہمیں مشرک و نجس کہتے ہیں۔ ہم ان سے یہ کہتے ہیں ہم نے تو قدم قدم پر فرمان رسولؐ کے تحت اہلبیتؑ کی پیروی کی ہے اگر ہم ان کی پیروی کی وجہ سے مشرک و کافر کہلانے کے حقدار ہیں تو پھر یہ فتویٰ صرف ہم تک محدود کیوں ہے۔ اگر جرأت ہے تو یہی فتویٰ اہلبیتؑ پر لگاؤ۔

ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ یہ روش کوئی نئی نہیں ہے۔ اس کا اظہار حیات پیغمبرؐ کے آخری لمحات میں اس وقت ہوا تھا جب رسول خداؐ نے قلم اور دوات طلب کی تھی تو حضرت عمرؓ نے کہا تھا: حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ یعنی ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ اس طرح انھوں نے لوگوں کو امیرالمومنینؑ کے علوم کی پیروی سے روک دیا لیکن بعد میں انھوں نے ستر سے زائد مرتبہ کہا: لَوْ لَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ. اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

ایک مرتبہ جب خلیفہ اول امام علیؑ کے پیروکاروں کے سوالات سے عاجز ہوئے تو انھیں مجبوراً کہنا پڑا اَقِيلُوْنِيْ اَقِيلُوْنِيْ لَسْتُ بِخَيْرِكُمْ وَ عَلِيٌّ فِيكُمْ. اپنی بیعت کا بوجھ میرے کندھوں سے ہٹالو۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں جبکہ علی (علیہ السلام) تمہارے درمیان موجود ہیں۔

جب مسلمانوں نے اہلبیتؑ کی تعلیمات سے انحراف کیا تو قیاس اور ذاتی آراء پر انھیں تکیہ کرنا پڑا جس کے نتیجے میں گمراہی پھیلی اور بدعات اسلام میں داخل ہوئیں۔ یہ سلسلہ اتنا دراز ہوگیا کہ بدعات ایجاد کرنے والوں کو خود یہ کہنا پڑا کہ فلاں فلاں چیز زمانہ پیغمبرؐ میں حلال تھی اور اب میں اسے حرام قرار دیتا ہوں۔ بدعت کرنے والے اتنا آگے بڑھ گئے تھے کہ ایک خودساختہ مسئلے کے بارے میں انھوں نے کہا کہ یہ عمل بدعت ہے لیکن اچھی بدعت ہے۔ اہلبیتؑ کی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے بہت سے اعتقادی، فقہی اور سیاسی اختلافات پیدا ہوئے اور اہلسنت میں چار مذاہب کا فروغ پانا بھی اہلبیتؑ سے دوری کا ایک منطقی نتیجہ ہے۔

معانی الاخبار سے ایک داستان

شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی تفسیر نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ رب العالمین سے درخواست کرتا ہے کہ پروردگار! ہماری مدد فرما تاکہ ہم سیدھے راستے پر چلیں جو تیری محبت اور تیرے دین پر ختم ہوتا ہو اور ہمیں ہوا و ہوس اور ذاتی رائے کی پیروی سے نجات عطا فرما تاکہ ہم تیرے راستے پر مضبوطی سے جمے رہیں۔

پھر فرمایا کہ میں نے اہل رائے و اہل قیاس شخص کو دیکھا ہے جو انحراف کے راستے پر جا پڑا تھا۔ جب میں نے ایک شخص کی کرامتوں کی داستانیں سنیں تو میں نے چاہا کہ اس شخص سے اس طرح ملوں کہ وہ مجھے نہ پہچانے۔ چنانچہ میں ملنے کی غرض سے وہاں پہنچا جہاں وہ شخص روزانہ ارادت مندوں کو اپنا دیدار کرایا کرتا تھا۔ جب وہ آیا تو لوگ بڑے احترام سے اس کی دست بوسی کے لیے آگے بڑھے۔ دیدار کرانے کے بعد وہ شخص

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

وہاں سے چل دیا۔ اس نے کئی راستے بدلے تا کہ کوئی ارادت مند اس کے ساتھ نہ جاسکے۔ میں کچھ فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ اس کا کوئی مرید اس کو دیکھ نہیں رہا تو وہ ایک نانبائی کی دوکان پر گیا۔ اس نے بھیڑ کا فائدہ اٹھا کر دو روٹیاں چپکے سے اپنی چادر میں چھپالیں اور وہاں سے چل پڑا۔ میں نے حسن ظن سے کام لیا اور سوچا کہ ممکن ہے وہ پہلے سے اس کی قیمت ادا کر چکا ہو یا اس کا ادھار چلتا ہو۔ پھر وہ شخص ایک پھل فروش کی دکان پر پہنچا۔ وہاں بھی لوگوں کی بھیڑ بھاڑ تھی۔ چنانچہ اس نے دو انار اٹھا لیے اور آگے بڑھ گیا۔ میں اس کی حرکات کو دیکھ رہا تھا۔ وہ شخص وہاں سے آگے چلا تو سرراہ ایک مریض لیٹا ہوا تھا۔ اس نے چرائی ہوئی دو روٹیاں اور دو انار اس کی جھولی میں ڈال دیئے اور خود صحرا میں چلا گیا۔ میں بھی کچھ دیر بعد وہاں پہنچ گیا اور میں نے اس سے کہا: بندۂ خدا! میں نے تیری کرامات کی داستانیں سنی تھیں اور مجھے تجھ سے ملنے کا اشتیاق تھا مگر آج میں نے تیرا جو کردار دیکھا ہے اس کی وجہ سے میری نظروں سے تو گر گیا ہے۔

اس نے کہا کہ تو نے میرا کون سا غلط کردار دیکھا ہے؟

میں نے کہا: بندۂ خدا تو نے نانبائی کی دکان سے دو روٹیاں اور پھل فروش کی دکان سے دو انار چرائے پھر یہ چیزیں ایک مریض کو دے دیں!! آخر تجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس نے کہا کہ میں جواب بعد میں دوں گا، پہلے آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟

میں نے کہا کہ میں اللہ کا ایک بندہ اور رسول اللہؐ کا امتی ہوں۔

اس نے کہا کہ نہیں آپ اپنا پورا تعارف کرائیں۔

میں نے کہا کہ میں اہلبیت رسولؐ کا ایک فرد ہوں اور مدینہ میں رہتا ہوں۔

اس نے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ آپ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔

میں نے کہا کہ تو نے بالکل صحیح پہچانا ہے۔

اس نے کہا کہ مجھے آپ پر افسوس ہو رہا ہے۔ آپ اپنے باپ دادا کے علم سے بے بہرہ ہیں۔ اگر آپ کے پاس باپ دادا کا علم ہوتا تو آپ مجھ سے اس طرح کا سوال نہ کرتے اور نہ ہی آپ کو تعجب ہوتا۔ میں نے جو کچھ کیا ہے قرآن کی تعلیمات کے مطابق ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جو کوئی ایک نیکی کرے اسے دس گنا اجر دیا جائے گا۔ (سورۂ انعام: آیت ۱۶۱) پھر اللہ نے فرمایا: وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا اور جو کوئی ایک برائی کرے گا تو ایک برائی کے بدلے ایک ہی گناہ لکھا جائے گا۔ (سورۂ انعام: آیت ۱۶۱) اب سنو! میں نے دو روٹیاں اور دو انار چرائے ہیں۔ میرے نامۂ اعمال میں چار گناہ لکھے گئے اور جب میں نے وہ چیزیں ایک بیمار مستحق کو دیں تو میرے نامۂ اعمال میں چالیس نیکیاں لکھی گئیں۔ اب چالیس میں سے چار برائیوں کو نفی کیا جائے تو پھر بھی چھتیس نیکیاں میرے نامۂ اعمال میں باقی رہیں گی۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے! تو کتاب اللہ سے بالکل نابلد ہے کیا تو نے خدا کا

Presented by www.ziaraat.com

یہ فرمان نہیں سنا اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ اللہ متقین کے عمل کو ہی قبول کرتا ہے۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۲۷) جب تو نے دو روٹیاں اور دو انار چوری کیے تو تیرے نامۂ اعمال میں چار برائیاں لکھی گئیں اور جب تو نے ان چیزوں کو مالک کی اجازت کے بغیر صرف کیا تو تیرے نامۂ اعمال میں مزید چار برائیاں لکھی گئیں۔ تو نے کوئی نیکی نہیں کی بلکہ برائی پر برائی کرتا رہا ہے۔ یہ سن کر وہ شخص حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں وہاں سے واپس آ گیا۔

یہ واقعہ سنانے کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے اغیار جس طرح سے فتوے دیتے ہیں ان کی منطق بھی اسی شخص کی طرح ہے۔ یہ لوگ غلط تاویلات کر کے خود بھی گمراہ ہو رہے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ (معانی الاخبار ص ۳۵)

۲۰۔ حضرت علیؑ کے علاوہ کسی کو ''امیر المومنین'' کہنا

امام علیؑ کے بہت سے القاب ہیں جن میں سے امیر المومنین مشہور ترین لقب ہے۔ امیر المومنین کا لقب آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے علاوہ کسی بھی دوسرے شخص کو اس لقب سے ملقب کرنا حرام ہے۔ حد یہ ہے کہ یہ لقب کسی نبی اور کسی امام کے لیے بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

صاحب وسائل الشیعہ نے کافی اور تفسیر عیاشی سے دو روایات نقل کی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ امیر المومنین کا لقب امام علی علیہ السلام کے لیے مخصوص ہے اور آپ کے سوا کسی کو اس لقب سے ملقب کرنا حرام ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۷۰)

صاحب وسائل الشیعہ نے لکھا ہے کہ اس سلسلے کی روایات کافی زیادہ ہیں۔

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں اس مفہوم کے اثبات کے لیے بہت سی احادیث نقل کی ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ کچھ فقہاء کہتے ہیں کہ علمائے امامیہ کی نظر میں یہ فعل حرام ہے۔[1]

امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ جب قائم آل محمدؐ ظہور فرمائیں گے تو کیا انھیں ''امیر المومنین'' کہہ کر

۱۔ اہلسنت کے ہاں کسی بھی صاحب اقتدار کو امیر المومنین کہنا جائز ہے۔ بنی امیہ اور بنی عباس کے دور سے لے کر افغانستان کے ملا عمر تک سب حکمرانوں کو امیر المومنین کہا گیا ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ کی کتاب الارشاد کے مطابق امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خاص صحابی جناب علی بن یقطین خلیفہ ہارون کے وزیر تھے اور وہ ہارون کو امیر المومنین کہا کرتے تھے۔ اسی طرح صفوان بن مہران جمّال جو آپ کے ایک اور خاص صحابی تھے اور ہارون کے دربار میں آیا جایا کرتے تھے ہارون کو امیر المومنین کہا کرتے تھے۔ اسی طرح کتاب الارشاد میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کے موقع پر امام سے خلیفہ مامون کا جو مکالمہ درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے بھی مامون کو امیر المومنین کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

ان تمام موارد میں امیر المومنین کہنے کا جواز ''تقیہ'' ہو سکتا ہے کیونکہ قول معصوم ہے: اَلتَّقِیَّةُ دِیْنِیْ وَدِیْنُ آبَائِیْ. (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

سلام کیا جائے گا ؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اللہ نے صرف امام علیؑ کا نام ہی امیرالمومنین رکھا ہے۔ آپ سے پہلے کسی کو یہ لقب نہیں ملا اور آپ کے بعد جو بھی اپنے آپ کو اس لقب سے ملقب کرے گا تو وہ کافر ہوگا۔ راوی نے کہا کہ تو پھر قائم آل محمدؐ کو اس لقب کے ساتھ سلام کیا جائے گا ؟ آپ نے فرمایا کہ لوگ انھیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَقِیَّةَ اللّٰہِ کہہ کر سلام کریں گے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱، ص ۱۷۹)

کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَقِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ○ (سورۂ ملک : آیت ۲۷) کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ آیت امیرالمومنینؑ اور ان کے زمانے کے اُن مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے آپ کو چھوڑ دیا تھا۔ جب وہ قیامت کے دن امیرالمومنینؑ کی شان و عظمت کو دیکھیں گے تو ان کے چہرے شرمندگی کی وجہ سے سیاہ ہو جائیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا یہ تمہارا اصلی سردار ہے هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ یہ وہی ہے جس کے لقب کو تم نے اپنے اوپر چسپاں کیا ہوا تھا۔ (کافی ج ۱، ص ۴۲۵)

۲۱۔ اہل بدعت کے ساتھ میل جول

اہل بدعت کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا حرام ہے کیونکہ اس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لَا تَصْحَبُوْا اَهْلَ الْبِدَعِ وَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَتَصِیْرُوْا عِنْدَ النَّاسِ كَوَاحِدٍ مِنْهُمْ. اہل بدعت کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھو ورنہ لوگوں کی نظر میں تم بھی ان جیسے قرار پاؤ گے۔
(کافی ج ۲، ص ۳۷۵)

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ وَ قَرِیْنِهٖ. انسان اپنے دوست اور ساتھی کے دین پر ہوتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۵)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ مَشٰی اِلٰی صَاحِبِ بِدْعَةٍ فَوَقَّرَهٗ فَقَدْ سَعٰی فِیْ هَدْمِ الْاِسْلَامِ. جو شخص کسی بدعتی کے پاس جائے اور اس کا احترام کرے تو گویا اس نے اسلام کو منہدم کرنے کی کوشش کی۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۳۰۴)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِذَا رَاَیْتُمْ اَهْلَ الرَّیْبِ وَالْبِدَعِ مِنْ بَعْدِیْ فَاَظْهِرُوا الْبَرَائَةَ مِنْهُمْ وَاَكْثِرُوْا مِنْ سَبِّهِمْ وَالْقَوْلِ فِیْهِمْ وَالْوَقِیْعَةِ وَ بَاهِتُوْهُمْ كَیْلَا یَطْمَعُوْا فِی الْفَسَادِ فِی الْاِسْلَامِ وَ یَحْذَرُهُمُ النَّاسَ وَلَا یَتَعَلَّمُوْنَ مِنْ بِدَعِهِمْ یَكْتُبُ اللّٰهُ لَكُمْ بِذٰلِكَ الْحَسَنَاتِ وَ یَرْفَعُ لَكُمْ بِهِ الدَّرَجَاتِ فِی الْاٰخِرَةِ. جب میرے بعد اہل بدعت و شک کو دیکھو تو ان سے بیزاری اختیار کرو۔ انھیں سب وشتم کرو اور ان کی بدگوئی کرو اور صحیح استدلال کے ساتھ انھیں ایسا لاجواب کرو کہ وہ مسلمانوں میں فساد برپا نہ کرسکیں اور لوگوں کو فریب نہ دے سکیں اور لوگ ان سے متنفر رہیں اور ان کی بدعات کی تعلیم حاصل نہ کریں۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اگر تم نے اہل بدعت کے ساتھ ایسا سلوک کیا تو تمہارے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی اور آخرت میں تمہارے درجات بلند ہوں گے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۵)

داؤد بن قاسم جعفری امام موسیٰ کاظم و امام علی رضا علیہم السلام کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔ ایک دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

''تم عبدالرحمٰن بن یعقوب کے پاس کیوں بیٹھتے ہو؟

اس نے عرض کیا کہ مولا! وہ میرا ماموں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کے متعلق نازیبا باتیں کرتا ہے وہ خدا کی توصیف ایسے اوصاف سے کرتا ہے جو اس کے شایان شان نہیں ہیں۔ اب تم یا تو اس کے ساتھ نشست و برخاست رکھو تو ہمیں چھوڑ دو اور اگر ہمارے ساتھ نشست و برخاست رکھو تو پھر اسے چھوڑ دو۔

اس نے کہا: مولا! وہ جو کچھ کہتا ہے کہتا رہے میں اس کے نظریات سے بیزار ہوں۔

امام نے فرمایا: ڈرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پر خدا کا عذاب آئے اور تم بھی عذاب کی لپیٹ میں آجاؤ۔ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے ایک پیروکار کا والد فرعون کے ساتھ تھا۔ جب حضرت موسیٰؑ دریا عبور کر رہے تھے اور فرعون تعاقب میں آ رہا تھا تو اس نے حضرت موسیٰؑ کی رفاقت کو چھوڑا اور اپنے باپ کو نصیحت کرنے کے لیے لشکر فرعون کی طرف گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے والد کو سمجھا بجھا کر حضرت موسیٰؑ کی صف میں لے آئے لیکن اتنے میں پانی کی لہریں آپس میں مل گئیں وہ بھی لشکر فرعون کے ساتھ ڈوب گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے جب باہر نکل کر اپنے ساتھی کو نہ پایا تو پریشان ہوئے۔ اتنے میں وحی نازل ہوئی کہ وہ ڈوب چکا ہے چونکہ وہ مومن تھا نیت صحیح تھی اس لیے وہ اللہ کی رحمت میں ہے لیکن جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو جو بھی گنہگار کے پاس ہو وہ بھی عذاب کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۶)

۲۲۔ اللہ کے فرمان سے ہٹ کر فیصلہ کرنا

اس حقیقت میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ اس زمانے میں فتویٰ اور حدود الٰہی کے اجرا کی ذمے داری جامع الشرائط فقیہ پر عائد ہوتی ہے اور جامع الشرائط فقیہ وہ ہے جو حلال و حرام سے اچھی طرح آگاہی رکھتا ہو اور جدید مسائل میں اجتہاد کرسکتا ہو اور فرع کو اصل کی طرف پلٹا سکتا ہو اور اصول استنباط کا ماہر ہو اور اعلیٰ درجے کا متقی اور دیانتدار ہو۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے مرجع تقلید کے اوصاف یوں بیان فرمائے تھے:

مَنْ كَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ صَائِنًا لِنَفْسِهِ حَافِظًا لِدِيْنِهِ مُخَالِفًا لِهَوَاهُ مُطِيْعًا لِاَمْرِ مَوْلَاهُ فَلِلْعَوَامِ اَنْ يُقَلِّدُوْهُ. لوگوں کو ایسے فقہاء کی تقلید کرنی چاہیے جن میں چار خصوصیات موجود ہوں:

Presented by www.ziaraat.com

(۱) اپنے آپ کو خطا و انحراف سے بچانے والا ہو۔
(۲) خطرے اور فتنے کے مقام پر اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہو۔
(۳) خواہشات نفس کا مخالف ہو۔
(۴) اسلامی احکام کا مکمل طور پر پابند ہو یعنی حکم الٰہی کی اطاعت کرتا ہو۔ عوام کو چاہیے کہ ایسے فقیہ کی تقلید کریں۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۸۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: اِجْعَلُوْا بَيْنَكُمْ رَجُلًا (مِمَّنْ) قَدْ عَرَفَ حَلَالَنَا وَ حَرَامَنَا فَاِنِّيْ قَدْ جَعَلْتُهُ عَلَيْكُمْ قَاضِيًا... اپنے معاملات کے فیصلے کے لیے اس شخص کا انتخاب کرو جو ہمارے حلال اور حرام کو جاننے والا ہو۔ ایسے شخص کو میں نے تم پر قاضی مقرر کیا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۲۷، ص ۱۳۹)

شیعہ فقہاء کی دیانت ہر دور میں ضرب المثل رہی ہے۔ انھوں نے کبھی شرعی میزان سے ہٹ کر فتویٰ نہیں دیا۔ خدا کی توفیق سے یہ سلسلہ آئندہ بھی اسی طرح قائم رہے گا۔ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی نگاہ شفقت سے ہم پُر امید ہیں کہ وہ آئندہ بھی کسی نااہل کو اس عظیم منصب پر فائز نہ ہونے دیں گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء آپ کے وکیل ہیں۔ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف انشاء اللہ اپنے وکلاء سے بے توجہی نہیں فرمائیں گے۔ جب ہم مجتہدین کی سیرت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کی نگاہ شفقت کے حامل تھے۔

اس کے باوجود یہ امکان ہر وقت موجود ہے کہ فقہاء صحیح مصادر اور مدارک پر گہرے غور و خوض کے بغیر کوئی فتویٰ دیدیں اس لیے ضروری ہے کہ اس خطرے کی طرف بھرپور توجہ دی جائے اور جو روایات غَيْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان پر زیادہ سے زیادہ غور و فکر کیا جائے۔ لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ روایات نقل مسائل اور فقہی احکام کا بھی احاطہ کرتی ہیں چنانچہ مسئلہ گو کو حکم خداوندی بیان کرنے میں نہایت احتیاط برتنی چاہیے۔

ذیل میں ہم اس موضوع کی چند روایات نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مَنْ حَكَمَ فِيْ دِرْهَمَيْنِ بِغَيْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِمَّنْ لَهُ سَوْطٌ اَوْ عَصًا فَهُوَ كَافِرٌ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ صاحب اختیار و اقتدار اگر دو درہموں کے متعلق بھی خدا کے نازل کردہ احکام سے ہٹ کر فیصلہ کرے تو خدا نے جو کچھ اپنے نبیؐ پر نازل کیا ہے اس کا منکر قرار پائے گا۔ (کافی ج ۷، ص ۴۰۷)

کافی میں رسول خداؐ سے یہ روایت بھی منقول ہے: مَنْ حَكَمَ فِيْ دِرْهَمَيْنِ بِحُكْمِ جَوْرٍ ثُمَّ جَبَرَ عَلَيْهِ كَانَ مِنْ اَهْلِ هٰذِهِ الْآيَةِ... وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ ○ (سورہ مائدہ: ۴۴) فَقُلْتُ: وَكَيْفَ يُجْبِرُ عَلَيْهِ؟ فَقَالَ: يَكُوْنُ لَهُ سَوْطٌ وَ سِجْنٌ فَيَحْكُمُ عَلَيْهِ فَاِذَا رَضِيَ بِحُكُوْمَتِهٖ وَاِلَّا

Presented by www.ziaraat.com

ضَرَبَهٗ بِسَوْطِهٖ وَحَبَسَهٗ فِیْ سِجْنِهٖ. جو کوئی دو درہموں کے متعلق ظالم حاکم کے حکم سے فیصلہ کرے پھر اس فیصلے کو بزور طاقت نافذ کرے وہ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ ... کا مصداق قرار پائے گا۔

راوی نے کہا کہ "جبر" کرنے سے کیا مراد ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اس کے پاس کوڑا یا زندان ہو اور وہ اس عہدے پر ہو کہ جو اس کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے اسے سزا دے سکتا ہو یا قید کرسکتا ہو۔

کافی میں معاویہ بن وہب سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ جو بھی قاضی دو افراد کے درمیان غلط فیصلہ کرے تو وہ یہ سمجھے کہ وہ آسمان سے بھی زیادہ دوری سے زمین پر گرا ہے۔

سعید بن ابی خضیب بجلی راوی ہیں کہ میں قاضی ابن ابی الیلیٰ کا ہم کجاوہ تھا اور ہم اکٹھے سفر کرکے مدینہ آئے۔ ہم مسجد نبویؐ میں بیٹھے تھے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام وہاں تشریف لائے۔ میں نے ابن ابی لیلیٰ سے کہا کہ آؤ ان کے پاس چلیں۔ قاضی نے کہا اگر ہم ان کے پاس جاکر کیا کریں گے؟ میں نے کہا کہ ان سے باتیں کریں گے۔ بہرنوع ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھے اور امام کے پاس گئے۔ آپ نے مجھ سے میری اور میرے خاندان کی خیر و عافیت دریافت کی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ یہ کون ہے؟

میں نے کہا کہ مسلمانوں کا قاضی ابن ابی لیلیٰ ہے۔

امام اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا کہ اچھا مسلمانوں کا قاضی ابن ابی لیلیٰ تو ہے؟

اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا کہ کیا تو اس سے مال لے کر اُس کو دیتا ہے اور دوسروں کو سزائے موت جاری کرتا ہے اور میاں بیوی میں جدائی ڈالتا ہے اور اس کے لیے کسی سے بھی نہیں ڈرتا؟

اس نے کہا: ہاں!

آپ نے فرمایا کہ تم فیصلہ کس بنیاد پر کرتے ہو؟

اس نے کہا کہ میں رسول خداؐ اور چاروں خلفاء کے فیصلوں کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے حدیث رسولؐ اِنَّ عَلِیًّا اَقْضَاکُمْ (بیشک علیؑ اس امت میں سب سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والے ہیں) سنی ہے؟

اس نے کہا: ہاں!

آپ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کا فرمان سننے کے باوجود تم علیؑ کے فیصلوں کے برخلاف فیصلہ کیوں کرتے ہو؟ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب روز محشر رسول خداؐ تم کو بازو سے پکڑ کر بارگاہ الٰہی میں کہیں گے کہ خدایا یہ شخص میرے فیصلوں سے ہٹ کر فیصلہ کیا کرتا تھا؟ یہ سنا تو ابن ابی لیلیٰ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس نے مجھ (سعید بجلی) سے کہا کہ اب میں تیرا ہم سفر نہیں بنوں گا۔ اپنے لیے کوئی نیا ہم سفر تلاش کرو۔ (کافی ج ۸)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۲۳۔ قیاس و استحسان

امام علیؑ اور آپ کے وارث، وارثان قرآن ہیں۔ ائمہ طاہرینؑ قرآن کی تفسیر، تاویل، ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

مسلمانوں کی بدنصیبی کا آغاز اس وقت ہوا جب ایک طبقے نے خاندان رسالت کو نظرانداز کر کے اپنی حکومت تشکیل دی۔ یہ طبقہ اقتدار پر تو قابض ہوگیا لیکن وہ آیات قرآنی اور احکام الٰہی کے فہم سے آشنا نہیں تھا۔ انھوں نے اہلبیتؑ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اپنے نارساں فہم کو بروئے کار لانا مناسب سمجھا اور یوں دین خدا میں بدعات نے جنم لیا۔

آل محمدؐ کو نظرانداز کرنے کی جس روش کو جاری کیا گیا تھا آج صدیوں بعد بھی وہ روش ان کے پیروکاروں میں موجود ہے اور حالت یہ ہے کہ اس نظریے سے وابستہ افراد حدیث رسولؐ پر اپنے بزرگوں کے نظریات کو ترجیح دیتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کو اپنے لیے باعث نجات خیال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمدؐ آیت ۱۴ میں ایسے لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ۝ بھلا کہیں ایسا ہوسکتا ہے کہ جو اپنے رب کی طرف سے ایک صاف و صریح ہدایت پر ہو وہ ان لوگوں کی طرح ہو جائے جن کے لیے ان کا برا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیرو بن گئے ہیں۔

علی بن ابراہیم قمی لکھتے ہیں کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کے مصداق امام علیؑ ہیں اور كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ کے مصداق ان کے سیاسی حریف ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ کے مصداق منافقین ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نجم آیت ۲۳ میں ارشاد فرمایا ہے: اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝ یہ لوگ محض وہم و گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور خواہشات نفس کے اسیر ہیں جبکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔

ایسے ہی مفتیوں کے متعلق امام علیؑ نے فرمایا تھا: تَرِدُ عَلٰى اَحَدِهِمُ الْقَضِيَّةُ فِيْ حُكْمٍ مِّنَ الْاَحْكَامِ... وَلَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ اِلَّا بِهٖ. جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلے کے لیے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے۔ پھر وہی مسئلہ بعینہٖ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ اس پہلے کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے۔ پھر یہ تمام کے تمام قاضی اپنے اس خلیفہ کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انھیں قاضی بنا رکھا ہے تو وہ سب کی آراء کو صحیح قرار دیتا ہے۔ حالانکہ ان کا اللہ ایک، نبی ایک اور کتاب ایک ہے (انھیں غور کرنا چاہیے) کیا اللہ نے ان کو اختلاف کا حکم دیا تھا اور یہ اختلاف کر کے اس کا حکم بجا لاتے ہیں یا

Presented by www.ziaraat.com

اس نے حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور یہ اختلاف کر کے عمداً اس کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑ دیا تھا اور ان سے تکمیل کے لیے ہاتھ بٹانے کا خواہشمند ہوا تھا یا یہ اللہ کے شریک تھے کہ انھیں اس کے احکام میں دخل دینے کا حق ہو اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضامند رہے یا یہ کہ اللہ نے تو دین کو مکمل اتارا تھا مگر اس کے رسولؐ نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی۔ اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ ''ہم نے کسی چیز کے بیان کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی'' اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے کہ ''اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا بھیجا ہوا ہوتا تو لوگ اس میں کافی اختلاف پاتے۔'' قرآن کا ظاہر خوشنما اور باطن گہرا ہے نہ اس کے عجائبات مٹنے والے ہیں اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ ظلمت (جہالت) کا پردہ اسی سے چاک کیا جاتا ہے۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمام مخلوق میں سے خدا کو دو شخص سخت ناپسند ہیں:

(۱) وہ شخص جسے خدا نے اس کے نفس کے سپرد کیا ہو اور اپنا لطف اس سے منقطع کر دیا ہو۔ صحیح راہ سے منحرف ہو اور وہ علم و دلیل کے بغیر سفر کرتا ہو۔ لوگ اس کی بدعات اور کفر آمیز باتوں کی وجہ سے اس کا احترام کرتے ہوں۔ جو بھی اس پر فریفتہ ہو یہ اس کے لیے فتنہ ہو۔ یہ شخص پہلے لوگوں کی ہدایت سے بھٹکا ہے اور اپنی زندگی اور مرنے کے بعد اپنے پیروکاروں کے لیے گمراہ کنندہ ہے۔ ایسا شخص لوگوں کے انحراف کا سبب اور اپنی اور اپنے ساتھ دوسروں کی خطاؤں کا بھی ضامن ہے۔

(۲) اور وہ شخص جو جہالت و نادانی کو یکجا کر کے امت کے نادان اور جاہلوں کو گمراہ کرے۔ اپنے آپ کو فتنے کا اسیر بنا دے اور حقائق کے ادراک سے اندھا اور بہرا ہو جائے۔ جاہل قسم کے نادان لوگ اسے عالم کہتے ہیں جبکہ وہ ہرگز عالم نہیں ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ ان دو افراد سے ممکن ہے کہ آپ کے سیاسی حریف مراد ہوں۔

کتاب احتجاج میں مذکورہ کلمات کے بعد لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: لوگو! تم پر اس کی اطاعت و معرفت فرض ہے جس سے ناواقفیت کا عذر قابل قبول نہ ہوگا کیونکہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتمؐ تک کے جملہ علوم تمہارے نبیؐ کے اہلبیتؑ کے پاس موجود ہیں۔ پھر تم کیوں اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہو؟

پھر آپ نے فرمایا: اس وقت تمہارے نبیؐ کے اہلبیتؑ کشتی نوحؑ کی مانند ہیں۔ جس طرح حضرت نوحؑ کے زمانے میں وہی بچے تھے جو کشتی پر سوار ہوئے تھے اسی طرح آج بھی وہی نجات پائیں گے جو سفینہ اہلبیتؑ پر سوار ہوں گے۔ میں سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان کی نجات کا ضامن ہوں جو سفینہ اہلبیتؑ پر سوار ہیں۔ وہ لوگ جو سفینہ اہلبیتؑ پر سوار نہیں ہوئے میں ان کے لیے خطرے اور عذاب کا اعلان کرتا ہوں۔ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت رسول مقبولؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا: اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ مَا اِنْ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا ، كِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ وَاِنَّهُمَا لَنْ يَّفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ، فَانْظُرُوْا كَيْفَ تُخْلِفُوْنِيْ فِيْهِمَا. میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں تم جب تک ان دونوں سے وابستہ رہے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری اہلبیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوض پر نہ آجائیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ میرے بعد تم ان سے کیسا سلوک کرتے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا: لوگو! قرآن وعترت کی پیروی آب شیرین کی مانند ہے۔تم یہ ٹھنڈا میٹھا پانی پیو تاکہ نجات پا جاؤ اور ان سے جدائی کڑوے پانی کی مانند ہے اس سے دور رہو تاکہ ہلاکت سے بچ جاؤ۔

(کافی ج ا۔ بحار الانوار ج ۲)

۲۴۔ تفسیر بالرائے

بدعت کے متعلق پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ بدعت دین میں کسی نئی چیز کے داخل کرنے یا دین کے کسی مسئلے کو دین سے نکالنے کا نام ہے اور تفسیر بالرائے سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن کریم کی مجمل اور متشابہ آیات جن کی تاویل خدا، رسولؐ اور اہلبیت طاہرینؑ ہی بہتر جانتے ہیں۔ ان آیات کی اپنے ناقص فکر کے مطابق تشریح کرے اور اسے آیت قرآن کا حقیقی معنی قرار دے۔ یہ عمل حرام ہے اور گناہان کبیرہ میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ...فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ...(سورۂ آل عمران: آیت ۷)

مقصود آیت یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے اور حق سے انحراف اور باطل کی طرف میلان پایا جاتا ہے وہ آیات متشابہات کے ظاہری الفاظ سے تمسک کرتے ہیں اور اپنی حسب منشا تاویل کرتے ہیں جبکہ ان آیات کی تاویل اور ان کے حقیقی معانی کو خدا اور رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ائمہ ہدیٰ رَاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ میں سرفہرست ہیں۔ ائمہ ہدیٰ سے تفسیر بالرائے کی شدید مذمت منقول ہے اور اس مفہوم کی بیسیوں روایات موجود ہیں۔ ہم یہاں بطور نمونہ بدعت او رتفسیر بالرائے کی مذمت کے لیے وارد ہونے والی چند احادیث کو نقل کرتے ہیں:

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ سَبِيْلُهَا اِلَى النَّارِ. ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستا دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ (کافی ج ۱، ص ۵۴۔ بحار الانوار ج ۲، ص ۳۰۳، ۳۰۸)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے: اَبَى اللّٰهُ لِصَاحِبِ الْبِدْعَةِ بِالتَّوْبَةِ. اللہ کو صاحب بدعت کی توبہ قبول کرنے سے انکار ہے۔

رسول خداؐ سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا: اِنَّهٗ قَدْ اُشْرِبَ قَلْبُهٗ حُبَّهَا. کیونکہ اس کے دل میں بدعت کی محبت گھر کر چکی ہوتی ہے۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۲۹۶)

Presented by www.ziaraat.com

عیون اخبار الرضا میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مَا آمَنَ بِیْ مَنْ فَسَّرَ بِرَأْیِهٖ كَلَامِیْ، وَمَا عَرَفَنِیْ مَنْ شَبَّهَنِیْ بِخَلْقِیْ وَمَا عَلٰی دِیْنِیْ مَنِ اسْتَعْمَلَ الْقِیَاسَ فِیْ دِیْنِیْ. وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے اپنی رائے سے میرے کلام کی تفسیر کی اور اسے میری معرفت حاصل نہیں ہے جس نے میری مخلوق سے مجھے تشبیہ دی اور وہ میرے دین پر نہیں ہے جس نے میرے دین میں قیاس کو داخل کیا۔

(بحار الانوار ج ۲، ص ۲۹۷)

حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا: اِیَّاكُمْ وَ اَصْحَابَ الرَّأْیِ فَاِنَّهُمْ اَعْیَتْهُمُ السُّنَنُ اَنْ یَحْفَظُوْهَا فَقَالُوْا فِی الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ بِرَأْیِهِمْ، فَاَحَلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَحَرَّمُوْا مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فَضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا. اہل رائے اور اہل قیاس سے پرہیز کرو کیونکہ جب وہ دین کی سنتوں کو یاد رکھنے سے عاجز ہوئے تو انھوں نے اپنے گمان اور رائے سے حلال وحرام کو بیان کیا۔ چنانچہ انھوں نے حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کیا۔ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔(بحار الانوار ج ۲، ص ۳۰۸)

بحار میں محاسن برقی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ امام علیؑ نے خطبہ دیا اور آپ نے اس خطبے میں فرمایا: اَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَا بَدْءُ وُقُوْعِ الْفِتَنِ اَهْوَاءٌ تُتَّبَعُ وَ اَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ یُخَالِفُ فِیْهَا كِتَابُ اللّٰهِ، یُقَلِّدُ فِیْهَا رِجَالٌ رِجَالًا، وَلَوْ اَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ لَمْ یَخْفَ عَلٰی ذِیْ حِجًی، وَلَوْ اَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ لَمْ یَكُنْ اِخْتِلَافٌ، وَلٰكِنْ یُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا ضِغْثٌ وَمِنْ هٰذَا ضِغْثٌ فَیُمْزَجَانِ فَیَجِیْئَانِ مَعًا فَهُنَالِكَ اِسْتَحْوَذَ الشَّیْطَانُ عَلٰی اَوْلِیَائِهٖ وَنَجَی الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ الْحُسْنٰی. لوگو! فتنوں کا آغاز ہوا و ہوس اور بدعات سے ہوتا ہے جن میں کتاب اللہ کی مخالفت کی جاتی ہے اور پھر کچھ لوگ کچھ لوگوں کی اس میں تقلید کر لیتے ہیں۔ اگر باطل خالص باطل کی شکل میں ہو تو کسی بھی اہل عقل پر وہ مخفی نہیں رہ سکتا۔ اور اگر حق میں باطل کی آمیزش نہ ہو تو اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا لیکن ہوتا یہ ہے کہ منافق اور اہل فتنہ حق و باطل کو مخلوط کر دیتے ہیں اور حق و باطل کے ملغوبہ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس وقت شیطان اپنے دوستوں پر مسلط ہو جاتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے البتہ وہ لوگ اس کے جال میں پھنسنے سے محفوظ رہتے ہیں کہ جن کے دلوں کو خدا ایمان پر ثبات عطا کرتا ہے۔

۲۵۔ طریق اہلبیت علیہم السلام سے ہٹ کر تفسیر قرآن کرنا

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قرآن کریم کی تاویل وتنزیل، محکم ومتشابہ اور ناسخ ومنسوخ کا مکمل علم خاندان عصمت کے پاس ہے۔ اسی لیے رسول خداؐ نے اپنی امت کو حکم دیا تھا کہ وہ اہلبیت کی طرف رجوع کریں اور یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ شیعیان آل محمدؐ کے علاوہ دوسرے اسلامی فرقوں نے قرآن فہمی کے لیے اہلبیتؑ سے رہنمائی حاصل نہیں کی ہے اور اس کی بجائے انھوں نے اپنی ناقص فہم پر انحصار کرنے کو ترجیح

Presented by www.ziaraat.com

دی ہے۔ اسی وجہ سے ان میں اختلاف نے جنم لیا۔

اس سلسلے کی تعجب خیز بات یہ ہے کہ فہم ناقص سے تاویل قرآن کرنے والے افراد شیعیان آل محمدؐ پر الزام عائد کرتے ہیں کہ آپ لوگ قرآن کی تاویل کرتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ کتب شیعہ میں قرآن حکیم کی جو تاویل وتفسیر لکھی ہوئی ہے وہ ان کی ہرگز خودساختہ نہیں ہے بلکہ ائمہ اہلبیتؑ سے ماخوذ ہے۔

ایک رات میں مسجد الحرام میں بیٹھا ہوا تھا اور خدا کے حضور محو مناجات تھا۔ اتنے میں میرے پاس ایک وہابی مولوی آکر بیٹھا۔ اس نے مجھے ایک رسالہ پڑھنے کے لیے دیا اس رسالے میں وہابی عقائد کے دلائل اور شیعوں کے خلاف بے جا الزامات لکھے ہوئے تھے میں نے رسالے کے چند صفحات پڑھے ان میں لکھا ہوا تھا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے وہابی شیخ کو وہ رسالہ دکھا کر کہا کہ آپ حضرات نے یہ کفر آمیز جملہ رسالے میں کیوں لکھا؟

اس نے کہا کہ کون سا جملہ؟ میں نے کہا کہ ملاحظہ فرمائیں یہ لکھا ہوا ہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہوا ہے۔ اب اگر یہ عقیدہ صحیح ہے تو پھر بتائیں کیا خدا یہاں ہمارے پاس موجود ہے یا نہیں ہے؟

میرا سوال سن کر کچھ دیر تک وہ پریشان رہا اور جواب ڈھونڈتا رہا۔ پھر اس نے کہا کہ یہ عقیدہ تو قرآن کی اس آیت سے ماخوذ ہے اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ○ (سورۂ طٰہٰ: آیت ۵) پھر اس نے کہا کہ آپ شیعہ حضرات قرآن کی تاویل کرتے ہیں اور آیات کے خودساختہ معانی مراد لیتے ہیں۔ آپ حضرات شرک و تحریف کرتے ہیں۔

میں نے اس سے کہا: بھائی! سیدھی سی بات ہے کہ آپ میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ آپ آیات کا ترجمہ وتفسیر اپنی ناقص فہم و ادراک کے مطابق کرنے کے عادی ہیں جبکہ ہم قرآن کا مفہوم وارثان کتاب اللہ سے حاصل کرتے ہیں۔ اچھا اگر اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہوا ہے تو پھر یہ فرمائیں کہ فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ تم جس طرف بھی منہ کرو گے ہر سمت میں اللہ موجود ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۱۵) تو کیا آپ کی نظر میں یہ دو آیات باہمی طور پر ایک دوسرے کی متضاد ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی کچھ آیات محکم ہیں اور کچھ متشابہہ ہیں۔ آیات محکمات قرآن کی اساس ہیں اور آیات متشابہات میں اجمال ہوتا ہے اور اس کی وضاحت کے لیے عالم اسلام کو خاندان وحی کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ جو امت کو زوال میں ڈالنا چاہتے ہیں وہ خاندان وحی کی طرف رجوع کرنے کو اپنی ہتک تصور کرتے ہیں اور فتنہ گری کے لیے ان آیات کی من مانی تاویلیں کرتے ہیں جبکہ ان آیات کا صحیح مقصد صرف خدا کو معلوم ہے یا وہ جانتے ہیں جو علم میں راسخ ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آیات متشابہات کی تاویل کا علم ان کے پاس ہے جنھیں خدا نے علم و دانش عطا فرمائی ہے۔

سچ یہ ہے کہ سورۂ آل عمران کی چھٹی آیت ''تفسیر بالرائے'' کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے

Presented by www.ziaraat.com

علاوہ ہادیان دین سے بیسیوں ایسی روایات موجود ہیں جن میں آیات متشابہات کی تفسیر بالرائے کو حرام قرار دیا گیا اور تفسیر بالرائے کرنے والوں کو عذاب الیم کی وعید سنائی گئی ہے۔

چنانچہ تفسیر نور الثقلین میں احتجاج طبرسی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک طویل گفتگو میں یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے: اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اہل باطل اس کے کلام کی خودساختہ تفسیر کریں گے اسی لیے اس نے قرآن کریم کو تین اقسام میں تقسیم کیا۔

قرآن کے ایک حصے کو انتہائی واضح اور قابل فہم بنایا کہ ہر عالم و جاہل اسے سمجھ سکے۔ قرآن کریم میں کچھ ایسی آیات بھی ہیں جن کے مفہوم کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کا ذہن صاف اور احساسات لطیف ہوں اور یہ وہ طبقہ ہے جن کے سینوں کو خدا نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے۔

آیات قرآنی کی تیسری قسم وہ ہے جس کی تاویل کو صرف اللہ جانتا ہے اور اس کے انبیاءؑ جانتے ہیں جو علم میں راسخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے کیا ہے تاکہ میراث رسولؐ پر قابض افراد علم کتاب کا دعویٰ نہ کر سکیں اور انھیں مجبور ہو کر راسخین فی العلم کے دروازے پر جھکنا پڑے۔

(تفسیر نور الثقلین ج ۱، ص ۳۱۳۔ احتجاج ج ۱، ص ۳۷۶۔ بحار الانوار ج ۸۹، ص ۴۵)

مؤلف کہتا ہے کہ لوگوں نے ویسے تو اہلبیتؑ سے انحراف کیا لیکن جب قرآنی حقائق کی بات آئی تو انھیں مجبور ہو کر دروازہ عصمت پر جھکنا پڑا اور عظمت اہلبیتؑ کا اعتراف کرنا پڑا۔ خلیفہ دوم کے متعلق مشہور ہے کہ انھوں نے ستر بار یہ جملہ کہا تھا لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَر اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

شیخ صدوق رقمطراز ہیں کہ ابو معمر سعدانی کا بیان ہے کہ ایک شخص امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور کہا کہ مولا! مجھے تو قرآن کریم کی آیات میں شک ہونے لگا ہے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔ قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ قرآن فہمی کے لیے علماء سے رجوع کرنا۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات ایسی ہیں جو بظاہر انسانی کلام کے مشابہ دکھائی دیتی ہیں جبکہ وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کی تاویل کلام بشر کے مشابہ نہیں ہے۔ جس طرح سے مخلوق اپنے خالق کے مشابہ نہیں ہے اسی طرح سے خدا کا فعل بھی انسانوں کے افعال کے مشابہ نہیں ہے۔ خدا کا کلام کلام بشر کے مشابہ نہیں ہے۔ (توحید ص ۲۵۴)

تفسیر عیاشی میں برید بن معاویہ عجلی سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قُلْ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتَابِ آپ کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ اللہ کافی ہے اور وہ جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔ (سورۂ رعد: آیت ۴۳) کی آیت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت رسول خداؐ کے بعد علیؑ اور ان کے بعد والے ائمہ کے متعلق نازل ہوئی اور علیؑ وہ ہیں جن کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۷، ص ۳۳۴)

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا بَلْ هُوَ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ

Presented by www.ziaraat.com

فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ یہ قرآن روشنی ہے جسے ہم نے صاحبانِ علم کے سینے میں قرار دیا ہے۔ (سورۂ عنکبوت : آیت ۴۹) کے مصداق آپ حضرات ہیں؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے علاوہ اس آیت کا مصداق اور کون ہوسکتا ہے جبکہ رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْم ہم ہیں۔

۲۶۔ باب اجتہاد کا بند ہونا

تاریخ بتاتی ہے کہ چوتھی صدی کے اوائل میں مذہب اہلسنت میں فقہاء کی کثرت ہوگئی اور ہر فقیہ نے اپنی فقاہت و اجتہاد کا اعلان کیا اور لوگوں کو اپنی پیروی اور تقلید کی دعوت دی۔ اس دور کے مؤرخ لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں بیک وقت پچاس ایسے افراد تھے جن میں سے ہر ایک اجتہاد اور فقاہت کا دعویٰ کرتا تھا اور ہر شخص نے اپنے اپنے مقلدین بنا لیے تھے۔ مجتہدین کی کثرت کی وجہ سے عوام الناس میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ حاکم وقت نے سوچا کہ اگر انھیں کنٹرول نہ کیا گیا تو اس سے بہت زیادہ خرابیاں جنم لیں گی۔ اسی لیے اس نے اپنی طرف سے اعلان کیا کہ آج سے اجتہاد کا دروازہ بند کیا جا رہا ہے اور عوام الناس کو چاہیے کہ وہ فقہائے اہلسنت میں سے ابوحنیفہ، مالک، شافعی یا احمد بن حنبل کی فقہ کی پیروی کریں۔ ان چاروں فقہوں کو منظور شدہ فقہ کا درجہ حاصل ہوگا اس کے علاوہ باقی تمام فقہیں غیر قانونی ہوگی۔ اس حکم کے تحت تمام مجتہدین کی فقہیں متروک قرار پائیں اور آئندہ کے لیے امت اسلامیہ کے لیے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ انہی متروک اور غیر منظور شدہ فقہوں میں فقہ جعفریہ کو بھی شامل کردیا گیا۔ شاہ محمد خدابندہ کے عہد حکومت تک یہ حالت برقرار رہی۔ پھر ایک واقعہ کی وجہ سے فقہ جعفریہ کو سرکاری سطح پر تسلیم کیا گیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ شاہ محمد خدابندہ اپنی کسی بیوی پر ناراض ہوا تو اس نے ناراضگی کے عالم میں ایک ہی جگہ بیٹھ کر اس بیوی کو تین طلاقیں جاری کر دیں۔ چند لمحات کے بعد جب اس کا غصہ ختم ہوا تو اسے اپنی حرکت پر ندامت ہوئی اس نے چاروں مذاہب کے علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے صورتحال رکھی۔ مذاہب چہارگانہ کے مفتیوں نے کہا کہ جناب اب رجوع کی کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ طلاق مؤثر ہے اور اگر آپ نے اس بیوی کو اپنے عقد میں رکھنا ہی ہے تو پہلے ''حلالہ'' کرالیں یعنی اس عورت کی کسی اور شخص سے شادی ہو اور زوجین حقوق زوجیت ادا کریں۔ پھر وہ شوہر اس عورت کو طلاق جاری کر دے تو اس کی عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے نکاح کرسکتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تو اعلیٰ درجے کی بے غیرتی ہے۔ غیرت شاہی اسے قبول نہیں کرسکتی۔ بادشاہ کے ایک وزیر نے کہا: جہاں پناہ! اسلام کی ترجمانی صرف چار مذاہب تو نہیں کرتے ان کے علاوہ فقہ جعفریہ بھی اسلام کی ترجمانی کرتی ہے اور فقہ جعفریہ کے تحت یہ ایک طلاق ہے۔ اس کے بعد آپ کو رجوع کا پورا حق حاصل ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

بادشاہ نے کہا کہ اس مذہب کا اس وقت مفتی کون ہے؟

وزیر نے کہا کہ اس وقت حسن بن یوسف بن مطہر اسدی (علامہ حلی ۶۴۸ھ۔۷۲۶ھ) مذہب شیعہ کے عظیم القدر عالم ہیں۔ آپ انھیں دربار میں آنے کی دعوت دیں اور مذاہب اربعہ کے ان فقہاء کو بھی دربار میں بلالیں اور ان سے فتویٰ حاصل کریں۔ بادشاہ کو وزیر کی یہ تجویز معقول لگی۔ چنانچہ اس نے علامہ[۱] کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ الغرض مقررہ دن آیا تو بادشاہ کا دربار لگا۔ وزیر، مشیر اور مذاہب اربعہ کے فقہاء وہاں پہنچ گئے۔ بادشاہ نے علماء سے کہا کہ میں نے ایک شیعہ عالم دین کو دعوت دی ہے وہ بھی آنے والے ہیں۔

مذاہب اربعہ کے علماء نے کہا: جہاں پناہ! شیعہ علماء کے ہاں عقل و درایت نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ آپ نے انھیں خواہ مخواہ دعوت دی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ علمائے دین! آخر ان کی بات سن لینے میں حرج ہی کیا ہے۔ اگر ان کی بات معقول نہ ہو تو آپ ان کی تردید کر دینا۔

ادھر علامہ جان بوجھ کر دیر سے آئے۔ اس دوران مذاہب اربعہ کے علماء نے کہا کہ جناب شیعہ علماء میں جرأت ہی نہیں ہے کہ سر دربار علماء کے سامنے آئیں اور شرعی فتویٰ صادر کریں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ابھی تک نہیں آئے۔ پھر علامہ تشریف لائے۔ آپ بادشاہ کے سامنے کورنش نہیں بجا لائے جیسا کہ دستور تھا۔ آپ نے اپنا جوتا اتارا اور اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر بغل میں لے لیا اور آگے بڑھے۔ تمام کرسیوں پر اعیان سلطنت بیٹھے ہوئے تھے۔ بادشاہ کے قریب ایک کرسی خالی تھی۔ علامہ نے بادشاہ کو اور اہل دربار کو ایک ہی سلام کیا (یعنی بادشاہ کو کوئی خصوصی سلام نہیں کیا) اور بادشاہ کے قریب خالی کرسی پر بیٹھ گئے۔

مذاہب اربعہ کے علماء تو ایسے ہی موقع کی تاک میں تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ آپ نے اس شخص کی جسارت دیکھی؟ یہ کورنش بجا لائے بغیر اور آپ سے اجازت لیے بغیر آپ کے قریب براجمان ہو گیا ہے اور اس نے اپنا جوتا کپڑے میں لپیٹا ہوا ہے اور بغل میں دبا رکھا ہے۔ اس کے طرز عمل سے آپ کو یقین آ گیا ہوگا کہ ہماری باتیں سچی تھیں۔ بادشاہ نے کہا کہ اب آپ حضرات اس طرز عمل کے متعلق خود ان سے ہی پوچھ لیں۔ جب علامہ سے کہا گیا کہ آپ نے بادشاہ کے سامنے خضوع کیوں نہیں کیا اور سجدہ تعظیمی کیوں نہیں کیا؟

علامہ نے جواب دیا کہ غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنا شرک ہے اور خدا نے اسے قرآن میں ممنوع قرار دیا ہے۔ اسی لیے میں نے سجدہ نہیں کیا اور قرآن کے فرمان کے مطابق تمام اہل دربار کو سلام کیا ہے۔ بھلا میں نے ایسا کر کے کون سی غلطی کی ہے؟

علماء نے کہا کہ آپ بلا اجازت بادشاہ کے پہلو میں کیوں جا کر بیٹھے ہیں کیا یہ سوء ادب نہیں ہے؟

علامہ نے فرمایا کہ جب میں دربار میں آیا تو تمام کرسیاں پُر تھیں۔ صرف یہ ایک کرسی خالی تھی اسی لیے میں یہاں بیٹھ گیا۔ آخر اس میں کیا عیب ہے؟

۱۔ جب لفظ علامہ بغیر کسی اضافت کے تنہا بولا جائے تو اس سے علامہ حلی مراد ہوتے ہیں۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

پھر مذاہب اربعہ کے علماء نے کہا کہ سب سے بڑی نادانی آپ نے یہ کی ہے کہ جوتا بغل میں دبا کر دربار میں چلے آئے۔ آخر آپ کے پاس اس کی کیا توجیہ ہے؟

علامہ نے فرمایا کہ بھائیو! بات یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ احناف کے امام حضرت ابو حنیفہ نے رسول خداؐ کا جوتا چوری کرلیا تھا اور میں نے سوچا کہ یہاں حنفی بیٹھے ہوئے ہیں کہیں میرا جوتا نہ لے اڑیں اسی لیے میں نے جوتے کو بغل میں دبالیا۔ اس میں میں نے کیا غلطی کی ہے؟

فقہ حنفی کا مفتی دربار میں موجود تھا اس نے چیخ کر کہا: بادشاہ سلامت! یہ شخص جھوٹا ہے میرا امام رسول خداؐ کی زندگی میں تو پیدا ہی نہیں ہوا تھا وہ بیچارہ قریباً ستر سال بعد پیدا ہوا تھا۔ بھلا میرے امام نے آنحضرتؐ کا جوتا کیسے چرالیا تھا؟

علامہ نے فرمایا: بادشاہ سلامت! ممکن ہے کہ یہ دوست سچ کہہ رہا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کے امام نے چوری نہیں کی تھی مالکیوں کے امام نے آنحضرتؐ کا جوتا چوری کیا تھا؟ فقہ مالکی کے مفتی نے چیخ کر کہا: بادشاہ سلامت! یہ شخص تاریخ سے نابلد ہے اسی لیے افتراء پردازی کر رہا ہے۔ ہمارا امام رسول خداؐ کی وفات کے قریباً اسیّ سال بعد پیدا ہوا بھلا اس بیچارے نے نعلین رسولؐ کیسے چوری کرلی ہوگی؟

علامہ نے فرمایا: بادشاہ سلامت! جو کچھ میں نے کہا ہے یہ ایک حقیقت ہے ممکن ہے یہ حرکت شافعیوں یا حنبلیوں کے اماموں میں سے کسی نے کی ہوگی۔ یہ سننا تھا کہ مذہب شافعی اور مذہب حنبلی کے مفتی چیخ اٹھے۔ بادشاہ سلامت! یہ بڑھا جھوٹ بولتا ہے ہمارے امام تو پہلے دو ائمہ کے طویل عرصے بعد پیدا ہوئے تھے بھلا انھوں نے آنحضرتؐ کی نعلین کیسے چوری کی ہوگی؟

اس وقت علامہ نے پورے جوش سے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا: آپ نے ان کے اعتراضات خود سن لیے ہیں۔ ان چاروں مذاہب کے ائمہ میں سے کوئی امام بھی رسول خداؐ کے زمانے میں نہیں تھا۔ جب ان کے امام رسول اکرمؐ کی وفات کے طویل عرصہ بعد پیدا ہوئے تو انھیں شریعت رسولؐ کا علم کیسے ہوا؟ رسول خداؐ نے ان مذاہب میں سے کسی بھی امام کی پیروی کا حکم نہیں دیا تھا۔ البتہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی امت کو اگر کسی کی پیروی کا حکم دیا ہے تو صرف اور صرف امام علیؑ کی پیروی کا حکم دیا تھا۔ امام علیؑ نص قرآن کے مطابق نفس رسولؐ تھے اور آپ ہی رسول خداؐ کے جانشین تھے۔

آپ کی بیوی آپ کے لیے حلال ہے کیونکہ ایک نشست میں دی جانے والی تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں طلاق کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ طلاق عادل گواہوں کے سامنے دی جائے۔ آپ نے عادل گواہوں کے سامنے طلاق نہیں دی ہے۔ لہٰذا یہ طلاق ہرگز مؤثر نہیں ہے۔

مذاہب اربعہ کے علماء کو علامہ حلی کے جواب سے سخت شرمندگی اٹھانا پڑی اور ان سے کوئی جواب نہ بن آیا۔ اس گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ محمد خدابندہ اعیان سلطنت سمیت شیعہ ہوگیا اس کے بعد سلطان نے حکم

Presented by www.ziaraat.com

جاری کیا کہ مساجد میں اہلبیتؑ کے نام کے کتبے آویزاں کئے جائیں اس واقعے کے بعد شیعوں کو پوری مملکت میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔

شاہ محمد خدابندہ نے اس گفتگو کے دوران کہا تھا کہ یہ عجیب لوگ ہیں انھوں نے اجتہاد اور احکام خدا میں دقیق النظری کا راستا بند کر دیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو انہی چار مذاہب کی پیروی کرنی چاہیے اگرچہ ائمہ اربعہ سے کوئی زیادہ لائق فائق ہی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ انہی میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کرے۔ یقیناً یہ اسلاف کی اندھی تقلید ہے جس کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔

۲۷۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا

ہم اس سے قبل بدعت کی بحث میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ بدعت دین میں کسی نئی چیز کے داخل کرنے یا دین کے کسی حکم کو دین سے خارج کرنے کا نام ہے۔ بدعت کا تعلق ہمارے قائم کردہ اس موضوع سے نہیں ہوتا۔ ہمارے قائم کردہ موضوع کے متعلق معصومین علیہم السلام سے بہت سی روایات منقول ہیں اسی لیے ہم اسے ایک مستقل عنوان کے تحت لکھنے پر مجبور ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حیات رسولؐ میں جسے حلال یا حرام یا مستحب و مکروہ قرار دیا ہے وہ قیامت تک اسی حالت میں ہی رہے گا۔ حلال خدا کبھی حرام نہیں ہوگا اور حرام خدا کبھی حلال نہیں ہوگا اور یہی حال مستحب، مکروہ اور مباح کا ہے۔

حد یہ ہے کہ جب قائم آل محمدؐ ظہور فرمائیں گے تو اس وقت بھی احکام خداوندی میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی البتہ یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ لَقَدْ اَتٰی بِدِیْنٍ جَدِیْدٍ (امام نیا دین لائے ہیں) تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام کوئی نیا دین لے کر آئیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خداؐ کے بعد امت کے تہتر گروہ بنے اور ان میں سے صرف ایک گروہ نے فرمان رسولؐ کے تحت اہلبیتؑ کی پیروی کی۔ دوسرے مذاہب نے اہلبیتؑ سے دوری اختیار کی اور خودساختہ مسائل ایجاد کئے۔ جب قائم آل محمدؐ رسول خداؐ کے پیش کردہ دین کو نافذ کریں گے تو لوگوں کو وہی حقیقی دین نیا لگے گا اور وہ کہیں گے کہ یہ تو نیا دین لائے ہیں۔

مذہب اہلبیتؑ فرمان خدا اور فرمان رسولؐ پر قائم ہے جبکہ دوسرے مذاہب کی حالت یہ ہے کہ انھوں نے اہلبیتؑ سے کوئی استفادہ نہیں کیا اور جہاں تک احادیث نبویؐ کا تعلق ہے تو محققین کے قول کے مطابق ان کی تمام تر فقہ صرف پانچ سو احادیث کے گرد گردش کرتی ہے اور ان میں بھی بہت سی جعلی روایات شامل ہیں۔ جب اغیار کے علماء نے یہ محسوس کیا کہ احادیث ناکافی ہیں تو انھوں نے اپنی طرف سے قیاس و استحسان کے خودساختہ اصول وضع کئے اور انھیں فقہی مدارک کا درجہ دیا پھر جب قیاس و استحسان کے خودساختہ اصول فقہ میں داخل ہوئے تو اس کی وجہ سے بہت سی حلال چیزوں پر حرام کا ٹھپہ لگا دیا گیا اور بہت سی حرام اشیاء کو حلال سمجھ لیا گیا۔ یہ چیز

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

صرف اہلسنت کے فرقوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ شیعوں کے بعض منحرف فرقوں میں بھی یہ روش دکھائی دیتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حرام کو حلال قرار دینے میں راحت طلبی، تن آسانی اور حب ریاست و مال و جاہ کے عناصر شامل ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے فقہاء کا بھی اس میں عمل دخل ہے جو فتویٰ و قضاوت کی شرائط سے نابلد تھے۔

بنیاد خواہ کچھ بھی ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حرام کو حلال قرار دینا اور حلال کو حرام کر دینا ایک بہت بڑا جرم اور گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر، فاسق اور ظالم ہیں۔ حد یہ ہے کہ اللہ نے اپنے معصوم پیغمبرؐ کے متعلق یہاں تک سخت الفاظ استعمال کیے: **وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ○ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ○** اگر وہ اپنی طرف سے ہم پر کچھ گھڑ لے تو ہم اپنے دست قدرت سے اس کا مؤاخذہ کریں گے اور اس کی رگ حیات کو ہی کاٹ ڈالیں گے۔

(سورۂ حاقہ: آیت ۴۴ تا ۴۶)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ سے فرماتا ہے: **وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ** جو حکم خدا نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۴۹)

سورۂ نجم آیت ۳ و ۴ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ کی زبان کے متعلق فرمایا: **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○** وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا وہ تو بس ایک وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

الغرض ان تمام آیات کے باوجود اور آنحضرتؐ کے بیان کردہ احکام و قوانین میں آپ کو کہیں بھی قیاس، رائے اور استحسان جیسے خود ساختہ نظریات دکھائی نہیں دیں گے۔ اگر رائے، قیاس اور استحسان کی دین میں کوئی اہمیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو اس کی اجازت دیتا۔ خدا نے تو انھیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کہنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ نجانے ان کے بعد اللہ نے مذاہب اربعہ کے بانی ائمہ کو یہ اجازت کیسے دی ہے؟!!

اصل بات یہ ہے کہ احکام الٰہی اور آفرینش پروردگار میں جو راز پنہاں ہیں ان کو انسان از خود سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس لیے انسان کو یہ اختیار ہی نہیں ہے کہ وہ احکام الٰہی میں دخل اندازی کرے یا کوئی تنقید کرے۔ اس مفہوم کو سمجھانے کے لیے ہم ذیل میں امام جعفر صادق علیہ السلام اور ابوحنیفہ کا ایک مکالمہ تحریر کرتے ہیں جس سے اس حقیقت کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

کتاب احتجاج میں ابن ابی الیلیٰ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں اور ابوحنیفہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گئے۔ امام نے ہمیں خوش آمدید کہا اور مجھ سے فرمایا کہ تمہارے ساتھ یہ شخص کون ہے؟

میں نے عرض کیا کہ کوفہ کے رہنے والا ہے اور یہ رائے، نظر اور بصیرت رکھنے والا شخص ہے امام نے کہا کہ کیا یہ وہی شخص تو نہیں جو احکام دین میں اپنی رائے سے قیاس کرتا ہے؟

ابوحنیفہ نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اور ابوحنیفہ کی گفتگو کو ہم مکالمے کی صورت میں لکھتے ہیں۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

امام: اچھا اگر تم قیاس کرنا جانتے ہو تو یہ بتاؤ کہ کیا تم اپنے سر کے متعلق بھی قیاس کر سکتے ہو؟

ابو حنیفہ: نہیں۔

امام: میرا خیال ہے کہ تم کسی چیز کا اچھی طرح سے قیاس نہیں کر سکتے اور جب تک تمھیں کسی اور کی طرف سے رہنمائی نہ ملے اس وقت تک تم خود کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پاتے۔

اچھا تم یہ بتاؤ کہ ہماری آنکھوں میں نمکینی، کانوں میں کڑواہٹ، نتھنوں میں ٹھنڈک اور منہ میں مٹھاس کیوں ہے؟

ابو حنیفہ: مجھے نہیں معلوم۔

امام: اچھا یہ بتاؤ وہ کون سا کلمہ ہے جس کی ابتدا کفر اور انتہا ایمان ہے؟

ابو حنیفہ: مجھے نہیں معلوم۔

ابن ابی لیلیٰ: مولا! آپ ہمیں اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے نہ چھوڑیں، آپ ہی بتائیں۔

امام: مجھ سے میرے والد نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی آنکھوں کو چربی سے بنایا ہے اور ان میں نمکینی رکھی ہے۔ اگر ان میں نمکینی نہ ہوتی تو آنکھیں پگھل جاتیں اور یہی وجہ ہے کہ جو چیز آنکھوں میں جاتی ہے وہ چیز یا تو تحلیل ہو جاتی ہے یا پھر باہر آجاتی ہے۔ خدا نے کانوں کے سوراخ میں کڑواہٹ رکھی ہے تاکہ دماغ محفوظ رہے۔ اگر کوئی کیڑا کانوں میں چلا بھی جائے تو سیدھا دماغ تک نہ جائے بلکہ کڑواہٹ کی وجہ سے باہر آجائے یا پھر مر جائے۔ اگر خدا یہ اہتمام نہ کرتا تو کیڑے مکوڑے انسانوں کے کانوں میں داخل ہو کر ان کے مغز کو چاٹ لیتے۔ خدا نے ناک میں رطوبت رکھی ہے۔ اگر رطوبت نہ ہوتی تو دماغ اس راہ سے باہر نکل آتا۔ خدا نے منہ میں مٹھاس رکھی ہے تاکہ انسان کھانے پینے کی لذتوں کو محسوس کر سکے۔

وہ کلمہ جس کی ابتدا کفر اور انتہا ایمان ہے وہ کلمہ لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـہُ ہے جو چار حروف پر مشتمل ہے۔ لَا اِلٰـہَ (کوئی معبود نہیں) کفر ہے اور اِلَّا اللّٰہُ (سوائے اللہ کے) ایمان ہے۔

پھر آپ نے ابو حنیفہ کو خطاب کر کے فرمایا:

نعمان! قیاس سے پرہیز کرو۔ میرے والد نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ مَنْ قَالَ شَیْئًا مِّنَ الدِّیْنِ بِرَأْیِہٖ قَرَنَہُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی مَعَ اِبْلِیْسَ فِی النَّارِ، فَاِنَّہٗ اَوَّلُ مَنْ قَاسَ حَیْثُ قَالَ: ’’خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ‘‘ فَدَعُوا الرَّأْیَ وَالْقِیَاسَ فَاِنَّ دِیْنَ اللّٰہِ لَمْ یُوْضَعْ عَلَی الْقِیَاسِ ’’جو شخص احکام الٰہی میں سے کسی حکم کے متعلق قیاس کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ابلیس کے پاس جگہ دے گا کیونکہ سب سے پہلے ابلیس نے ہی قیاس کیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے اسے سجدہ آدمؑ کا حکم دیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ ’’میں اس سے افضل ہوں کیونکہ تو نے مجھے

Presented by www.ziaraat.com

آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور آگ کو مٹی پر فضیلت حاصل ہے۔" (سورۂ اعراف : آیت ۱۲) لہٰذا تم لوگ رائے اور قیاس کو خیر باد کہو کیونکہ اللہ کے دین کی بنیاد قیاس پر نہیں رکھی گئی ہے۔ (بحار الانوار ج ۲)

۲۸۔ ہٹ دھرمی اور بحث و تکرار

ہٹ دھرمی اور بحث و تکرار کسی بھی معاشرے کے لیے زہر قاتل ہے۔ اخلاقی لحاظ سے یہ مذموم ہے۔ اس سے دوستی اور دینی برادری خراب ہوتی ہے اور محبتوں کی بجائے نفرت اور کینہ پیدا ہوتا ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے نہ صرف برادرانہ تعلقات خراب ہوتے ہیں بلکہ دین بھی غارت ہو جاتا ہے اور نیک اعمال حبط ہو جاتے ہیں اور عقائد میں شک پیدا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسان خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ خواہ مخواہ کی ضد سے منافقت جنم لیتی ہے اور اس کی وجہ سے بخشش کے بہت سے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لَا يُخَاصِمُ اِلَّا رَجُلٌ لَيْسَ لَهُ وَرَعٌ اَوْ رَجُلٌ شَاكٌّ. جھگڑا وہی کرتا ہے جس کے پاس خوف خدا نہ ہو یا وہ اہل شک میں سے ہو۔ (میزان الحکمۃ ج ۱، ص ۷۴۸)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اَلْخُصُوْمَةُ تُمْحِقُ الدِّيْنَ وَ تُحْبِطُ الْعَمَلَ وَ تُوْرِثُ الشَّكَّ. خصومت و نزاع دین کو ختم کر دیتی ہے اور عبادت کو ضائع کر دیتی ہے اور دین میں شک پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔ (شیخ صدوق، توحید ص ۴۵۸)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اِيَّاكُمْ وَالْخُصُوْمَةَ فِي الدِّيْنِ فَاِنَّهَا تُشْغِلُ الْقَلْبَ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ تُوْرِثُ النِّفَاقَ ، وَتُكْسِبُ الضَّغَائِنَ ، وَ تَسْتَجِيْزُ الْكِذْبَ. دین میں جاہلانہ قیل و قال سے پرہیز کرو کیونکہ اس سے دل ذکر خدا سے غافل ہو جاتا ہے اور اس سے نفاق، کینہ اور جھوٹ کو فروغ ملتا ہے۔
(شیخ صدوق، امالی ص ۳۴۰)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اِيَّاكَ وَالْخُصُوْمَة ، فَاِنَّهَا تُوْرِثُ الشَّكَّ ، وَ تُحْبِطُ الْعَمَلَ ، وَتُرْدِیْ صَاحِبَهَا ، وَ عَسٰی اَنْ يَّتَكَلَّمَ الرَّجُلُ بِالشَّيْءِ لَا يُغْفَرُ لَهٗ. خواہ مخواہ کی جھگڑا بازی سے پرہیز کرو کیونکہ یہ شک، حبط اعمال اور گمراہی کا باعث بنتی ہے۔ بعض اوقات انسان کے منہ سے ایسی بات نکل جاتی ہے جو خدا کی طرف سے ناقابل معافی ہوتی ہے۔ (امالی ص ۳۴۰)

امیر المومنینؑ کا فرمان ہے: مَنْ بَالَغَ فِي الْخُصُوْمَةِ اَثِمَ وَمَنْ قَصَّرَ فِيْهَا ظَلَمَ ، وَلَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّتَّقِيَ اللّٰهَ مَنْ خَاصَمَ. جولڑائی جھگڑے میں بڑھ جائے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اس میں کمی کرے اس پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں اور جو لڑتا جھگڑتا ہے اس کے لیے مشکل ہوتا ہے کہ خوف خدا قائم رکھے۔ (نہج البلاغہ، حکمت ۲۹۸)

امام جعفر صادقؑ کی زندگی کا دستور تھا کہ اگر آپ کا گزر ایسے افراد کے پاس سے ہوتا جو آپس میں جھگڑا کر رہے ہوتے تو آپ وہاں سے گزرتے وقت تین بار بلند آواز سے کہتے تھے اِتَّقُوا اللّٰهَ اللہ سے ڈرو۔

Presented by www.ziaraat.com

۲۹۔ رہبانیت اور غیر شرعی ریاضتیں

لفظ رہبانیت ''رہب'' سے بنا ہے جس کے معنی ڈرنے اور خوفزدہ ہونے کے ہیں۔ عیسائیوں نے اس طرز زندگی کا اختراع کیا جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:... وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ انھوں نے رہبانیت کا اختراع کیا ہے۔ اسے ہم نے ان پر واجب نہیں کیا تھا۔ (سورۂ حدید: آیت ۲۷)

جو شخص رہبانیت کی زندگی اختیار کرے اسے ''راہب'' کہا جاتا ہے اور راہب اپنے آپ کو زندگی کے جھمیلوں اور کاروبار اور بیوی بچوں سے آزاد رکھتا ہے اور کسی گوشہ تنہائی میں جا کر خدا کی عبادت کرتا ہے اور وہ اپنے نفس امارہ کو کچلنے کے لیے سخت ریاضتیں کرتا ہے۔ حد یہ ہے کہ بعض افراد اپنے آپ کو خصی کرا لیتے ہیں اور بعض افراد اپنی گردن میں بھاری طوق و زنجیر ڈال کر اپنے نفس کو اذیت دیتے ہیں اس طرح وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان سخت قسم کی ریاضتوں کی وجہ سے انھیں خدا کا قرب حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرز عمل کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ ایک بدعت ہے جسے انھوں نے ازخود گلے میں ڈال رکھا ہے۔ اسلام میں رہبانیت اور راہبانہ ریاضتوں کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔

کافی میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ کچھ مسلمانوں نے نماز شب کو اپنے لیے واجب قرار دیا تھا اور کچھ مسلمانوں نے بیویوں سے جنسی تعلقات منقطع کر دیئے تھے اس طرح وہ یہ سمجھتے تھے کہ ایسا کرنے سے انھیں خدا کا قرب نصیب ہوگا لیکن اسلام نے اس طرز عمل کی حوصلہ شکنی کی اور کسی کو بھی ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔

کافی کی ایک اور روایت میں مرقوم ہے کہ عثمان بن مظعونؓ کی بیوی رسول خداؐ کے پاس آئی اور بولی: یا رسول اللہؐ! عثمان دن کو روزہ رکھتا ہے اور ساری رات عبادت کرتا ہے (اور میری طرف کوئی توجہ نہیں کرتا) یہ سنا تو آنحضرتؐ ناراض ہوئے اور ننگے پاؤں عثمان بن مظعونؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ جب اس کی آنحضرتؐ پر نگاہ پڑی تو نماز ختم کر دی۔

آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: عثمان! اللہ نے مجھے رہبانیت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا۔ اس نے مجھے ایک آسان دین دے کر بھیجا ہے۔ تم مجھے دیکھو میں روزہ رکھتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی بیویوں کے حقوق بھی پورے کرتا ہوں۔ جو بھی مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے میری سنت پر عمل کرنا چاہیے اور میری سنت میں نکاح شامل ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۴۹۴)

کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ رسول خداؐ نے ایک شخص سے فرمایا: کیا تو نے آج روزہ رکھا ہے؟

اس نے کہا: نہیں۔

پھر آپ نے فرمایا: کیا آج تو نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟

اس نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی کے پاس جا۔ تیرا اس کے پاس جا کر

Presented by www.ziaraat.com

بیٹھنا بھی تیری طرف سے صدقہ ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۴۹۵)

کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت رسول خداؐ جناب ام سلمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچے تو آپ کو وہاں بھینی بھینی خوشبو محسوس ہوئی۔

آپ نے فرمایا: کیا عطر فروش عورت ''حولہ'' تمہارے پاس آئی ہے؟

جناب ام سلمہؓ نے جواب دیا: ہاں! وہ آئی ہوئی ہے اور اپنے شوہر کی شکایت کرتی ہے۔

اس کے بعد وہ عورت آپ کے پاس آئی اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میرا خاوند میری طرف توجہ نہیں کرتا۔

آپ نے فرمایا: تم زیادہ آرائش کر کے اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کرو۔

اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! میں ہر طرح کے عطر استعمال کر چکی ہوں اور اپنی آرائش میں بھی میں نے کوئی کمی نہیں کی ہے مگر وہ پھر بھی میری طرف توجہ نہیں کرتا۔

رسول خداؐ نے فرمایا کہ کاش اسے معلوم ہوتا کہ تیری طرف توجہ دینے سے اسے کیا ثواب ملتا ہے۔

اس عورت نے کہا: یا رسول اللہؐ! اس کی کیا جزا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ جب شوہر بیوی کی طرف توجہ کرتا ہے تو دو فرشتے اسے اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں اسے اس مجاہد کا ثواب دیا جاتا ہے جس نے جہاد کے لیے تلوار ہاتھ میں پکڑ رکھی ہو اور جب شوہر اپنی بیوی سے حقوق زوجیت ادا کرتا ہے تو اس وقت اس کے گناہ یوں جھڑتے ہیں جیسا کہ موسم خزاں میں درختوں کے پتے جھڑتے ہیں اور جب شوہر غسل جنابت کرتا ہے تو گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۴۹۶)

۳۰۔ رحمت الٰہی سے نا امیدی

اللہ کی رحمت سے نا امید ہونا بہت بڑا گناہ ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا ہے۔ رحمت الٰہی سے انسان اس وقت نا امید ہوتا ہے جب وہ کوئی ایسا ظلم کرتا ہے جو آیات الٰہی کی تکذیب و تمسخر کا موجب ہوتا ہے تو اس سے توفیق الٰہی سلب کر لی جاتی ہے اور وہ رحمت پروردگار سے مایوس ہو جاتا ہے۔

کافی میں صفوان بن مہران جمال سے منقول ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے آپ نے تکبیرۃ الاحرام سے پہلے یہ دعا پڑھی: اَللّٰهُمَّ لَا تُؤْيِسْنِيْ مِنْ رَّوْحِكَ وَلَا تُقْنِطْنِيْ مِنْ رَّحْمَتِكَ وَلَا تُؤْمِنِّيْ مَكْرَكَ فَاِنَّهٗ لَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ. پروردگار! مجھے اپنی رحمت سے مایوس نہ ہونے دینا اور اپنی گرفت سے بے خوف نہ ہونے دینا کیونکہ تیری گرفت سے نقصان اٹھانے والے ہی بے خوف ہوتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

صفوان بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام سے عرض کیا کہ میں نے آپ سے وہ کلمات سنے ہیں جو پہلے کسی سے نہیں سنے۔ آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو اللہ کے ہاں اس کی رحمت سے ناامیدی اور اس کی گرفت سے بے خوف ہونا بدترین گناہ ہے۔

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو حضرت یوسفؑ کی تلاش میں روانہ کرتے وقت فرمایا تھا: يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ وَاَخِيهِ وَلَا تَايْئَسُوا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا کیونکہ کافر ہی اللہ کی رحمت سے مایوس ہوا کرتے ہیں۔ (سورۂ یوسف: آیت ۸۷)

معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں کی کثرت اور توبہ نہ کرنے کی وجہ سے انسان آہستہ آہستہ رحمت الٰہی سے مایوس ہوتا چلا جاتا ہے اور قیامت کی جزا و سزا سے غافل ہونے لگتا ہے۔ اس حالت کو انسان کی بدنصیبی کا ہی نام دیا جاسکتا ہے ورنہ اللہ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ وہ کائنات کے ذرے ذرے پر محیط ہے لیکن گناہوں کی کثرت کی وجہ سے انسان اس سے غافل اور مایوس ہو جاتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ گناہوں سے پرہیز کرے اور گناہوں کی تلافی توبہ سے کرے کیونکہ گناہوں کا ثمر رحمت الٰہی سے مایوسی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور یہ انتہائی خطرناک چیز ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بار رسول خداؐ کا گزر بے آب و گیاہ صحرا سے ہوا تو آپ نے صحابہ سے کہا کہ جاؤ ایندھن کے لیے کچھ لکڑیاں لے آؤ۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! یہاں ایندھن ملنا مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تنکا تنکا جمع کرو۔ صحابہ اِدھر اُدھر پھرے اور کچھ لکڑیاں لا کر ایک جگہ ڈھیر کر دیں۔
رسول خداؐ نے فرمایا: گناہ بھی اسی طرح تنکا تنکا جمع ہوتے رہتے ہیں اور آخرکار ان کا بڑا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ پھر فرمایا: خبردار! کسی گناہ کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ ہر چیز کا ایک نہ ایک طالب اور نگہبان موجود ہے جو انسان کے جملہ اعمال اور ان کے اثرات کو لکھوا رہا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ.
(کافی ج ۲، ص ۲۸۸)

مؤلف کہتا ہے:
مایوسی سے بچنے کے لیے انسان کو قرآن مجید کی آیات مغفرت پڑھتے رہنا چاہیے اور معصومین علیہم السلام کے فرامین پر عمل کرنا چاہیے۔

قنوط، یاس اور خیبہ

قرآن مجید میں جہاں رحمت الٰہی سے مایوسی کو کافروں سے مخصوص کیا گیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا گیا ہے:

Presented by www.ziaraat.com

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ (سورۂ زمر: آیت ۵۳)

قنوط (مایوسی) اور خیبہ (ناکام) کے درمیان کیا فرق ہے۔ اس کے متعلق لغت کی مشہور کتاب مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ "قنوط" شدید نا امیدی کو کہا جاتا ہے اور خیبہ (ناکامی) امیدواری کے بعد ناامیدی کو کہا جاتا ہے جبکہ یاس امید کے بعد ناامیدی کو کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ نے یاس و ناامیدی سے منع کیا ہے اور یہ دونوں کیفیات گناہان کبیرہ میں شامل ہیں۔

اللہ نے لوگوں کو اپنی رحمت کی طرف متوجہ کیا ہے لیکن انسان کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس نے قیامت کے دن خدا کے حضور پیش ہونا ہے جہاں اسے ذرے ذرے کا حساب دینا ہوگا۔

کافی میں ہے کہ ایک دن رسول خداؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: جانتے ہو مفلس کون ہے؟

صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار اور مال دنیا نہ ہو۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ میری امت میں مفلس شخص وہ ہے جو قیامت کے دن خدا کے حضور نماز، روزہ حج اور زکات جیسی عبادات لے کر آئے لیکن اس نے کسی کو گالیاں دی ہوں گی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو ستایا ہوگا تب وہ سب کے سب اس کے خلاف گواہی دینے کے لیے آجائیں گے۔ اس کی نیکیاں ان کو دے دی جائیں اور جب نیکیاں کم ہو جائیں گی تو ان کی برائیاں اس کے کھاتے میں ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (اصول کافی ج ۹، ص ۲۳۱)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

اللہ کی رحمت و مغفرت

علی بن یونس عاملی نے اپنی کتاب الصراط المستقیم میں الجمع بین الصحیحین کے حوالے سے لکھا ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: اِنَّ لِلّٰهِ مِأَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا وَاحِدَةً اِلٰى خَلْقِهٖ يَتَرَاحَمُوْنَ بِهَا وَبِهَا تَعْطِفُ الْوُحُوْشُ عَلٰى اَوْلَادِهٖ، وَ اَخَّرَ لِنَفْسِهٖ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ، يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. اللہ کے پاس ایک سو رحمتیں ہیں اس نے ایک رحمت کو دنیا میں بھیجا ہے۔ اسی کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور اسی کی وجہ سے جانور اپنی اولاد پر شفقت کرتے ہیں۔ اس نے اپنے پاس ننانوے رحمتیں محفوظ رکھی ہیں۔ قیامت کے دن اپنے بندوں پر ان کے ذریعے سے رحم کرے گا۔ وہ قیامت کے دن اپنے بندے سے کہے گا: "میں بیمار ہوا تھا لیکن تو نے میری عیادت نہیں کی، میں بھوکا ہوا تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ میں پیاسا ہوا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ بندہ کہے گا کہ رب العالمین! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

فلاں شخص بیمار ہوا تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی۔

فلاں شخص نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔

فلاں شخص نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

اگر تونے ایسا کیا ہوتا تو تو مجھے وہاں ضرور پاتا۔"

پھر رسول خداؐ نے فرمایا کہ لوگو! دیکھو اللہ کو اپنے بندے کتنے پیارے ہیں کہ ان پر احسان کرنے والوں کو اپنے اوپر احسان کرنے والا قرار دیا ہے۔

انسان کی توبہ سے خدا کو کتنی خوشی حاصل ہوتی ہے اس کے لیے حسب ذیل روایت ملاحظہ فرمائیں:

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کہیں سفر پر تنہا جا رہا ہو اور راستے میں ویران زمین پر اترے اور اپنی سواری اور کھانا پانی اپنے پاس رکھ کر سو جائے اور جب بیدار ہو تو وہاں نہ سواری ہو اور نہ ہی کھانا اور پانی ہو۔ پھر وہ شخص اپنی سواری کو ڈھونڈنے کے لیے اِدھر اُدھر نکلے اور سخت تلاش کے بعد اسے کچھ نہ ملے۔ پھر مایوس ہو کر موت کے استقبال کے لیے سو جائے۔ چند لمحات بعد دیکھے کہ اس کی سواری اور کھانے پینے کا سامان اس کے پاس موجود ہو تو اسے یہ چیزیں پا کر کتنی مسرت حاصل ہوگی؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! اسے بے پناہ خوشی حاصل ہوگی اس کی خوشی کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: جتنی خوشی اس شخص کو ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ خوشی خدا کو اس وقت ہوتی ہے جب کوئی گنہگار خدا کے سامنے توبہ کرتا ہے۔

(الصراط المستقیم ج ۳، ص ۶۹)

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

مومن جب توبہ کر لیتا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اسے توبہ و مغفرت کے بعد اپنے اعمال کی نگہبانی کرنی چاہیے۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم! توبہ صرف اہل ایمان کی ہی قبول ہوتی ہے۔

میں نے کہا: مولا! اگر توبہ کے بعد پھر وہ گناہ کرے اور پھر توبہ کرے تو کیا اس کی توبہ قبول ہوگی؟

آپ نے فرمایا: تو کیا سمجھتا ہے کہ مومن اپنے گناہ پر ندامت محسوس کرے اور توبہ و استغفار کرے تو کیا خدا اس کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا؟

میں نے کہا: مولا! اگر کوئی توبہ کرے پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے اور ایسا بار بار کرے تو کیا پھر بھی اس کی توبہ قبول ہو جائے گی؟

آپ نے فرمایا کہ مومن جب بھی توبہ کرے گا تو اللہ اس کی مغفرت کرتا رہے گا۔ یقیناً اللہ غفور رحیم ہے۔ وہ توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے۔ خبردار! مومنین کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرنا۔

(کافی ج ۲، ص ۴۳۴)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ تم میرے بندے دانیال کے پاس جاؤ اور اسے میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ خدا کہہ رہا ہے کہ تو نے میری نافرمانی کی (اور توبہ کی) میں نے تجھے معاف کیا۔ پھر تو نے میری نافرمانی کی میں نے دوبارہ تجھے معاف کیا۔ تو نے تیسری بار میری نافرمانی کی۔ میں نے تجھے تیسری بار بھی معاف کر دیا۔ اب اگر چوتھی بار تو نے میری نافرمانی کی تو میں تجھے

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

معاف نہیں کروں گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام دانیال کے پاس گئے اور انھیں خدا کا پیغام پہنچایا۔

دانیال نے کہا کہ آپ نے مجھ تک خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پیغام پہنچا کر واپس چلے آئے۔ جب رات کا پچھلا پہر ہوا تو دانیال اٹھے اور خدا سے محو مناجات ہوئے اور عرض کیا: پروردگار! حضرت داؤدؑ کے ذریعے مجھے تیرا پیغام مل گیا ہے۔ خدایا! میں نے تیری نافرمانی کی تو نے مجھے معاف کیا۔ میں نے پھر نافرمانی کی تو نے پھر مجھے معاف کیا۔ میں نے تیسری بار تیری نافرمانی کی تو نے پھر بھی مجھے معاف کیا۔ اب تو نے کہلا بھیجا ہے کہ اگر تو نے اب چوتھی بار نافرمانی کی تو میں تجھے معاف نہیں کروں گا۔ پروردگار! مجھے تیری عزت کی قسم! اگر تو نے مجھے نہ بچایا تو میں ضرور تیری نافرمانی کروں گا۔ پھر میں ضرور تیری نافرمانی کروں گا۔ پھر میں ضرور تیری نافرمانی کروں گا۔ (کافی ج ۲، ص ۴۳۵)

معاویہ بن وہب راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب بندہ خلوص سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اس کی خطاؤں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اس کی پردہ پوشی کیسے کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین کو ان کی لکھی ہوئی تحریر فراموش کرا دیتا ہے اور اس کے اعضاء و جوارح کو اس کا عمل فراموش کرا دیتا ہے اور جس زمین پر اس نے گناہ کیا ہوتا ہے اس زمین کو اللہ اس کا عمل فراموش کرا دیتا ہے اور جب وہ خدا کے سامنے پیش ہوگا تو اس کے گناہوں کی گواہی دینے کے لیے کوئی موجود نہ ہوگا۔ (کافی ج ۲، ص ۴۳۱، ۴۳۶)

رحمت الٰہی کی وسعت

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک غریب نوجوان جس کی زلفیں درویشوں کی طرح الجھی اور بکھری رہتی تھیں حضرت داؤدؑ کے دربار میں آمد و رفت رکھتا تھا۔ ایک دن وہ نوجوان حسب معمول دربار میں موجود تھا کہ اتنے میں فرشتۂ اجل آیا اور اس نے گھور گھور کر اس نوجوان کو دیکھا۔

حضرت داؤدؑ نے ملک الموت سے پوچھا کہ تم اسے یوں گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو؟

ملک الموت نے کہا کہ اس نوجوان کی زندگی کے دن پورے ہونے کو ہیں اور مجھے حکم مل چکا ہے کہ میں ساتویں دن اس کی روح قبض کروں۔ حضرت داؤدؑ کو جوان پر بڑا رحم آیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے شادی کر لی ہے؟ جوان نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے فلاں بزرگ کے پاس جاؤ اور اسے میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ کہ داؤد تمھیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیٹی میرے نکاح میں دیدو اور آج رات اس کی رخصتی کر دو۔ پھر آپ نے کہا: شادی کے تمام اخراجات اور حق مہر کی رقم میں تمھیں فراہم کروں گا۔ اپنی بیوی کو لے کر اپنے گھر چلے جاؤ اور ٹھیک ساتویں دن یہاں آنا۔ جوان حضرت داؤدؑ کا پیغام لے کر گیا اور اسی رات اس

Presented by www.ziaraat.com

کی شادی ہوگئی اور پورا ہفتہ اس نے بیوی کے پاس بسر کیا۔ پھر شادی کے ساتویں دن وہ حضرت داؤدؑ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے پوچھا: سناؤ زندگی کے یہ دن کیسے گزرے؟ جوان نے کہا: ان ایام سے بہتر دن میری زندگی میں کبھی نہیں آئے تھے۔ یہ میری زندگی کے بہترین دن تھے۔ الغرض جوان بیٹھ گیا اور حضرت داؤدؑ ملک الموت کا انتظار کرنے لگے۔ پورا دن گزر گیا لیکن نہ تو ملک الموت آئے اور نہ ہی جوان کی موت ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اچھا! اب تم اپنے گھر جاؤ۔ ایک ہفتہ بعد پھر یہاں آنا۔ وہ جوان چلا گیا اور ایک ہفتہ بعد پھر واپس حاضر ہوا۔ حضرت داؤدؑ سارا دن ملک الموت کے منتظر رہے لیکن ملک الموت نہ آئے اور جوان کی موت واقع نہ ہوئی۔ حضرت داؤدؑ نے جوان کو رخصت دی اور فرمایا کہ اب تم اگلے ہفتے یہاں آؤ گے۔ جوان فرمان کے مطابق اگلے ہفتہ پھر حاضر ہوا لیکن اس بار بھی ملک الموت نہ آئے۔ پھر کافی عرصہ بعد ملک الموت حضرت داؤدؑ کے پاس آئے۔ آپ نے اس سے کہا کہ تم نے تو ایک ہفتے کی بات کی تھی اب جوان کو تو کئی ہفتے گزر چکے ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ جب آپ نے اس پر رحم کیا تو خدا کو بھی اس پر رحم آ گیا۔ اللہ نے اس کی عمر میں تیس برس کا اضافہ کر دیا۔ (بحار الانوار ج ۴، ص ۱۱۱۔ کیفر گناہ ص ۱۹۸)

۳۱۔ اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہونا

شرک اور رحمت الٰہی سے مایوسی کے بعد اللہ کی پکڑ اور عذاب سے بے خوف ہونا بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حلیم ہے اور وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا جس سے گنہگار یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ اس کے لیے کوئی سزا نہیں ہے اور وہ گناہ کرنے میں بے باک ہو جاتا ہے اور اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ پھر اچانک اللہ کی پکڑ شروع ہو جاتی ہے۔ استدراج اور مکر الٰہی کا یہی مطلب ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اللہ کی نافرمانی سے ڈرتا رہے اور ہر گناہ کے بعد توبہ کے ذریعے اس کا مداوا کرے اور اللہ سے دعا کرے کہ وہ اس پر اپنے فضل و کرم کا سایہ دراز رکھے اور اسے اس کے نفس کے سپرد نہ کرے۔

اگر اللہ ہمیں مرض عصیان سے نہ بچائے تو ہم ابلیس کے جال میں پھنس جائیں گے اور ہمارے لیے نجات کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ اگر کوئی انسان بارگاہ احدیت میں اپنی ناتوانی، نادانی اور ناچارگی کا اعتراف کرے اور اپنے گناہوں سے خوف محسوس کرتا رہے اور توبہ کرے اور خدا سے رحم و کرم کی دعا کرے تو یقین ہے کہ اللہ اسے اس کے نفس امارہ کے سپرد نہیں کرے گا۔ ایسا شخص نہ تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہوگا اور نہ اس کے عذاب سے بے خوف ہوگا۔ اللہ کا فرمان ہے: فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ ○ اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے بن جاتے۔ (سورۂ بقرہ: ۶۴)

ہم سابقہ صفحات میں عرض کر چکے ہیں کہ جب خدا کے محبوب بندے سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو خدا اسے کسی نہ کسی آزمائش میں ڈال دیتا ہے جس سے وہ بندہ توبہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس کا گناہ بخشا جاتا

Presented by www.ziaraat.com

ہے اور جب خدا کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو اس کے لیے دنیاوی نعمتوں کا دروازہ کھول دیتا ہے اور اسے ڈھیل دیتا ہے جس سے وہ توبہ کو بھلا دیتا ہے۔ پھر اچانک اس کی پکڑ کرتا ہے جسے استدراج کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ○ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو واقع ہو جب وہ (بے خبر) سو رہے ہوں۔ کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے نازل ہو اور وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ خدا کی پکڑ سے بے خوف ہو چکے ہیں حالانکہ خدا کی پکڑ سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ (سورۂ اعراف: آیت ۹۷ تا ۹۹)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ ہم ان کو مہلت دیے جاتے ہیں تو وہ ان کے حق میں اچھا ہے (نہیں بلکہ) ہم ان کو اس لیے مہلت دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ کرلیں آخر کار ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔

(سورۂ آل عمران: آیت ۱۷۸)

وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ○ اور میں ان کو مہلت دیے جاتا ہوں یقیناً میری تدبیر مضبوط ہے۔

(سورۂ اعراف: آیت ۱۸۳)

ہادیان دین نے اپنی تعلیمات میں عذاب الٰہی سے بے خوف ہونے کے خطرے کی نشاندہی کی ہے۔ چنانچہ سفینۃ البحار میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: وَاللّٰهِ مَا عَذَّبَهُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ اَشَدَّ مِنَ الْاِمْلَاءِ. خدا کی قسم! خدا نے ان کو ڈھیل دینے سے بڑھ کر اور کسی چیز سے عذاب نہیں دیا۔ (ج ۲، ص ۵۵۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَاَذْنَبَ ذَنْبًا اَتْبَعَهُ بِنِقْمَةٍ وَيُذَكِّرُهُ الْاِسْتِغْفَارَ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ شَرًّا فَاَذْنَبَ ذَنْبًا اَتْبَعَهُ بِنِعْمَةٍ يُنْسِيْهِ الْاِسْتِغْفَارَ وَ يَتَمَادٰى بِهٖ وَهُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ جب خدا کو کسی شخص کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو وہ شخص جب کوئی گناہ کرتا ہے تو خدا اسے مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے استغفار کی یاد دلاتا ہے اور جب خدا کو کسی بندے کی برائی مطلوب ہوتی ہے تو جب وہ شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو خدا اس پر نعمتیں فراوان کر دیتا ہے اور اس طرح اسے توبہ بھلا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ ہم انھیں اس طرح پکڑیں گے کہ انھیں معلوم ہی نہ ہوگا۔ (سورۂ اعراف: آیت ۱۸۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ استدراج کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

جب کوئی شخص گناہ کرنے لگے تو خدا اسے مہلت دے اور اسے گوناگوں نعمتوں سے نوازے تاکہ وہ توبہ سے غافل رہے۔ پھر اچانک اسے یوں پکڑ لے کہ اسے پتا بھی نہ چلے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۸۲)

Presented by www.ziaraat.com

امام علیؑ نے فرمایا کہ خدا جس شخص کو مال و دولت عطا کرے اور وہ اسے اپنے لیے آزمائش نہ سمجھے تو وہ اپنے آپ کو سخت خوف سے امان میں سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہے۔ (بحار الانوار ج ۱۵، ص ۱۶۲)

مؤلف: سعادت کا راستا یہ ہے کہ انسان ہمیشہ خوف و امید کے درمیان رہے۔ اسے خدا کی رحمت سے مایوس اور خدا کی گرفت سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ مایوسی اور بے خوفی دونوں خطرناک ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ اِلَّا وَفِيْ قَلْبِهٖ نُوْرَانِ نُوْرُ خِيْفَةٍ وَ نُوْرُ رَجَاءٍ لَوْ وُزِنَ هٰذَا لَمْ يَزِدْ عَلٰى هٰذَا وَلَوْ وُزِنَ هٰذَا لَمْ يَزِدْ عَلٰى هٰذَا. ہر بندۂ مومن کے دل میں خدا نے دو نور رکھے ہیں۔ پہلا خوف کا اور دوسرا امید کا۔ اگر ان کا آپس میں وزن کیا جائے تو دونوں برابر ہوں گے۔ ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے زیادہ وزنی نہیں ہوگا۔

کافی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنًا حَتّٰى يَكُوْنَ خَائِفًا رَاجِيًا وَلَا يَكُوْنُ خَائِفًا رَاجِيًا حَتّٰى يَكُوْنَ عَامِلًا لِمَا يَخَافُ وَيَرْجُوْ. مومن اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس میں خوف و امید کی کیفیات یکساں نہ پائی جائیں۔ اور خوف و امید اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتے جب تک وہ امید اور خوف کے لیے عمل پیرا نہ ہو۔

خِفِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خِيْفَةً لَوْ جِئْتَهُ بِبِرِّ الثَّقَلَيْنِ لَعَذَّبَكَ وَارْجُ اللّٰهَ رَجَاءً لَوْ جِئْتَهُ بِذُنُوْبِ الثَّقَلَيْنِ لَرَحِمَكَ. خدائے عزوجل سے اتنا ڈرو کہ اگر تم جن و انس کی عبادتیں بھی لے کر جاؤ تو وہ تم کو عذاب دے گا اور امید اتنی رکھو کہ اگر تم جن و انس کے سارے گناہ بھی لے کر جاؤ تو وہ پھر بھی تم پر رحم فرمائے گا۔

اَلْمُؤْمِنُ بَيْنَ مَخَافَتَيْنِ ذَنْبٍ قَدْ مَضٰى لَا يَدْرِيْ مَا صَنَعَ اللّٰهُ فِيْهِ وَ عُمُرٍ قَدْ بَقِيَ لَا يَدْرِيْ مَا يَكْتَسِبُ فِيْهِ مِنَ الْمَهَالِكِ فَهُوَ لَا يُصْبِحُ اِلَّا خَائِفًا وَلَا يُصْلِحُهُ اِلَّا الْخَوْفُ. مومن ہمیشہ امید اور خوف کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ گناہ کے متعلق خوفزدہ رہتا ہے کہ نجانے خدا اس کی کیا سزا دے اور وہ نہیں جانتا کہ اس کی کتنی عمر باقی رہ گئی ہے اور اس باقی عمر میں اس سے کتنے گناہ سرزد ہوں گے اسی لیے ہمیشہ خائف رہتا ہے اور اس کی اصلاح خوف سے ہی ممکن ہے۔ (کافی ج ۲)

بعض روایات میں آیا ہے کہ امام نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ جب تک مومن کی جان یہاں تک نہیں آجاتی اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔

۳۲۔ خداوند عالم کے متعلق بدگمانی

ہادیانِ دین کی متعدد روایات میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر بندہ میرے متعلق خیر، رحمت اور مغفرت کا گمان رکھتا ہوگا تو میں اس کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کروں گا اور اگر اس کا میرے متعلق اچھا گمان نہیں ہوگا اور رحمت و مغفرت کی اسے امید

Presented by www.ziaraat.com

نہیں ہوگی تو میں بھی اس کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق ہی سلوک کروں گا۔

قرآن مجید میں آیا ہے: وَذَالِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدَاكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخَاسِرِیْنَ ○ یہ تمہارا وہی گمان ہے جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا اس نے تمھیں ہلاکت میں ڈالا اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگئے۔ (سورۂ فصلت: آیت ۲۳) اس آیت کے ضمن میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بندہ اپنے رب سے بھلائی کا گمان کرے گا تو وہ اس کے گمان کے مطابق اس سے معاملہ کرے گا۔

حضرت داوٗد علیہ السلام اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے: پروردگار! وہ شخص تجھ پر ایمان ہی نہیں لایا جسے تیری معرفت حاصل ہو مگر وہ تیرے متعلق نیک گمان نہ رکھتا ہو۔

روضۃ الواعظین میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کوشش کرو کہ مرتے وقت اللہ کے متعلق تمہارا گمان اچھا ہو کیونکہ یہ اچھا گمان ہی جنت کی قیمت ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کے متعلق حسن ظن رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ بِیْ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرًا وَاِنْ شَرًّا فَشَرًّا. میں بندۂ مومن کے گمان کا منتظر رہتا ہوں۔ اگر وہ میرے متعلق اچھا گمان کرتا ہے تو میری رحمت اس کے شامل حال ہو جاتی ہے اور اگر اچھا گمان نہیں رکھتا تو میری رحمت اس کے شامل حال نہیں ہوتی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ۱۸۰)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم نے کتاب علیؑ میں پڑھا ہے کہ رسول خداؐ نے برسر منبر فرمایا تھا: ''اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے مومن کو دنیا و آخرت کی جو بھی بھلائی ملتی ہے وہ اللہ کے متعلق حسن ظن رکھنے، امید رحمت رکھنے اور مومنین کی غیبت سے بچنے کی وجہ سے ملتی ہے۔

اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ توبہ کے بعد اللہ کسی مومن کو عذاب نہیں دے گا مگر یہ کہ وہ خدا کے متعلق بدگمان ہو، اس کی رحمت سے مایوس ہو، بداخلاق ہو اور مومنین کی غیبت کرتا ہو۔

اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جب بھی مومن خدا کے متعلق نیک گمان رکھتا ہے تو خدا اس کے گمان کے مطابق اس سے معاملہ کرتا ہے کیونکہ خدا، کریم ہے اور تمام بھلائیاں اس کے دست قدرت میں ہیں۔ اسے اس بات سے حیا آتی ہے کہ بندۂ مومن تو اس کے متعلق نیک گمان کرے اور اس سے امیدیں وابستہ رکھے لیکن وہ اس کے گمان اور امید کے برخلاف اس سے سلوک کرے۔ لہٰذا اللہ کے متعلق نیک گمان رکھو اور اس کی رحمت کے امیدوار رہو۔'' (بحار الانوار ج ۶۷، ص ۳۹۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب آخری انسان کو دوزخ کی طرف بھیجا جائے گا تو وہ مڑ مڑ کر پیچھے دیکھے گا۔ ندائے قدرت آئے گی کہ اسے واپس عرصہ محشر میں لاؤ۔ فرشتے اسے واپس لائیں گے تو خدا اس سے فرمائے گا کہ بار بار تو مڑ مڑ کر کیا دیکھ رہا ہے؟

وہ کہے گا: پروردگار! تیرے متعلق میرا یہ گمان تو نہیں تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

اللہ فرمائے گا کہ تیرا میرے متعلق کیا گمان تھا؟
وہ کہے گا کہ میرا گمان تو یہ تھا کہ تو میری خطائیں معاف کرے گا اور مجھے اپنی جنت میں داخل کرے گا۔
اس وقت خدا فرشتوں سے فرمائے گا کہ مجھے اپنی عزت وعظمت کی قسم! اس نے زندگی میں میرے متعلق کبھی ایسا گمان نہیں کیا تھا۔ اگر اس نے دنیا میں میرے متعلق ایسا گمان کیا ہوتا تو میں اسے دوزخ سے کبھی نہ ڈراتا بلکہ اپنی رحمت میں داخل کرتا لیکن اب تم اس کے جھوٹ کو قبول کرلو اور اسے جنت میں لے جاؤ۔
پھر آپ نے فرمایا کہ جو کوئی خدا کے متعلق نیک گمان کرتا ہے، خدا اس کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہے اور جو کوئی خدا کے متعلق بدگمان ہوتا ہے تو خدا اس کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہے۔ یہی وَذَالِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدَاكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخَاسِرِیْنَ (سورۂ فصلت: ۲۳) کا مطلب ہے۔
(بحار الانوار ج ۶۷، ص ۱۸۲۔ تفسیر البرہان ج ۴، ص ۱۰۸۔ تفسیر صافی ج ۴، ص ۳۵۷)

۳۳۔ تقدیر الٰہی کی شکایت

خدا کی تقدیر پر راضی نہ ہونا ایک طرح کا شرک ہے جبکہ تقدیر پر راضی رہنا ایمان کی علامت ہے اور مومن کے درجات کی بلندی کا باعث ہے۔ سورۂ بینہ میں ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ○ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذَالِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ○ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ بہترین خلائق ہیں ان کا صلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ خدا ان سے خوش اور وہ اس سے خوش۔ یہ صلہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔
امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ رَضِیَ بِالْقَضَاءِ اَتٰی عَلَیْهِ الْقَضَاءُ وَ عَظَّمَ اللّٰهُ اَجْرَهٗ وَمَنْ سَخِطَ الْقَضَاءَ مَضٰی عَلَیْهِ الْقَضَاءُ وَ اَحْبَطَ اللّٰهُ اَجْرَهٗ. جو اللہ کی قضا پر راضی ہو تو اس پر اللہ کی قضا جاری ہوگی اور اس کو اللہ بہت بڑا صلہ دے گا اور جو اللہ کی قضا پر راضی نہ ہو تو بھی اللہ کی قضا اس پر جاری ہو کر رہے گی اور اللہ اس کے ثواب کو ضائع کر دے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۶۲)

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: اَلزُّهْدُ عَشْرَةُ اَجْزَاءٍ: اَعْلٰی دَرَجَةِ الزُّهْدِ اَدْنٰی دَرَجَةِ الْوَرَعِ، وَ اَعْلٰی دَرَجَةِ الْوَرَعِ اَدْنٰی دَرَجَةِ الْیَقِیْنِ، وَ اَعْلٰی دَرَجَةِ الْیَقِیْنِ اَدْنٰی دَرَجَةِ الرِّضَا. زہد کے دس درجے ہیں۔ زہد کا اعلیٰ ترین درجہ ورع کا پست ترین درجہ ہے اور ورع کا بلند ترین درجہ یقین کا پست ترین درجہ ہے اور یقین کا بلند ترین درجہ رضا بالقضاء کا پست ترین درجہ ہے۔
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام حسن علیہ السلام کی عبداللہ بن جعفر سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا:

Presented by www.ziaraat.com

عبداللہ! وہ شخص مومن کیسے کہلا سکتا ہے جو اللہ کی تقسیم پر ناراض ہو اور مقام پروردگار کو حقیر جانتا ہو؟ جبکہ اللہ اس کا حاکم ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس کے دل میں قضائے الٰہی پر رضا کا جذبہ ہو تو میں اس کی دعاؤں کی قبولیت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (کافی ج ۲، ص ۶۲)

کسی نے امام صادقؑ سے پوچھا کہ ایک شخص کے مومن ہونے کا پتا کیسے چل سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تسلیم اور خدا کی تلخ و شیریں تقدیر پر راضی رہنے سے اس کا پتا چل سکتا ہے۔ تقدیر الٰہی کے کسی بھی فیصلے کے بعد اللہ کے رسولؐ نے یہ کبھی نہیں کہا کہ کاش! ایسا نہ ہوا ہوتا اس کی بجائے ایسا ہوا ہوتا۔ (کافی ج ۲، ص ۶۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی بھیجی: ''تم ہرگز کسی چیز کے ذریعے میرا تقرب حاصل نہیں کرسکو گے جو میرے نزدیک میری قضا پر راضی رہنے سے محبوب تر ہو۔''

(مازندرانی، شرح کافی ج ۱، ص ۲۲۲۔ کافی، باب الرضا بالقضاء)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

جب کسی مسلمان کے لیے حالات تنگ ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ خدا کا شکوہ نہ کرے بلکہ خدا سے حالات کا شکوہ کرے کیونکہ معاملات کی کنجیاں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ (بحار الانوار ج ۶۹، ص ۳۲۶)

فَاللّٰهَ اللّٰهَ اَنْ تَشْكُوْا اِلٰى مَنْ لَا يُشْكِيْ شَجْوَكُمْ وَلَا يَنْقُضُ بِرَاْيِهِ مَا قَدْ اَبْرَمَ لَكُمْ اللہ سے ڈرو کہ تم اپنی شکایتیں اس شخص کے سامنے لے کر بیٹھ جاؤ جو (تمہاری خواہشوں کے مطابق) تمہارے شکووں کے قلق کو دور نہیں کرے گا۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۳)

وَمَنْ اَصْبَحَ يَشْكُوْ مَصِيْبَةً نَزَلَتْ بِهِ فَقَدْ اَصْبَحَ يَشْكُوْ رَبَّهٗ جو شخص اس مصیبت کی جس میں وہ مبتلا ہے شکایت کرے تو وہ اپنے رب کی شکایت کرتا ہے۔ (نہج البلاغہ، حکمت ۲۲۸)

اِجْعَلْ شَكْوَاكَ اِلٰى مَنْ يَقْدِرُ عَلٰى غِنَاكَ اپنی (مصیبتوں کی) شکایت اس سے کرو جو تم کو بے نیاز بنانے پر قادر ہے۔ (غرر الحکم ص ۲۴۷)

مرحوم آیت اللہ محمد رضا گلپایگانی کے مکتبہ کی فہرست کے صفحہ ۹۸ پر میں نے یہ شعر پڑھا:

اِذَا ضَاقَتْ بِكَ الْاَحْوَالُ يَوْمًا   فَثِقْ بِالرَّازِقِ الْفَرْدِ الْعَلِيِّ

جب کبھی مشکل حالات درپیش ہوں تو خدائے واحد و بزرگ و برتر پر بھروسا کرو۔

اسی بات کو کسی اور شاعر نے یوں بھی کہا ہے:

اِذَا ضَاقَتْ بِكَ الْاَحْوَالُ يَوْمًا   فَفَكِّرْ فِيْ اَلَمْ نَشْرَحْ

تَجِدْ يُسْرَيْنِ بَعْدَ الْعُسْرِ   اِنْ فَكَّرْتَهَا تَفْرَحْ

جب کبھی تمہیں مشکل حالات سے واسطہ پڑے تو سورۂ الم نشرح پر غور کرو۔ تمہیں وہاں مشکل کے

Presented by www.ziaraat.com

بعد دو آسانیاں نظر آئیں گی۔ ان کے بارے میں سوچو تا کہ خوش ہو جاؤ۔[1]

۱۔ قضا و قدر کا عقیدہ ہماری زندگی میں نہایت اہمیت رکھتا ہے اور اس کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ جبر و اختیار اور بداء کی بحثیں بھی اس سے جڑی ہوئی ہیں۔ قضا اور قدر عربی زبان کے الفاظ ہیں جس کے لیے انگریزی میں Fate یا Destiny کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ تقدیر اور مقدر کے الفاظ اسی سے مشتق ہیں۔ اردو میں جس طرح تقویٰ، توکل اور قناعت کے وہ معنی لیے جاتے ہیں جو عربی میں ہرگز مراد نہیں ہیں اسی طرح نصیب اور قسمت کے عربی الفاظ بھی اردو میں Fortune یا Luck یعنی انسان کی خوشحالی اور بدحالی یا خوش بختی اور بدبختی کے معنوں میں بولے جاتے ہیں جس سے عام طور پر غلط فہمی پیدا ہوتی ہے مثلاً کہتے ہیں کہ اس کی تو قسمت ہی خراب ہے یا یہ کہ وہ مقدر کا سکندر ہے وغیرہ۔

قضا و قدر (Predestination) کا عقیدہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی ملتا ہے۔ یونانی اور رومی نظام عقائد کے مطابق Clotho ، Lachesis اور Atropos نامی تین دیویاں انسانی مقدر کو کنٹرول کرتی ہیں۔ مسلمانوں میں بھی یہ تاثر پھیلایا گیا ہے کہ کاتب تقدیر نے ماں کے پیٹ میں ہی انسان کی تقدیر کو لکھ کر قلم توڑ دیا ہے اور انسان سے عمل کی آزادی اور ارادہ و اختیار کو چھین لیا ہے جیسا کہ مشکاۃ شریف، کتاب ایمان بالقدر، حدیث نمبر ۹۷ میں ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے زنا میں فرزند آدم کا حصہ لکھ دیا ہے۔ وہ لامحالہ اسے کر کے رہے گا۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ انسان کو نیکی اور بدی دونوں سے حصہ ملا ہے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا (سورۂ شمس: آیت ۸) اور اس کے لیے عمل کی دونوں راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ وہ جس راہ کا انتخاب کرے گا قضا اس کو اسی راہ پر لے جائے گی۔ اگر وہ نیک راہ پر چلے گا تو تعریف کا حقدار ہوگا اور اگر بری راہ پر چلے گا تو مذمت کا حقدار ہوگا۔ جنگ صفین سے لوٹتے وقت ایک عراقی سے امیرالمومنین امام علیؑ نے فرمایا تھا: شاید تم نے سمجھ لیا ہے کہ قضا و قدر نے حتمی فیصلہ کر دیا ہے (جیسا کہ مجبرہ یعنی اشاعرہ سمجھتے ہیں)۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر ثواب اور عقاب، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، لعنت ملامت اور وعدہ وعید کا کچھ مطلب نہ ہوتا۔ کوئی بدکار قابل ملامت اور کوئی نیکوکار قابل تعریف نہ ہوتا (اگرچہ انسان کے ہر فعل کی علت خدا سے جڑی ہوئی ہے اور وہ خدا کی دی ہوئی طاقت سے ہی اطاعت یا معصیت کے فعل کو وجود میں لاتا ہے)۔

شیخ صدوق کی کتاب توحید میں ہے کہ ایک دفعہ امیرالمومنین امام علیؑ کسی دیوار کے سائے میں تشریف فرما تھے کہ وہ دیوار گرنے لگی۔ آپ وہاں سے بھاگے تو کسی نے کہا کہ آپ قضائے الٰہی سے کیوں بھاگے؟ امیرالمومنینؑ نے جواب دیا اَفِرُّ مِنْ قَضَاءِ اللّٰهِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰهِ یعنی میں قضائے الٰہی سے قدر الٰہی کی طرف بھاگا ہوں۔

امیرالمومنینؑ کے اس قول کا کہ جب کسی مسلمان کے لیے حالات تنگ ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ خدا کا شکوہ نہ کرے بلکہ خدا سے حالات کا شکوہ کرے مطلب یہ ہے کہ جب ایک انسان اپنوں یا دشمنوں کے پیدا کردہ ایسے حالات میں (جیسے امیرالمومنینؑ کو تحکیم کے موقع پر یا امام حسنؑ کو صلح کے موقع پر پیش آئے تھے یا آج کل فلسطین، کشمیر، عراق اور افغانستان کے عوام کو درپیش ہیں) ''واقع ہو جائے'' تو اسے چاہیے کہ ان حالات سے نکلنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ نہ نکل سکے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا نے اس کے لیے ایسا ہی چاہا ہے بلکہ وہ ایسے حالات میں ''واقع'' ہوا ہے جو اس کے لیے تنگی کا سبب ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں رسول پاکؐ کی حدیث ہے: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهٖ وَاَنْ يُّنْسَأَ لَهُ فِيْ اَثَرِهٖ (اَجَلِهٖ) فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ. جسے اپنے رزق کی فراخی اور عمر کی درازی پسند ہو اسے چاہیے کہ (اپنے ماں باپ اور رشتے داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے۔ پس انسان کو چاہیے کہ قضائے پروردگار کی شکایت نہ کرے بلکہ اپنے اعمال کا جائزہ لے۔ اگر وہ ایک قضا پر عمل نہیں کرے گا تو دوسری قضا پوری ہو کر رہے گی۔ صلہ رحمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کے لیے روزی اور عمر کی درازی کے جو فیصلے مقدم

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۳۴۔ مصیبت میں بے صبری

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب حضرت رسول خداؐ نے مکہ فتح کیا تو مکہ کے مرد آئے اور انھوں نے آکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر عورتیں بیعت کرنے کے لیے آئیں تو اللہ نے یہ آیت اتاری:

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَ کَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ ....

اے نبیؐ! جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ خدا کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی

ومؤخر کرتا ہے یہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی مبرم تقدیر نہیں ہوتی بلکہ معلق تقدیر ہوتی ہے جو لوح محو و ثبت میں لکھی ہوتی ہے۔ یہ تقدیر صدقہ، دعا، توبہ اور تدبیر وغیرہ سے بدل جاتی ہے اور گنہگار کو خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتی۔ اسی کو بداء کہا جاتا ہے۔

سورۂ رعد کی آیت ۳۹ یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْکِتَابِ کے متعلق تفسیر طبری اور تفسیر سیوطی میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یُقَدِّرُ اللّٰهُ اَمْرَ السَّنَةِ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ اِلَّا السَّعَادَةَ وَالشَّقَاوَةَ اللہ تعالیٰ سعادت اور شقاوت کے سوا شب قدر میں پورے سال کے بھلے برے سب امور کو مقدر کرتا ہے جبکہ صحیح مسلم کتاب القدر کی پہلی حدیث ہی یہ ہے کہ جب انسان ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس وقت خدا اس کی روزی، اس کی موت، اس کے اعمال اور اس کی سعادت یا شقاوت کو لکھ دیتا ہے۔ اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ انسان کے ساتھ جو بھلا برا ہوتا ہے، اسے اللہ کا حتمی اور لازمی فیصلہ سمجھ کر قبول کر لے۔ یہ باتیں انسان کے ہاتھ باندھ دیتی ہیں اور اسے جدوجہد سے روک دیتی ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ ظالم کے ظلم کو تقدیر کا لکھا سمجھنے کی بجائے ظلم کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے اور بیماری میں قسمت کو کوسنے کی بجائے اس کا علاج کرانا چاہیے۔ سورۂ رعد کی آیت ۱۱ میں ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ خدا کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت کو بدلنے کی جدوجہد نہیں کرتی مثلاً اگر کوئی کام بگڑ جائے تو اسے مبرم تقدیر نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اسے ٹھیک کرنے کی تدبیر کرنی چاہیے۔ اگر قحط پڑ جائے یا بیماری پھیل جائے تو اس پر قابو پانے کے لیے اقدامات کرنے چاہئیں کیونکہ جس فعل پر مذمت یا تعریف کی جا سکتی ہے اس کی بازپرس ہوگی۔ جس چیز کی بازپرس نہیں ہوگی اور جو سوال نہیں پوچھا جائے گا وہ یہ ہے کہ تو کالا کیوں تھا؟ گورا کیوں تھا؟ ٹھگنا کیوں تھا؟ وغیرہ

قرآن مجید میں قضا و قدر کے کئی معانی بیان ہوئے ہیں۔ کہیں اس کا مطلب فیصلہ کرنا ہے (سورۂ یونس: آیت ۹۳) کہیں خبر دینا ہے (سورۂ حجر: آیت ۶۶) کہیں کوئی چیز واجب کرنا ہے (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۲۳) کہیں کسی کام کا ارادہ کرنا ہے (سورۂ بقرہ: آیت ۱۱۷) اور کہیں اس کا مطلب مقرر کرنا ہے (سورۂ انعام: آیت ۲)۔

اسی طرح قدر کے بھی مختلف معنی ذکر ہوئے ہیں۔ کہیں اس کا مطلب قدرت ہے (سورۂ یٰسٓ: آیت ۸۱) کہیں رزق اور روزی تنگ کرنا ہے (سورۂ سبا: آیت ۳۶ و سورۂ انبیاء: آیت ۸۷) کہیں کسی امر کی تدبیر کرنا ہے (سورۂ مرسلات: آیت ۲۳) کہیں فیصلہ دینا ہے (سورۂ نمل: آیت ۵۷) کہیں ٹھہر ٹھہر کر کوئی کام کرنا ہے (سورۂ سبا: آیت ۱۱) کہیں مقدار اور کمیت ہے (سورۂ حجر: آیت ۲۱) کہیں کسی چیز کا زمان و مکان (سورۂ مرسلات: آیت ۲۰ تا ۲۲) اور کہیں حتمی حکم مراد ہے (سورۂ احزاب: آیت ۳۸)۔ مختصر یہ کہ خدا نے نیکی یا بدی کا کوئی کام کرنے پر انسان کو مجبور نہیں کیا ہے۔ وہ چاہے تو بلندی اور ترقی کی راہ پر چلے اور چاہے تو پستی اور تنزلی کی راہ پر چلے۔ بیشک خدا نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ آگ کا کام جلانا اور پانی کا کام آگ کو بجھانا ہے۔ اگر پانی سے آگ کو نہ بجھایا جائے تو آگ کی قضا جو لازماً جلانا ہے پوری ہو کر رہے گی۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

نہ چوری کریں گی نہ بدکاری کریں گی نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی نہ نیک کاموں میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو۔ (سورۂ ممتحنہ : آیت ۱۲) اس وقت ام حکیم آگے بڑھی اور اس نے آپ سے پوچھا: یا رسول اللہؐ! وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ سے کیا مراد ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ مصیبت کے وقت اپنا چہرہ نہ پیٹو گی، اپنے بال نہ نوچو گی، اپنا گریبان چاک نہ کرو گی اور سیاہ لباس نہ پہنو گی۔

علامہ شیخ محمد حسن نجفی (متوفی ۱۲۶۶ھ) نے جواھر الکلام، باب احکام میت میں لکھا ہے کہ مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنا اور چہرے پر خراشیں ڈالنا اور بال نوچنا بالاتفاق حرام ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمل قضائے الٰہی پر ناراض ہونے کا مظہر ہے۔

شیخ طوسی نے بھی مبسوط میں لکھا ہے کہ اس فعل کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔

آیت اللہ سید محمد کاظم یزدی (متوفی ۱۳۳۷ھ) نے عروۃ الوثقٰی میں اور دیگر علماء جنھوں نے اس پر حاشیہ لکھا ہے کہا ہے کہ اگر کوئی عورت مصیبت میں اپنے بال کٹوا دے تو یہ حرام ہے اور اس کا کفارہ روزہ توڑنے کے کفارے کے برابر ہے اور اگر کوئی عورت اپنے بال نوچے یا چہرے پر خراشیں ڈالے تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ سید کاظم یزدی مزید لکھتے ہیں کہ باپ اور بھائی کے علاوہ کسی کی موت پر گریبان چاک کرنا جائز نہیں ہے اور احتیاط یہ ہے کہ باپ اور بھائی کی موت پر بھی گریبان چاک نہ کیا جائے۔ فقہاء کی اکثریت نے اس مسئلے پر صاحب عروۃ الوثقٰی کی موافقت کی ہے۔

سید کاظم یزدی مزید لکھتے ہیں کہ چہرے پر مصیبت کے وقت طمانچے مارنا بھی حرام ہے اور آہ و فریاد اگر معمول سے زیادہ ہو تو احتیاط واجب کی بنا پر وہ بھی حرام ہے۔

صاحب جواہر رقمطراز ہیں کہ احادیث اور کلام اصحاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت کے وقت عورت کا فریاد کرنا بھی حرام ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۲، ص ۹۱۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے الحدائق ج ۴، ص ۱۶۵ اور تحریر الوسیلہ ج ۱ ص ۹۳)

آیت اللہ خمینی تحریر الوسیلہ میں رقمطراز ہیں: مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنا اور چہرے پر خراشیں ڈالنا، بال کٹوانا، بال نوچنا ناجائز اور حرام ہے اور چیخنا چلانا بھی حرام ہے (بنابر احتیاط واجب)۔ بھائی اور باپ کی موت کے علاوہ کسی اور کی موت پر گریبان چاک کرنا جائز نہیں ہے۔

کچھ مذکورہ امور پر کفارہ بھی ہے۔ اگر کوئی عورت مصیبت میں اپنے بال کاٹ دے تو کفارے میں اسے ساٹھ روزے رکھنے چاہئیں یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہیے۔ اگر کوئی عورت بال نوچے تو کفارے کے طور پر دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا لباس مہیا کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر تین روزے رکھے۔ اگر کوئی اپنے چہرے پر خراشیں ڈالے یا کوئی آدمی اپنی بیوی یا بیٹے کی موت پر گریبان چاک کرے تو اس کا بھی یہی کفارہ ہے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۳۵۔ علم نجوم سے پیشین گوئی کرنا

شیخ مرتضی انصاری مکاسب میں لکھتے ہیں: اَلتَّنْجِیْمُ حَرَامٌ فَعَنِ النَّبِیِّ ﷺ: مَنْ صَدَّقَ مُنَجِّمًا اَوْ کَاهِنًا فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ. ستاروں کے ذریعے پیشین گوئی کرنا (یا ستاروں سے سعد و نحس دریافت کرنا) حرام ہے۔ نبی اکرمؐ کی حدیث ہے کہ جو شخص کسی منجم یا کاہن کی تصدیق کرے تو اس نے ان تعلیمات کا انکار کیا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کی گئی ہیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۱۰۴)

نصر بن قابوس راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّ الْمُنَجِّمَ مَلْعُوْنٌ وَالْکَاهِنَ مَلْعُوْنٌ وَالسَّاحِرَ مَلْعُوْنٌ. منجم (نجومی) ملعون ہے۔ کاہن ملعون ہے اور جادوگر ملعون ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۱۰۴)

امیر المومنین علیہ السلام نے جب جنگ نہروان کے لیے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک شخص نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ اگر آپ اس وقت نکلے تو علم نجوم کی رو سے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔[1] اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: "کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اس گھڑی کا پتا دیتے ہو کہ اگر

---

[1] مفتی جعفر حسین مرحوم نے اس خطبے کے ضمن میں یہ حاشیہ لکھا ہے:

جب امیر المومنین علیہ السلام نے خوارج کی شورشوں کو دبانے کے لیے نہروان کا ارادہ کیا تو عفیف بن قیس نے آپ سے عرض کیا کہ یہ ساعت اچھی نہیں ہے۔ اگر آپ اس ساعت میں روانہ ہوئے تو فتح و ظفر مندی کی بجائے شکست و ہزیمت اٹھانا پڑے گی مگر حضرت نے اس کی بات کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور اسی وقت لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا اور نتیجے میں خوارج کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ ان کے چار ہزار جنگجوؤں میں سے نو آدمی بھاگ کر اپنی جان بچا سکے اور باقی کا صفایا ہوگیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے نجوم کے غلط اور نادرست ہونے پر تین طرح سے استدلال کیا۔

پہلے یہ کہ اگر منجم کی باتوں کو درست مان لیا جائے تو قرآن کو جھٹلانا پڑے گا کیونکہ منجم ستاروں کو دیکھ کر غیب میں چھپی ہوئی چیزوں کے جاننے کا ادعا کرتا ہے اور قرآن یہ کہتا ہے: قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ... آسمانوں اور زمین کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ (سورۂ نمل: آیت ۶۵)

دوسرے یہ کہ وہ اپنے زعم ناقص میں یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ مستقبل کے حالات سے مطلع ہو کر اپنے نفع و نقصان کو جان سکتا ہے تو وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے اور اس سے مدد چاہنے میں اپنے آپ کو بے نیاز سمجھے گا اور یہ اللہ سے بے اعتنائی اور اس کے مقابلے میں خود اعتمادی ایک طرح کا زندقہ و الحاد ہے جو اللہ سے اس کے توقعات ختم کر دیتا ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر وہ کسی مقصد میں کامیاب ہوگیا تو وہ اس کامیابی کو اپنے علم کا نتیجہ قرار دے گا جس سے وہ اللہ کی بجائے اپنے نفس کو سراہے گا اور اس سلسلے میں جن کی رہنمائی کرے گا ان سے بھی یہی چاہے گا کہ وہ اللہ کے شکر گزار ہونے کے بجائے اس کے شکر گزار ہوں۔

یہ تمام چیزیں فن نجوم میں اس حد تک مداخلت سے نہیں روکتیں جس حد تک نجوم کی تاثیر کو من جانب اللہ دواؤں کے طبعی اثر کے قبیل سے مانا جائے جس میں قدرت الٰہی پھر بھی موانع پیدا کر کے سد راہ ہوسکتی ہے۔ ہمارے اکثر علماء اسلام جو علم نجوم حاصل کیے ہوئے تھے وہ اسی بنا پر صحیح ہے کہ وہ اس کے نتائج کو قطعی نہ سمجھتے تھے۔ (مترجم)

Presented by www.ziaraat.com

کوئی اس میں نکلے تو اس کے لیے کوئی برائی نہ ہوگی اور اس لمحے سے خبردار کرتے ہو کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اسے نقصان ہوگا۔ تو جس نے اسے صحیح سمجھا اس نے قرآن کو جھٹلایا اور مقصد کے پانے اور مصیبت کے دور کرنے میں اللہ کی مدد سے بے نیاز ہوگیا۔ تم اپنی ان باتوں سے چاہتے ہو کہ جو تمہارے کہے پر عمل کرے وہ اللہ کو چھوڑ کر تمہارے گن گائے۔ اس لیے کہ تم نے اپنے خیال میں اس ساعت کا پتا دیا کہ جو اس کے لیے فائدے کا سبب اور نقصان سے بچاؤ کا ذریعہ بنی۔ پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! نجوم کے سیکھنے سے پرہیز کرو مگر اتنا کہ جس سے خشکی اور تری میں راستے معلوم کرسکو۔ اس لیے کہ نجوم کا سیکھنا کہانت اور غیب گوئی کی طرف لے جاتا ہے اور منجم حکم میں مثل کاہن کے ہے اور کاہن مثل ساحر کے ہے اور ساحر مثل کافر کے ہے اور کافر کا ٹھکانا جہنم ہے بس اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔" (نہج البلاغہ، خطبہ ۷۷)

اسی طرح کا دوسرا واقعہ بھی پیش آیا تھا۔ ایک منجم نے آپ کو سفر شروع کرنے سے روکا تھا اور یہ کہا تھا کہ آپ اس ساعت میں سفر نہ کریں۔ ستاروں کی چال آپ کے موافق نہیں ہے لہٰذا یہ سفر آپ کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ حضرت نے اس سے فرمایا تھا: اگر تو غیب دان ہے تو پھر یہ بتا کہ کیا تو جانتا ہے کہ اس حاملہ جانور کے شکم میں جو بچہ پرورش پا رہا ہے وہ نر ہے یا مادہ؟

نجومی نے کہا کہ اگر میں حساب کروں تو بتا سکتا ہوں۔

امیرالمومنینؑ نے اس سے فرمایا کہ اس سلسلے میں جو بھی تیری تصدیق کرے تو اس نے قرآن کریم کی تکذیب کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○ بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے (کہ نر یا مادہ) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل اسے کیا حالات پیش آئیں گے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس سرزمین پر اسے موت آئے گی۔ بیشک اللہ ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔ (سورۂ لقمان: آیت ۳۴)

پھر آپ نے اس سے فرمایا: جس طرح کا دعویٰ تو کر رہا ہے ایسا دعویٰ تو حضرت محمد مصطفیٰؐ نے بھی نہیں کیا تھا۔ کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو اس ساعت کی رہنمائی کرسکتا ہے کہ جو اس میں سفر کرے اس سے تکلیف دور رہے گی اور تو ایسی ساعت کو جانتا ہے کہ اس میں سفر کرنے والے کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا؟ جو تیری ان باتوں کی تصدیق کرتا ہے وہ خدا سے مدد مانگنے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور وہ مشکلات کے حل کے لیے خدا سے زیادہ تیرا محتاج بنتا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۲۶۹)

عبدالملک بن اعین نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ میں علم نجوم میں مبتلا ہوگیا ہوں۔ جب اپنے لیے "طالع شر" دیکھتا ہوں تو کام شروع نہیں کرتا اور اگر "طالع سعد" دیکھتا ہوں تو پھر کام کا آغاز کر دیتا ہوں۔

امام نے فرمایا: کیا تو اس پر اعتماد بھی کرتا ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

اس نے کہا: ہاں۔

امام نے فرمایا کہ جاؤ علم نجوم کی کتابوں کو جلا دو۔ (وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۲۲۹)

شیخ انصاری نے مذکورہ بالا روایات نقل کرنے کے بعد یہ نتیجہ دیا کہ ''ان روایات کو نقل کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ کسی بھی واقعے کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا یا یہ سوچنا کہ یہ واقعہ فلاں فلاں ستاروں کے ملاپ یا فلاں ستاروں کی جدائی کی وجہ سے پیش آیا ہے حرام ہے۔'' ستارہ شناس کے لیے بھی یہ عقیدہ رکھنا حرام ہے اور جو ستارہ شناس ستاروں کی اصالتاً تاثیر کا قائل ہو اس کی تصدیق کرنا بھی حرام ہے۔ البتہ احتمال یا ظن رکھے اور اس کے ساتھ خدا کے محو و اثبات کے اختیارات پر یقین رکھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ دعا کے اثر سے منحوس اثرات زائل ہو سکتے ہیں تو پھر حرمت ثابت نہ ہوگی سوائے کچھ اطلاقات کے جو کہ قابل تخصیص ہیں۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ تخصیص و تقیید کے لیے واضح دلیل ضروری ہے جبکہ ہمیں اس کے لیے واضح دلیل کہیں دکھائی نہیں دیتی۔

شیخ بہائی یہ نظریہ رکھتے تھے کہ جو ستارہ شناس، ستاروں کی مستقل تاثیر کا عقیدہ رکھتا ہو یا تاثیر میں انھیں شریک سمجھتا ہو تو اس کا یہ عقیدہ مسلمانوں کے عقیدے [1] سے متصادم ہے اور جو علم نجوم اس بنیاد پر قائم ہو وہ سراسر کفر ہے۔ (مکاسب ج ۱، ص ۲۱۰)

علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ ستارے اس جہان کے مدبر [2] ہیں اور خیر و شر کے جتنے بھی واقعات جنم لیتے ہیں ان تمام واقعات کے خالق ستارے ہیں تو ایسا شخص علی الاطلاق کافر ہے اور اس کے کفر پر پوری امت کا اجماع ہے۔ (بحار الانوار ج ۵۸، ص ۲۹۱)

صاحب وسائل رقمطراز ہیں کہ ہمارے علماء نے علم نجوم کی حرمت اور اس پر عمل کرنے کی حرمت کی تصریح کی ہے اور ہمارے علماء یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جو کواکب کی تاثیر یا تاثیر میں شراکت کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے اور اس کا بطلان ضروریات دین میں سے ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۱۰۱)

۱۔ تقریباً چار ہزار سال پہلے قدیم کلدانی تہذیب کے باشندے Astronomy جانتے تھے۔ وہ لوگ چاند گرہن، سورج گرہن اور موسمی حالات جاننے کے لیے اس سے استفادہ کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ Chaldeans جو چاند، سورج اور زہرہ کی پرستش کرتے تھے Astrology یعنی نجوم اور کہانت میں مبتلا اور ستاروں کے سعد و نحس اثرات کے قائل ہوگئے۔ اس دور کے کاہن اور منجم اپنے بادشاہ کی سلامتی، ملک کی خوشحالی اور قوم کا مستقبل جاننے کے لیے Astrology سے کام لینے لگے۔ ان کے بعد Assyrians نے اس علم کو مزید ترقی دی اور یہ علم مصر و یونان سے ہوتا ہوا ساری دنیا میں پھیل گیا۔ (رضوانی)

۲۔ فرعون دہریہ اور وجود صانع کا منکر تھا۔ وہ ''ستاروں'' کو اس دنیا کا مدبر مانتا تھا اور خود کو لوگوں کا مدبر اور مربی کہتا تھا۔ (علامہ محمد حسین طباطبائی، تفسیر المیزان (فارسی) ج ۸، ص ۳۱۷) رضوانی

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

شیخ انصاری علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: روایات سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ منجم کو کلی طور پر کافر سمجھا جائے۔ دراصل وہ موجبات کفر کی وجہ سے کافر قرار پاتا ہے مثلاً جب وہ خدا کی قدرت یا کسی ضروری عقیدے کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر قرار دیا جاتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر اسے کافر نہیں سمجھنا چاہیے۔

آیت اللہ خمینی تحریر الوسیلہ میں لکھتے ہیں:

جادوگری اور اس کا سیکھنا اور سکھانا اور اس سے کمائی کرنا حرام ہے۔ اسی طرح سے جادو کے کلمات لکھنا، پڑھنا، پھونکنا یا فلیتے جلانا، کسی چیز کی تصویر بنانا اور دل و دماغ کو قابو کرنے کے لیے گرہیں لگانا، روحوں کو حاضر کرنا یا اسے خواب میں لے آنا یا جادو کے زور پر بیہوش کرنا یا محبت اور دشمنی ڈالنا حرام ہے اور یہ سب کام سحر میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح سے فرشتوں سے خدمت لینا، جنات اور مردہ افراد کی روحوں کو حاضر کرنا حرام ہے۔ شعبدہ بازی جو کہ نظر بندی پر مشتمل ہوتی ہے اور سحر کی ایک قسم ہے وہ بھی حرام ہے۔ اسی طرح سے کہانت بھی حرام ہے۔ جب کاہن یہ دعویٰ کرے کہ وہ آئندہ کے واقعات کی پیشین گوئی کرسکتا ہے اور اسے آنے والے حالات کا علم جنات سے حاصل ہوتا ہے یا اسباب و حالات کی وجہ سے پیشین گوئی کرے تو اسے بھی سحر سمجھا جائے گا۔ شرعی موازین سے ہٹ کر قیافہ شناسی کرنا اور چند علامات کی بنیاد پر یہ کہنا کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا ہے یا وہ اس کا بیٹا نہیں ہے سحر اور جادو ہے۔ اسی طرح ستارہ شناسی کی بنیاد پر پیشین گوئی کرنا اور حوادث کے متعلق بزعم خویش حتمی خبر دینا اور یہ کہنا کہ ملک میں گرانی یا ارزانی کی لہر، خشک سالی اور زرخیزی فلاں ستاروں [۱] کے امتزاج کا نتیجہ ہے اور اس کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ستارے مستقل طور پر حوادث کے لیے مؤثر نہیں یا یہ کہنا کہ حوادث کے رونما ہونے میں ان کی شراکت مؤثر ہے تو اس عقیدے کے ساتھ کی جانے والی ستارہ شناسی بھی سحر میں شامل اور حرام ہے۔ البتہ ستارہ شناس کے گہرے مطالعے سے سورج گرہن اور چاند گرہن کی پیشین گوئی کرنا جائز ہے۔

۳۶۔ دشمنان اسلام کو راز دار بنانا

مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ مسلم ملک کے دشمنوں سے رابطے نہ رکھیں اور ملک کے (مثلاً سیاسی اور فوجی نوعیت کے) معاملات میں دشمنان اسلام پر بھروسا نہ کریں اور ان کو مسلمانوں کے راز نہ بتائیں۔ ایسا کرنا خدا و رسولؐ اور مسلمانوں سے خیانت ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ خدا و رسولؐ اور اپنے زمانے کے امام پر بھروسا کریں اور ان کا ساتھ دیں۔ سورۂ توبہ آیت ۱۶ میں فرمایا گیا ہے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

۲۔ ابتداً ہندوؤں کی شروع کردہ جنتر منتر اور تنتر پر مشتمل جنتریوں کو اب ہم اسلام کے رنگ میں رنگ کر چھاپنے لگے ہیں حالانکہ ان جنتریوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (رضوانی)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○
کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اللہ نے یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس کی راہ میں جانفشانی کی اور اللہ، رسولؐ اور مومنین کے سوا کسی کو جگری دوست نہ بنایا۔ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

سفیان بن محمد ضبعی کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھ کر وَلِیْجَۃً کے متعلق پوچھا اور دل میں سوچا کہ آیت میں مذکور "مومنین" سے کون لوگ مراد ہیں؟ مگر میں نے یہ سوال اپنے دل تک ہی رکھا اور اسے خط میں نہیں لکھا۔ امام نے اس کے جواب میں لکھا کہ وَلِیْجَۃً سے مراد امام باطل ہے جو خدا کے مقرر کردہ امام کے مقابلے پر ہو۔ تم نے اپنے دل میں سوچا تھا کہ آیت میں موجود لفظ مومنین سے کون لوگ مراد ہیں، تو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس سے وہ ائمہ حق مراد ہیں جو کسی کو امان دیں تو خدا ان کی امان کو قبول کرے۔
(کافی ج ۱، ص ۵۰۸)

آیت اور روایت کہتی ہے کہ مسلمان اولیائے خدا کو ہی اپنا مرجع بنائیں، ان ہی کو وسیلہ نجات سمجھیں اور ان ہی کی پیروی کریں۔ جو (مسلمانوں کی جاسوسی کرے یا ان سے غداری کرے یا) ان کے دشمنوں سے ساز باز رکھے اور ان کا ساتھ دے تو وہ خدا کے غضب کا حقدار ہوگا اور اس کی دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی۔

قیامت کے دن ہر گروہ کو اس کے امام کے نام سے پکارا جائے گا۔ اگر کسی گروہ نے خدا کے مقرر کردہ امام کی پیروی کی ہوگی تو اس کا ٹھکانا جنت ہوگا اور اگر کسی گروہ نے فرعون اور فرعون نما افراد کو اپنا امام بنایا ہوگا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (سورۂ توبہ: آیت ۱۱۹)

کامل الزیارۃ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خداؐ نے امام علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: لوگو! اس کا دامن مضبوطی سے پکڑ لو کیونکہ یہ صدیق اکبر ہے۔ جو اس کی پیروی کرے گا یہ اس کی رہنمائی کرے گا۔ جو اس سے آگے بڑھے گا وہ خدا کے دین سے نکل جائے گا اور جو اس کی مدد نہیں کرے گا خدا اسے ہلاک کرے گا۔ جو اس سے وابستہ رہے گا وہ خدا سے وابستہ رہے گا اور جو اس کی ولایت و امامت کو قبول کرے گا خدا اس کو ہدایت عطا کرے گا اور جو اس کی ولایت کو چھوڑ دے گا خدا اسے گمراہی میں ڈال دے گا۔ پھر فرمایا: لوگو! حسنؑ و حسینؑ جو اس کے فرزند ہیں وہ میرے بھی فرزند ہیں۔ باقی ائمہ اور قائم مہدیؑ اسی کی نسل سے ہوں گے۔ لہٰذا ان سے دوستی رکھنا اور ان کے دشمنوں سے روابط نہ رکھنا ورنہ تم پر خدا کا غضب نازل ہوگا۔

ہم زیارت جامعہ میں ائمہ طاہرینؑ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں: فَمَعَكُمْ مَعَكُمْ لَا مَعَ غَيْرِكُمْ...
اے ہادیان دین! میں آپ کے ساتھ ہوں، آپ کے غیر کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں آپ کے آخری فرد پر بھی

Presented by www.ziaraat.com

اسی طرح ایمان رکھتا ہوں جس طرح آپ کے پہلے فرد پر ایمان رکھتا ہوں اور آپ کی سربراہی کو قبول کرتا ہوں اور آپ کے غیروں سے محبت نہیں رکھتا۔ میں ان سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ میں جب تک زندہ رہوں خدا مجھے آپ کی دوستی پر ثابت قدم رکھے۔

۳۷۔ کفار و اہل کتاب سے دوستی

جس طرح سے خدا، رسولؐ، انبیاءؑ اور ان کے خلفاء کی محبت مومنین پر واجب ہے اسی طرح سے کافروں اور اہل کتاب بالخصوص یہودیوں سے دوستانہ روابط رکھنا حرام ہے۔ یہ قانون اہل ایمان کی باہمی محبت اور وحدت کے لیے نہایت ضروری ہے۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ کفار و مشرکین اور اہل کتاب بالخصوص یہود مسلمانوں کے دشمن ہیں اور ان کی دوستی کچے دھاگے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

(۱) لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَالِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ○ مومنین کو چاہیے کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا خدا سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا البتہ ان سے بچاؤ کے لیے ایسا کرنا پڑے تو یہ اور بات ہے اور خدا تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور تم کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۲۸)

(۲) مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ○ جن لوگوں نے خدا کے سوا اوروں کو اپنا سرپرست بنا رکھا ہے ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک طرح کا گھر بناتی ہے۔ بلاشبہ مکڑی کا گھر تمام گھروں سے زیادہ کمزور ہوتا ہے۔ کاش کہ وہ یہ بات جانتے۔ (سورۂ عنکبوت: آیت ۴۱)

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○ اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور کافروں کو جنھوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے دوست نہ بناؤ اور مومن ہو تو خدا سے ڈرتے رہو۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۵۷)

(۴) لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا (اے رسولؐ!) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۸۲)

(۵) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔

Presented by www.ziaraat.com

وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان کو دوست بنائے گا وہ ان میں سے ہوگا۔
بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۵۱)

(۶) لَا تَتَّخِذُوْا آبَاءَ كُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بھائی ایمان پر کفر کو ترجیح دیں تو ان کو اپنا دوست نہ بناؤ اور جو تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ ظالم ہوگا۔ (سورۂ توبہ: آیت ۲۳)

(۷) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنانا کہ تم ان کی طرف دوستی کی پیشکش کرو جبکہ انھوں نے اس (دین) حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آچکا ہے۔ وہ رسولؐ کو اور تم کو (گھروں سے) صرف اس بات پر نکال رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر تم واقعاً ہماری راہ میں جہاد اور ہماری مرضی کی تلاش میں گھر سے نکلے ہو تو ان سے خفیہ دوستی کس طرح کر رہے ہو جبکہ میں تمہارے ظاہر و باطن سے آگاہ ہوں۔ جو بھی تم میں سے ایسا اقدام کرے گا وہ یقیناً سیدھے راستے سے بھٹک گیا ہے۔ (سورۂ ممتحنہ: آیت ۱)

(۸) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا آبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ... جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ (سورۂ مجادلہ: آیت ۲۲)

جب انسان ان آیات کو پڑھتا ہے تو اسے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس ہوتا ہے کہ وہ اتنی واضح ہدایات کے باوجود کافروں اور یہودیوں کے دوست بنے ہوئے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں عوام کا نہیں بلکہ لیڈروں کا قصور ہے جو اپنی چند روزہ حکومت بچانے کے لیے دینی حمیت کا سودا کرتے ہیں۔

ہادیان دین نے بھی قرآنی آیات کے تحت مسلمانوں کو اس طرح کے منافقانہ طرز عمل سے پرہیز کرنے کی تعلیم دی ہے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہماری محبت کا دم بھرنے والے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کا فتنہ ہمارے شیعوں کے لیے دجال کے فتنے سے سخت تر ہے۔ راوی نے کہا: مولا! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے دشمنوں سے دوستی اور ہمارے دوستوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ جب ایسا ہوتا ہے تو حق اور باطل خلط ملط ہو جاتے ہیں اور مومن اور منافق کی پہچان نہیں ہوتی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۴۱)

www.ziaraat.com Saeed-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا: جس طرح اولیاء اللہ کی محبت واجب ہے اسی طرح اللہ کے دشمنوں سے نفرت اور ان کے رہبروں سے بیزاری بھی واجب ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۴۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس محفل میں اولیائے خدا کی توہین ہو رہی ہو اس محفل میں بیٹھنا گناہ اور خدا کی نافرمانی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۵۰۲)

نیز آپ نے فرمایا کہ جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسی محفل میں نہ بیٹھے جہاں امام معصوم یا کسی مومن کی توہین کی جا رہی ہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ہمارے دشمنوں کی محفل میں تمھیں ناچار شامل ہونا پڑے تو یوں محسوس کرو کہ گویا تم گرم توے پر بیٹھے ہوئے ہو تاوقتیکہ وہاں سے اٹھ نہ جاؤ کیونکہ خدا ان پر ناراض ہے اور ان پر لعنت بھیجتا ہے اور اگر تم دیکھو کہ وہ ہماری توہین کر رہے ہیں اور تم اٹھ کر وہاں سے جا سکتے ہو تو اٹھ کر چلے جاؤ کیونکہ اس وقت ان پر اللہ کا غضب نازل ہو رہا ہوتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۹)

امام علی رضاؑ نے فرمایا کہ جو ہمارے مخالفین سے روابط قائم کرے یا جو لوگ ہم سے رابطہ رکھتے ہوئے ان سے رابطہ منقطع نہ کریں یا جو شخص ہماری مذمت کرنے والوں کی تعریف کرے یا ہمارے مخالفین کا احترام کرے تو اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور ہمارا بھی اس سے کوئی تعلق نہیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۵۰۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی مرا تو رسول خداؐ اس کے جنازے میں شریک ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! کیا خدا نے آپ کو اس کی قبر پر جانے سے نہیں روکا؟ رسول خداؐ خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا سوال پھر دہرایا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: عمر! تجھ پر افسوس! تجھے پتا نہیں کہ میں نے اس کی قبر پر کیا کہا ہے؟ میں نے وہاں یہ کہا ہے کہ خدایا اس کے پیٹ کو اور اس کی قبر کو آگ سے بھر دے اور اسے آگ میں داخل کر۔

تفسیر قمی میں ہے کہ صحابی رسولؐ حاطب بن ابی بلتعہ جنھوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کے اہل و عیال مکہ میں تھے۔ مشرکین کو ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں آنحضرتؐ ان پر حملہ نہ کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے حاطب کی بیوی سے کہا کہ تم اپنے شوہر کو خط لکھو اور رسول خداؐ کے ارادوں کا پتا چلاؤ۔ حاطب کی بیوی نے اسے خط لکھا اور آنحضرتؐ کے آئندہ کے لائحہ عمل کے متعلق پوچھا۔ حاطب نے خط کے جواب میں لکھا کہ رسول خداؐ مکہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں لہٰذا تم لوگ ہوشیار رہو۔

اس نے وہ خط صفیہ نامی ایک عورت کو دیا۔ وہ حاطب کا خط اپنے بالوں میں چھپا کر مکہ روانہ ہوئی۔ اُدھر خدا نے حضرت جبرئیلؑ کو بھیجا اور انھوں نے آنحضرتؐ کو خبر دی کہ دشمنوں کو آپ کی تیاریوں کا علم ہو گیا ہے۔ ایک عورت اسی مضمون کا خط لے کر مکہ جا رہی ہے۔ آنحضرتؐ نے امام علیؑ اور زبیر کو اس عورت کے تعاقب میں روانہ کیا اور انھوں نے راستے میں اس عورت کو پکڑ کر اس سے وہ خط برآمد کر لیا۔ پھر اس عورت کو آنحضرتؐ کے پاس لائے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں کہ ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ...

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

مؤلف کہتا ہے کہ ابولبابہ سے بھی ایسی ہی ایک غلطی سرزد ہوئی تھی۔[۱]

تولاّ اور تبرا کے متعلق معصومینؑ کے ارشادات

تفسیر نور الثقلین میں ہے کہ اصبغ بن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے ایک شخص سے فرمایا:
اِنْ کُنْتَ لَا تُطِیْعُ خَالِقَکَ فَلَا تَاْکُلْ رِزْقَهٗ ، وَاِنْ کُنْتَ وَالَیْتَ عَدُوَّهٗ فَاخْرُجْ مِنْ مُلْکِهٖ وَاِنْ کُنْتَ غَیْرَ قَانِعٍ بِرَضَائِهٖ وَ قَدْرِهٖ فَاطْلُبْ رَبًّا سِوَاهُ. اگر تم اپنے خالق کی اطاعت نہیں کرنا چاہتے تو اس کا رزق نہ کھاؤ اور اگر اس کے دشمنوں کے دوست بننا چاہتے ہو تو اس کی سلطنت سے نکل جاؤ اور اگر اس کی قضا و قدر پر راضی نہیں ہو تو اپنے لیے اس کے سوا کوئی اور رب تلاش کرلو۔

اسی تفسیر میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے لیے محبت رکھنا ، اللہ کے لیے بغض رکھنا اور اللہ کے لیے کسی کو عطا کرنا اور اللہ کے لیے کسی سے عطا کو روک لینا ایمان کی مضبوط ترین رسی ہے۔

اسی تفسیر میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے دوستان خدا کی دوستی اور دوستان خدا سے دشمنی کے

۱۔ رسول اکرمؐ نے جب بنو قریظہ کے یہودیوں کی سرکوبی کا فیصلہ کیا تو انھوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیں ، ہمارا ان کے ساتھ معاہدہ ہے اس لیے ہم ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اکرمؐ نے ابولبابہ کو بھیج دیا۔ ابولبابہ نے یہودیوں کے ساتھ خصوصی تعلقات کی بنا پر انھیں مشورے کے دوران ایک ایسا جملہ کہا اور اشارہ دیا جو یہودیوں کے لیے فائدہ مند اور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ تھا۔ جب وہ واپس آنے لگے تو انھیں احساس ہوا کہ انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ جب وہ مدینہ واپس آئے تو اپنے بیوی بچوں سے ملنے کے لیے گھر نہیں گئے بلکہ انھوں نے ایک رسی اٹھائی اور مسجد نبوی میں پہنچ کر اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ مضبوطی سے باندھ لیا اور کہا : اے پروردگار! جب تک میری توبہ قبول نہیں ہوتی میں اپنے آپ کو اس ستون سے نہیں کھولوں گا۔
لوگوں نے رسول اکرمؐ سے ابولبابہ کی حالت بیان کی تو آپ نے فرمایا: اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اس کے لیے خدا سے مغفرت طلب کرتا لیکن وہ سیدھا خدا کی بارگاہ میں جا پہنچا ہے۔ اب خدا خود اس کے مسئلے کو حل کرے گا۔ اس کے بعد وحی آئی کہ اس شخص کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: ام سلمہؓ ! ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔ جناب ام سلمہؓ نے کہا: یارسول اللہؐ! کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ خوشخبری ابولبابہ تک پہنچا دوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ رسول اکرمؐ کے گھروں کی کھڑکیاں مسجد میں کھلتی تھیں چنانچہ جناب ام سلمہؓ نے سر کھڑکی سے باہر نکالا اور کہا : اے ابولبابہ! میں تمھیں خوشخبری دیتی ہوں کہ خدا نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے۔ یہ خبر مدینہ میں پھیلی تو مسلمان دوڑے تاکہ ان کی رسی کھول دیں لیکن ابولبابہ نے کہا: نہیں کوئی میری رسی نہ کھولے۔ میں چاہتا ہوں کہ رسول اکرمؐ بنفس نفیس تشریف لاکر اپنے دست مبارک سے میری رسی کھولیں۔ لوگوں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: یارسول اللہؐ! ابولبابہ کی خواہش ہے کہ آپ اپنے دست مبارک سے اسے آزاد کریں۔ آنحضرتؐ تشریف لائے اور رسی کھول دی۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

اثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ایک شخص تم سے محبت کرتا ہے جبکہ اسے تمہارے افکار ونظریات کا علم نہیں ہے تو تم سے محبت کرنے کی وجہ سے اللہ اسے بھی جنت میں بھیج دے گا اور کوئی شخص تم سے بغض رکھتا ہے جبکہ اسے تمہارے افکار ونظریات کا علم نہیں ہے تو تم سے بغض رکھنے کی وجہ سے خدا اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔

۳۸۔ گمراہ کن کتابیں پڑھنا

مرحوم آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں: گمراہ کن کتابوں کی محافظت کرنا، ان کا پڑھنا پڑھانا اور چھاپنا حرام ہے بجز یہ کہ اس کتاب کا مقصد صحیح ہو مثلاً اگر کوئی شخص گمراہی کو اچھی طرح سے جانتا ہو اور ان کتابوں کی تردید کی پوری اہلیت رکھتا ہو تو ان کتابوں کی تردید کی غرض سے ان کا پڑھنا جائز ہے۔ محض ان کتابوں کے مضمون سے آگاہ ہونے کے لیے ان کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر اس سے عوام کے گمراہ ہونے کا خدشہ ہو تو ان پر واجب ہے کہ وہ ایسی کتابوں سے دور رہیں جو مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف لکھی گئی ہوں۔ خاص طور پر ایسی کتابوں سے بہر صورت دور رہنا چاہیے جن میں ایسی پیچیدگیاں اور ایسے مغالطے ہوں جن کا حل ان کے پاس نہ ہو۔ ایسی کتابوں کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ہے۔ ان کو اپنے پاس رکھنا، ان کی حفاظت کرنا اور ان کا مطالعہ کرنا حرام ہے۔ ایسی کتابوں کو تلف کرنا واجب ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۴۹۸)

مرحوم آیت اللہ خوانساری اپنی کتاب جامع المدارک میں لکھتے ہیں: گمراہ کن کتابوں کی طباعت کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ از روئے عقل مادہ فساد کو ختم کرنا واجب ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ... لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو بیہودہ داستانیں خریدتے ہیں تا کہ (لوگوں کو) بے سمجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کریں۔ (سورۂ لقمان: آیت ۶)

تحف العقول میں ہے کہ معصوم نے فرمایا: اِنَّمَا حَرَّمَ اللّٰهُ الصِّنَاعَةَ الَّتِيْ يَجِيْءُ مِنْهُ الْفَسَادُ مَحْضًا ایسے پیشے اور ہنر کو اللہ نے حرام کیا ہے جس سے صرف فساد پیدا ہوتا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ اَوْ مَا يُقَوِّيْ بِهِ الْكُفْرُ وَالشِّرْكُ فِيْ جَمِيْعِ وُجُوْهِ الْمَعَاصِيْ. ایسا کام حرام ہے جس سے معصیت کو فروغ ملے اور کفر وشرک کو تقویت پہنچے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے: اَوْ بَابٌ يُوْهِنُ بِهِ الْحَقُّ. جس سے حق کمزور ہوتا ہو۔

آیت اللہ خوانساری لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص گمراہ کن کتابوں کی تردید کرنے کی اہلیت رکھتا ہو تو اس کے لیے ایسی کتابیں پڑھنا جائز ہے بلکہ حفاظت دین کا تقاضا ہے کہ وہ ایسی کتابوں کو پڑھے اور ان کا جواب لکھے۔

Presented by www.ziaraat.com

اخلاقی محرمات

۳۹۔ بداخلاقی

بداخلاقی بھی گناہان کبیرہ میں شامل ہے۔ بری عادتوں سے پرہیز نہ کرنا بھی انتہائی مذموم ہے۔ اسلام کا تقاضا ہے کہ انسان حسد، تکبر، بدگمانی اور بدزبانی جیسی غیر اخلاقی عادات سے چھٹکارا حاصل کرے۔

بری عادات کی مذمت میں ہادیان دین سے بہت سی روایات منقول ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَبَی اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لِصَاحِبِ الْخُلُقِ السَّيِّئِ بِالتَّوْبَةِ. اللہ تعالیٰ بداخلاق شخص کی توبہ قبول نہیں کرتا۔ جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: لِاَنَّهُ اِذَا تَابَ مِنْ ذَنْبٍ وَقَعَ فِيْ ذَنْبٍ اَعْظَمَ مِنْهُ. کیونکہ جب وہ ایک گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اس سے بڑے گناہ پر عمل شروع کر دیتا ہے۔

(۲) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّ سُوْءَ الْخُلُقِ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ. بداخلاقی ایمان کو یوں برباد کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔

حسن اخلاق کی قدر و قیمت جاننے کے لیے معصومین علیہم السلام کے حسب ذیل ارشادات پڑھیں:

(۱) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَا يُوْضَعُ فِيْ مِيْزَانِ امْرِئٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَفْضَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ. قیامت کے دن کسی بھی انسان کے میزان اعمال میں حسن خلق سے افضل کوئی چیز نہیں رکھی جائے گی (یعنی حسن خلق کو تمام عبادتوں پر فضیلت حاصل ہے)۔

(۲) رسول اکرمؐ نے فرمایا: اِنَّ صَاحِبَ الْخُلُقِ الْحَسَنِ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ حسن اخلاق رکھنے والے شخص کو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے والے شخص جیسا اجر دیا جائے گا۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَكْثَرُ مَا تَلِجُ بِهِ اُمَّتِي الْجَنَّةَ، تَقْوَى اللّٰهِ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ. میری امت کی اکثریت تقویٰ اور حسن اخلاق کی وجہ سے جنت میں جائے گی۔

(۴) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا. اہل ایمان میں سے کامل ترین ایمان والا وہ شخص ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

(۵) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَا يُقَدِّمُ الْمُؤْمِنُ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِعَمَلٍ بَعْدَ الْفَرَائِضِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ تعالىٰ مِنْ أَنْ يَّسَعَ النَّاسَ بِخُلُقِهِ. مومن خدا کے حضور واجبات کی ادائیگی کے بعد حسن خلق سے بہتر عمل لے کر پیش نہیں ہوگا (یعنی واجبات کے بعد حسن خلق کی بڑی اہمیت ہے)۔

۴۰۔ جھوٹ اور اس کی اقسام

جھوٹ بولنا، جھوٹ لکھنا، جھوٹ نقل کرنا اور جھوٹے شخص کی باتوں پر کان دھرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ جھوٹ تمام آسمانی شریعتوں میں حرام ہے۔ اسلام نے اس کی حرمت پر خصوصی زور دیا ہے۔

امام معصوم کا قول ہے کہ اللہ نے تمام برائیوں اور گناہوں کے لیے تالے مقرر کئے ہیں اور ان تمام تالوں کی چابی شراب ہے اور جھوٹ شراب سے بھی بدتر ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۴۰)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جھوٹ بولنے والے کو ملعون کہا ہے اور فرمایا ہے کہ جھوٹ بولنے والے کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ جھوٹ بولنا کافروں کا شیوہ ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے:

﴿۱﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ... جھوٹ تو وہی لوگ گھڑتے ہیں جو خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔ (سورۂ نحل: آیت ۱۰۵) ﴿۲﴾ ... اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ یقیناً خدا اس شخص کو جو جھوٹا ناشکرا ہے ہدایت نہیں دیتا۔ (سورۂ زمر: آیت ۳) ﴿۳﴾ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ پس ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۶۱) ﴿۴﴾ ...اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ (سورۂ نور: آیت ۷) ﴿۵﴾ ...وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ... یہودیوں میں جھوٹ کے سننے والے موجود ہیں۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۴۱)

جھوٹ کے خطرناک نتائج

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: اِنَّ الْكَذِبَ هُوَ خَرَابُ الْاِيْمَانِ. جھوٹ ایمان کی بنیاد کو منہدم کر دیتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۹)

امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے:

لَا يَجِدُ عَبْدٌ طَعْمَ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَتْرُكَ الْكِذْبَ هَزْلَهُ وَجِدَّهُ. کوئی شخص اس وقت ایمان کا ذائقہ نہیں چکھ سکتا جب تک وہ جھوٹ سے پرہیز نہ کرے خواہ سچ مچ بولے یا مذاق میں۔ (کافی ج ۲، ص ۳۴۰)

نیز آپ نے فرمایا کہ مسلمان اس آدمی کی دوستی سے باز رہے جو اکثر جھوٹ بولتا ہو کیونکہ جھوٹا آدمی اپنا اعتبار کھو دیتا ہے۔ اگر کبھی وہ سچ بھی بولے گا تو کوئی اس کا اعتبار نہیں کرے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۴۱)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب کوئی مومن بلا عذر جھوٹ بولتا ہے تو ستر ہزار

Presented by www.ziaraat.com

فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور اس کے دل سے ایسی بدبو نکلتی ہے جو عرش تک جاتی ہے۔ اللہ اس جھوٹ کی وجہ سے اس کے دفتر عمل میں ستر زنا کا گناہ لکھتا ہے جن میں سے کم ترین ماں کے ساتھ زنا کرنا ہے۔
(کافی ج ۲، ص ۳۴۱)

وہ مقامات جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن انسان سے ہر جھوٹ کا حساب لیا جائے گا البتہ تین طرح کے جھوٹ اس سے مستثنیٰ ہیں:

(۱) جنگ میں دشمن کو غافل کرنے کے لیے۔
(۲) دو آدمیوں کے درمیان صلح صفائی کرانے کے لیے۔
(۳) بیوی کا دل رکھنے کے لیے کسی چیز کا وعدہ کرنا اگرچہ وہ چیز فراہم کرنے کی نیت نہ ہو۔

(کافی ج ۲، ص ۳۴۲)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اصلاح کرنے والا جھوٹا شمار نہیں ہوتا۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اپنے پاس روکنے کے لیے اہل قافلہ میں یہ منادی کرائی تھی اَیَّتُھَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ یعنی اے قافلے والو! تم چور ہو۔ (سورۂ یوسف: آیت ۷۰) خدا کی قسم! اہل قافلہ چور نہ تھے لیکن حضرت یوسفؑ نے بھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ پھر فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستوں کو شرمندہ کرنے کے لیے کہا تھا: بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا فَسْئَلُوْھُمْ اِنْ کَانُوْا یَنْطِقُوْنَ یعنی ان بتوں کو میں نے نہیں خود ان کے بڑے بت نے توڑا ہے۔تم خود ان ہی سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہیں۔ (سورۂ انبیاء: آیت ۶۳) خدا کی قسم! بتوں کو بڑے بت نے نہیں توڑا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۴۳)

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ اصلاح کے لیے بولے جانے والے جھوٹ کو پسند کرتا ہے اور فساد کے لیے بولے جانے والے سچ کو ناپسند کرتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۸، ص ۳۵۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: اَلْمُصْلِحُ لَیْسَ بِکَذَّابٍ. اصلاح کی غرض سے جھوٹ بولنے والا جھوٹا شمار نہیں کیا جاتا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۴۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کلام کی تین قسمیں ہیں:

(۱) سچا کلام (۲) جھوٹا کلام (۳) اصلاح بین الناس کلام

آپ کے ایک صحابی نے پوچھا کہ "اصلاح بین الناس کلام" کیا ہے؟

آپ نے فرمایا یوں سمجھو کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے پیٹھ پیچھے اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہی جو دوسرے آدمی کو ناگوار گزری اور ان کے تعلقات خراب ہو گئے۔ جب تم کو اس بات کا علم ہوا تو تم اس کے

Presented by www.ziaraat.com

سامنے جھوٹ بول کر کہو کہ فلاں صاحب سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ آپ کی بڑی تعریف کر رہے تھے۔ اس طرح تم دو آدمیوں میں صلح کرا دو تو اس کو اصلاح بین الناس کہا جاتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۴۱)

۴۱۔ خدا اور اولیائے خدا پر جھوٹ باندھنا

امام محمد باقر علیہ السلام نے ابونعمان سے فرمایا: ابونعمان! ہم پر جھوٹ مت باندھنا ورنہ تم سے روح ایمان سلب کر لی جائے گی اور دیکھو عہدہ و منصب کے پیچھے نہ بھاگنا ورنہ ذلیل ہو کر رہ جاؤ گے اور ہمارے نام پر لوگوں سے مال نہ بٹورو ورنہ تنگدست ہو جاؤ گے۔ تم نے ہمارے متعلق جو کچھ کہا ہوگا وہ روز محشر ہمارے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ اگر تم نے ہماری نسبت سچ بولا ہوگا تو ہم تمہاری تصدیق کریں گے اور اگر تم نے ہماری نسبت جھوٹ بولا ہوگا تو ہم تمہاری تکذیب کریں گے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۸)

امام محمد باقر علیہ السلام نے کہا کہ میرے والد ماجد اپنی اولاد سے فرمایا کرتے تھے کہ جھوٹ سے پرہیز کرو خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ سچ مچ بولا جائے یا مذاق میں۔ جب کوئی شخص چھوٹا جھوٹ بولتا ہے تو آہستہ آہستہ وہ بڑے جھوٹ بولنے لگتا ہے۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ رسول خداؐ فرمایا کرتے تھے کہ انسان سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اس کا نام "صدیق" رکھ دیتا ہے اور انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اس کا نام "کذاب" رکھ دیتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۹)

۴۲۔ اللہ کی جھوٹی قسم کھانا

اللہ کی جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے مثلاً کوئی شخص کہے: واللہ! یا یوں کہے کہ اللہ کی قسم یہ واقعہ اس طرح پیش آیا تھا یا کہے کہ اللہ کی قسم میں نے یوں کہا تھا یا کہے کہ اللہ کی قسم میں ایسا کروں گا یا کہے کہ اللہ کی قسم یہ مال میرا ہے یا کہے کہ اللہ کی قسم یہ مال میں نے اتنے میں خریدا ہے وغیرہ۔ اگر یہ باتیں خلاف واقعہ ہوں تو یہ انتہائی خطرناک ہے اور احادیث میں اس طرح کی جھوٹی قسم کو یمین کاذبہ، یمین حالقہ اور یمین غموس کہا گیا ہے۔

حالقہ اور غموس جیسے نام سے ہی اس طرح کی قسم کے خطرے کو واضح کیا گیا ہے۔ اس طرح کی قسم دین اور ایمان کو ختم کر دیتی ہے اور انسان کو عذاب الٰہی میں مبتلا کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ بے شک وہ لوگ جو خدا سے کیے ہوئے عہد اور اپنی قسموں کو قلیل رقم کے عوض فروخت کرتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور ان کی طرف نگاہِ رحمت نہیں کرے گا اور انھیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا ان کے لیے دردناک

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

عذاب ہے۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۷۷)

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

اللہ کے نام کو ایسی قسمیں کھانے کے لیے استعمال نہ کرو جن سے مقصود نیکی، تقویٰ اور بندگان خدا کے درمیان اصلاح کے کاموں سے باز رہنا ہو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۲۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

(۱) جو کوئی جانتے بوجھتے اللہ کی جھوٹی قسم کھائے تو گویا اس نے خدا سے جنگ کی (کافی ج ۷، ص ۴۳۵)

(۲) اللہ کے نام کی نہ تو سچی اور نہ ہی جھوٹی قسم کھاؤ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: **وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ** اللہ کے نام کو اپنی قسمیں کھانے کے لیے استعمال نہ کرو۔ (کافی ج ۷، ص ۴۳۷)

(۳) جو شخص کسی مسلمان کو اس کے جائز حق سے محروم رکھنے کے لیے جھوٹی قسم کھائے تو ایسی قسم اسے دوزخ میں لے جاتی ہے۔ (کافی ج ۷، ص ۴۳۶)

اللہ کے نام کا احترام

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے ایک ایسا فرشتہ بنایا ہے جس کے قدم ساتویں زمین سے بھی پانچ سو سال کی مسافت پر نیچے واقع ہیں اور اس کا سر آسمانوں کی بلندی سے بھی پانچ سو سال کی دوری پر ہے۔ وہ ہر وقت **سُبْحَانَکَ سُبْحَانَکَ حَیْثُ کُنْتَ فَمَا اَعْظَمَکَ** (تو پاک ہے تو پاک ہے تو کتنا ہی عظیم ہے) کی تسبیح پڑھتا رہتا ہے۔ خدا اس کی طرف وحی نازل کرتا ہے کہ میرے نام کی جھوٹی قسم کھانے والا میری عظمت سے آگاہ نہیں ہے۔ (کافی ج ۷، ص ۴۳۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تیرے خلاف کچھ مال کا جھوٹا دعویٰ کیا جائے اور دعویٰ کرنے والا تجھ سے قسم کا مطالبہ کرے اور وہ ہو بھی جھوٹا۔ اگر اس کا دعویٰ تیس درہم تک کا ہے تو اپنی جیب سے وہ رقم ادا کر دے اور قسم نہ کھانا اور اگر تیس درہم سے زیادہ رقم کا غلط دعویٰ ہے تو پھر قسم کھا لینا اور اسے رقم نہ دینا۔ (کافی ج ۷، ص ۴)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! جھوٹی قسمیں کھانے سے پرہیز کرو جھوٹی قسموں سے ہنستے بستے شہر تباہ ہو جاتے ہیں۔ (کافی ج ۷، ص ۴۳۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولنے کے بعد کہتا ہے کہ خدا گواہ ہے بات ایسی ہی ہے جیسی میں نے کہی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جھوٹی گواہی کے لیے میرے علاوہ تجھے اور کوئی بھی نہیں ملا تھا؟ (کافی ج ۷، ص ۴۳۷)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نام کی قسم نہ کھاؤ اور اگر کوئی اللہ کے نام کی قسم

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

کھائے تو پھر اس کی بات کو مان لینا چاہیے اور جو اللہ کے نام کی قسم پر بھی اعتبار نہ کرے تو اس کا اللہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ (کافی ج ۷، ص ۴۳۸)

۴۳۔ جھوٹی گواہی دینا

جھوٹی گواہی یا ایسی چیز کی گواہی دینا جس کی حقیقت معلوم نہ ہو حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

عیون اخبار الرضا میں ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اسے گناہان کبیرہ میں شمار کیا اور استدلال میں یہ آیات تلاوت فرمائیں:

(۱) ...فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ٭ بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی گواہی سے بچو۔ (سورۂ حج: آیت ۳۰)

(۲) وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ رحمان کے بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ (سورۂ فرقان: آیت ۷۲)

سچی گواہی دینا ضروری ہے اور جو سچی گواہی کو چھپائے اللہ نے اسے اَظْلَمُ یعنی سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ... بھلا اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوسکتا ہے جو خدا کے ہاں گواہی کو چھپائے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۴۰)

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تاکید کی ہے: وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ... گواہی کو صرف اللہ کے لیے قائم کرو۔ (سورۂ طلاق: آیت ۲)

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے بغیر کسی اجرت کے گواہی دے۔ البتہ گواہی کے لیے یہ ضروری ہے کہ صرف اسی چیز کی گواہی دے جسے وہ اچھی طرح سے جانتا ہو اور اس نے وہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ جب بھی کسی مومن کے حق کے اثبات کے لیے اسے بلایا جائے تو وہ جائے اور حق سچ کی گواہی دے۔ جھوٹی گواہی دینا حرام ہے اور جس چیز کے متعلق پورا علم نہ ہو اس کی گواہی نہیں دینی چاہیے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لَا تَشْهَدَنَّ بِشَهَادَةٍ حَتّٰى تَعْرِفَهَا كَمَا تَعْرِفُ كَفَّكَ کسی چیز کے متعلق گواہی نہ دینا جب تک اس کی حقیقت کو یوں نہ جان لو جیسے اپنی ہتھیلی کو جانتے ہو۔ (کافی ج ۷، ص ۳۸۳)

کافی میں رسول اکرمؐ اور امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ جو بھی شخص کسی حقدار کا حق مارنے کے لیے اس کے خلاف جھوٹی گواہی دیتا ہے تو خدا اس کے لیے دوزخ کا پروانہ جاری کر دیتا ہے اور یہی سزا سچی گواہی چھپانے والے کے لیے ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جھوٹی گواہی دینے والے کی توبہ کی کیا شرط ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنی جھوٹی گواہی سے جسے مالی نقصان پہنچایا ہے اتنا مال اس کے حوالے کرے۔

حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: مَنْ كَتَمَ شَهَادَةً اَوْ شَهِدَ بِهَا لِيُهْدِرَ بِهَا دَمَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ اَوْ لِيَزْوِيَ

Presented by www.ziaraat.com

مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ اَتٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلِوَجْھِہٖ ظُلْمَۃٌ مَدُّ الْبَصَرِ وَفِیْ وَجْھِہٖ کُدُوْحٌ تَعْرِفُہٗ الْخَلَائِقُ بِاِسْمِہٖ وَ نَسَبِہٖ ، وَمَنْ شَھِدَ شَھَادَۃَ حَقٍّ لِیُحْیِیَ بِھَا حَقَّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ اَتٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلِوَجْھِہٖ نُوْرٌ مَدُّ الْبَصَرِ تَعْرِفُہٗ الْخَلَائِقُ بِاِسْمِہٖ وَ نَسَبِہٖ. جو شخص گواہی کو چھپائے یا کسی مسلمان کا خون رائیگاں کرنے یا کسی مسلمان کا مال ضائع کرنے کے لیے گواہی دے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے سے تاریکی نکل رہی ہوگی اور جہاں تک نگاہ جائے گی اس کی تاریکی وہاں تک پھیلی ہوئی ہوگی اور اس کے چہرے پر نشانی ہوگی لوگ اس کا نام و نسب پہچان لیں گے اور جو شخص حق کی گواہی دے تا کہ اس سے کسی مسلمان کا حق ثابت ہو سکے تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے سے روشنی پھوٹ رہی ہوگی اور تا حد نظر اس کے چہرے کی روشنی پھیلی ہوئی ہوگی۔ لوگ اس کا نام و نسب پہچان لیں گے۔ یہ حدیث رسولؐ بیان کرنے کے بعد امام محمد باقرؑ نے فرمایا کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ کا فرمان ہے وَاَقِیْمُوا الشَّھَادَۃَ لِلّٰہِ... (کافی ج ۷، ص ۳۸۳)

ایمن بن خریم بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جھوٹی گواہی کو بت پرستی کے ہم پلہ بتایا ہے اور فرمایا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (بحار الانوار ج ۷۶، ص ۲۳۹)

سماعہ بن مہران راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جھوٹے گواہوں کی سزا حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے۔ وہ جتنے چاہے انھیں شدت سے کوڑے مروائے۔ پھر انھیں لوگوں میں پھرایا جائے اور اعلان کیا جائے کہ یہ جھوٹی گواہی دینے والے لوگ ہیں پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ...وَلَا تَقْبَلُوْا لَھُمْ شَھَادَۃً اَبَدًا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا... پھر ان کی کبھی بھی گواہی قبول نہ کرو۔ وہ فاسق ہیں سوائے ان کے جو توبہ کرلیں۔ (سورۂ نور: آیت ۴۔۵)

سماعہ نے عرض کیا کہ اس کی توبہ کا پتا کیسے چلے گا؟

آپ نے فرمایا کہ سر عام وہ اپنے آپ کو جھٹلائے اور استغفار کرے اور اپنی جھوٹی گواہی کی اپنی زبان سے تردید کرے تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۲۴۴)

۴۴۔ گواہی کا چھپانا

خدا کی خوشنودی کے لیے حق و انصاف قائم کرنا اسلام کا بنیادی تقاضا ہے اور حق و انصاف کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ گواہ سچی گواہی دیں اور گواہی کو نہ چھپائیں اور حق کی گواہی واضح الفاظ میں دیں۔ اپنی گواہی میں ابہام پیدا نہ کریں تا کہ حق کو سربلندی نصیب ہو ایک اچھے مسلمان کا وطیرہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ ہمیشہ حق و صداقت کا ساتھ دے اور اپنے ذاتی اور مالی فوائد اور رشتے داروں کو خاطر میں نہ لائے اور تمام مفادات سے بالاتر ہوکر حق کی نگہبانی کا فرض ادا کرے۔ سچی گواہی اگر والدین اور بہن بھائیوں اور رشتے داروں کے

Presented by www.ziaraat.com

خلاف بھی دینا پڑے تو بھی اس سے گریز نہ کرے۔

ہمیں چاہیے کہ ابلیسی وسوسوں اور حب دنیا سے خدا کی پناہ طلب کریں کیونکہ جب تک خدا کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو تو انسان اپنے تئیں نجات حاصل نہیں کرسکتا۔ خدا کے فضل و کرم کی افادیت کے لیے حسب ذیل آیات دیکھیں:

(۱) ...فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ ○ پس اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوتے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۶۴)

(۲) ...وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلًا... اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ (سورۂ نساء: آیت ۸۳)

(۳) ...وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَازَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا... اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم سے ایک شخص بھی کبھی پاک نہ ہوسکتا۔ (سورۂ نور: آیت ۲۱)

آیئے گواہی کے متعلق قرآن کریم کی تعلیمات کا جائزہ لیں اور پھر خدا سے ان نورانی احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق طلب کریں:

سورۂ نساء آیت ۱۳۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِالْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوُا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ ایمان والو! مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگرچہ تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتے داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ ہے لہٰذا اپنے خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو اگر تم نے لگی لپٹی کہی یا تم نے سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ کو اس کی پوری خبر ہے۔

سورۂ مائدہ کی آٹھویں آیت ہے: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى... اے ایمان والو! خدا کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ عدل کرنا چھوڑ دو۔ عدل سے کام لو کیونکہ یہی بات پرہیز گاری سے قریب ترین ہے۔

سورۂ بقرہ آیت ۲۸۳ میں احکام قرض کے ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ اور جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

سورۂ بقرہ آیت ۲۸۲ میں ہے کہ ...وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا!... جب گواہوں کو گواہی کے لیے طلب کیا جائے تو وہ گواہی دینے سے انکار نہ کریں۔

Presented by www.ziaraat.com

سورۂ نساء آیت ۵۸ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّو الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا... بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کرو۔

جو کسی بات کا گواہ ہے تو وہ گواہی اس کے پاس خدا کی امانت ہے، اسے مناسب موقع پر یہ امانت لوٹانی چاہیے۔

۴۵۔ علم کے بغیر مناظرہ اور مباحثہ کرنا

قرآن مجید میں علم کے بغیر مباحثہ کرنے کی مذمت وارد ہوئی ہے اور اسے جدال غیر احسن کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس کسی موضوع کے متعلق پوری معلومات نہ ہوں اور برہان شرعی و منطقی سے وہ نابلد ہو اسے مناظرہ اور مباحثہ نہیں کرنا چاہیے۔ سورۂ حج آیت ۸ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتَابٍ مُّنِیْرٍ ۝ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علم اور ہدایت اور روشن کتاب کے بغیر خدا کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔ نیز سورۂ حج آیت ۳ میں ہے کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّبِعُ کُلَّ شَیْطَانٍ مَّرِیْدٍ ۝ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو علم کے بغیر اللہ کے بارے میں بحثیں کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دعوت و مجادلہ کے اصول بیان کرتے ہوئے سورۂ مبارکہ نحل کی آیت ۱۲۵ میں فرمایا ہے: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ... آپ اپنے رب کے راستے کی دعوت دیں حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اور ان سے احسن انداز سے مباحثہ کریں۔

اہل علم و دانش کا فرض ہے کہ جب دیکھیں کہ انحرافات اور بدعات کو فروغ مل رہا ہے تو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور حق اور دین خدا کی حفاظت کریں اور اہل باطل سے سرعام مباحثے کر کے انھیں لوگوں میں لاجواب اور رسوا کریں تاکہ عوام پر ان کی قلعی کھل جائے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اِذَا ظَھَرَتِ الْبِدَعُ فَعَلَی الْعَالِمِ اَنْ یُّظْھِرَ عِلْمَہٗ وَاِلَّا فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ. جب میری امت میں بدعات نمودار ہوں تو عالم پر فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے ورنہ اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ (کافی ج ۱، ص ۵۴)

اسلام کا دفاع کرنے والے علماء کو چاہیے کہ وہ اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں کہ اسلام عقل اور منطق کا دین ہے۔ لہٰذا علماء کو بھی چاہیے کہ وہ عقل و منطق سے بھرپور استفادہ کریں اور طالبان حقیقت کی رہنمائی کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے فرمایا ہے: وَلَا تُجَادِلُوْا اَھْلَ الْکِتَابِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ... اہل کتاب سے احسن انداز میں مباحثہ کرو۔ (سورۂ عنکبوت: آیت ۴۶)

مقصد یہ ہے کہ جب اہل کتاب سے مباحثہ کرو تو صحیح استدلال اور منطق و برہان سے انھیں لاجواب

Presented by www.ziaraat.com

کرو۔ اگر تمہارے مباحثے کی اساس صحیح استدلال پر نہ ہوگی تو تم یا تو حق کا انکار کرو گے یا باطل کی تائید کر بیٹھو گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عقائد حقہ میں شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں گے۔ لہٰذا جو مسلمان اسلامی عقائد کا بھرپور انداز سے دفاع نہ کرسکتا ہو وہ اہل کتاب سے مناظرہ نہ کرے اور یہی شرط گمراہ مسلمانوں کے ساتھ مباحثہ کی ہے۔ مباحثہ کرنے والے کو بدعت پرست گروہ کی بدعات کا مکمل علم ہونا چاہیے ورنہ ان سے مباحثہ نہ کرے۔

غیر احسن مناظرے کا مفہوم

سید عبداللہ جزائری نے اپنی کتاب تحفة السنية میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ رسول اکرمؐ اور ائمہ ہدیٰ نے مناظرہ سے روکا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہادیان دین نے مناظرے اور مباحثے سے مطلق طور پر منع نہیں کیا البتہ انھوں نے غیر احسن مناظرے سے منع کیا ہے۔

اس شخص نے کہا: فرزند رسولؐ! یہ فرمائیں کہ احسن مباحثہ کیا ہے اور غیر احسن مباحثہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: غیر احسن مباحثہ یہ ہے کہ کسی اہل باطل سے تمہاری بحث ہو اور تم اس کے باطل نظریات کی تردید میں خدا کی طرف سے بیان کردہ حجت پیش نہ کرو بلکہ اسے شکست دینے اور نیچا دکھانے کی غرض سے خودساختہ جواب پر قناعت کرو اور اس کے نتیجے میں کسی حق کا انکار کرو۔ ایسا مباحثہ ہمارے شیعوں کے لیے حرام ہے کیونکہ اس سے ہمارے شیعوں کے اعتقاد میں سستی پیدا ہوگی اور ہمارے دشمن اسے اپنے لیے فتح قرار دیں گے اور ایسا مباحثہ ہمارے شیعوں کے دلوں کو مغموم کردے گا۔

اس کے برعکس احسن مباحثہ یہ ہے کہ جو اہل باطل کے مقابلے میں خدا نے انبیاءؑ کو جو دلائل و براہین عطا کئے تھے ان کے ذریعے باطل کا قلع قمع کرنا اور حق کا اثبات کرنا احسن مباحثہ ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لوگوں نے معاد جسمانی کا انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کو یوں بیان کیا ہے: وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ اور ہمارے متعلق باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا کہ جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ○ (اے رسولؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق کا علم رکھتا ہے۔ پھر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ○ وہی جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اس (کی ٹہنیوں کو رگڑ کر ان) سے آگ نکالتے ہو۔ حالانکہ سبز درخت اور آگ کا بظاہر کوئی جوڑ ہی نہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں لیکن خدا کی قوت یہ ہے کہ اس نے دونوں متضاد اشیاء کو ایک ہی جگہ پر رکھا ہوا ہے۔ پھر فرمایا: اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ○ بھلا جس نے آسمانوں اور

Presented by www.ziaraat.com

زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ان کو پھر ویسے ہی پیدا کر دے۔ کیوں نہیں اور وہ تو بڑا پیدا کرنے والا اور علم والا ہے۔ (سورۂ یٰسٓ: آیت ۷۸ تا ۸۱)

اب آپ نے ملاحظہ کیا کہ جب کفار نے یہ کہا کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا تو اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ انھیں وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلے پیدا کیا تھا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اسی سوال کے تین جواب دیئے ہیں:

(۱) تمہاری نظر میں تخلیق کی ابتدا اس کے اعادہ سے مشکل ہے۔ جو ذات اسے پیدا کرسکتی ہے وہ اسے واپس بھی پلٹا سکتی ہے۔

(۲) اس کی شان قدرت یہ ہے کہ سبز درختوں میں آگ کو پوشیدہ رکھا ہے۔

(۳) وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ بھلا جس نے اتنے بڑے آسمان پیدا کیئے اور اتنی وسیع زمین بچھائی کیا وہ انھیں دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا؟

مذکورہ تینوں دلائل کے بعد خدا نے فرمایا کہ وہ کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے علل و اسباب کا محتاج نہیں ہے اِنَّمَا اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ○ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ہوجا، پس وہ ہو جاتی ہے۔ (سورۂ یٰسٓ: آیت ۸۲)

اس طرح کے جوابات کو احسن مباحثہ کہا جاتا ہے اور اس سے ہٹ کر اگر کسی اہل باطل کی تردید میں تمھیں کسی حق کا انکار کرنا پڑے تو یہ غیر احسن مباحثہ کہلائے گا اور تم میں اور اہل باطل میں کوئی فرق نہیں رہے گا کیونکہ وہ بھی ایک حق کا منکر ہے اور تم بھی حق کے منکر ہو اس لیے غیر احسن مباحثہ حرام ہے۔ (ص ۱۰، قلمی)

۴۶۔ والدین کی نافرمانی

قرآن کریم کی آیات اور ہادیان دین کی تعلیمات میں اس نکتے پر زور دیا گیا ہے کہ والدین کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے اور انھیں کسی طرح کی اذیت پہنچانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ ہادیان دین کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ والدین کا نافرمان ملعون اور رحمت الٰہی سے دور ہے۔ ایسے شخص کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ جس طرح سے جسمانی والدین کے اولاد پر حقوق ہیں اسی طرح سے روحانی والدین کے بھی روحانی اولاد پر حقوق ہیں۔ ذیل میں ہم اس موضوع کی چند آیات نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

(۱) وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ○ تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے

Presented by www.ziaraat.com

ہوکر رہیں تو انھیں "اُف" تک نہ کہو اور نہ ہی انھیں جھڑکو۔ ان کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرو۔ نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔ (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۲۳۔۲۴)

(۲) وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے معبود کو شریک ٹھہرائے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کر۔ میری طرف ہی سب کو پلٹ کر آنا ہے پھر میں تم کو بتا دوں گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔
(سورۂ عنکبوت: آیت ۸)

(۳) وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ہم نے انسان کو جسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخرکار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (اپنے نیز) اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی کہ تم کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں دنیا کے معاملات میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے رہنا۔ (سورۂ لقمان: آیت ۱۴۔۱۵)

(۴) وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا... ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنا۔ اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا عرصہ تیس ماہ کا ہے۔
(سورۂ احقاف: آیت ۱۵)

حقوق والدین

اس موضوع پر اصول کافی جلد۲ سے یہ آٹھ روایات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) منصور بن حازم کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ بہترین اعمال کون سے ہیں؟

آپ نے فرمایا: اَلصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا وَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. وقت پر نماز پڑھنا، والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔

(۲) امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اکرمؐ سے پوچھا کہ بیٹے پر باپ کا کیا حق ہے؟
آنحضرتؐ نے فرمایا کہ باپ کو نام لے کر اسے مخاطب نہ کرے، اس کے آگے نہ چلے، اس سے پہلے

Presented by www.ziaraat.com

نہ بیٹھے اور ایسا کوئی کام نہ کرے کہ لوگ اس کے باپ کو برا کہیں۔

(۳) محمد بن مروان راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: تم لوگوں کو مردہ یا زندہ والدین سے بھلائی کرنے میں کیا چیز مانع ہے جبکہ تمہارا فرض ہے کہ ان کی طرف سے نماز پڑھو، صدقہ دو اور ان کی نیابت میں حج کرو اور روزے رکھو۔ اس سے والدین کو بھی ثواب ملے گا اور اولاد کو بھی ثواب ملے گا۔

(۴) معمر بن خلاد نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے والدین آپ کے حق کو نہیں پہچانتے تو کیا اس کے باوجود میں ان کے حق میں دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا کہ ان کے لیے دعا مانگو اور صدقہ دو اور اگر وہ حق کے عارف نہ بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ مدارات کا سلوک کرتے رہو۔ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے مجھے رحمت کے لیے مبعوث کیا ہے نہ کہ عقوق اور اذیت کے لیے۔

(۵) کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول خداؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میں کس سے نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں سے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! اس کے بعد کس سے نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں سے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! اس کے بعد کس سے نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں سے۔ اس نے چوتھی بار عرض کیا: یا رسول اللہؐ! اس کے بعد کس سے نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنے باپ سے۔

(۶) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک جوان حضرت رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! مجھے جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہونے کا بڑا شوق ہے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو پھر راہ خدا میں جہاد کے لیے شامل ہو جاؤ۔ اگر جہاد میں تم مارے گئے تو اللہ کے ہاں زندگی اور رزق پاؤ گے اور اگر طبعی موت مرے تو تمہارا اجر خدا کے ذمے ہوگا اور اگر خیر و عافیت سے گھر واپس آئے تو گناہوں سے یوں پاک ہوگے جیسا کہ پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھے۔ جوان نے عرض کیا کہ میرے بوڑھے ماں باپ گھر میں موجود ہیں جو مجھ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں اور انھیں میرا جہاد میں جانا پسند نہیں ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: تم اپنے والدین کے پاس رہو۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تمہارا ان سے ایک روز و شب کا انس ایک سال کے جہاد سے افضل ہے۔

(۷) زکریا بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں پہلے نصرانی تھا۔ اللہ نے ہدایت بخشی اور میں مسلمان ہوگیا۔ میں حج پر گیا تو امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا کہ فرزند رسولؐ! میں پہلے نصرانی تھا اور اب مسلمان ہوگیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اسلام کے کس پیغام سے متاثر ہوکر مسلمان ہوئے ہو؟ میں نے کہا کہ میں قرآن کریم کی آیت مَا كُنتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ (سورۂ شوریٰ: ۵۲) سے متاثر ہوا ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک خدا نے تمھیں ہدایت بخشی ہے۔ پھر آپ نے تین بار یہ جملہ دہرایا: اَللّٰھُمَّ اھْدِہٖ یعنی خدایا اس کی ہدایت میں اضافہ فرما۔ پھر آپ نے فرمایا: بیٹا! کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لو۔ میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! میرے ماں باپ اور میرا خاندان ابھی تک نصرانی ہے۔ میری ماں نابینا ہے۔ کیا میں ان کے ساتھ رہ سکتا ہوں؟ اور ان کے برتنوں میں کھانا کھا سکتا ہوں؟ آپ نے پوچھا کیا تمہارا خاندان سور کا گوشت کھاتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ وہ سور نہیں کھاتا بلکہ اسے ہاتھ تک نہیں لگاتا۔ آپ نے فرمایا: تم ان کے ساتھ رہو۔ اپنی ماں پر خصوصی شفقت کرتے رہو۔ جب وہ مر جائے تو اس کی لاش کسی دوسرے کے سپرد نہ کرنا۔ اس کے تمام معاملات کی خبر گیری کرنا اور کسی کو ہماری اس ملاقات کے بارے میں نہ بتانا اور مجھ سے منیٰ میں ملاقات کرنا۔ میں منیٰ پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے گرد لوگوں کا ہجوم ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے آپ بچوں کے استاد ہوں۔ لوگ باری باری آپ سے مسائل پوچھ رہے تھے۔ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد میں اپنے شہر کوفہ پہنچا۔ وہاں پہنچ کر میں نے اپنی ماں ں خدمت شروع کر دی۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتا، اس کے سر سے جوئیں نکالتا اور دوسری خدمات انجام دیتا۔ جب میری ماں نے میرا حسن سلوک دیکھا تو بولی کہ جب تک تو نصرانی تھا اس وقت تو میری اتنی خدمت نہیں کرتا تھا۔ جب سے تو مسلمان ہوا ہے بڑی خدمت کر رہا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا کہ امی جان! جعفر صادقؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنی ماں کی خدمت کرو۔ میری ماں نے کہا کیا وہ نبی ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ وہ نبی زادہ ہے۔ میری ماں نے کہا کہ اسے تو نبی ہونا چاہیے کیونکہ ایسی تعلیم انبیاء کی ہی ہوتی ہے۔ میں نے کہا: امی جان! ہمارے نبی آخری نبی تھے۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ بزرگوار اس نبی کے وصی ہیں۔ میری ماں نے کہا: بیٹا! جس دین کی تعلیم اتنی عظیم ہے وہ یقیناً بہترین دین ہے۔ مجھے بھی اپنا دین سکھا۔ میں نے دین اسلام کے بنیادی عقائد اور اعمال ماں کو بتائے تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں۔ پھر رات کے وقت اسے تکلیف ہوئی۔ اس نے کہا کہ بیٹا اسلام کے عقائد پھر سے دہراؤ۔ میں نے انھیں دہرایا اور اس نے دوبارہ ان کا اقرار کیا اور ان کی وفات ہوگئی۔ صبح ہوئی تو میں نے مسلمانوں کو اطلاع دی۔ چنانچہ ہم نے ان کو غسل دیا اور اسلامی طریقے کے مطابق دفن کیا۔ میں نے ان کی نماز پڑھائی اور ان کو قبر میں اتارا۔

(۸) عمار بن حیان کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا بیٹا اسماعیل باقی اولاد کی بہ نسبت میرا زیادہ احترام کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں پہلے بھی اس سے محبت کرتا تھا لیکن اس کی یہ سعادت مندی سن کر میری محبت مزید بڑھ گئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کی ایک رضاعی بہن تھیں۔ ایک مرتبہ وہ آپ سے ملنے آئیں تو آنحضرتؐ اس سے بڑے تپاک سے ملے۔ اس کے لیے اپنی چادر بچھا دی اور اس سے مسکرا کر باتیں کیں۔ اس کے جانے کے کچھ دن بعد آپ کا رضاعی بھائی آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس پر وہ شفقت نہ فرمائی جو اس کی بہن کے ساتھ فرما چکے تھے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہؐ! آپ نے

Presented by www.ziaraat.com

رضاعی بہن سے تو بڑا محبت کا رویہ اپنایا لیکن رضاعی بھائی پر وہ شفقت نہیں کی جبکہ وہ مرد تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ لڑکی اپنے بھائی کی بہ نسبت اپنے والدین کی زیادہ خدمت گزار تھی۔

والدین کی نافرمانی کا مطلب و مفہوم

(۱) حضرت رسول مقبولؐ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: والدین کے ساتھ بھلائی کر کے جنت میں جاؤ گے اور اگر دوزخ جانا چاہتے ہو تو والدین کو اذیت پہنچاؤ۔

(۲) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے والد کے ساتھ چل رہا تھا اور اپنے والد کے شانے پر تکیہ کیے ہوئے تھا۔ میرے والد اس کی اس حرکت کو دیکھ کر اتنے ناراض ہوئے کہ آپ نے پوری زندگی اس سے کلام نہیں کیا۔

(۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: والدین کی نافرمانی کے لیے سب سے ہلکا لفظ انھیں اف کہنا ہے۔ اگر اف سے کوئی اور لفظ ہلکا ہوتا تو اللہ اس سے بھی منع کر دیتا۔

(۴) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو جنت کا ایک پردہ اٹھایا جائے گا۔ اس سے اتنی خوشبو آئے گی جسے پانچ سو سال کی مسافت تک بھی محسوس کیا جاسکے گا لیکن ایک طبقہ ایسا بھی ہوگا جو اس سے محروم رہے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سا طبقہ ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ طبقہ والدین کے نافرمانوں کا ہے۔

(۵) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر والدین نے کسی بیٹے پر ظلم کیا اور اس کی وجہ سے بیٹا غصے کی نگاہ سے انھیں دیکھے تو اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔

مذکورہ بالا پانچوں حدیث کافی جلد ۲، صفحہ ۳۴۸۔۳۴۹ پر مرقوم ہیں۔

(۶) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں والدین کے نافرمان کو جَبَّارًا شَقِيًّا یعنی سرکش و بدبخت قرار دیا ہے۔ (مستدرک ج ۱۵، ص ۱۸۹)

(۷) امام علی علیہ السلام راوی ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: تین گناہ ایسے ہیں کہ آخرت سے قبل ان کی سزا شروع ہو جاتی ہے۔ والدین کی نافرمانی، لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا اور خدا کے احسانات اور انسانوں کے احسانات کو فراموش کرنا۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۹)

والدین کی نافرمانی کے اثرات

مستدرک الوسائل میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسول خداؐ کو ایک جوان کے متعلق علم ہوا کہ وہ سخت بیمار ہے۔ آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ اس پر

Presented by www.ziaraat.com

نزع کا عالم طاری تھا اور اس کی زبانی بند تھی۔ آپ نے اس سے کہا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہو مگر جوان کی زبان نے ساتھ نہ دیا اور وہ کلمہ نہ پڑھ سکا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: لوگو! کیا اس کی ماں زندہ ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ یہ بڑھیا اسی جوان کی ماں ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تو اس سے ناراض ہے اور اسی وجہ سے اس کی زبان پر کلمہ جاری نہیں ہو رہا؟ عورت نے کہا: جی ہاں۔ یا رسول اللہؐ! میں اس سے ناراض ہوں اور چھ سال سے اس کی اور میری بات چیت بند ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے معاف کر دے اور اس سے راضی ہوجا۔ عورت نے عرض کیا کہ آپ حکم دیتے ہیں تو میں نے اس کو معاف کیا۔ اس وقت جوان کی زبان کھل گئی اور اس نے کلمہ پڑھا۔ آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: جوان! سناؤ کیا دیکھ رہے ہو؟ جوان نے عرض کیا کہ ایک بھیانک چہرے والا سیاہ فام دکھائی دیتا ہے جس کے وجود سے سخت بدبو آرہی ہے۔ وہ میرے ساتھ کھڑا ہے اور میرا گلا دبوچ رہا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: تو کہہ
يَا مَنْ يَقْبَلُ الْيَسِيْرَ وَ يَعْفُوْ عَنِ الْكَثِيْرِ اِقْبَلْ مِنِّيَ الْيَسِيْرَ وَاعْفُ عَنِّي الْكَثِيْرَ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.
اے وہ جو کم ترین اطاعت کو قبول کرتا ہے اور زیادہ گناہوں کو معاف کرتا ہے میرے کم ترین عمل کو قبول فرما اور میرے زیادہ گناہوں سے درگزر فرما بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

جوان نے یہ کلمات کہے۔ رسول خداؐ نے اس سے فرمایا کہ اب کیا دیکھ رہے ہو؟ جوان نے کہا: یا رسول اللہؐ! اب سفید چہرے اور خوبصورت لباس والا شخص میرے پاس پہنچ چکا ہے۔ اس کے وجود سے عمدہ خوشبو محسوس ہوتی ہے اور وہ کالا شخص پشت کر کے کھڑا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان کلمات کو دہراؤ۔ جوان نے کئی بار ان کلمات کو دہرایا تو کہا یا رسول اللہؐ! اب وہ سیاہ فام دکھائی نہیں دیتا۔ اس کی بجائے مہربان اور حسین وجمیل پیکر میرے پاس کھڑا ہے۔ یہ کہا اور جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین دعاؤں کو ضرور قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور ان دعاؤں کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

(۱) جب کوئی بیٹا باپ سے بھلائی کرے اور باپ بیٹے کے حق میں دعا کرے۔
(۲) جب کوئی بیٹا باپ کی نافرمانی کرے اور باپ اس کے لیے بددعا کرے۔
(۳) جب کوئی مظلوم ظالم کے لیے بددعا کرے یا اپنے مددگار کے حق میں دعا کرے۔

(مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد ابن مہزم بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رات گئے امام کی مجلس سے اٹھا اور گھر گیا۔ گھر میں میری ماں سے میرا جھگڑا ہوگیا۔ میں نے کچھ سخت کلامی کی۔ صبح ہوئی تو میں نماز فجر پڑھ کر امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام نے مجھ سے پوچھا کہ رات کو تم نے اپنی ماں کے ساتھ تند کلامی کیوں کی تھی؟ کیا تم کو نہیں معلوم کہ تم اس کے پیٹ میں رہے ہو، اس کی گود تمہارا گہوارہ رہی ہے اور تم

Presented by www.ziaraat.com

نے اس کا دودھ پیا ہے؟ میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! یہ سچ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آئندہ اس سے سخت کلامی نہ کرنا۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۹۰)

جناب انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول خداؐ منبر پر تشریف لے جانے لگے تو آپ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر آمین کہا۔ پھر دوسری اور تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو آمین کہا۔ اس کے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے تو صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہؐ! آمین کہنے کی کیا وجہ تھی؟ آپ نے فرمایا: جونہی میں منبر کے قریب آیا تو جبریلؑ آئے اور کہا کہ وہ ذلیل و رسوا ہوا جس کے سامنے آپ کا نام لیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے۔ یہ سن کر میں نے آمین کہا۔ جب میں دوسری سیڑھی پر قدم رکھنے لگا تو جبریلؑ نے کہا کہ ذلیل و رسوا ہوا وہ شخص جس کے گھر میں بوڑھے والدین ہوں اور وہ ان کی خدمت نہ کرکے جنت سے محروم رہے۔ اس پر میں نے آمین کہا۔ جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھنے لگا تو جبریلؑ نے کہا کہ ذلیل و رسوا ہوا وہ شخص جس نے ماہ رمضان کو پایا اور اپنے گناہ معاف نہ کرا سکا۔ اس پر میں نے آمین کہا۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۹۲)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ ایک اور روایت میں مرقوم ہے کہ جبریلؑ نے ہر بات پر آپ سے یہ کہا تھا کہ ''اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو'' اور آپ نے تینوں بار آمین کہا تھا۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

والدین سے بھلائی گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے

دعوات راوندی میں امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: یا رسول اللہؐ! دنیا میں کوئی برائی ایسی نہیں جو میں نے نہ کی ہو۔ اب یہ فرمائیں کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس شخص نے کہا کہ میرا باپ زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ! اس سے بھلائی کرو۔ ممکن ہے خدا تمہارے جرائم معاف کر دے۔ وہ شخص روانہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کاش اس کی ماں زندہ ہوتی۔ (دعوات ص ۱۲۶۔ بحار الانوار ج ۷۴، ص ۷۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ لوگ والدین کی زندگی میں نافرمان ہوتے ہیں لیکن ان کی موت کے بعد وہ ان کے روزے رکھتے ہیں، ان کی (قضا) نمازیں پڑھتے ہیں اور ان کے قرضے ادا کرتے ہیں ایسے شخص کو خدا ماں باپ کا فرمانبردار قرار دیتا ہے اور کچھ لوگ والدین کی زندگی میں ان کے فرمانبردار ہوتے ہیں لیکن ان کی موت کے بعد ان کا قرض ادا نہیں کرتے، ان کے ایصال ثواب کے لیے کوئی نیکی نہیں کرتے اور اس روش کی وجہ سے خدا ان کو والدین کا نافرمان قرار دیدیتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۴، ص ۸۴)

حضرت رسول اکرمؐ کی مشہور حدیث ہے: **مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُمَدَّ لَهُ فِيْ عُمُرِهِ وَيُبْسَطَ فِيْ رِزْقِهِ فَلْيَصِلْ اَبَوَيْهِ، فَاِنَّ صِلَتَهُمَا طَاعَةُ اللّٰهِ، وَلْيَصِلْ ذَا رِحْمَهُ.** جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کا رزق زیادہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے والدین اور رشتے داروں کے ساتھ بھلائی کرے کیونکہ ان سے بھلائی خدا کی اطاعت میں

Presented by www.ziaraat.com

شامل ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۴، ص ۸۴)

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ماں کا حق تمام لوگوں کے حقوق سے لازم تر اور واجب تر ہے کیونکہ ماں اپنے بچے کو اس وقت شکم میں اٹھاتی ہے جب کوئی نہیں اٹھاتا اور اپنے جسم کے تمام اعضاء کے ساتھ بچے کو خوش رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ ماں ایثار کا مجسمہ ہوتی ہے۔ وہ بھوکی پیاسی رہ کر بچے کو سیر و سیراب کرتی ہے۔ اپنے سایہ رحمت میں بچے کی نگہبانی کرتی ہے۔ خود پھٹا پرانا اور ناکافی لباس پہن لیتی ہے مگر بچے کو مکمل لباس پہناتی ہے۔ خود دھوپ برداشت کرلیتی ہے مگر بچے کے سر پر دھوپ کو برداشت نہیں کرتی۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ ماں کی شفقتوں اور احسانوں کا شکریہ ادا کرے اور جب تک خدا کی مدد شامل حال نہ ہو اس وقت تک تم اس کی کم ترین خدمت کی قدر دانی کی بھی قوت نہیں رکھتے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۰)

ایک شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! میری ماں بوڑھی ہے۔ وہ چل پھر نہیں سکتی۔ میں اسے اپنی پشت پر سوار کرتا ہوں اور اپنے رزق میں سے اسے کھلاتا ہوں اور اس کی غلاظت اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا ہوں اور اس وقت حیا کی وجہ سے دوسری طرف منہ پھیرے رہتا ہوں۔ کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے؟ نبی اکرمؐ نے فرمایا: نہیں۔ کیونکہ اس کا شکم تیری منزل رہا اور وہ اپنے پستانوں سے تجھے سیراب کرتی رہی۔ اس کے قدم تیرے لیے جوتا رہے اور اس کے ہاتھ تیری خدمت میں ہمیشہ مصروف رہے اور اس کی آغوش تیرے لیے آرام گاہ رہی۔ وہ تیری خدمت کرتی تھی اور خدا سے تیری زندگی کی دعائیں مانگتی رہتی تھی اور اگر آج تو اس کی کچھ خدمت کر رہا ہے تو اس کے ساتھ خدا سے اس کی موت کی دعائیں مانگ رہا ہے۔
(مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۰)

آنحضرتؐ کی مشہور حدیث ہے: اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے۔

آنحضرتؐ کا یہ بھی فرمان ہے: اگر تو مستحب نماز پڑھ رہا ہو اور تیرا باپ تجھے پکارے تو اپنی نماز نہ توڑ اور اگر تیری ماں تجھے آواز دے تو نماز توڑ دے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۱)

ایک شخص نے حضرت رسول خداؐ سے عرض کیا کہ باپ کا کیا حق ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب تک وہ زندہ رہے اس کی اطاعت کرتے رہو۔ پھر اس نے پوچھا کہ ماں کا کیا حق ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر کسی شخص کی عمر صحرائے عالج کی ریت کے ذروں اور بارش کے قطروں کے برابر ہو اور اتنے عرصے تک ماں کی خدمت کرتا رہے تو بھی ایام حمل کے ایک دن کی زحمت کے برابر نہیں ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۸۲)

کافی میں ہے کہ ایک شخص نبی کریمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنی سنگ دلی کی داستان بیان کرتے ہوئے کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! مجھے خدا نے بیٹی دی۔ میں نے اسے پالا جب وہ سن رشد کو پہنچی تو میں نے اس سے کہا کہ اچھا لباس پہنو (ایک دوست کے گھر دعوت پر جانا ہے) میری بیٹی نے اچھا لباس پہنا۔ میں اسے ساتھ لے کر صحرا میں آیا جہاں ایک گہرا کنواں تھا۔ میں نے اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے اس میں دھکا دے دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

جب وہ گر رہی تھی تو کہہ رہی تھی۔ ابا جان! تو اس گناہ کا کیا کفارہ ادا کرے گا؟ یا رسول اللہؐ! اب میں مسلمان ہوگیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس جرم کی معافی کے لیے کفارہ بتائیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا: کیا تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا تیری خالہ زندہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ جا اس کی خدمت کر کیونکہ خالہ بھی ماں کی جگہ ہے۔[1] اگر تو نے دل کھول کر اس کی خدمت کی تو تیرا یہ عمل سابقہ عمل کا کفارہ قرار پائے گا۔ (ج ۲، ص ۱۶۳)

نہج البلاغہ میں کہ ایک حق فرزند کا باپ پر ہوتا ہے اور ایک حق باپ کا فرزند پر ہوتا ہے باپ کا فرزند پر یہ حق ہے کہ وہ سوائے اللہ کی معصیت کے ہر بات میں اس کی اطاعت کرے اور فرزند کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا تجویز کرے، اسے اخلاق و آداب سے آراستہ کرے اور قرآن کی اسے تعلیم دے۔ (کلمات قصار ۳۹۸)

امام علی رضاؑ نے فرمایا کہ باپ کا احترام بہت ضروری ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ باپ کے ساتھ نرم لہجے میں گفتگو کرو کیونکہ باپ بمنزلہ اصل کے ہے اور بیٹا بمنزلہ فرع کے ہے۔ اگر باپ نہ ہوتا تو بیٹے کا وجود نہ ہوتا۔ لہٰذا تم اللہ سے مدد چاہو اور اپنی جان و مال کو ماں باپ کے تصرف میں دیدو۔ (فقہ الرضا، ص ۳۳۴)

ابو ولّاد حنّاط بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا کی آیت میں جس احسان کا حکم دیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ماں باپ سے اچھی معاشرت رکھو اور انھیں اس بات پر مجبور نہ کرو کہ وہ تم سے کچھ طلب کریں۔ ان کے مانگنے سے پہلے ان کی ضرورتوں کو پورا کرو اگرچہ مالی لحاظ سے وہ بے نیاز ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ... تم نیکی کا مقام ہرگز حاصل نہیں کرسکتے جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمھیں عزیز ہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۹۲) پھر آپ نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۲۳ پڑھی اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انھیں جھڑکنا۔ لہٰذا اگر زندگی کے کسی بھی مرحلے پر وہ تمھیں جھڑکیں تو تم ان کو اُف تک نہیں کہہ سکتے اور اگر وہ تمھیں پیٹیں تو انھیں جھڑک نہیں سکتے۔ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا یعنی ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔ لہٰذا وہ تمھیں جھڑکیں یا پیٹیں تو تم انھیں کہو کہ ''خدا تمھیں معاف کرے'' تمہارا یہ کلام قَوْلًا كَرِيْمًا قرار پائے گا۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو۔ اپنے والدین کے چہرے پر جب بھی نظر کرو تو رحمت و شفقت کی نظر کرو۔ ان کی آوازوں پر اپنی آواز بلند نہ کرو اور ان کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ بلند نہ کرو اور ان کے آگے مت چلو۔ (کافی ج ۲، ص ۱۵۷)

۱۔ کتاب علیؑ میں ہے کہ اِنَّ الْعَمَّةَ بِمَنْزِلَةِ الْاَبِ یعنی پھوپھی بمنزلہ باپ کے ہے۔ نیز امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے: بڑا بھائی باپ کی جگہ ہوتا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اس کا احترام کرو۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

محمد بن مروان راوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ ایک شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اگرچہ تمھیں آگ میں جلایا جائے اور اذیت دی جائے البتہ اگر مجبوری کی حالت میں تقیہ کرنا پڑے اور دل ایمان پر مطمئن ہو تو پھر الگ بات ہے۔ زندگی میں اپنے والدین کی اطاعت کرنا اور موت کے بعد ان سے بھلائی کرتے رہنا اور اگر وہ تمھیں یہ حکم دیں کہ تم اپنے مال اور بیوی کو چھوڑ دو تو ان کی اطاعت کرنا کیونکہ ان کی اطاعت ایمان کا ایک حصہ ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۱۵۸)

روحانی والدین کی نافرمانی

ہر انسان کو خدا نے جہاں جسمانی والدین عطا کیے ہیں وہاں اسے روحانی والدین بھی عطا کیے ہیں۔

روحانی والدین کو جسمانی والدین پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی روح کو جسم پر حاصل ہے۔ جسمانی والدین کی نافرمانی سے روحانی والدین کی نافرمانی زیادہ تباہ کن ہے۔ رسول اکرمؐ نے روحانی آباء کا یہ کہہ کر تعارف کرایا ہے:

اَنَا وَ عَلِیٌّ اَبَوَا هٰذِهِ الْاُمَّةِ میں اور علیؑ اس امت کے (روحانی) باپ ہیں۔

ان کے بعد ائمہ معصومین علیہم السلام اس وقت کے روحانی باپ ہیں جو انھیں مکتب اہل بیتؑ اور صراط مستقیم کی رہنمائی کرتے ہیں۔

بنیادی طور پر رسالت اور امامت اللہ کی عظیم ترین نعمات ہیں۔ اگر یہ نعمتیں نہ ہوتیں تو پھر کوئی نعمت، نعمت نہ کہلاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعثت پیغمبرؐ کو اپنی نعمت قرار دیا اور اہل ایمان پر اس کا احسان جتلاتے ہوئے فرمایا: **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ○** (سورۂ آل عمران: آیت ۱۶۴)

سچ تو یہ ہے کہ رسالت اور امامت کی نعمت کا موازنہ کسی بھی نعمت سے نہیں کیا جاسکتا۔ دنیاوی نعمات دنیائے فانی کے بسر کرنے کا وسیلہ ہیں جبکہ رسالت اور امامت کی نعمت دنیا کی پاکیزگی اور آخرت کی سعادت کا ذریعہ ہیں۔ اسی لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ جسمانی والدین کی نافرمانی اتنی نقصان دہ نہیں جتنی کہ روحانی والدین کی نافرمانی نقصان دہ ہے۔ اسی لیے پیغمبر اسلامؐ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا: **اَنَا وَ اَنْتَ اَبَوَا هٰذِهِ الْاُمَّةِ.** جو ہمارے حق کا خیال نہ کرے اور ہمیں اذیت دے وہ ملعون اور رحمت خدا سے دور ہے۔

یونس بن یعقوب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مولا! آپ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہیں۔ یہ سن کر امام کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نمودار ہوئے اور آپ نے فرمایا: یونس! تو نے ہماری محبت کا دنیا سے موازنہ کیا ہے۔ دنیا کی حیثیت اس کے سوا کیا ہے کہ وہ بھوکے کو روٹی کھلاتی ہے اور ننگے کو کپڑے پہناتی ہے جبکہ ہماری محبت ابدی زندگی ہے۔ (تحف العقول ص ۳۷۹۔ بحار الانوار ج ۷۵، ص ۲۶۶)

Presented by www.ziaraat.com

رسول اکرمؐ نے امام علیؑ سے فرمایا: میں اور تم اس امت کے باپ ہیں۔ جو ہماری نافرمانی کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ میں اور تم اس امت کے آقا ہیں۔ جو غلام آقا کے در کو چھوڑ کر بھاگ جائے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ میں اور تم اس امت کے اجیر ہیں جو ہماری اجرت نہ دے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

(بحار الانوار ج ۴۰، ص ۴۵۔ وسائل الشیعہ ج ۱۹، ص ۳۳۲)

علامہ حلی نے اپنی کتاب قواعد کے آخر میں اپنے بیٹے فخر المحققین کے نام اپنی وصیت میں لکھا تھا: تمہیں چاہیے کہ اولادِ علیؑ کے ساتھ احسان و احترام میں کمی نہ آنے دو۔ خدا نے ان کے متعلق تاکید کی ہے اور ان کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى.

کافی میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں چار قسم کے آدمیوں کی شفاعت کروں گا اگرچہ ان کے ذمے اہل دنیا کے گناہوں کے برابر بھی گناہ کیوں نہ ہوں۔

(۱) وہ آدمی جس نے میری اولاد کی مدد کی ہوگی۔[۱]

(۲) وہ آدمی جس نے تنگی میں میری اولاد کی مالی مدد کی ہوگی۔[۲]

(۳) وہ آدمی جس نے دل و زبان سے میری اولاد کو عزیز رکھا ہوگا۔

(۴) وہ آدمی جس نے میری اولاد کی اس وقت حاجت پوری کی ہوگی جب وہ بے گھر اور بے سہارا ہو۔

۱۔ جب منصور دوانیقی بغداد شہر تعمیر کر رہا تھا تو وہ اولادِ علیؑ کو دیواروں میں زندہ چنوا دیتا تھا۔ ایک دن اس نے امام حسنؑ کی اولاد میں سے ایک جوان کو پکڑ لیا اور راج کو حکم دیا کہ اسے دیوار میں چن دے۔ جب راج نے جوان کو دیوار میں ڈالا تو اسے رحم آ گیا اور اُس نے دیوار میں ایک سوراخ چھوڑ دیا جس میں سے ہوا گزر سکتی تھی اور جوان سے کہا کہ میں رات کو آ کر تمہیں نکال لوں گا۔ رات کی تاریکی میں راج نے جوان کو دیوار میں سے نکال لیا اور کہا: اب تم کچھ ایسا کرو کہ میرا اور میرے مزدوروں کا خون نہ بہے۔ میں نے تمہاری مدد اس لیے کی ہے کہ قیامت میں مجھے تمہارے نانا کے سامنے جوابدہ نہ ہونا پڑے۔ تم فوراً چھپ جاؤ۔ جوان بولا کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ (ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین)

۲۔ مالک بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے مستحب حج پر جانے کے لیے پائی پائی جوڑی تھی لیکن ایک دن جب میں نے ایک عورت کو دیکھا جو خرابے سے مردہ مرغی اٹھا کر جا رہی تھی تو میں اس کے گھر گیا اور اس سے پوچھا کہ تم مردہ مرغی کیوں کھا رہی ہو؟ اس عورت نے کہا کہ میرے گھر میں کئی روز سے فاقہ ہے۔ میں مردہ مرغی اس لیے اٹھا لائی ہوں کہ اپنے بچوں کی جان بچا سکوں۔ مالک نے اس عورت سے اس کا خاندان پوچھا تو وہ بولی کہ میں خاندان رسولؐ سے ہوں۔ مالک نے حج کے لیے جو دس ہزار درہم جوڑے تھے وہ اس کو دیدیئے اور حج ملتوی کر دیا۔ ایام حج کے بعد ایک حاجی مالک سے آ کر ملا اور بولا: جناب! اپنی یہ امانت سنبھالیں۔ مالک نے کہا: کون سی امانت؟ اس نے کہا: ایک دن ہم منیٰ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی ہمارے پاس آیا اور کہا کہ یہ تھیلی مالک بن دینار کو دے دینا۔ مالک نے کہا: میں نے کسی کے پاس کوئی امانت نہیں رکھوائی تھی۔ اس شخص نے کہا کہ جس نے ہمیں یہ تھیلی دی تھی، اس نے تمہارا ہی نام لیا تھا۔ بالآخر مالک بن دینار نے وہ تھیلی لے لی اور اسے کھول کر دیکھا تو اس میں دس ہزار درہم تھے۔ رات کو مالک نے خواب دیکھا تو اسے یہ آواز آئی: ''یہ تیری دنیا کا حصہ ہے اور تیری آخرت کا حصہ بھی محفوظ ہے۔'' (کتاب فضائل السادات) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اس وقت ایک منادی ندا دے گا: اے اہل محشر! خاموش ہو جاؤ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ پورے عرصہ محشر پر خاموشی چھا جائے گی۔ اس وقت نبی اکرمؐ کھڑے ہوکر فرمائیں گے: اے گروہ خلائق! جس نے بھی مجھ پر کبھی کوئی احسان کیا ہو وہ کھڑا ہو جائے تاکہ میں اسے اس کی نیکی کا بدلہ دے سکوں۔ اس وقت مخلوق کہے گی: یا رسول اللہؐ! کسی کی کیا مجال کہ آپ پر احسان کرے۔ ساری دنیا آپ کے احسانات تلے دبی ہوئی ہے۔ اس وقت سرکار رسالتمآبؐ فرمائیں گے کہ جس نے میرے اہلبیتؑ میں سے کسی کو پناہ دی ہو یا ان سے بھلائی کی ہو یا انھیں لباس پہنایا ہو یا کسی بھوکے کو سیر کیا ہو وہ کھڑا ہو جائے تاکہ میں اس کے احسان کا بدلہ چکاؤں۔ اس وقت بہت سے لوگ کھڑے ہوں گے جنھوں نے یہ کام کیے ہوں گے۔ رب العالمین کی طرف سے ندا آئے گی: میرے حبیب محمدؐ! میں نے ان کا بدلہ آپ کے ذمے لگا دیا ہے آپ جنت میں جہاں چاہیں انھیں رہائش فراہم کریں۔ اس وقت رسول خداؐ انھیں مقام ''وسیلہ'' میں رہائش فراہم کریں گے جہاں انھیں محمدؐ و آل محمدؐ کا دیدار نصیب ہوتا رہے گا۔ (قواعد الاحکام ج ۱، ص ۱۵۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۶۹)

۴۷۔ قطع رحمی اور رشتے داروں سے بدسلوکی

قطع رحمی گناہ کبیرہ ہے۔ یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کا برا نتیجہ آخرت سے قبل دنیا میں ہی ظاہر ہونے لگتا ہے جبکہ رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک ایسی نیکی ہے جو بخشش اور خدا کی خوشنودی کا سبب ہے۔ صلہ رحمی سے عمر اور رزق دونوں بڑھتے ہیں اور دنیا و آخرت کی مشکلات آسان ہوتی ہیں۔

قرآن کریم نے قطع رحمی کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

(۱) وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ○ وہ لوگ جو خدا سے پختہ عہد کے بعد اس کے عہد کو توڑتے ہیں اور جن رشتوں کو جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے انھیں کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ان کے لیے لعنت ہے اور بدترین گھر ہے۔ (سورہ رعد: آیت ۲۵)

(۲) فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ○ تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان کے کانوں کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ (سورۂ محمد: آیت ۲۲-۲۳)

(۳) ...وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور قطع رحمی سے بچو۔ (سورۂ نساء: آیت ۱)

Presented by www.ziaraat.com

قطع رحم کے متعلق معصومین کے ارشادات

(۱) حذیفہ بن منصور بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اِتَّقُوا الْحَالِقَةَ فَاِنَّهَا تُمِيتُ الرِّجَالَ ، قُلْتُ: وَمَا الْحَالِقَةُ ؟ قَالَ: قَطِيعَةُ الرَّحِمِ حالقہ سے ڈرتے رہو۔ حالقہ مردوں کو قبل از وقت موت کے منہ میں دھکیل دیتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حالقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا مطلب قطع رحمی ہے۔

(۲) عثمان بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ کے ایک صحابی نے امام سے عرض کیا: مولا! میرے بھائیوں اور چچا زاد بھائیوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ انھوں نے پورے مکان پر جو میری اور ان کی مشترکہ ملکیت ہے قبضہ کرلیا ہے اور مجھے (بمع اہل خانہ) ایک کمرے میں رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر میں ان کی شکایت کروں تو اپنا حق لے سکتا ہوں (آپ فرمائیں کہ میں کیا کروں؟) امام نے فرمایا: تم صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لیے آسانیاں پیدا کر دے گا۔ اس نے امام کا فرمان سنا اور چلا گیا۔ پھر اسی سال یعنی ۱۳۱ھ میں طاعون پھیلا اور میرے سب رشتے دار اس میں ہلاک ہوگئے۔ میں دوبارہ جب امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تمہارے رشتے داروں کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ سب کے سب طاعون میں مرگئے۔ امام نے فرمایا: انھوں نے قطع رحمی کی تھی اور تمہارا حق غصب کیا تھا اس لیے وہ ہلاک ہوگئے۔ کیا تم چاہتے تھے کہ وہ ظلم کرکے بھی زندہ رہیں؟ میں نے عرض کیا: مولا! مگر میں ان کی موت کا خواہشمند نہیں تھا۔

(۳) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ کتاب علیؑ میں لکھا ہے کہ تین عادتیں ایسی ہیں جن کا وبال آدمی آخرت سے پہلے اسی دنیا میں دیکھ لیتا ہے۔ (۱) لوگوں کا حق مارنا (۲) قطع رحمی کرنا (۳) جھوٹی قسم کھانا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی بھی نیک عمل صلہ رحمی سے بڑھ کر انسان کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔ بعض اوقات بدکار افراد صلہ رحمی کرتے ہیں تو خدا ان کے اموال میں اضافہ کر دیتا ہے اور انھیں مالا مال کر دیتا ہے۔ جھوٹی قسم کھانا اور قطع رحمی کرنا شہروں کو ویران کر دیتا ہے اور قطع رحمی کرنا نسلوں کو منقطع کر دیتا ہے۔

(۴) عنبسہ بن عابد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنے رشتے داروں کے ظلم کی شکایت کی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ صبر کرو اور اپنے کام میں مصروف رہو۔ اس نے کہا: مولا! کیسے صبر کروں۔ انھوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا وہ ظلم کیا؟ آپ نے فرمایا: کیا تم بھی اُن جیسے بننا چاہتے ہو۔ اگر تم بھی ان جیسے بن گئے تو خدا تم میں سے کسی کی طرف بھی نگاہ کرم نہیں کرے گا۔

(۵) ابوحمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیرالمومنینؑ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں ایسے گناہوں سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو فوری بربادی کا موجب بنتے ہیں۔ خارجیوں کا ایک سردار عبداللہ بن کواء کھڑا ہوا اور بولا: امیرالمومنینؑ! کیا کوئی گناہ ایسا بھی ہے جو فوری بربادی لاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: قطع رحمی۔ یاد رکھو! کچھ لوگ گنہگار ہوتے ہیں مگر آپس کے تعلقات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ اس صلہ رحمی کے نتیجے میں خدا انھیں وسیع رزق دیتا ہے اور کچھ لوگ پرہیزگار ہوتے ہیں مگر آپس میں میل ملاپ نہیں رکھتے اور ایک دوسرے

Presented by www.ziaraat.com

سے تعلقات توڑ لیتے ہیں۔ خدا اس قطع رحمی کی وجہ سے ان کو وسعت رزق سے محروم کر دیتا ہے۔

مذکورہ تمام روایات کافی جلد ۲، صفحہ ۳۴۸-۳۴۹ پر مرقوم ہیں۔

(۶) محاسن برقی میں مرقوم ہے کہ قبیلۂ خثعم کا ایک شخص رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: یا رسول اللہؐ! اللہ کو سب سے زیادہ کون سا عمل ناپسند ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ کو شرک سب سے زیادہ ناپسند ہے۔اس نے پوچھا کہ اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: شرک کے بعد اللہ کو قطع رحمی ناپسند ہے۔ اس نے کہا کہ قطع رحمی کے بعد خدا کو کون سا عمل ناپسند ہے؟ آپ نے فرمایا: برائی کا حکم دینا اور نیکی سے منع کرنا۔ (ج ۱، ص ۲۹۵)

(۷) امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے والد ماجد نے فرمایا: پانچ قسم کے لوگوں سے دوستی نہ کرنا، بات نہ کرنا اور ان کو اپنا ہم سفر نہ بنانا۔ میں نے عرض کیا: بابا جان! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جھوٹے سے دوستی نہ کرنا۔ وہ سراب کی مانند ہوتا ہے۔ وہ جھوٹ بول کر قریبی چیز کو بعید بتائے گا اور دور کی چیز کو نزدیک بتائے گا۔ فاسق سے دوستی نہ کرنا۔ وہ تجھے ایک لقمہ یا اس سے بھی کم قیمت میں بیچ دے گا۔ کنجوس سے دوستی نہ کرنا۔ وہ مشکل وقت میں تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ احمق سے دوستی نہ کرنا۔ وہ اپنی طرف سے تمہاری بھلائی چاہے گا لیکن حماقت کی وجہ سے تم کو نقصان پہنچائے گا۔ قاطع رحم سے دوستی نہ کرنا کیونکہ میں نے اسے قرآن کریم کی تین آیات میں ملعون پڑھا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۶)

حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے بھی محسوس کی جاسکتی ہے لیکن والدین کا نافرمان، قاطع رحم اور بوڑھا زانی اس کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا۔

(بحار الانوار ج ۷۶، ص ۲۴ بحوالہ معانی الاخبار ص ۲۰۰)

ایسے گناہ جن سے عمر گھٹ جاتی ہے

(۱) امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے: وَالذُّنُوبُ الَّتِی تُعَجِّلُ الْفَنَاءَ: قَطِیعَةُ الرَّحِمِ، وَالْیَمِینُ الْفَاجِرَةُ، وَالْاَقْوَالُ الْکَاذِبَةُ، وَالزِّنَا، وَسَدُّ طُرُقِ الْمُسْلِمِینَ، وَادِّعَاءُ الْاِمَامَةِ بِغَیْرِ حَقٍّ.

قطع رحمی کرنا، جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی بات کرنا، زنا کرنا، مسلمانوں کے راستے بند کرنا اور امامت کا جھوٹا دعویٰ کرنا وہ گناہ ہیں جن سے عمر گھٹ جاتی ہے۔ (معانی الاخبار، ص ۲۷۱)

(۲) امام جعفر صادقؑ نے منصور دوانیقی سے فرمایا کہ حدیث رسولؐ ہے کہ جب کوئی شخص صلہ رحمی کرتا ہے اور اگر اس کی عمر تین سال باقی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تیس سال میں بدل دیتا ہے اور اگر کوئی شخص قطع رحمی کرتا ہے اور اس کی عمر تیس سال ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین سال میں بدل دیتا ہے۔ جب امام نے یہ حدیث بیان کی تو اس نے کہا کہ یہ نہایت عمدہ حدیث ہے لیکن میں اس موضوع کی اور حدیث سننا چاہتا تھا۔ امام نے فرمایا:

Presented by www.ziaraat.com

رسول خداؐ نے فرمایا ہے: صِلَةُ الرَّحِمِ تُعَمِّرُ الدِّيَارَ ، وَ تَزِيْدُ فِي الْاَعْمَارِ وَاِنْ كَانَ اَهْلُهَا غَيْرَ اَخْيَارٍ. صلہ رحمی سے شہر آباد ہوتے ہیں اور عمر بڑھتی ہے۔ اگرچہ صلہ رحمی کرنے والے نیکوکار نہ بھی ہوں۔ منصور نے کہا کہ یہ حدیث بھی نہایت عمدہ ہے لیکن میں اس موضوع کی دوسری حدیث سننا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حدیث رسولؐ ہے: صِلَةُ الرَّحِمِ تُهَوِّنُ الْحِسَابَ وَ تَقِيْ مِيْتَةَ السُّوْءِ. صلہ رحمی حساب آخرت کو آسان بناتی ہے اور بری موت سے بچاتی ہے۔ منصور نے کہا کہ میں یہی حدیث سننا چاہتا تھا۔ (سفینۃ البحار ج ۱، ص ۵۱۴)

(۵) امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ صلہ رحمی سے عبادات میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ اموال کی نشوونما ہوتی ہے، بلائیں دور ہوتی ہیں، حساب آخرت میں آسانی پیدا ہوتی ہے اور عمر بڑھتی ہے۔ (ترجمہ کافی ج ۳، ص ۲۲۱)

(۶) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کی حدیث ہے: اُوْصِي الشَّاهِدَ مِنْ اُمَّتِيْ وَالْغَائِبَ وَمَنْ فِيْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَاَرْحَامِ النِّسَاءِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَنْ يَّصِلَ الرَّحِمَ وَاِنْ كَانَتْ مِنْهُ عَلٰى مَسِيْرَةِ سَنَةٍ فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الدِّيْنِ. میں اپنی امت کے موجود اور غائب بلکہ جو قیامت تک باپوں کے صلب اور ماؤں کے رحم میں ہیں، ان سب کو صلہ رحمی کی سفارش کرتا ہوں اگرچہ رشتے دار ایک سال کی مسافت پر بھی کیوں نہ رہتا ہو۔ صلہ رحمی مسلمانوں کے دین کا حصہ ہے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

امام وقت سے قطع رحمی کا نتیجہ

ہارون نے جعفر بن محمد بن اشعث کو اپنے بیٹے امین کا اتالیق مقرر کیا تو ہارون کے وزیر یحییٰ بن خالد برمکی کو حسد ہوا کہ اگر ہارون کے بعد خلافت امین کو ملی تو مجھے لازماً وزارت سے برطرف کر کے جعفر کو وزیر بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ یحییٰ بن خالد نے جعفر سے راہ و رسم بڑھائی تاکہ اس کے راز جان کر ہارون کے پاس لگائی بجھائی کرے اور ہارون کو اس سے بدگمان کرے۔ جب اسے یہ راز معلوم ہوا کہ جعفر امام موسیٰ کاظمؑ کا شیعہ ہے اور ان کی امامت کا قائل ہے تو اس نے یہ بات جا کر ہارون کو بتا دی۔ امام موسیٰ کاظمؑ کے حالات کا پتا چلانے کے لیے یحییٰ نے اپنے بھروسے کے آدمی سے کہا کہ کیا تم آل ابی طالبؑ کے کسی ایسے فرد کو جانتے ہو جو تنگدست ہو اور مجھے وہ اطلاعات فراہم کرے جو میں چاہتا ہوں۔ اس آدمی نے یحییٰ سے کہا کہ علی بن اسماعیل سے رابطہ کرو جو امام موسیٰ کاظمؑ کا بھتیجا ہے۔ چنانچہ یحییٰ نے اسے کچھ رقم بھیجی حالانکہ امام کاظمؑ بھی علی بن اسماعیل پر شفقت فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات اس کو اپنا ہم راز بھی بنایا کرتے تھے۔

یحییٰ بن خالد برمکی نے اپنے آدمی سے کہا کہ علی بن اسماعیل کو بغداد بھیج دو۔ اس وقت امام موسیٰ کاظمؑ نے محسوس کیا کہ ان کے خلاف سازش ہو رہی ہے۔ انھوں نے اپنے بھتیجے کو بلا کر پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ بغداد جا رہا ہوں۔ آپ نے کہا کہ وہاں کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ میں مقروض اور تنگدست ہوں۔ شاید وہاں اللہ فضل کر دے اور میرا قرض ادا ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا قرض ادا کروں گا۔ اس کے

Presented by www.ziaraat.com

علاوہ بھی جو کچھ ہوسکا وہ کروں گا لیکن علی بن اسماعیل اپنے ارادے پر قائم رہا اور آمادہ سفر ہوا۔ امام نے دوبارہ اس سے پوچھا کہ کیا تم جارہے ہو؟ اس نے کہا اس کے سوا میرے پاس اور کوئی راستا نہیں۔ تب امام نے فرمایا: بھتیجے! خیال رکھنا بغداد جاکر میری اولاد کو یتیم نہ کرنا۔ یہ تمہارے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوگا۔ یہ فرما کر آپ نے اسے تین سو دینار اور چار ہزار درہم دیئے۔ جب وہ رخصت ہوگیا تو آپ نے حاضرین مجلس سے کہا: بخدا! یہ میرا خون بہانے کی کوشش میں کامیاب ہو جائے گا اور میرے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ لوگوں نے کہا کہ جب آپ کو یہ بات معلوم ہے تو آپ نے اس پر نوازش کیوں فرمائی؟ آپ نے کہا کہ ہمارے آبائے کرام نے رسول خداؐ سے یہ حدیث بیان کی ہے: رشتے داری جب ایک طرف سے کاٹ دی جاتی ہے تو دوسری طرف سے اسے جوڑا جائے پھر بھی اس کو کاٹ دیا جائے تو کاٹنے والا برباد ہو جاتا ہے۔

الغرض علی بن اسماعیل وہاں سے نکل کر سیدھا یحییٰ بن خالد کے پاس آیا۔ یحییٰ نے اس سے امام کاظمؑ کے متعلق معلومات حاصل کیں اور ان کو بڑھا چڑھا کر ہارون کے کان بھرے۔ پھر علی بن اسماعیل کو لے کر ہارون کے پاس آیا۔ ہارون نے علی سے استفسار کیا تو اس نے کہا کہ (امام) موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس ملک کے طول وعرض سے اموال آتے ہیں۔ حال ہی میں انھوں نے مدینہ میں تیس ہزار دینار میں ایک کھیت خریدا ہے۔ ادائیگی کے وقت کھیت کے مالک نے ان سے کہا کہ میں ان سکوں میں قیمت نہیں لوں گا، مجھے فلاں سکوں میں ادائیگی کریں تو انھوں نے وہ سکے منگوائے اور ادائیگی کی۔

یہ سن کر ہارون نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قید کرنے کا حکم دیا اور بعد میں شہید کردیا۔ اس نے علی بن اسماعیل کو دو لاکھ درہم انعام دیا تاکہ وہ بغداد میں اپنے لیے گھر خرید سکے۔ علی بن اسماعیل نے بغداد کے مشرق میں ایک گھر کو پسند کیا اور اس کے آدمی دو لاکھ درہم لینے ہارون کے دربار میں گئے۔ علی ان کی واپسی کے انتظار میں دن گنتا رہا۔ ایک دن اسے پیٹ میں پیچش کا مروڑ اٹھا۔ وہ بیت الخلاء میں گیا اور زور لگایا تو اس کی ساری آنتیں باہر نکل آئیں۔ وہ گر پڑا۔ لوگوں نے ہر چند کوشش کی کہ آنتیں اندر واپس چلی جائیں مگر ممکن نہ ہوسکا۔ وہ نزع کے عالم میں تھا کہ اس کے آدمی دو لاکھ درہم لے کر آئے۔ اس نے کہا اب اس رقم کو لے کر کیا کروں گا۔ میں تو مر رہا ہوں۔ یہ کہا اور مر گیا۔ (ارشاد مفید۔ بحار الانوار)

۴۸۔ غرور اور تکبر

غرور اور تکبر گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

(۱) ...اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ○ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ نہیں ہے۔

(سورۂ زمر: آیت ۶۰)

(۲) قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ کہا جائے گا کہ دوزخ کے دروازوں

Presented by www.ziaraat.com

میں داخل ہو جاؤ جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔ (سورۂ زمر: آیت ۷۲)

(۳) ... كَذَالِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ٥ اس طرح سے اللہ ہر سرکش متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (سورۂ مومن: آیت ۳۵)

(۴) اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ٥ ابلیس نے سجدہ آدم سے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۳۴)

معصومینؑ نے اپنے ارشادات میں تکبر کی بہت زیادہ مذمت کی ہے۔

(۱) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: اَلْعِزُّ رِدَاءُ اللّٰهِ وَالْكِبْرُ اِزَارُهُ فَمَنْ تَنَاوَلَ شَيْئًا مِنْهُ اَكَبَّهُ اللّٰهُ فِيْ جَهَنَّمَ عزت و کبریائی اللہ کا لباس ہے۔ جو اس میں سے کسی کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا خدا اسے منہ کے بل دوزخ میں پھینک دے گا۔

(۲) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: اِنَّ فِيْ جَهَنَّمَ لَوَادِيًا لِلْمُتَكَبِّرِيْنَ يُقَالُ لَهُ سَقَرٌ شَكٰى اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ شِدَّةَ حَرِّهٖ وَ سَاَلَهُ اَنْ يَّاْذَنَ لَهُ اَنْ يَّتَنَفَّسَ فَتَنَفَّسَ فَاَحْرَقَ جَهَنَّمَ. اللہ نے دوزخ میں تکبر کرنے والوں کے لیے ایک وادی مخصوص کی ہے جس کا نام سقر ہے۔ اس نے اللہ سے اپنی تپش کی شدت کی شکایت کی اور خدا سے ایک سانس لینے کی اجازت طلب کی۔ خدا نے اسے سانس لینے کی اجازت دی تو اس نے سانس لیا اس سے اتنی حرارت نکلی کہ ساری دوزخ ہی جل گئی۔

(۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: اِنَّ الْمُتَكَبِّرِيْنَ يُجْعَلُوْنَ فِيْ صُوَرِ الذَّرِّ يَطَؤُهُمُ النَّاسُ حَتّٰى يَفْرَغَ اللّٰهُ مِنَ الْحِسَابِ. قیامت کے دن متکبرین کو چیونٹیوں کی شکل میں محشور کیا جائے گا۔ لوگ انھیں روندتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ حساب سے فارغ ہو جائے۔[۱]

یہ تینوں احادیث کافی جلد ۲، صفحہ ۳۰۹ پر مذکور ہیں۔

۴۹۔ خود پسندی اور خود ثنائی

خود پسندی اور خود ثنائی انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے۔ مومن ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے کہ نجانے اس کے اعمال قبول بھی ہوں گے یا نہیں۔ وہ اپنے متعلق کبھی بھی مطمئن نہیں ہوتا۔ وہ اپنے اندرونی اور بیرونی اعمال کے محاسبہ سے ہمیشہ خوفزدہ رہتا ہے۔ وہ دوسروں کو اپنے سے بہتر اور اپنے آپ کو دوسروں سے حقیر سمجھتا ہے۔ اس کی پوری زندگی امید و خوف کے درمیان گزرتی ہے اور مرتے دم تک سوچتا رہتا ہے کہ نجانے اس سے کیا سلوک کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے خود ثنائی سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ...فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ

۱۔ شیخ صدوق کی ثواب الاعمال صفحہ ۵۰۲ پر یہ حدیث یوں ہے: اِنَّ الْمُتَكَبِّرِيْنَ يُجْعَلُوْنَ فِيْ صُوْرَةِ الذَّرِّ يَتَوَطَّؤُهُمُ النَّاسُ حَتّٰى يَفْرَغَ اللّٰهُ مِنَ الْحِسَابِ. لفظ الذَّرِّ کی واحد ذَرَّةٌ یعنی چیونٹی ہے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

اتّقٰی o خودستائی نہ کرو کیونکہ خدا بہتر جانتا ہے کہ اہل تقویٰ کون ہیں۔ (سورۂ نجم: آیت ۳۲)

اس آیت کے متعلق امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ خودستائی ہے کہ ایک شخص کہے کہ میں نے کل رات نماز پڑھی تھی اور پرسوں مستحب روزہ رکھا تھا۔ پھر فرمایا کہ امیرالمومنینؑ کے سامنے کچھ لوگوں نے اپنے نیک اعمال یونہی بیان کیے تو آپ نے فرمایا: میں رات کو سویا تھا اور دن میں بھی سو لیتا ہوں۔ اگر مجھے مزید فرصت مل جائے تو کچھ دیر اور سو جاؤں گا۔ (سید ہاشم بحرینی، تفسیر برہان ج ۴، ص ۲۵۴)

اسی لیے روایت میں بیان ہوا ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے ہشام سے فرمایا تھا: یَا هِشَامُ! مَا قُسِمَ بَيْنَ الْعِبَادِ اَفْضَلُ مِنَ الْعَقْلِ، نَوْمُ الْعَاقِلِ اَفْضَلُ مِنْ سِهْرِ الْجَاهِلِ... اے ہشام! بندوں میں عقل سے افضل چیز تقسیم نہیں کی گئی ہے۔ عقل مند کا سونا جاہل کے جاگنے سے بہتر ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۱۲)

اس جملے سے حضرت کی مراد یہ ہے کہ جاہل جب کبھی شب بیداری کرتا ہے تو وہ اپنی عبادت کی وجہ سے مغرور ہو جاتا ہے اور خود ثنائی کرنے لگ جاتا ہے لیکن اگر عاقل شب بیداری نہ بھی کرے تو وہ اپنے رب سے شرمندگی محسوس کرتا ہے اور اگر وہ عبادت بھی کرتا ہے تو اس پر مغرور نہیں ہوتا۔

بنیادی طور پر خودپسندی اور خودثنائی ایک خطرناک روحانی مرض ہے۔ یہ انسانی اقدار سے تہی دامن ہونے کی تمہید ہے۔ اس بیماری کا علاج تواضع اور انکساری ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: اَلتَّوَاضُعُ دَرَجَاتٌ مِنْهَا اَنْ يَعْرِفَ الْمَرْءُ قَدْرَ نَفْسِهٖ فَيُنْزِلُهَا مَنْزِلَتَهَا بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ... تواضع کے کئی مدارج ہیں۔ اس کا پست ترین درجہ یہ ہے کہ انسان قلب سلیم کے ساتھ اپنی قدر و قیمت کو پہچانے اور خود کو اصلی مقام پر رکھے اور اس پر راضی رہے۔ (کافی ج ۲، ص ۱۲۴)

تواضع تمام انسانی خوبیوں کی اساس ہے کیونکہ تواضع ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنے میں مددگار ہوتی ہے۔ تواضع ہر صاحب حق کے حق کو ادا کرنے اور عدل و انصاف کو برقرار رکھنے کی ترغیب دیتی ہے۔ علم اخلاق کے ماہرین تواضع کو ام الصفات اور ہر بھلائی کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اگر انسان کے اندر یہ خوبی پیدا ہو جائے تو اس کی تمام اخلاقی مشکلات حل ہو جاتی ہیں اور اگر کسی میں یہ خوبی پیدا نہ ہو تو وہ باقی اعلیٰ اخلاقی صفات سے محروم رہتا ہے۔

امام محمد باقرؑ یا امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ دو افراد مسجد میں داخل ہوئے۔ ایک عابد اور ایک گنہگار لیکن جب وہ دونوں مسجد سے نکلے تو عابد فاسق اور فاسق صدیق بن چکا تھا۔ اس تبدیلی کا سبب یہ ہوا کہ عابد خودپسندی کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا تھا اور اپنی عبادت پر مغرور تھا جبکہ فاسق نادم ہو کر مسجد میں داخل ہوا تھا اور اپنے گناہوں پر صدق دل سے توبہ کر رہا تھا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۱۴)

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ ایک دن ابلیس حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس سے پوچھا: ملعون! یہ بتا کہ وہ کون سا گناہ ہے کہ جب وہ فرزند آدم سے سرزد ہو جائے تو اس پر مسلط ہو جاتا ہے؟ ابلیس

Presented by www.ziaraat.com

نے جواب دیا کہ جب کوئی شخص اپنے آپ پر اترائے اور خود پسندی میں ڈوب جائے اور اپنے عمل کو بڑا سمجھنے لگے اور اپنے گناہ کو حقیر تصور کرنے لگے تو میں اس پر قابو پالیتا ہوں۔ (کافی ج ۲، ص ۳۱۴)

۵۰۔ اقتدار طلبی اور قیامت سے غفلت

قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں بتایا گیا ہے کہ انھوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے بے مثال سلطنت کی درخواست کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جو حکومت عطا کی تھی وہ صرف انسانوں تک محدود نہیں تھی بلکہ جنات، چرند اور پرند بھی ان کے اطاعت گزار تھے۔ وہ پرندوں کی بولی بھی جانتے تھے۔ ایک مرتبہ ہد ہد نے انھیں قوم سبا اور ان کی ملکہ کا قصہ سنایا تو انھوں نے اس سے خط و کتابت کی اور ملکہ سبا مصالحت کے لیے آپ کے پاس آئیں۔ اس وقت آپ نے دربار میں اعلان کیا تھا کہ کوئی ہے جو اُن کے آنے سے پہلے اُن کا تخت یہاں لادے۔ ایک قوی ہیکل جن نے کہا کہ آپ کی محفل برخاست ہونے سے پہلے میں ملکہ کا تخت یہاں لے آؤں گا لیکن حضرت سلیمانؑ اس سے زیادہ جلدی چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ کے وزیر آصف بن برخیا نے جن کے پاس کتاب الٰہی کا کچھ علم تھا کہا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے ملکہ کا تخت یہاں لے آؤں گا۔ چنانچہ انھوں نے ایک اسم الٰہی پڑھا اور ملکہ کا تخت یمن سے چشم زدن میں حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ یہ میرے رب کا مجھ پر فضل ہے کہ وہ اتنی بڑی سلطنت اور حکومت سے مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ قرآن حکیم کے تمام قصوں میں تربیتی اور اعتقادی پہلو پایا جاتا ہے۔ قرآن حکیم جناب سلیمانؑ اور جناب ذوالقرنین کے متعلق بتاتا ہے کہ وہ حکومت پاکر مغرور نہیں ہوئے تھے۔ انھوں نے حکومت کو انسانی خدمت کا ایک ذریعہ سمجھا تھا۔ ان قصوں سے اہل اقتدار کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو حکومت و سلطنت کے ذریعے عوام کی خدمت کرسکتے ہیں لیکن اس کے لیے انسان کو ہوائے نفس اور حب دنیا کو دل سے نکالنا پڑتا ہے اور اقتدار و حکومت کو خدا کی دین سمجھ کر بندگان خدا کی خدمت کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ ہم آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے مخصوص کریں گے جو زمین میں تکبر و سرکشی اور فساد کے خواہشمند نہ ہوں گے اور نیک انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ (سورۂ قصص: آیت ۸۳)

حضرت امیرالمومنینؑ نے حکمرانوں کو حکومت کے حقیقی مقصد کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:
اَمَا وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَأَ النَّسَمَةَ لَوْلَا حُضُوْرُ الْحَاضِرِ وَ قِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُوْدِ النَّاصِرِ وَمَا اَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْعُلَمَآءِ اَلَّا يُقَارُّوْا عَلٰى كِظَّةِ ظَالِمٍ وَّلَا سَغَبِ مَظْلُوْمٍ لَاَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلٰى غَارِبِهَا وَلَسَقَيْتُ آخِرَهَا بِكَاسِ اَوَّلِهَا، وَلَاَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهٖ اَزْهَدَ عِنْدِيْ مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ. اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو شگافتہ

Presented by www.ziaraat.com

کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی بھوک پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں گے تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اس پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کو اول سیراب کیا تھا اور تم اپنی دنیا کو میری نظر میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ نا قابل اعتنا پاتے۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۳، خُطْبَة شِقْشِقِيَّة)

نہج البلاغہ کے خطبہ ۱۲۹ میں رب العزت سے راز و نیاز کرتے ہوئے امیرالمومنینؑ نے اپنی حکومت کا مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا تھا: اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ اَنَّهُ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْ كَانَ مِنَّا مُنَافَسَةً فِيْ سُلْطَانٍ وَلَا الْتِمَاسَ شَيْءٍ مِنْ فُضُوْلِ الْحُطَامِ، وَلٰكِنْ لِنَرِدَ الْمَعَالِمَ مِنْ دِيْنِکَ وَ نُظْهِرَ الْاِصْلَاحَ فِيْ بِلَادِکَ فَيَاْمَنَ الْمَظْلُوْمُوْنَ مِنْ عِبَادِکَ وَ تُقَامَ الْمُعَطَّلَةُ مِنْ حُدُوْدِکَ۔ بارالٰہا تو خوب جانتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہم سے ظاہر ہوا اس لیے نہیں تھا کہ ہمیں تسلط و اقتدار کی خواہش تھی یا مال دنیا کی طلب تھی بلکہ اس لیے تھا کہ ہم دین کے نشانات کو پھر ان کی اصلی جگہ پر پلٹائیں اور تیرے شہروں میں امن و بہبودی کی صورت پیدا کریں تاکہ تیرے ستم رسیدہ بندوں کو کوئی کھٹکا نہ رہے اور تیرے وہ احکام پھر سے جاری ہو جائیں جنھیں بیکار بنا دیا گیا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے نکلتے وقت اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے نام ایک وصیت نامہ تحریر کیا تھا جس میں آپ نے اپنے قیام کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: اِنِّيْ لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَّلَا بَطِرًا وَّلَا مُفْسِدًا وَّلَا ظَالِمًا وَاِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِيْ اُمَّةِ جَدِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَسِيْرُ بِسِيْرَةِ جَدِّيْ وَاَبِيْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ۔۔ میرا مقصد شر انگیزی پھیلانا یا عیش کی زندگی گزارنا یا فساد پھیلانا یا ظلم کرنا نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے نانا کی امت کی اصلاح کروں۔ میرا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور میں تو اپنے نانا اور بابا علی ابن ابی طالبؑ کی سیرت کی پیروی کر رہا ہوں۔

(بحار الانوار ج ۴۴، ص ۳۳۰)

اقتدار طلبی خطرناک ہے؟

معمّر بن خلاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے ایک شخص کے متعلق کہا کہ وہ اقتدار کا طلبگار ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: دین مسلم کے لیے حب ریاست اس سے زیادہ خطرناک ہے کہ بکریوں کے ریوڑ پر دو بھیڑیے حملہ آور ہوں اور اس کا کوئی نگہبان نہ ہو۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۲۷۹)

عبداللہ بن مسکان بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم ریاست طلب لوگوں سے دور رہو۔ خدا کی قسم! جو شخص یہ تمنا کرتا ہو کہ لوگوں کا رہنما اور سربراہ ہو وہ خود بھی ہلاک ہوگا اور اپنے ساتھیوں کو بھی ہلاکت میں ڈالے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۲۷۹)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارے اخیار اور اشرار کو نہیں پہچانتا ؟ ہاں۔ بخدا! تم میں سے اشرار وہ ہیں جو چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے پیچھے چلیں۔ ایسے لوگ یا تو لازماً جھوٹے ہیں یا پھر کوتاہ فکر ہیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۲۸۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ طَلَبَ الرِّیَاسَةَ هَلَکَ. جو اقتدار طلب ہوا وہ ہلاک ہوا۔
(کافی ج ۲، ص ۲۹۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَلْعُوْنٌ مَنْ تَرَأَسَ ، مَلْعُوْنٌ مَنْ هَمَّ بِهَا ، مَلْعُوْنٌ کُلُّ مَنْ حَدَّثَ بِهَا نَفْسَهٗ. لعنت ہے اس شخص پر جو رئیس اور پیشوا بننا چاہتا ہو،[۱] ریاست حاصل کرنے کے منصوبے بناتا ہو اور اپنے لیے حمایت کی باتیں کرتا ہو۔ (کافی ج ۲، ص ۲۹۷)

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ خدا کی نافرمانی کی ابتدا چھ چیزوں سے ہوئی: (۱) دنیا کی محبت (۲) ریاست کی محبت (۳) غذا کی محبت (۴) عورت کی محبت (۵) نیند کی محبت (۶) عیش و آرام کی محبت۔
(خصال ج ۱، ص ۱۰۶۔ بحار الانوار ج ۷۰، ص ۱۵۳)

۵۱۔ غیبت

اللہ تعالیٰ ستار العیوب ہے۔ جو بندہ گناہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جلدی رسوا نہیں کرتا۔ وہ اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ سات گھنٹے تک بندے کے گناہوں کو نہ لکھیں کہ شاید وہ توبہ کر لے۔ سات گھنٹے کے بعد فرشتے گناہ کو اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتے ہیں مگر آخری عمر تک اس کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ خدا نے توبہ کے لیے صرف ندامت کی شرط رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح دنیا میں اپنے گنہگار بندے کو رسوا نہیں کرتا اسی طرح وہ آخرت میں بھی اس کو رسوا نہیں کرے گا۔ قیامت میں وہ جس گنہگار کے گناہوں سے درگزر کرنے کا ارادہ فرمائے گا اس کے گناہوں سے مخلوق کو آگاہ نہیں کرے گا بلکہ براہ راست گنہگار سے کہے گا کہ تو نے فلاں فلاں گناہ کیا تھا۔ بندہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کے نامۂ اعمال میں جو گناہ لکھے ہیں ان کو مٹا دو اور ان کی جگہ نیکیاں لکھ دو اور اس کا نامۂ اعمال لوگوں کے سامنے پیش کرو۔ جب لوگ اس کا اعمال نامہ دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے کہیں گے کہ یہ کیسا شخص ہے جس نے

۱۔ اس حدیث کے وسیع تر تناظر میں انجمن، ادارہ، مدرسہ، حوزہ، پارٹی اور ملک وغیرہ سب کی سربراہی آتی ہے۔
آیت اللہ محسن الحکیم مستمسک العروۃ میں اجتہاد و تقلید مسئلہ ۲۲ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:
جب کسی اعلیٰ عہدیدار میں عدل کی قوت نہ رہے، وہ احتیاط کا دامن اور اپنا احتساب کرنا چھوڑ دے تو اُس کی عدالت جلد ہی کالعدم ہو جاتی ہے۔ اس اعتبار سے مرجعیت ایک خطرناک مقام ہے جو بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا دیتی ہے۔
علامہ محمد جواد مغنیہ اپنی کتاب شیعہ اور جابر حکمران مطبوعہ مجمع علمی اسلامی میں تحریر فرماتے ہیں:
اس میں کوئی شک نہیں کہ دینی سربراہی میں دلچسپی زیادہ خطرناک اور زیادہ نقصان دہ ہے۔ صرف اہل بیت عصمتؑ اور خاندانِ عصمت کے پیرو جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں اس خطرے سے محفوظ ہیں۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

زندگی میں ایک بھی گناہ نہیں کیا۔

انسان کو بھی خدائی صفات کا مظہر ہونا چاہیے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ستار العیوب ہے اسی طرح انسان کو بھی چاہیے کہ وہ دوسروں کی خطاؤں پر پردہ ڈالے، ان سے بدگمان نہ ہو، ان کے عیب تلاش نہ کرتا پھرے اور گناہوں کو بنیاد بنا کر ان کی غیبت نہ کرے اور ان کو سرعام رسوا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ○

اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور خدا سے ڈرتے رہو۔ بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (سورۂ حجرات: آیت ۱۲)

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ... بے شک وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں برائی کو فروغ ملے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (سورۂ نور: آیت ۱۹)

وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ○ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ○ یَحْسَبُ اَنَّ مَا لَهٗ اَخْلَدَهٗ ○ کَلَّا لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ○ وَمَا اَدْرَاکَ مَا الْحُطَمَةُ ○ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ○ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ ○ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ○ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ○ خرابی ہے ہر طعنہ زن اور عیب جو کے لیے جو مال جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ باقی رکھے گا۔ ہرگز نہیں وہ ضرور حُطَمَةُ میں ڈالا جائے گا اور تم کیا جانو کہ حُطَمَةُ کیا ہے؟ وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک چڑھ جائے گی وہ آگ ان کے اوپر گھیر دی جائے گی۔ لمبے لمبے ستونوں کے ساتھ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے متعلق ہر دیکھی اور سنی ہوئی بات بیان کرے وہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ کی آیت کے ضمن میں شامل ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۵۷)

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا ہے: جان لو کہ اپنے مومن بھائی کی غیبت کرنا جو آل محمدؐ کا شیعہ ہو مردار کھانے سے بڑا حرام ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۹، ص ۱۱۳)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ غیبت کرنا زنا کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے کیونکہ زانی توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جبکہ غیبت کرنے والے کی اس وقت تک بخشش نہیں ہوگی جب تک دوسرا فریق اسے معاف نہیں کرے گا۔ (المکاسب ج ۱، ص ۳۱۵۔ مستدرک السفینۃ ج ۸، ص ۸۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مومن کی غیبت کرے اور اس کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں موجود ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جمع نہیں کرے گا۔ اگر کوئی کسی مومن کی غیبت

Presented by www.ziaraat.com

کرے اور ایسا عیب بیان کرے جو اس میں موجود نہ ہو تو اس کا رابطہ اس مومن سے ٹوٹ جاتا ہے اور غیبت کرنے والا دوزخی بن جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جو کہ برا ٹھکانا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۸، ص۶۰۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جھوٹا ہے جو اپنے آپ کو حلال زادہ سمجھتا ہے اور غیبت کے ذریعے لوگوں کا گوشت کھاتا ہے۔ غیبت سے پرہیز کرو کیونکہ وہ دوزخ کے کتوں کی غذا ہے۔

(بحار الانوار ج ۷۲، ص ۲۴۸)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ایمانی بھائی کی غیبت کرے اور اس کی بے عزتی کے لیے اقدام کرے تو اس کا پہلا قدم ہی دوزخ میں ہوتا ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۸، ص۶۰۲۔ مکاسب ج ۱، ص ۳۲۶)

نبی اکرمؐ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کو وحی ہوئی کہ غیبت کرنے والا اگر توبہ کرلے تو وہ سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور اگر توبہ نہ کرے تو سب سے پہلے جہنم میں جائے گا۔ (بحار الانوار ج ۶۲، ص۲۲۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: اہل ایمان کی لغزشوں کو آشکار نہ کرو جو ایسا کرے گا اللہ اس کا پردہ فاش کردے گا اور وہ رسوا ہو جائے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی بیٹھا ہوا ہو۔

(کافی ج ۲، ص ۳۵۷)

غیبت سے روکنا واجب ہے

ایک مومن پر دوسرے مومن کی خیرخواہی فرض ہے۔ اس خیرخواہی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان اپنے مومن بھائی کا دفاع کرے اور جب کبھی دیکھے کہ کوئی اس کی بدگوئی کر رہا ہے اور اس کی خامیوں کو منظرعام پر لا رہا ہے تو اس کا دفاع کرے اور غیبت کرنے والے کو غیبت سے روکے۔

شیخ اعظم، شیخ مرتضیٰ انصاری المکاسب میں لکھتے ہیں کہ بہت سی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ برادر مومن کی غیبت کی تردید ضروری ہے جیسا کہ المجالس میں حضرت ابوذرؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: جس کے سامنے اس کے مومن بھائی کی غیبت ہو رہی ہو اور وہ اپنے مومن بھائی کی مدد کرسکتا ہو اور وہ مدد کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد کرے گا۔ اور اگر مدد کی قوت رکھنے کے باوجود وہ اس مومن کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔ (بحوالہ امالی، شیخ طوسی ج ۲، ص ۱۵۰)

شیخ صدوق کی عقاب الاعمال میں ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: جہاں کسی مومن کی غیبت ہو رہی ہو وہاں موجود کوئی مومن اپنے بھائی کی غیبت کرنے سے روکے اور اس کا دفاع کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں خطرات کے ایک ہزار دروازے اس کے لیے بند کردے گا۔ اور اگر کسی مومن بھائی کی غیبت سن کر اس کا دفاع نہ کرے اور غیبت کی تشویق کرے تو وہ غیبت کرنے والے کے ساتھ برابر کا شریک ہوگا۔ (ص ۳۳۵)

مکاسب کی حدیث کے الفاظ ہیں: اس پر غیبت کرنے والے سے ستر گنا زیادہ گناہ ہوگا۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

غیبت کا علاج

شہید ثانی نے رسائل العشر میں لکھا ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے۔ غیبت کی وجہ سے معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں جس کے نتائج بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ غیبت اللہ تعالیٰ کے مقصد کے خلاف ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں الفت اور وحدت ہو) اور معاشرے کی تقسیم کا سبب بنتی ہے۔ بہت سے کبیرہ گناہوں کا نقصان جزئی اور شخصی ہے مگر غیبت کا نقصان پورے معاشرے کو ہوتا ہے۔ شارع اسلام کا ہدف یہ ہے کہ امت کے دلوں میں یکجائی ہو اور پوری امت اللہ کے راستے پر گامزن ہو۔ پورا اسلامی معاشرہ واجبات کو ادا کرے اور محرمات سے اجتناب کرے۔ اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک دلوں میں محبت و یگانگت نہ ہو اور افراد امت ایک دوسرے سے تعاون نہ کریں۔ اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ پوری امت کے افراد عبد واحد کی حیثیت سے خدا کی فرمانبرداری کریں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ دل ایک دوسرے کے لیے بغض و حسد سے پاک ہوں۔ غیبت دلوں میں بغض و عناد پیدا کرتی ہے اور اسلامی وحدت کے لیے سخت نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ (رسائل الشہید ص ۲۸۹)

وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ کی تفسیر میں آیا ہے کہ هُمَزَة سے مراد وہ شخص ہے جو دوسرے کو طعنہ دیتا ہو اور لُمَزَة سے مراد وہ شخص ہے جو غیبت کے ذریعے مردہ لوگوں کا گوشت کھاتا ہو۔ نبی اکرمؐ کا فرمان ہے کہ خدا کی قسم! غیبت کی تاثیر مومن کے دین کے لیے ماس خورہ کی بیماری سے زیادہ خطرناک ہے۔

(کافی ج ۲، ص ۳۵۶)

یہی وجہ ہے کہ ہمارے بعض علمائے سلف صرف نماز روزے کو ہی عبادت نہیں سمجھتے تھے، وہ فرماتے تھے کہ اصل عبادت یہ ہے کہ لوگوں کی عزت میں بٹا نہ لگایا جائے۔ (رسائل الشہید ص ۲۸۹)

جہاں غیبت جائز ہے

شیخ انصاری المکاسب میں لکھتے ہیں: اخبار معصومینؑ سے مستفاد ہوتا ہے کہ غیبت اس لیے حرام ہے کہ اس سے مومن کی عزت کو بٹا لگتا ہے اور اسے اذیت پہنچتی ہے۔ اگر اس کے مقابلے میں غیبت کرنے والے یا سننے والے یا جس کی غیبت کی جارہی ہو یعنی اس تیسرے شخص کے نقصان کی نسبت فائدہ زیادہ ہو جسے شریعت مومن کی عزت کے تحفظ سے زیادہ اہمیت دیتی ہو تو غیبت حرام نہیں رہے گی۔ یہاں بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے درمیان اہم فالاہم کی طرح کا قانون لاگو ہوتا ہے۔

شہید ثانی اپنی کتاب کشف الریبة میں لکھتے ہیں کہ مومن کا عیب بیان کرنا تب جائز ہے جب اس سے صحیح اور شرعی ہدف مقصود ہو اور اس ہدف کو غیبت کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہ ہو۔ جن لوگوں کے لیے غیبت کی حرمت ختم ہو جاتی ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

Presented by www.ziaraat.com

(۱) ہادیانِ دین کے ارشادات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص علانیہ برائی کرتا ہو اس کی غیبت جائز ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِذَا جَاهَرَ الْفَاسِقُ بِفِسْقِهِ فَلَا حُرْمَةَ لَهُ وَلَا غِيْبَةَ. جب فاسق کھل کر فسق کا اظہار کرے تو نہ اس کے لیے احترام ہے اور نہ اس کی غیبت حرام ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۶۰۴)

مَنْ اَلْقٰى جِلْبَابَ الْحَيَاءِ فَلَا غِيْبَةَ لَهُ. جو حیاء کی چادر اتار پھینکے اس کی غیبت حرام نہیں۔
(مستدرک الوسائل ج ۹، ص ۱۲۹)

ثَـلَاثَـةٌ لَيْـسَ لَهُـمْ حُرْمَةٌ: صَاحِبُ هَوًى مُبْتَدِعٌ، وَالْاِمَامُ الْجَائِرُ، وَالْفَاسِقُ الْمُعْلِنُ بِفِسْقِهِ. تین طرح کے لوگ احترام کے قابل نہیں ہیں۔ (۱) بدعتی (۲) ظالم حکمران (۳) علانیہ گناہ کرنے والا
(وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۶۰۵)

ان اخبار اور روایات کا اطلاق اس امر کا متقاضی ہے کہ علانیہ فسق و فجور کرنے والے کی غیبت جائز ہے اگرچہ غیبت کرنے والے کے پیش نظر کوئی صحیح غرض نہ بھی ہو۔

(۲) سورۂ شوریٰ آیت ۴۱۔۴۲ میں ہے: وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اور جس پر ظلم ہوا وہ اس ظلم کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم اور زمین پر ناحق زیادتیاں کرتے ہیں انہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ نیز سورۂ نساء آیت ۱۴۸ میں ہے: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ۝ خدا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ برا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو اور خدا سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ مظلوم کو اس شخص کے سامنے شکایت کرنے کا حق ہے جو ظلم کو دور کر سکتا ہو۔

ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے ان کے ایک صحابی کی شکایت کی۔ تھوڑی دیر بعد وہ صحابی بھی آ گیا۔ امام نے اس سے فرمایا: کیا بات ہے فلاں شخص تمہاری شکایت کر رہا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس کا کوئی قصور نہیں کیا البتہ میں نے قرض کی وصولی کے لیے اس پر سختی کی ہے۔ امام علیہ السلام غصے کی وجہ سے اٹھ بیٹھے اور فرمایا: کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ قرض ادا کرنے کی سکت نہ رکھنے والے سے قرض کا مطالبہ کر کے تو نے اس کے حق میں کوئی ظلم نہیں کیا؟ کیا تو نے سورۂ رعد کی آیت ۲۱ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ نہیں پڑھی؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ اہل ایمان کو یہ خدشہ تھا کہ خدا ان پر ظلم کرے گا؟ بخدا نہیں! انہیں خطرہ یہ تھا کہ خدا کہیں حساب میں سختی نہ کرے۔ لہٰذا جو شخص دنیا میں اپنے بھائی پر قرض وصول کرنے میں سختی کرتا ہے (جبکہ وہ قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہو) تو وہ گناہ کرتا ہے اور خدا آخرت میں اس سے حساب میں سختی کرے گا۔ (کافی ج ۵، ص ۱۰۰)

(۳) مشورہ طلب کرنے والے کی خیرخواہی واجب ہے اور اس سے خیانت کرنا حرام ہے۔ اس کا گناہ

Presented by www.ziaraat.com

غیبت سے کہیں زیادہ ہے۔ حد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خطرات میں گھر رہا ہو اگرچہ وہ مشورہ نہ بھی کرے تب بھی اس کی خیرخواہی کرنا واجب ہے۔ لہٰذا غیبت کی حرمت اپنی جگہ لیکن دینی بھائی کی خیرخواہی اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔

اس مسئلے کی وضاحت کے لیے یہ مثال دیکھئے۔ اگر ایک شخص اپنی بیٹی کی شادی کے سلسلے میں کسی سے مشورہ کرے مثلاً یہ کہے کہ فلاں شخص نے میری بیٹی کا رشتہ مانگا ہے۔ آپ بتائیں کہ وہ کیسا آدمی ہے؟ اس صورت میں مشورہ مانگنے والے کو اس شخص کی حقیقت بتانا ضروری ہے تاکہ وہ اندھیرے میں نہ رہے۔ (مترجم)

(۴) روایت صحیح میں عبداللہ بن سنان سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی ماں کی بدکرداری کا شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہؐ! میری ماں کسی بھی ہاتھ بڑھانے والے کے ہاتھ کو پیچھے نہیں ہٹاتی (اب میں اس سے کیا سلوک کروں؟)۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دروازہ بند کردو تاکہ کوئی اس کے پاس نہ آسکے۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! میں نے یہ بھی کرکے دیکھ لیا ہے لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اسے گھر میں قید کردو تاکہ وہ باہر نہ جاسکے۔ اسے محرمات سے بچانا اس کے ساتھ تمہاری سب سے بڑی نیکی ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص گناہوں کا عادی بن رہا ہو تو اس کی پردہ پوشی کرنے کے بجائے اس کے گناہوں کو بیان کرنا چاہیے۔ یہ عمل غیبت نہیں ہے بلکہ اس شخص پر احسان ہے اور نہی عن المنکر کے دلائل سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے جیسا کہ رسول اکرمؐ کا فرمان ہے کہ تم میں سے جو برائی ہوتے ہوئے دیکھے اور طاقت رکھتا ہو تو اسے ہاتھ سے روکے اور جو ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ رکھتا وہ زبان سے روکے اور جو زبان سے بھی مذمت نہ کرسکتا ہو وہ دل میں برائی سے نفرت کرے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۰۷)

(۶) جو شخص اپنے شبہات کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہو اس کی غیبت کرنا جائز ہے مثلاً ایک بدعتی کے متعلق اندیشہ ہو کہ یہ سادہ لوح عوام کو گمراہ کرے گا تو اس صورت میں اس کی غیبت کرنا جائز ہے کیونکہ بدعتی کی عزت کا تحفظ اتنا اہم نہیں ہے جتنا خلق خدا کو اس کی گمراہی سے بچانا ضروری ہے۔

(۷) اگر کسی شخص کے جسمانی اعضاء میں نقص ہو اور وہ لوگوں میں اپنے عیب کی وجہ سے پہچانا جاتا ہو مثلاً کوئی شخص کانا، بھینگا، لنگڑا یا کن کٹا ہو اور اسی نام سے مشہور ہو تو اسے اس نام سے یاد کرنا غیبت نہیں ہے۔

(۸) اگر کوئی خود کو جھوٹ موٹ سید کہلوائے تو اس جھوٹے مدعی نسب کی حقیقت بتانا غیبت نہیں ہے جیسا کہ زینب کذابہ کا واقعہ مشہور ہے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹی زینب ہوں اور رسول اکرمؐ نے مجھے دعا دی تھی کہ میں ہمیشہ جوان رہوں گی۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اس کی آزمائش کرو اور اسے درندوں کے سامنے ڈال دو۔ اگر یہ سچی ہوگی تو درندے اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے ورنہ اسے کھا جائیں گے۔ یہ سن کر وہ عورت ڈر گئی اور بولی کہ اگر اولاد رسولؐ ہونے کا یہی معیار ہے تو آپ درندوں کی کچھار میں جائیں۔

Presented by www.ziaraat.com

الغرض امام درندوں کی کچھار میں گئے اور درندوں نے آپ کو کچھ نہیں کیا۔ بعض روایات کے مطابق زینب کذابہ کو اس کچھار میں ڈالا گیا تو درندے اسے کھا گئے۔

(۹) مظلوم کا حق ثابت کرنے کے لیے غیبت جائز ہے کیونکہ مظلوم کا حق ثابت کرنا کسی کی عزت قائم رکھنے سے زیادہ اہم ہے۔

(۱۰) اسلامی احکام کی تفصیل احادیث سے ثابت ہوتی ہے اور حدیث کا صحیح ہونا نہایت ضروری ہے۔ اسی لیے راویان حدیث پر جرح کرنا غیبت میں شامل نہیں ہے کیونکہ احکام و معارف الٰہی کا اثبات کسی کی آبرو کے تحفظ سے زیادہ اہم ہے۔

(۱۱) اگر کوئی کسی مسلمان کی غیبت ایسے شخص کے سامنے کرے جو پہلے سے ہی اس کے عیب جانتا ہو تو ایسی غیبت حرام نہیں ہے کیونکہ اس سے غیبت شدہ فرد کی نئی ہتک عزت لازم نہیں آتی۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ فقہاء نے ان گیارہ موارد کو حرمت غیبت سے مستثنٰی قرار دیا ہے۔ ہمارے نزدیک ان میں سے بعض موارد ایسے بھی ہیں جن میں حرام کا شبہ پایا جاتا ہے۔ لہٰذا احتیاط ضروری ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

یہاں پر ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ غیبت کرنے کی طرح سے غیبت کا سننا بھی حرام ہے۔ حضرت رسول اکرمؐ سے منقول ہے کہ غیبت سننے والا غیبت کرنے والے کے برابر ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: **اَلْغِيبَةُ كُفْرٌ وَالْمُسْتَمِعُ لَهَا وَالرَّاضِيُ بِهَا مُشْرِكٌ** دینی بھائی کی غیبت کرنا کفر ہے۔ غیبت سننے والا اور اس پر راضی ہونے والا مشرک ہے۔

(مستدرک الوسائل، کتاب الحج، باب ۱۳۶)

غیبت کا کفارہ

شہید ثانی اپنی کتاب **رسائل العشر** میں غیبت کی حرمت کے بیان کے بعد لکھتے ہیں: تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ غیبت کرنے والے کو اپنے فعل پر نادم ہونا چاہیے اور توبہ کرنی چاہیے اور اپنے غیر مشروع فعل پر افسوس کرنا چاہیے تاکہ خدا اسے معاف کر دے۔ اس کا دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ اس نے جس کی غیبت کی ہو اس کے پاس جائے اور اپنی کوتاہی کی معافی مانگے۔ یہ معذرت خواہی صرف زبان کی حد تک نہیں ہونی چاہیے بلکہ دل کی گہرائیوں سے اس سے معذرت کرے تاکہ کہیں ظاہر و باطن کے تضاد کا مجرم نہ بنے۔

غیبت کے کفارہ کے متعلق دو قسم کی احادیث ملتی ہیں:

(۱) روایات میں ہے کہ اس نے جس کی غیبت کی ہو اس کے لیے استغفار کرے۔

(۲) احادیث میں ہے کہ غیبت کرنے والے کو متاثرہ فریق سے معافی مانگنی چاہیے۔ چنانچہ رسول مقبولؐ نے فرمایا ہے: ”جس نے اپنے دینی بھائی کی آبرو یا مال کو پامال کیا ہو اسے دنیا میں اس سے معافی مانگ لینی

Presented by www.ziaraat.com

چاہیے کیونکہ آخرت میں درہم و دینار کی صورت میں کفارہ نہیں ہوگا۔ وہاں زیادتی کرنے والے کی نیکیاں متاثرہ فریق کو دیدی جائیں گی اور اگر زیادتی کرنے والے کے نامۂ اعمال میں نیکیاں نہ ہوں گی تو متاثرہ فریق کے گناہ اس کے نامۂ اعمال میں درج کر کے حساب برابر کر دیا جائے گا۔"

شہید ثانی لکھتے ہیں: ممکن ہے کہ استغفار کا حکم اس غیبت کے لیے دیا گیا ہو جو متاثرہ فریق کے کانوں تک نہ پہنچی ہو اور غیبت کرنے والے کو اندیشہ ہو کہ وہ اگر متاثرہ فریق کے پاس معافی مانگنے کے لیے جائے گا تو اس سے فساد پیدا ہوگا یا غیبت کرنے والے کو یقین ہو کہ متاثرہ فریق سے ملاقات ممکن نہیں ہے تو اس صورت میں اسے استغفار کرنا چاہیے۔ جن روایات میں غیبت کرنے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ متاثرہ فریق سے معافی مانگے اس کا تعلق اس غیبت سے ہے جس کا متاثرہ فریق کو علم ہو چکا ہو اور اس تک رسائی بھی ممکن ہو۔

اس کے بعد شہید ثانی فرماتے ہیں کہ متاثرہ فریق کے لیے مستحب ہے کہ جب غیبت کرنے والا اس سے معافی مانگے تو اسے فراخ دلی سے معاف کر دینا چاہیے۔ قرآن میں ہے: خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارا کرلو۔ (سورۂ اعراف: آیت ۱۹۹)

جب یہ آیت اتری تو رسول خداؐ نے جبریل امینؑ سے پوچھا کہ عفو سے کیا مراد ہے؟ جبریلؑ نے عرض کیا کہ اللہ آپ کو یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی آپ پر ظلم کرے تو آپ اسے معاف کر دیں اور اگر آپ کے رشتے دار آپ سے قطع تعلقی کریں تو آپ ان سے تعلقات قائم کریں اور جو آپ کو محروم رکھے آپ اسے عطا کریں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب لوگ حساب کے لیے پیش ہوں گے تو آواز قدرت آئے گی جس کا اجر خدا کے ذمے ہو وہ کھڑا ہو جائے۔ اس کے جواب میں بس وہی لوگ کھڑے ہوں گے جو دنیا میں لوگوں کو معاف کر دیا کرتے تھے۔

شیخ انصاری مکاسب میں تحریر فرماتے ہیں کہ غیبت کا تعلق حقوق العباد سے ہے لہٰذا اس کا تقاضا ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہو اس سے غیبت کو معاف کرائے جیسا کہ شہید ثانی نے بھی بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں ایک حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ غیبت کو اس وقت تک معاف نہیں کیا جائے گا جب تک متاثرہ فریق اسے معاف نہیں کرے گا۔

امیرالمومنین علیہ السلام کا بیان ہے کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا: "تم میں سے بہت سے افراد اپنے ایمانی بھائیوں کے حقوق ضائع کرتے ہیں اور جب قیامت کے دن متاثرہ افراد دعویٰ کریں گے تو ان کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

آنحضرتؐ کی ایک حدیث ہے: جو کسی مسلمان مرد یا عورت کی غیبت کرے تو چالیس دن تک خدا اس کی نماز اور روزہ کو قبول نہیں کرتا البتہ متاثرہ فریق معاف کر دے تو یہ علیحدہ بات ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ استغفار، غیبت کا کفارہ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جب بھی تمھیں متاثرہ فریق یاد آئے تو خدا سے اس کے لیے استغفار کرو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر غیبت کے متاثرہ فریق کو اپنی غیبت کا علم ہو چکا ہو تو پھر غیبت کرنے والے کو اس سے معافی مانگنی چاہیے۔ ورنہ اس کے لیے استغفار کرنی چاہیے۔

رسول خداؐ نے فرمایا اگر کسی نے کسی پر ظلم کیا ہو اور اسے نہ پائے تو خدا سے اس کے لیے استغفار کرے۔ یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے۔

شیخ انصاری فرماتے ہیں کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ اس بحث کی تمام روایات ضعیف ہیں۔ ادھر اصالۃ البراءۃ کے قانون کا تقاضا یہ ہے کہ متاثرہ فریق سے غیبت کو حلال کرانے کا مطالبہ واجب نہیں ہے اور دوسری طرف بقائے حق مغتاب کا تقاضا یہ ہے کہ معاف کرائے بغیر غیبت معاف نہیں ہوسکتی اگر چہ معافی مانگنا ازروئے احتیاط واجب ہے اور قوت سے خالی نہیں ہے کیونکہ بہت سی احادیث جو معافی مانگنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے بعض کی سند معتبر ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ متاثرہ فریق سے معافی مانگنی چاہیے اور اگر فتنے کا اندیشہ ہو یا متاثرہ فریق تک رسائی ممکن نہ ہو تو پھر متاثرہ فریق کے لیے استغفار کرے۔

ہم نے آج تک جتنے افراد کی غیبت کی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور جن لوگوں نے ہماری غیبت کی ہے اللہ تعالیٰ انھیں بھی بحق محمدؐ و آل محمدؐ معاف فرمائے۔

۵۲۔ مومنین سے بدگمان ہونا

مومنین سے بدگمان ہونا انتہائی قابل مذمت فعل ہے۔ اس کا سرچشمہ انسان کی روح کی خباثت ہے۔ وہ لوگ جنھیں خدا نے پاک دل عطا کیا ہے وہ ہمیشہ بدگمانی سے پرہیز کرتے ہیں۔ بدگمانی اگر اللہ تعالیٰ کے متعلق ہو تو وہ انتہائی خطرناک اور موجب ہلاکت ہے کیونکہ وہ عقیدے میں بگاڑ کا سبب ہوتی ہے۔ دینی رہبروں نے اہل ایمان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کے قول و فعل کی اچھی توجیہ کریں اور اسے بدگمانی کا ذریعہ نہ بنائیں۔

سورۂ حجرات کی آیت ۱۲ میں ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۳۶ میں ہے: وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○ جس چیز کے متعلق علم نہ ہو اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کرو۔ بیشک کان، آنکھ اور دل سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔

شہید ثانی نے کشف الریبۃ میں امام علیؑ سے نقل فرمایا ہے کہ اپنے دینی بھائی کے عمل کی اچھی توجیہ کیا کرو۔ ہاں اگر اس کے خلاف کوئی حتمی ثبوت آجائے تو پھر علیحدہ بات ہے۔ اگر تم اپنے دینی بھائی سے کوئی بات سنو تو اس کی اچھی توجیہ کرو اور بدگمان مت ہو (کیونکہ بہت سے گمان حقیقت سے کوسوں دور ہوتے ہیں)۔

Presented by www.ziaraat.com

۵۴۔ اہل ایمان کے رازوں کی جستجو کرنا

لوگوں کے رازوں اور نجی زندگی کے متعلق تجسس کرنا حرام ہے۔ سورۂ حجرات کی آیت ۱۲ میں ہے:

اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔

ایک مومن کو چاہیے کہ وہ کسی کے نجی معاملات کو منظرعام پر لانے کے لیے تجسس نہ کرے۔ اگر کسی مومن میں کوئی جسمانی عیب ہو تو اس کا اعلان نہیں کرنا چاہیے اور اگر اس کے کردار میں کوئی کمزوری ہو تو اسے افشا نہیں کرنا چاہیے۔ اس کی بجائے اسے تنہائی میں نصیحت کرنی چاہیے۔ اسے رسوا کرنے سے بہرصورت اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ اس کی آبرو آپ کے پاس امانت ہے لہٰذا امانت میں خیانت نہ کریں۔ جہاں تک ممکن ہو اس کے عمل کی اچھی توجیہ کریں کیونکہ کانوں نے جو کچھ سنا ہوگا اور آنکھوں نے جو کچھ دیکھا ہوگا اور دل نے جو گمان کیا ہوگا اس کے متعلق قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

شہید ثانی لکھتے ہیں: تجسس کا مطلب یہ ہے کہ تمھیں لوگوں کی پردہ پوشی پسند نہ ہو اور ستار العیوب خدا کی روش کے مقابلے میں تم لوگوں کے چھپے ہوئے راز افشا کرو جبکہ لوگوں کے رازوں کا مخفی رہنا تمہارے دین اور قلب کی سلامتی کے لیے مفید ہو۔ اس سلسلے میں اس نکتے پر توجہ دینی چاہیے کہ جو شخص اپنے عیوب کی اصلاح میں کوشاں ہو اس کے پاس دوسروں کے عیوب تلاش کرنے کا وقت ہی نہیں ہوتا۔ ایسا شخص تجسس، بدگمانی اور غیبت جیسے روحانی امراض سے دور ہوتا ہے۔ رسول پاکؐ کی حدیث ہے: طُوْبٰی لِمَنْ شَغَلَہٗ عَیْبُہٗ عَنْ عُیُوْبِ النَّاسِ. اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کی توجہ اپنے عیوب پر ہو اور اپنے عیوب کی اصلاح میں مصروف ہو اور دوسروں کے عیوب سے غافل ہو۔ (رسائل الشہید ص ۲۹۴)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: بھلائی اور احسان کی جزا اور ظلم کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔ انسان کے لیے یہی ایک عیب کافی ہے کہ اسے لوگوں میں وہ عیوب تو دکھائی دیں جو خود اس میں ہوں مگر وہ اپنے عیوب پر نگاہ نہ کرے اور لوگوں کو ایسے افعال پر ملامت کرے جنھیں وہ خود اپنائے ہوئے ہو۔ (کافی ج ۲، ص ۴۶۰)

حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: اے وہ گروہ جو اپنی زبان سے اسلام لایا ہے اور دل سے اسلام نہیں لایا! مسلمانوں کی لغزشوں کو تلاش نہ کرو۔ جو لوگوں کے عیوب اور لغزشوں کو تلاش کرے گا خدا اس کی لغزشوں کو آشکار کرے گا اور اسے رسوا کرے گا (اگرچہ وہ گھر کے اندر ہی بیٹھا ہوا ہو)۔ (کافی، ج ۲، ص ۳۵۵)

مؤلف عرض کرتا ہے:

مومنین کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کی خیرخواہی کریں اور ایک دوسرے کی عزت کی حفاظت کریں اور ایک دوسرے کے متعلق نیک گمان رکھیں جبکہ تجسس سے خیرخواہی کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ دوسروں کے عیوب کی تلاش میں رہتے ہیں خدا ان کے عیوب کو ظاہر کر دیتا ہے اور انھیں رسوا کر دیتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

۵۴۔ تفرقہ ڈالنا اور دشمنی پیدا کرنا

مسلمانوں کے درمیان جدائی ڈالنا اور دشمنی پیدا کرنا حرام ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہ فعل حرام غیبت، چغل خوری اور سب و شتم کے نتیجے کے طور پر سرزد ہوتا ہے۔ امیرالمومنینؑ نے اپنے ساتھیوں کو جو نصیحتیں کی تھیں ان میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا: اچھی گفتگو کرو یہاں تک کہ اچھی گفتگو میں مشہور ہو جاؤ اور نیک اعمال بجا لاؤ تاکہ تمہارا شمار اہل خیر میں ہو سکے۔ جلد بازی سے پرہیز کرو اور لوگوں کے راز افشا نہ کرو۔ یاد رکھو! تم میں بہترین لوگ وہ ہیں کہ جب ان پر نظر پڑے تو خدا یاد آجائے اور بدترین لوگ وہ ہیں جو چغل خوری کرتے ہوں، دوستوں میں جدائی ڈالتے ہوں اور بیگناہ افراد میں عیب تلاش کرتے ہوں۔ (کافی ج ۲، ص ۲۲۵)

حضرت رسول اکرمؐ نے ایک مرتبہ صحابہ سے فرمایا: کیا میں تمہارے بدترین افراد کی نشاندہی نہ کروں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں بدترین افراد وہ ہیں جو لگائی بجھائی کرتے ہیں، دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور بیگناہ افراد میں عیوب تلاش کرتے ہیں۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۹)

امیرالمومنینؑ نے حضرت رسول خداؐ سے نقل فرمایا ہے: بدترین لوگ وہ ہیں جو اہل ایمان سے بغض رکھیں اور اپنی اس عادت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں سے اپنی محبت کھو دیں۔ جو لوگ چغلی کھاتے ہیں اور لگائی بجھائی کر کے دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور لوگوں کے عیب تلاش کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نگاہ کرم نہیں کرے گا اور قیامت کے دن انھیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:
...هُوَالَّذِیْٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ○ (سورۂ انفال: آیت ۶۲)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ جہاں عمومی طور پر تفرقہ ڈالنا حرام ہے وہیں امت اسلامیہ کو حبل اللّٰہ المتین یعنی امام علیؑ کی ولایت سے جدا کرنا بدرجہ اولیٰ حرام ہے جبکہ آپ کی ولایت و امامت اسلام کا ماحصل ہے اور اگر لوگ آپ کی امامت و ولایت پر جمع ہو جاتے تو دنیا و آخرت کی سعادت ان کا مقدر بن جاتی۔ فرمان الٰہی ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۰۳)

۵۵۔ برے نام رکھنا اور لوگوں کا مذاق اڑانا

قرآن کریم میں ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں (سورۂ حجرات: آیت ۱۰) جیسا کہ اس سے قبل ہم بدگمانی اور تجسس کے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ خدا ستار العیوب ہے اور وہ چاہتا ہے کہ بندگان خدا کی توہین نہ ہو اسی لیے خدا نے ایمانداروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے برے القاب تجویز نہ کریں اور ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں کیونکہ لوگوں کا مذاق اڑانا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا

Presented by www.ziaraat.com

نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡهُنَّ وَلَا تَلۡمِزُوۡٓا اَنۡفُسَکُمۡ وَلَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ وَمَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ○ اے ایمان والو! کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور عورتیں عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور اپنے نفوس پر عیب نہ لگاؤ اور برے القاب سے ایک دوسرے کو یاد نہ کرو ایمان کے بعد فاسقانہ نام انتہائی برے ہیں جو کوئی توبہ نہ کرے وہ ظالم ہیں۔ (سورۂ حجرات: آیت ۱۱)

قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا: فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِیًّا حَتّٰٓی اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ وَکُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَکُوۡنَ ○ اِنِّیۡ جَزَیۡتُهُمُ الۡیَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡٓا اَنَّهُمۡ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ○ تم ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے یہاں تک کہ تمھیں ہماری یاد تک بھول گئی تھی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے۔ آج میں نے انھیں ان کے صبر کا پھل عطا کیا ہے وہ کامیاب و کامران ہیں۔ (سورۂ مومنون: آیت ۱۱۰۔۱۱۱)

بحار الانوار میں امالی طوسی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: اللہ نے مومن کو اپنی عظمت اور قدرت سے پیدا کیا۔ اس لیے جو اس کی توہین کرے، اس پر تہمت لگائے یا اس کی بات کی تردید کرے تو درحقیقت اس نے خدا کی تردید کی ہے۔ (ج ۷۵، ص ۱۴۲)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مَنۡ اَذَلَّ مُؤۡمِنًا اَذَلَّهُ اللّٰهُ. جس نے کسی مومن کو ذلیل کیا تو خدا اس کو ذلیل کرے گا۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۱۴۲)

امام علی رضاؑ نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ جو کسی مومن کو ذلیل کرے گا یا افلاس کی وجہ سے اسے حقیر سمجھے گا تو خدا اسے قیامت میں لوگوں کے سامنے ذلیل کرے گا۔ (عیون اخبار الرضا ج ۲، ص ۳۳)

تفسیر قمی میں ہے کہ رسول خداؐ کی دو بیویاں ام المومنین صفیہ بنت حیی بن اخطب کو یہودیہ یہودیہ کہہ کر اذیت دیتی تھیں۔ انھوں نے رسول اکرمؐ سے ان کے رویے کی شکایت کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا: آپ نے انھیں جواب کیوں نہیں دیا؟ صفیہ نے عرض کیا کہ میں انھیں کیا جواب دے سکتی ہوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم ان سے کہو کہ حضرت ہارونؑ میرے باپ ہیں اور حضرت موسیٰؑ میرے چچا ہیں اور محمد رسول اللہؐ میرے شوہر ہیں۔ تم میرے رشتوں کا کیسے انکار کرسکتی ہو؟ حضرت صفیہ نے یہ جملے ان سوکنوں سے کہے تو انھوں نے کہا کہ یہ سبق رسول خداؐ نے آپ کو پڑھایا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ نے اپنی رضا کو اطاعات اور اعمال خیر میں، اپنے غضب کو گناہوں میں اور اپنے ولی کو مخلوق میں پوشیدہ رکھا ہے۔ خبردار! کبھی کسی اطاعت کو حقیر نہ سمجھنا۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں اللہ کی رضا مضمر ہو۔ کسی گناہ کو ہلکا نہ سمجھنا۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں اس کا غضب پنہاں ہو۔ کبھی کسی انسان کو حقیر نہ سمجھنا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کا ولی ہو۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۱۴۷)

Presented by www.ziaraat.com

۵۶۔ چغل خوری

قرآن اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چغل خوری اور لگائی بجھائی بدترین گناہ ہے۔ جس طرح غیبت کرنے والے شخص کی حوصلہ شکنی واجب ہے اسی طرح چغل خور کی حوصلہ شکنی بھی ضروری ہے۔ یہ ایک عظیم عبادت اور اسباب نجات میں سے ایک سبب ہے۔ خدا نے اہل ایمان کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے جبکہ چغل خوری اسلامی بھائی چارے کے لیے زہر قاتل ہے کیونکہ اس سے نفرتیں جنم لیتی ہیں۔ بہت سی احادیث میں اصلاح بین الناس کا حکم دیا گیا ہے۔ امیر المومنینؑ نے اپنی آخری وصیت میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے فرمایا تھا میں تم کو، اپنی تمام اولاد کو، اپنے کنبہ کو اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا، کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے: صَلَاحُ ذَاتِ الْبَیْنِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الصَّلَاةِ وَالصِّیَامِ. لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانا عام نماز روزے سے افضل ہے۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ۴۷)

روایات اہلبیتؑ میں آیا ہے کہ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً (سورۂ نساء: آیت ۸۵) میں شَفَاعَةً حَسَنَةً سے لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانا مراد ہے۔

چغل خوری فتنوں کو جنم دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ فتنہ وفساد قتل سے کہیں بڑھ کر ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۹۱)

وَالْفِتْنَةُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ فتنہ وفساد قتل سے بڑا جرم ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۱۷)

(۱) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اَرْبَعَةٌ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: اَلْکَاهِنُ، وَالْمُنَافِقُ، وَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالْقَتَّاتُ وَهُوَ النَّمَّامُ. چار قسم کے افراد جنت میں داخل نہیں ہوں گے: کاہن، منافق، شرابی اور چغل خور۔

(امالی صدوق ص ۲۴۳۔ بحار الانوار ج ۷۵، ص ۲۶۳)

(۲) کچھ لوگوں نے منصور دوانیقی سے امام جعفر صادقؑ کی چغلی کھائی تھی۔ اس نے امام کو دربار میں بلا کر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ امام نے اس سے فرمایا: تم کو چاہیے کہ اپنے اہل قرابت کے لیے اس شخص کی بات پر اعتماد نہ کرو جس پر اللہ نے جنت کو حرام کیا ہے اور جس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ چغل خور جھوٹ کا گواہ اور ابلیس کی طرح لوگوں میں دشمنی پیدا کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِیْنَ ۝ اے ایمان والو! جب کبھی کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لے کر آئے تو اس کی خوب تحقیق کرلیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم لاعلمی کی وجہ سے کسی جماعت کو نقصان پہنچاؤ اور بعد میں تمھیں پچھتانا پڑے۔ (سورۂ حجرات: آیت ۶) (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۲۶۳)

(۳) امام علیؑ راوی ہیں کہ رسول مقبولؐ نے فرمایا: اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِشِرَارِکُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اَلْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِیْمَةِ اَلْمُفَرِّقُوْنَ بَیْنَ الْاَحِبَّةِ، اَلْبَاغُوْنَ لِلْبُرَاءِ الْعَیْبَ. کیا میں تمھیں تمہارے بدترین افراد

Presented by www.ziaraat.com

کے متعلق نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا: ضرور یا رسول اللہؐ! آپ نے فرمایا: وہ لوگ انتہائی برے ہیں جو لگائی بجھائی کر کے دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور بیگناہوں پر الزام تراشی کرتے ہیں۔ (خصال ج ۴، ص ۸۶)

(۴) امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے: لگائی بجھائی کرنا، پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہ کرنا اور زیادہ عرصے تک بیوی بچوں سے دور رہنا عذاب قبر کا موجب بنتے ہیں۔ (علل الشرائع ج ۱، ص ۲۹۱۔ بحار ج ۷۵، ۲۶۵)

(۵) ایک شخص نے امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں ایک چٹھی لکھی جس میں کسی کی چغلی کھائی تو آپ نے فرمایا: اگر تو نے اس چٹھی میں سچ لکھا ہے تو تو نے ہمیں ناراض کیا ہے اور اگر جھوٹ لکھا ہے تو ہم تجھ پر تعزیر جاری کریں گے اور اگر تو اپنی چٹھی واپس لے لے تو ہم تجھے معاف کر دیں گے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میں اپنی چٹھی واپس لیتا ہوں۔ آپ مجھے معاف کر دیں۔ امیرالمومنینؑ نے اسے معاف کر دیا۔

(بحار الانوار ج ۷۵، ص ۲۶۶۔ الاختصاص، ص ۲۲۸)

۵۷۔ لوگوں کے راز فاش کرنا

سورۂ تحریم کی ابتدائی آیات میں ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی ایک زوجہ سے کوئی ''راز''[۱] بیان کیا تو اس

۱۔ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنی بیوی ام المومنین حضرت زینبؓ کے پاس شہد پی لیا۔ جب آپ حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کے پاس آئے تو ان دونوں نے جیسا کہ پہلے صلاح کر رکھی تھی آپ سے کہا کہ آپ کے منہ سے بو آتی ہے۔ آپ کو بو سے سخت نفرت تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں آئندہ کبھی شہد نہیں پیوں گا۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت حفصہؓ کو خوش کرنے کیلیے ماریہ قبطیہ کو جو آپ کی حرم اور آپ کے صاحبزادے ابراہیم کی والدہ تھیں اپنے اوپر حرام کرلیا تھا تب یہ آیت اتری۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ کو جو اپنے اوپر حرام کرلیا تو حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ یہ حال کسی سے بیان نہ کرنا۔ حفصہؓ اور عائشہؓ میں بہت موافقت تھی۔ انھوں اس کو حضرت عائشہؓ پر ظاہر کر دیا۔ خدا نے اس حال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا۔

(ترجمہ قرآن مجید از مولانا فتح محمد جالندھری، حاشیہ نمبر ۲۹۷۔۲۹۹)

علامہ سید مرتضیٰ عسکری اپنی کتاب احیائے دین میں ائمہ اہلبیتؑ کا کردار، جلد دوم، مطبوعہ مجمع علمی اسلامی میں رقمطراز ہیں:

ان آیات کی شان نزول یہ ہے کہ ایک دن رسول اکرمؐ نے بی بی حفصہؓ کو بتایا کہ میرے بعد عائشہؓ کے والد تمہارے والد کی مدد سے حکومت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے (اور اس کے بعد تمہارے والد حکومت حاصل کریں گے) پھر آنحضرتؐ نے بی بی حفصہؓ سے فرمایا کہ یہ راز ہے اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا مگر بی بی حفصہؓ نے اس راز کو فاش کر دیا اور جا کر بی بی عائشہؓ کو یہ بات بتادی اور بی بی عائشہؓ نے یہی بات اپنے والد سے جا کر کہی اور انہوں نے حضرت عمرؓ کو بتادی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی بی بی حفصہؓ سے کہا کہ ہمیں بھی وہ راز بتاؤ تاکہ ہم ابھی سے حصول حکومت کی کوشش شروع کر دیں۔ بی بی حفصہؓ نے سارا ماجرا اپنے والد کے گوش گزار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاکؐ کو وحی کے ذریعے بتا دیا کہ آپ کا راز اب راز نہیں رہا کیونکہ آپ کی بیویوں نے اسے افشا کر دیا ہے۔ رسول اکرمؐ نے بی بی حفصہؓ سے راز افشا کرنے کی شکایت کی۔ بی بی حفصہؓ نے کہا کہ آپ سے کس نے کہا ہے کہ میں نے آپ کا راز فاش کر دیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے خداوند علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔ آپ نے جو حصہ نہیں بتایا تھا وہ یقیناً یہی تھا کہ تم دونوں کے والد نے ابھی سے اپنی کوششوں کا آغاز کر دیا ہے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

نے وہ راز افشا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے اپنے رسولؐ کو مطلع فرما دیا۔ رسول اللہؐ نے اپنی زوجہ کو وہ بات کچھ جتائی اور کچھ نہ بتائی۔ جب رسول اللہؐ نے وہ بات جتائی تو پوچھنے لگیں کہ آپ کو یہ کس نے بتایا؟ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مجھے خداوند علیم وخبیر نے بتایا ہے۔ ان آیات کی تفسیر میں امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جب رسول خداؐ نے حرہ سے متعہ کیا تو آپ نے اپنی زوجہ سے فرمایا: اس بات کو راز رکھنا اور کسی سے نہ کہنا لیکن اس نے یہ راز افشا کر دیا۔ ازواج رسولؐ نے اس وجہ سے آنحضرتؐ کے خلاف محاذ بنالیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ میرے لیے حلال تھی اور میں نے اس سے متعہ کیا ہے۔ (شیخ مفید، خلاصۃ الایجاز ص ۲۵)

سورۂ نساء آیت ۸۳ وَاِذَا جَآءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ... ''جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو وہ اسے مشہور کر دیتے ہیں'' کے ضمن میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
اَلْمُذِيْعُ عَلَيْنَا سِرَّنَا كَالشَّاهِرِ بِسَيْفِهٖ عَلَيْنَا، رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ بِمَكْنُوْنِ عِلْمِنَا فَدَفَنَهٗ تَحْتَ قَدَمَيْهِ.
جو ہمارے راز کو دشمنوں کے سامنے فاش کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو ہمارے مقابلے پر تلوار سونت لے۔ اللہ ایسے شخص پر رحم کرے جو ہمارے پوشیدہ علم کو سنے تو اسے اپنے قدموں تلے دفن کر دے اور دشمنوں سے بیان نہ کرے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۲، ص ۲۹۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ سَتَرَ عَلٰى مُؤْمِنٍ عَوْرَةً يَخَافُهَا سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَبْعِيْنَ عَوْرَةً مِنْ عَوْرَاتِهِ الَّتِيْ يَخَافُهَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. جو کسی مومن کے راز اور آبرو کی حفاظت کرے اور اس کے عیب کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے ستر عیبوں اور رازوں کی پردہ پوشی کرے گا۔

اللہ اس وقت تک مومن کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنے مومن بھائی کی مدد کرتا ہے۔ لوگو! نصیحت سے فائدہ اٹھاؤ اور نیک کاموں کی طرف رغبت کرو۔ (ثواب الاعمال ص ۱۳۵)

مؤلف کہتا ہے: ائمہ نے اموی دور میں تقیہ پر خصوصی زور دیا تھا۔ جابر روایت کرتے ہیں کہ میں ایام جوانی میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ آپ نے پوچھا: یہاں کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: آپ سے علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ امام نے ایک کتاب میرے حوالے کی اور فرمایا: جاؤ! اس کتاب کو پڑھو۔ جب تک بنی امیہ برسراقتدار ہیں اس کے مطالب کسی سے بیان نہ کرنا۔ اگر تم نے بنی امیہ کی حکومت کے دوران کسی سے یہ مطالب بیان کیے تو تم پر میری اور میرے آباء کی لعنت ہوگی اور بنی امیہ کے سقوط کے بعد اگر تم نے اس کے مطالب کو چھپایا تو تم پر میری اور میرے آباء کی لعنت ہوگی۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۲، ص ۲۹۹)

رازوں کی حفاظت کے لیے ہادیان دین کی سفارشات

امام علی رضاؑ فرماتے ہیں: کوئی مومن اس وقت تک ایمان کے کمال تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس

Presented by www.ziaraat.com

میں اللہ کی ایک خصلت، اللہ کے رسولؐ کی ایک خصلت اور اللہ کے ولی کی ایک خصلت جمع نہ ہو جائے۔

اللہ کی خصلت راز کا چھپانا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا وہ غیب کی بات جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔ (سورۂ جن: آیت ۲۶)

رسولؐ کی خصلت درگزر کرنا، نیکی کا حکم دینا اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرنا ہے جیسا کہ اللہ نے آپ کو حکم دیا تھا: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ○ درگزر کی عادت اپنائیں، نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی کریں۔ (سورہ اعراف: آیت ۱۹۹)

اللہ کے ولی کی خصلت مصیبتوں پر صبر کرنا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وہ سختی اور تکلیف میں صبر کرنے والے ہیں۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۷۷)

امام علی علیہ السلام نے فرمایا ہے: مَنْ كَتَمَ سِرَّهُ كَانَتِ الْخِيَرَةُ فِي يَدِهِ. جو اپنا راز چھپائے گا تو انتخاب کا حق اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ (ابن ابی الحدید معتزلی، شرح نہج البلاغہ ج ۱۸، ص ۳۸۴)

اَلظَّفَرُ بِالْحَزْمِ، وَالْحَزْمُ بِإِجَالَةِ الرَّأْيِ، وَالرَّأْيُ بِتَحْصِينِ الْأَسْرَارِ. کامیابی کے لیے احتیاط ضروری ہے اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی رائے کا جلد اظہار نہیں کرنا چاہیے اور رائے کی مضبوطی کا دارومدار رازوں کی حفاظت میں ہے۔ (ابن ابی الحدید معتزلی، شرح نہج البلاغہ ج ۱۸، ص ۱۷۷)

آمدی کی غرر الحکم میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

أَقْبَحُ الْغَدْرِ إِضَاعَةُ السِّرِّ. راز فاش کرنا بدترین خیانت ہے۔ (رقم ۱۸۶۴)

سِرُّكَ أَسِيرُكَ فَإِنْ أَفْشَيْتَهُ صِرْتَ أَسِيرَهُ. تمہارا راز تمہارا قیدی ہے۔ جب تم اسے افشا کرتے ہو تو تم اس کے قیدی بن جاتے ہو۔ (رقم ۵۶۳۰)

سِرُّكَ سُرُورُكَ إِنْ كَتَمْتَهُ، وَإِنْ أَذَعْتَهُ كَانَ ثُبُورُكَ جب تک تم اپنا راز چھپاتے ہو تب تک وہ تمہاری خوشی کا ذریعہ ہے اور جب تم اسے فاش کر دیتے ہو تو وہ تمہاری ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے (رقم ۵۶۱۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک فرمودہ جسے بعض علماء نے موتیوں کا ہار کہا ہے یہ ہے:

اَلْإِسْتِقْصَاءُ فُرْقَةٌ، اَلْإِنْتِقَادُ عَدَاوَةٌ، قِلَّةُ الصَّبْرِ فَضِيحَةٌ، إِفْشَاءُ السِّرِّ سُقُوطٌ، اَلسَّخَاءُ فِطْنَةٌ، اَللُّؤْمُ تَغَافُلٌ. عیب پکڑنا جدائی ڈال دیتا ہے۔ نکتہ چینی کرنا دشمنی پیدا کرتا ہے۔ بے صبری دکھانا شرمندگی لاتا ہے۔ رازوں کو فاش کرنا نظروں سے گرا دیتا ہے۔ سخاوت کرنا، عقل مندی کی دلیل ہے اور دوسروں کو بہت زیادہ ملامت کرنا غفلت کے وقت کا انتظار کرنا ہے۔ (تحف العقول ص ۳۱۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور چغل خور

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ کو وحی فرمائی کہ آپ کے اصحاب میں ایک شخص چغل

Presented by www.ziaraat.com

خور ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: پروردگار! مجھے بتا وہ کون ہے تاکہ میں اسے اپنی صفوں سے نکال دوں۔ خدا نے فرمایا: موسیٰ! مجھے چغل خوری ناپسند ہے اور تم مجھ سے اس کی خواہش کرتے ہو؟ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: خدایا! جب تک تو اس کا تعارف نہیں کرائے گا تو میں اسے کیسے پہچانوں گا؟ خدا نے فرمایا کہ تم اپنی قوم کو دس دس کی ٹولیوں میں تقسیم کرو اور قرعہ اندازی کرو۔ جس جماعت میں وہ شامل ہوگا قرعہ اسی جماعت کا نکلے گا۔ پھر ان دس افراد کی قرعہ اندازی کرو۔ قرعہ اس کے نام کا نکلے گا۔ حضرت موسیٰؑ نے اعلان کیا کہ مجھے چغل خور معلوم کرنا ہے لہٰذا پوری قوم جمع ہوجائے اور دس دس کی صف بنائے۔ جب چغل خور نے یہ سنا تو اسے یقین ہوگیا کہ میں ضرور پکڑا جاؤں گا۔ وہ حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں آیا اور بولا کہ وہ گنہگار میں ہی ہوں۔ اب میں توبہ کرتا ہوں اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آئندہ یہ حرکت نہیں کروں گا۔ (تحف العقول ص ۲۶۶)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے دھوکا و فریب کرے گا خدا اس کی فریب کاری اور مکاری کو اسی پر پلٹا دے گا۔ (غرر الحکم، رقم ۸۸۳۲)

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ بدترین افراد وہ ہیں جو دل میں لوگوں سے بغض و عداوت رکھیں اور لوگ بھی ان سے عداوت رکھیں اور جو لگائی بجھائی کرکے دوستوں میں جدائی ڈالیں اور بے قصور لوگوں پر الزام لگائیں۔ قیامت کے دن خدا نہ ان پر نگاہِ کرم کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا۔ پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

هُوَ الَّذِیْ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ○ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ... (سورۂ انفال: آیت ۶۲۔۶۳)

(بحار الانوار ج ۷۵، ص ۲۶۵۔ امالی ج ۲، ص ۷۷)

۵۸۔ چھپ چھپ کر باتیں سننا

علم نجوم سے پیشین گوئی کرنے کے عنوان سے کہانت کی بحث گزر چکی ہے۔ شیخ انصاری کی مکاسب میں ہے کہ بعثت پیغمبرؐ سے قبل آسمانوں کے دروازے جنوں اور شیطانوں کے لیے کھلے ہوئے تھے۔ وہ وہاں جاکر فرشتوں کی گفتگو سنا کرتے تھے اور پھر کاہنوں کو بتا دیا کرتے تھے۔ پھر کاہن اس میں اپنی طرف سے اضافہ کرکے پیشین گوئیاں کرتے تھے لیکن جب رسول اکرمؐ مبعوث ہوئے تو آسمانوں میں شیاطین کا داخلہ ممنوع کر دیا گیا۔ اس وقت کاہن جو پیشین گوئیاں کرتے ہیں یا کسی قاتل اور چور کی نشاندہی کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں اور شیاطین ان کی باتیں سن کر کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں اور یوں وہ بہت سی باتوں سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ (ج ۲، ص ۳۵)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ جادو کی بحث میں ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ کہانت دراصل جادو کی ہی ایک شاخ ہے اور جادوگر بالاتفاق کافر ہے اور چھپ چھپ کر باتیں سننا بھی جسے اصطلاحی طور پر استراق سمع کہا جاتا ہے تجسس اور چغل خوری کی طرح حرام ہے۔ اس سلسلے کی چند روایات پیش خدمت ہیں:

(۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے بدترین شخص ''مثلث'' ہے۔ صحابہ نے پوچھا:

Presented by www.ziaraat.com

یا رسول اللہؐ! مثلث کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مثلث وہ شخص ہوتا ہے جو کسی ظالم بادشاہ کے پاس اپنے مومن بھائی کی چغلی کھائے اور یوں نہ صرف اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے بلکہ اپنے مومن بھائی اور بادشاہ کو بھی ہلاکت میں ڈالے۔ (سفینۃ البحار ج ۱، ص ۶۲۵)

رسول اکرمؐ نے امام علیؑ سے فرمایا: اس امت کے دس افراد خداوندعظیم کے منکر ہیں:

(۱) چغلی کھانے اور لگائی بجھائی کرنے والا (۲) بیوی کو بدکاری سے نہ روکنے والا (۳) عورت سے وطی فی الدبر کے لیے نکاح کرنے والا (۴) جادوٹونا کرنے والا (۵) جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے والا (۶) محرم سے نکاح کرنے والا (۷) فتنہ بھڑکانے والا (۸) اسلام دشمنوں کو ہتھیار بیچنے والا (۹) زکات نہ دینے والا اور (۱۰) مستطیع ہونے کے باوجود حج نہ کرنے والا۔ (خصال ج ۲، ص ۶۔ بحار الانوار ج ۶۲، ص ۱۲۱)

امیرالمومنین علیہ السلام نے جناب مالک اشتر کو لکھا تھا: خبردار! چغل خور کی بات کی تصدیق کے لیے کبھی جلدی نہ کرنا کیونکہ چغل خور خیرخواہی کا لبادہ اوڑھ کر دشمنی کرتا ہے۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳)

۵۹۔ مکر وحیلہ، ملاوٹ اور خیانت

یہ ایک حقیقت ہے کہ دین اسلام خدا و رسولؐ، اماموں اور دیگر بندگان خدا کی خیرخواہی کا نام ہے۔ امام زین العابدینؑ نے جملہ حقوق کو رسالۃ الحقوق میں جمع کیا ہے۔ ہر صاحب ایمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے امام کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرے اور اس پر دل و جان سے عمل کرے۔ اسلام میں جہاں مسلمانوں کی خیرخواہی کو افضل عبادت کا درجہ حاصل ہے وہاں مسلمانوں سے مکر وحیلہ کو بدترین جرم قرار دیا گیا ہے۔

قرآن مکر وفریب کرنے والوں کے بارے میں کہتا ہے:

...وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ○ جو لوگ برے برے مکر کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر نابود ہو جائے گا۔ (سورۂ فاطر: آیت ۱۰)

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ دیکھ لو کہ ان کے مکر کا انجام کیسا ہوا۔ ہم نے ان کو اور ان کی قوم سب کو تباہ کر ڈالا۔ اب یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب خالی پڑے ہیں۔ جو لوگ دانش رکھتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانی ہے۔ (سورۂ نمل: آیت ۵۲)

مکروفریب کی مذمت کے لیے حسب ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: مَنْ كَانَ مُسْلِمًا فَلَا يَمْكُرُ وَلَا يَخْدَعُ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ جِبْرَائِيْلَ يَقُوْلُ: اِنَّ الْمَكْرَ وَالْخَدِيْعَةَ فِي النَّارِ. ثُمَّ قَالَ ﷺ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ مُسْلِمًا، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ خَانَ مُسْلِمًا مسلمان مکر اور فریب نہیں کرتا۔ میں نے جبریل امینؑ سے سنا وہ کہتے تھے کہ مکر اور فریب کرنے والا شخص دوزخ

Presented by www.ziaraat.com

میں جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو مسلمان کو دھوکا دے اور وہ ہم میں سے نہیں جو مسلمان سے خیانت کرے۔ (بحار الانوار ج ۵۷، ص ۲۸۴)

(۲) نبی کریمؐ نے فرمایا: مَنْ غَشَّ مُسْلِمًا فِيْ شَرَاءٍ اَوْ بَيْعٍ فَلَيْسَ مِنَّا ، وَيُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْيَهُوْدِ ، لِاَنَّهُ اَغَشُّ الْخَلْقِ لِلْمُسْلِمِيْنَ. جو شخص کسی مسلمان کو خرید و فروخت میں دھوکا دے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ایسا شخص قیامت کے دن یہودیوں کے ساتھ محشور ہوگا کیونکہ وہ تمام مخلوق کی بہ نسبت مسلمانوں سے زیادہ دھوکا بازی کیا کرتے تھے۔ (شیخ صدوق، امالی ص ۵۱۵)

(۳) آنحضرتؐ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کے لیے دھوکے کا ارادہ کرکے رات بسر کرے تو ساری رات اللہ کی ناراضگی میں بسر ہوگی اور جب صبح کرے گا تو اللہ کی ناراضگی میں گرفتار ہوگا اور جب تک اپنے ارادے سے توبہ نہ کرے گا اس وقت تک خدا کی ناراضگی میں مبتلا رہے گا۔ (امالی صدوق ص ۲۵۷)

خصال صدوق میں حضرت امیرالمومنینؑ کی جو چار سو نصیحتیں مرقوم ہیں ان میں ایک نصیحت یہ بھی ہے: مومن اپنے ایمانی بھائی کو دھوکا نہیں دیتا، اس سے خیانت نہیں کرتا، اسے ذلیل نہیں کرتا اور اس پر تہمت نہیں لگاتا اور اس سے یہ نہیں کہتا کہ میں تجھ سے بیزار ہوں۔ (ج ۲، ص ۱۶۱)

(۴) اصبغ بن نباتہ راوی ہیں کہ ایک دن امیرالمومنینؑ نے مسجد کوفہ کے منبر پر ارشاد فرمایا: لوگو! حیلہ و مکر قابل ملامت نہ ہوتے تو میں سب سے بڑا چالاک ہوتا لیکن یاد رکھو کہ حیلہ و خیانت فجور ہے اور فجور کفر ہے اور غدر، فجور اور خیانت کا مرتکب دوزخ میں جائے گا۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۲۹۰۔ کافی ج ۲، ص ۳۳۸)

مرحوم آیت اللہ خمینی اپنی کتاب تحریر الوسیلہ میں فرماتے ہیں: خرید و فروخت میں ملاوٹ کرنا حرام ہے مثلاً دودھ میں پانی ملانا، عمدہ گندم میں گھٹیا گندم ملانا، گھی میں چربی ملانا اور اصلی گھی میں بناسپتی گھی ملانا حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت حرام ہے۔ البتہ دکاندار گاہک کو بتا دے کہ اس میں فلاں چیز کی اتنی آمیزش موجود ہے۔ اس کے باوجود گاہک خرید کرنا چاہے تو پھر حلال ہے۔ اگر دکاندار گاہک کو ملاوٹ سے آگاہ نہ کرے تو گاہک کو سودا منسوخ کرنے کا حق حاصل ہے لیکن یہ معاملہ اصلاً باطل نہیں ہوگا۔ البتہ اگر ایک جنس کے نام پر دوسری جنس فروخت کی جائے تو یہ معاملہ اصلاً باطل ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی عام دھات کی ملمع کاری کرکے اسے سونا یا چاندی کہہ کر بیچے تو اس صورت میں معاملہ اصالتاً باطل ہے۔ (ج ۱، ص ۴۹۷)

ملاوٹ اور دھوکا دہی کے لیے عربی زبان میں غبن، خدعہ، خیانت، غل، غدر اور مکر کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ یہ تمام الفاظ ایک دوسرے کے قریب المعنی ہیں لیکن ان میں سے لفظ غبن زیادہ تر کم تولنے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اگر کوئی دکاندار روزمرہ کی قیمت سے زیادہ قیمت وصول کرے تو اس کو غبن فی المعاملہ کہا جاتا ہے اور اس صورت میں خریدار سودا منسوخ کرسکتا ہے۔

کافی جلد ۵ میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

Presented by www.ziaraat.com

غَبْنُ الْمُؤْمِنِ حَرَامٌ. مومن کو (معاملہ میں) دھوکا دینا حرام ہے۔
غَبْنُ الْمُسْتَرْسِلِ سُحْتٌ. دھوکے کے ساتھ گاہک سے لی جانے والی رقم حرام ہے۔
غَبْنُ الْمُسْتَرْسِلِ رِبًا. دھوکے کے ساتھ گاہک سے لی جانے والی رقم سود ہے۔
مؤلف عرض کرتا ہے کہ قرآن کریم میں ایک سورہ کا نام تغابن ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قیامت کا دن تغابن کا دن ہوگا اور اسے روز تغابن کہنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اس دن لوگوں کو ایک دوسرے سے خیانت کا بدلہ دیا جائے گا۔

لفظ خیانت تمام معانی و موارد میں یکساں استعمال ہوتا ہے البتہ لفظ امانت کے متضاد کے طور پر یہ لفظ زیادہ استعمال ہوتا ہے مثلاً امانت میں خیانت یا مجالس امانت ہیں اور ان کا راز فاش کرنا خیانت ہے جیسے الفاظ ہم اپنی روزمرہ گفتگو میں استعمال کرتے ہیں۔
لفظ غدر خیانت کی بدترین قسم کے لیے بولا جاتا ہے۔
غرر الحکم میں ہے کہ امام علی علیہ السلام نے فرمایا:
اَلْغَدْرُ اَقْبَحُ الْخِيَانَتَيْنِ. غدر بدترین خیانت ہے۔ (رقم ۱۶۹۰)
مِنْ اَفْحَشِ الْخِيَانَةِ الْوَدَائِعُ امانت میں خیانت بدترین خیانت ہے۔ (رقم ۹۳۱۰)
اِذَا ظَهَرَتِ الْخِيَانَاتُ اِرْتَفَعَتِ الْبَرَكَاتُ. جب خیانتیں بڑھ جاتی ہیں تو برکتیں اٹھ جاتی ہیں۔
امام صادقؑ کا ارشاد ہے: شَرُّ الرِّجَالِ التُّجَّارُ الْخَوَنَةُ لوگوں میں سے بدترین خیانت کار تاجر ہیں۔
ہر خیانت بری ہے لیکن علم میں خیانت زیادہ بری ہے اور اسرار و علوم کو نااہلوں اور دشمنوں تک پہنچانا یا واقعات و حالات کو توڑ مروڑ کے پیش کرنا اور علوم کو پڑھانے میں کنجوسی کرنا علمی خیانت ہے۔ حدیث رسولؐ ہے: تَنَاصَحُوا فِي الْعِلْمِ فَاِنَّ خِيَانَةَ اَحَدِكُمْ فِيْ عِلْمِهٖ اَشَدُّ مِنْ خِيَانَتِهٖ فِيْ مَالِهٖ. علم کے پہنچانے میں خیرخواہی سے کام لو کیونکہ علم میں خیانت مالی خیانت سے کہیں بدتر ہے۔ (بحار الانوار ج ۲، ص ۶۸)
غش کا لفظ خرید و فروخت کے معاملات میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے یہ مقصود ہے کہ انسان اپنے مال کو خلاف واقع کہہ کر بیچے یا اس کے عیب کو چھپائے۔ ہادیان دین کی زبانی اس طرز عمل کی شدید مذمت وارد ہوئی ہے۔ امام علیؑ نے فرمایا: اَلْغِشُّ شَرُّ الْمَكْرِ. ملاوٹ کرنا بدترین حیلہ ہے۔ (غرر الحکم)
امیر المومنینؑ کا فرمان ہے: اَلْغِشُّ مِنْ اَخْلَاقِ اللِّئَامِ. ملاوٹ پست اور ذلیل افراد کا حربہ ہے۔
رسول اکرمؐ کا فرمان ہے: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ اگر کسی چیز میں عیب ہو تو مسلمان کو بتائے بغیر وہ چیز فروخت نہ کرے۔ (کنز العمال، حدیث ۹۵۰۲)
ایک شخص غلہ بیچ رہا تھا۔ آنحضرتؐ اس کے پاس سے گزرے تو فرمایا: کیا اس غلے کے اوپر اور نیچے کا حصہ یکساں ہے؟ جو مسلمانوں کو دھوکا دے وہ ان میں سے نہیں ہے۔ (کنز العمال، حدیث ۹۵۱۲)

Presented by www.ziaraat.com

۶۰۔ ناواقف شخص کو دھوکا دینا

لوگوں کو دھوکا دینا انتہائی قابل مذمت ہے اور خاص کر کسی ناواقف شخص کو دھوکا دینا اور بھی زیادہ بری بات ہے۔ایک ایسا شخص جسے مال کے اچھے یا برے ہونے کا کوئی علم نہ ہو، وہ دکاندار کے ایمان پر سودا خریدنے آیا ہو اور دکاندار اس سے دھوکا کرے تو یہ نہایت بری بات ہے۔

معصومینؑ نے اپنے ارشادات عالیہ میں لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے مثلاً امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ناواقف افراد جو دکاندار پر بھروسا کر کے معاملہ دکاندار کے سپرد کر دیں ان سے دھوکا کرنا حرام ہے اور دھوکا دہی سے جو اضافی رقم لی گئی ہو وہ نجس ہے۔ مومن کو دھوکا دینا حرام ہے اور ناواقف افراد کو دھوکا دے کر اضافی رقم وصول کرنا سود کی طرح سے حرام ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲، ص۲۷۲۔ کافی ج ۵، ص۱۵۳)

بعض روایات میں ہے کہ اگر کوئی دکاندار کسی سے کہے کہ میری دکان پر آؤ میں تم سے بھلائی کروں گا تو اس صورت میں دکاندار کے لیے گاہک سے منافع کمانا حرام ہے۔

۶۱۔ خوشامد اور چاپلوسی

خوشامد ایک روحانی بیماری ہے۔ خوشامد کرنے والا شخص ظاہری طور پر کسی سے محبت جتاتا ہے جبکہ قلبی طور پر وہ اس سے محبت نہیں رکھتا۔ خوشامد دراصل منافقت اور دوغلہ پن ہے۔

رسول پاکؐ کی حدیث ہے: اُحْثُوا فِي وُجُوهِ الْمَدَّاحِينَ التُّرَابَ. تعریف کرنے والوں کے منہ میں خاک ڈالو۔ (مکارم الاخلاق ص ۴۲۸) اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حوصلہ شکنی کرو۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: جو کسی ظالم سلطان کی تعریف کرے، اس کے سامنے اظہار خضوع کرے اور دنیاوی فائدے کے لیے اس کے گرد چکر لگائے وہ جہنم میں اس ظالم سلطان کا ہم نشیں ہوگا۔ (ایضاً)

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: استحقاق سے زیادہ تعریف کرنا خوشامد ہے اور استحقاق سے کم تعریف کرنا یا تو عاجزی ہے یا حسد ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بہت سے انسان خوشامد سننے کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا کہ خوشامد سے پرہیز کرو کیونکہ یہ ایمانی صفت نہیں ہے۔

(مستدرک السفینۃ البحار ج ۹، ص۳۴۳)

امام علیؑ نے اپنے صحابی ہمام سے فرمایا تھا کہ جب کسی مومن کو سراہا جاتا ہے تو وہ اپنے حق میں کہی ہوئی باتوں سے لرز اٹھتا ہے اور کہتا ہے: خدایا! میں دوسروں سے زیادہ اپنے آپ کو جانتا ہوں اور میرا پروردگار مجھ سے بھی زیادہ مجھ کو جانتا ہے۔ خدایا! ان کی باتوں پر میری گرفت نہ کرنا اور میرے متعلق جو یہ حسن ظن رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر قرار دینا اور میرے ان گناہوں کو بخش دینا جو ان کے علم میں نہیں ہیں۔ (نہج البلاغہ، ۱۹۱)

امام علیؑ فرماتے ہیں کہ مومن حسد اور خوشامد نہیں کرتا مگر طلب علم کے لیے۔ (مستدرک الوسائل ج ۸)

Presented by www.ziaraat.com

۶۲۔ حسد

حسد ایک روحانی بیماری ہے۔ قرآن کریم اور ارشادات معصومین میں اس کی شدید مذمت آئی ہے۔ سورۂ فلق میں خدا نے چار قسم کی برائیوں سے بچنے کے لیے اپنی پناہ میں آنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ○ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ○

(۱) ہر مخلوق کی برائی سے (۲) شب تیرہ و تاریک کی برائی سے
(۳) گنڈوں پر پھونکنے والیوں کی برائی سے اور (۴) حسد کرنے والوں کی برائی سے

جب تک انسان اپنے آپ کو خدا کی پناہ میں نہ دیدے اس وقت تک ان شروں سے بچنا ناممکن ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کبھی مومن غصے میں ایک ایسی بات کہہ دیتا ہے جس سے وہ کافر ہوجاتا ہے اور حسد ایمان کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو کھاجاتی ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۰۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حسد اور گھمنڈ دین کے لیے آفت ہیں۔ نیز یہ کہ مومن رشک کرتا ہے حسد نہیں کرتا جبکہ منافق حسد کرتا ہے رشک نہیں کرتا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۰۷)

مرحوم محقق نے شرائع میں گواہ کی عدالت کے ضمن میں لکھا ہے کہ حسد معصیت ہے۔ اسی طرح مومن کا بغض بھی معصیت ہے اور اس کا اظہار عدالت کے منافی ہے۔ صاحب جواہر الکلام علامہ شیخ محمد حسن نجفی نے اس کی شرح میں یوں لکھا ہے: احادیث میں مومن کی محبت کو واجب قرار دیا گیا ہے اور اس کی دشمنی سے منع کیا گیا ہے۔ اور اس مضمون کی روایات بہت زیادہ ہیں۔

صاحب کشف اللثـام اور دیگر فقہاء کا قول ہے کہ ''مومن سے حسد اور دشمنی کا اظہار عدالت کے منافی ہے۔'' اس جملے کی محقق کو ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ حسد اور عداوت کا تعلق افعال قلب سے ہے لہٰذا جب تک ان کا اظہار نہ ہو اس وقت تک عدالت باقی رہتی ہے اور جب ان کا اظہار ہو تو پھر عدالت ساقط ہوجاتی ہے اور اگر یہ صفات دل میں موجود ہوں لیکن عملی طور پر ان کا اظہار نہ ہو تو اس کے متعلق شہید ثانی نے مسالک میں فرمایا ہے: دشمنی اور حسد کا اگرچہ عمل سے اظہار نہ بھی ہو پھر بھی یہ حرام ہیں۔

شیخ طوسی اپنی کتاب مبســوط میں لکھتے ہیں کہ اگر گواہ گالیاں دے یا فحش بات منہ سے نکالے تو وہ فاسق قرار پائے گا اور مومن کی دشمنی کی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اگر وہ کسی کو گالیاں نہ دے اور فحش نہ بکے تو وہ فاسق نہیں ہوگا بلکہ اس کی گواہی قابل قبول ہوگی۔

شہید ثانی کی مسالک میں ہے کہ مومن کی مصیبت پر خوش ہونا اور مسرت پر ناخوش ہونا گناہ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

۶۳۔ غرور اور تکبر

غرور اور اکڑفوں ایک ناپسندیدہ عادت ہے۔ خدا کو تکبر سخت ناپسند ہے۔ ابلیس اسی تکبر کی وجہ سے راندہ بارگاہِ الٰہی قرار پایا تھا۔ سورۂ ص آیت ۷۳۔۷۴ میں حضرت آدمؑ اور ابلیس کے قصے میں خدا نے فرمایا ہے:
فَسَجَدَ الْمَلاۤئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّا اِبْلِيْسَ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ○ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس اکڑ بیٹھا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نفس اور شیاطین کے وسوسوں اور حاسدین کے حسد سے اپنی پناہ میں رکھے۔ جب تک خدا کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو اس وقت تک کوئی بھی خسارے اور شیاطین کے شر سے نہیں بچ سکتا اور پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو خداوند تبارک و تعالیٰ کی پناہ میں دیں۔ ہم خدا تعالیٰ سے نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کا واسطہ دے کر التجا کرتے ہیں کہ جس طرح اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں پیدا کیا اور اپنی نعمتوں سے بہرہ مند فرمایا ہے اسی طرح اپنے فضل و کرم سے بھی نوازے اور ہمارا انجام بخیر فرمائے۔

یاد رکھیے کہ اچھی عادتیں ترقی کا زینہ ہیں اور بری عادتیں بدبختی کا پیش خیمہ ہیں۔ نعمت یا قسمت کا دارومدار عادتوں پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں تکبر اور حرص کی بہت مذمت کی گئی ہے۔

انسان کو دنیا کی چند نعمتیں پا کر مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ امیر سخن امام علیؑ نے کیا کمال کی بات کہی ہے:
اَلْاِفْتِخَارُ مِنْ صِغَرِ الْاِقْتِدَارِ. دوسروں پر فخر و مباہات کرنا انسان کے ناچیز اور ناتواں ہونے کی دلیل ہے۔
(غرر الحکم، رقم ۲۲۰۱)

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: ضَعْ فَخْرَكَ وَاحْطُطْ كِبْرَكَ وَاذْكُرْ قَبْرَكَ. فخر و مباہات چھوڑ دو، تکبر سے دوری اختیار کرو اور اپنی قبر کو یاد کرو۔ (نہج البلاغہ، حکمت ۳۹۷)

مَنْ صَنَعَ شَيْئًا لِلْمُفَاخَرَةِ حَشَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَسْوَدَ. جو شخص دوسروں پر برتری جتانے کے لیے کوئی کام کرے گا تو قیامت کے دن خدا اسے سیاہ صورت میں اٹھائے گا۔ (بحار الانوار ج ۷۳، ص ۲۹۲)

فتح مکہ کے دن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

لوگو! اللہ نے اسلام کے ذریعے زمانۂ جاہلیت کی نخوتوں کا خاتمہ کر دیا ہے اور آباء و اجداد اور قبائل پر فخر کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ تم سب اولادِ آدمؑ ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔ خدا کے ہاں تم میں سے عزت والا وہی ہے جو پرہیزگار اور خدا کا فرمانبردار ہے۔ (کتاب الزہد، ص ۵۶)

غرور کا علاج

غرور کی روحانی بیماری کا بہترین علاج انکساری اور خاکساری ہے جو تمام نیک عادات کا منبع ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ منکسر اور خاکسار لوگ تمام لوگوں کی نسبت مجھ سے زیادہ قریب ہیں اور مغرور افراد میری رحمت سے بہت دور ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ انکساری کے کئی درجے ہیں:

(۱) انسان اپنی حیثیت کو پہچانے اور اپنی خوشی سے اپنے آپ کو اسی دائرے میں رکھے۔

(۲) دوسروں کے لیے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرے۔

(۳) دوسروں کی برائی کو اپنی بھلائی سے دور کرے۔

(۴) غصے پر قابو رکھے۔

(۵) دوسروں کا قصور معاف کرے کیونکہ اللہ نیکی کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۱۲۴)

حضرت رسول اکرمؐ کا فرمان ہے: خدا نے میری طرف وحی فرمائی کہ لوگوں سے کہہ دو کہ وہ انکساری اختیار کریں، کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے۔ (الترغیب ج ۲، ص ۵۵۸)

امیرالمومنینؑ کا ارشاد ہے: مَا لِابْنِ آدَمَ وَالْفَخْرِ: اَوَّلُهُ نُطْفَةٌ، وَآخِرُهُ جِيفَةٌ، وَلَا يَرْزُقُ نَفْسَهُ، وَلَا يَدْفَعُ حَتْفَهُ. فرزند آدم اور تکبر کا آپس میں کیا جوڑ ہے؟ اس کا آغاز نجس نطفے سے ہے اس کا انجام مردار کی صورت میں ہے۔ وہ اپنے آپ کو رزق نہیں دے سکتا اور اپنی موت کو ہٹا نہیں سکتا۔ (نہج البلاغہ، حکمت ۴۵۴)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: مجھے متکبر انسان پر تعجب ہوتا ہے کیونکہ اس کی تخلیق نجس نطفے سے ہوئی ہے۔ پھر مر کر وہ مردار بن جاتا ہے اور زندگی کے مرحلے میں وہ نجاست اٹھا کر پھرتا ہے۔ اسے معلوم نہیں ہے کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے۔

۶۴۔ ناحق غصہ کرنا

شیخ صدوق فقہ الرضا میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے امام علی رضاؑ سے عرض کیا کہ آپ مجھے ایسی مختصر ترین نصیحت کریں جس سے مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہو۔ امام نے فرمایا: لَا تَغْضَبْ. غصہ نہ کرو۔

اسحاق بن عمار بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تورات میں یہ لکھا ہے: فرزند آدم! جب تجھے غصہ آئے تو مجھے یاد کر لینا۔ جب میں غضبناک ہوں گا تو تجھے اپنی رحمت سے یاد کروں گا اور تجھے ہلاکت سے بچا لوں گا اور جب کوئی تجھ پر ظلم کرے تو اپنا بدلہ خود لینے کی بجائے میرے سپرد کر دے۔ میں خود تیرا دفاع کروں گا اور میرا دفاع تیرے دفاع سے بہتر ہوگا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۳۷۹، باب ۵)

ایک بدو رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میرا گھر یہاں سے بہت دور ہے۔ میں روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکتا۔ آپ مجھے جامع قسم کی نصیحت فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ غصہ نہ کرنا۔ بدو نے تین بار یہی سوال کیا اور آنحضرتؐ نے ہر بار

Presented by www.ziaraat.com

یہی جواب دیا۔ اس کے بعد بدو نے کہا کہ اب میں رسول خداؐ سے اور کچھ نہیں پوچھوں گا۔ آپ نے مجھے جو حکم دیا ہے اسی میں ساری بھلائی ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۰۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء سے آنحضرتؐ کا یہ قول نقل کیا ہے: اَلْغَضَبُ یُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الْخِلُّ الْعَسَلَ. غضب ایمان کو ایسے ہی تباہ کرتا ہے جیسا کہ سرکہ شہد کو فاسد کرتا ہے۔
(وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۲۸۷)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ مومن کو شایاں نہیں کہ وہ اپنی ذات کے لیے کسی پر غصہ کرے کیونکہ اسے غصہ آتا ہے تو دشمنان خدا پر آتا ہے اور اگر وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو خدا کے محبوب کو ہی اپنی محبت کا مرکز بناتا ہے۔

۶۵۔ کینہ پروری اور بدخواہی

اسلام مسلمانوں سے کہتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم   رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!

اہل ایمان کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے حق میں دعائے خیر کرتے رہا کریں۔ قرآن مجید میں ہے کہ اہل ایمان کہتے ہیں وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ مومنوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔
(سورۂ حشر: آیت ۱۰)

سورۂ حمد پر نگاہ ڈالیے۔ آپ دیکھیں گے کہ ایک مسلمان جب سورۂ حمد پڑھتا ہے تو وہ صرف اپنی ذات کے لیے دعا نہیں مانگتا بلکہ تمام برادران ایمانی کے لیے دعا مانگ کر یہ کہتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہم سب کو صراط مستقیم کی ہدایت فرما۔ اور نماز کے آخر میں تمام نیک بندوں کے لیے سلامتی طلب کرکے کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ہم پر اور خدا کے تمام نیک بندوں پر سلامتی ہو۔

اسی طرح نماز جماعت میں شریک مسلمان ایک دوسرے کو سلامتی کی دعائیں دے کر یہ کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

کینہ پروری سے پاکیزگی

مسلمان کا سینہ اہل اسلام کے لیے محبت کا مرکز ہے لہٰذا اس سینے میں کینہ رکھ کر اسے آلودہ نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد خیف میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: تین چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے دلوں سے کینہ دور ہوتا ہے: (۱) اللہ کے لیے اخلاص عمل (۲) مسلمان رہنماؤں کے لیے خیرخواہی (۳) مسلمانوں کی جماعت سے وابستگی۔ (کافی ج ۱، ص ۴۰۳)

Presented by www.ziaraat.com

کافی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن، مومن کا بھائی ہے۔ ایک مومن دوسرے کے لیے بمنزلہ آنکھ اور رہنما کے ہے۔ وہ نہ اس سے خیانت کرتا ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دھوکا دیتا ہے اور نہ اس سے وعدہ خلافی کرتا ہے۔ نیز یہ کہ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے فریب دیتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، نہ اس کی غیبت کرتا ہے، نہ اس سے خیانت کرتا ہے اور نہ اسے محروم رکھتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریلؑ نے ہر بار مجھے نصیحت کی کہ اے محمد (ص)! دل میں لوگوں کے بارے میں کینہ اور دشمنی نہ رکھو۔ (کافی ج ۲، ص ۳۰۱)

۶۶۔ اہل ایمان سے دشمنی رکھنا

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مومن ایک دوسرے سے محبت رکھیں اور آپس کی دشمنی سے دور رہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں (لڑائی کی صورت میں) اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم ہوسکے۔ (سورۂ حجرات: آیت ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب کو حرام قرار دیا جو لوگوں میں دشمنی کا سبب بنتے ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے:
اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش دلوا دے اور تمھیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم رک جاؤ گے؟ (سورۂ مائدہ: ۹۱)

ہر وہ قوم جس کے افراد میں ایک دوسرے کے لیے عداوت کے جذبات پرورش پا رہے ہوں وہ قوم مغضوب و مقہور ہوتی ہے۔ قرآن کہتا ہے: وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ اور ہم نے ان کے باہم عداوت اور بغض قیامت تک کے لیے ڈال دیا ہے۔ یہ جب جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں تو خدا اس کو بجھا دیتا ہے اور یہ ملک میں فساد کے لیے ڈورتے پھرتے ہیں۔ اور خدا فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۶۴)

مذکورہ آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کو محبت و اخوت پسند ہے اور عداوت ناپسند ہے۔

اس مفہوم کی وضاحت کے لیے ارشادات معصومینؑ ملاحظہ فرمائیں کیونکہ معصومینؑ قرآن کے حقیقی مفسر ہیں

حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: آگاہ رہو کہ دشمنی اور کینہ تمہارے دین کو تباہ کرنے والی چیز ہیں۔

اس مقام پر یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ دشمنان دین سے دشمنی رکھنی چاہیے اور دینداروں سے دوستی رکھنی چاہیے جیسا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے: ہماری مودت کے دعویداروں میں کچھ ایسے بھی ہیں

Presented by www.ziaraat.com

جن کا فتنہ ہمارے شیعوں کے لیے دجال کے فتنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

راوی نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جو ہمارے دشمنوں سے دوستی اور دوستوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ ان کی اس روش سے حق اور باطل مخلوط ہو جاتا ہے اور معاملات مشتبہ ہو جاتے ہیں اور مومن اور منافق کی پہچان باقی نہیں رہتی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۴۱)

بندگان خدا سے دوستی اور دشمنی کا مسئلہ اتنا حساس اور مؤثر ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے کچھ شیعوں سے فرمایا تھا: ایک شخص تم سے محبت کرتا ہے لیکن وہ تمہارے اصول و عقائد نہیں جانتا تو تم سے محبت رکھنے کی وجہ سے اللہ اسے جنت میں داخل کر دے گا اور ایک شخص تم سے دشمنی رکھتا ہے اور اسے تمہارے عقائد کا علم نہیں ہے تو تم سے دشمنی کی وجہ سے اللہ اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۳۹)

ابو نجران بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جس نے ہمارے شیعوں سے عداوت رکھی اس نے ہم سے عداوت رکھی اور جس نے ان سے محبت رکھی اس نے ہم سے محبت رکھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمارا ہی ایک حصہ ہیں۔ انھیں ہماری طینت سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو ان سے محبت رکھے وہ ہم میں سے ہے اور جو ان سے بغض رکھے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ جو ان کی سچی بات کو ٹھکرائے تو اس نے خدا کے فرمان کو ٹھکرایا ہے اور جو ان پر تہمت لگاتا ہے وہ دراصل خدا پر تہمت لگاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے شیعہ خدا کے حقیقی بندے ہیں اور خدا کے سچے دوست ہیں۔ ہمارے ہر شیعہ کو قبیلہ ربیعۃ و مضرؔ کے افراد کے برابر حق شفاعت دیا جائے گا اور خدا ان کی شفاعت کو قبول کرے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۴۱)

(دعا ہے کہ خدا ہمیں لفظی شیعہ بننے کی بجائے امام علیہ السلام کا معنوی شیعہ بنائے)۔

۶۷۔ مومن پر تہمت لگانا

اسلام مسلمانوں کو مسلمان بھائیوں کے متعلق بدگمانی سے پرہیز کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور سکھاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خفیہ معاملات کی ٹوہ میں نہ رہیں اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں اور ایک دوسرے کے عیب لوگوں کے سامنے بیان نہ کریں۔ غیبت مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔ مومنین کے افعال کی اچھی توجیہ کرنی چاہیے۔ مومن پر تہمت لگانا بدترین جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے: وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ○ جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام کی تہمت سے جو انھوں نے نہ کیا ہو اذیت پہنچاتے ہیں تو وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ (سورۂ احزاب: آیت ۵۸)

ابن مامون حارثی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک مومن کا دوسرے مومن پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حق مومن کے سلسلے میں چند چیزیں واجب ہیں:

(۱) مومن سے دل کی گہرائیوں سے محبت رکھے۔
(۲) مومن اگر محتاج ہوتو اس کی مالی مدد کرے۔
(۳) مومن اگر سفر پر گیا ہوتو اس کے گھربار کا خیال رکھے۔
(۴) مومن پر کوئی ظلم کرے تو اس کی مدد کو پہنچے۔
(۵) مومن اگر غنائم کی تقسیم کے وقت موجود نہ ہوتو اس کا حصہ لے کر محفوظ رکھے۔
(۶) مومن کی وفات کے بعد اس کی قبر کی زیارت کو جائے۔
(۷) مومن پر ظلم نہ کرے اور اس سے خیانت نہ کرے۔
(۸) مومن کو تنگ دستی اور بیچارگی میں تنہا نہ چھوڑے۔
(۹) مومن کی بات کی تکذیب نہ کرے اور اس سے جھوٹ نہ بولے۔
(۱۰) مومن کو اُف تک نہ کہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مومن دوسرے مومن کو اُف کہتا ہے تو ان کا باہمی رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر ان میں سے ایک دوسرے سے یہ کہے کہ تو میرا دشمن ہے تو ان دو میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے اور اگر کوئی مومن دوسرے مومن پر ناحق تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے کا ایمان یوں زائل ہو جاتا ہے جیسے نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۱۷۱)

ابی یعفور راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر ایسے کام کی تہمت لگائے جو اس نے نہ کیا ہو تو وہ اس تہمت کی سزا کے لیے دوزخ کی وادی طینت خبال میں رہے گا۔ میں نے عرض کیا کہ طینت خبال کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ایک وادی ہے جہاں زنا کاروں کی شرمگاہ سے نکلنے والی پیپ جمع ہوگی۔ (کافی ج ۲، ص ۳۵۷)

مفضل بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: جو کوئی اپنے مومن بھائی کے لیے ایسی روایت بیان کرے جس سے اس کا مقصد اسے لوگوں کی نظروں میں گرانا ہوتو اللہ تعالیٰ اسے اپنی ولایت سے نکال کر شیطان کی ولایت میں داخل کر دیتا ہے لیکن شیطان بھی اسے قبول نہیں کرتا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۵۸)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی چوری ہوئی ہو اور وہ اس کا الزام بیگناہ افراد پر لگائے تو اس کا گناہ چور کے گناہ سے بھی بڑا ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۷، ص ۱۳۹)

۶۸۔ مومن کو گالی دینا

مومن کی توہین کرنا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ گالیوں کی صورت میں ہو یا لعنت اور تہمت یا کسی اور صورت میں ہو۔ روایات میں ہے کہ مومن کی توہین کرنے والا خدا، رسولؐ اور ائمہ معصومینؑ کی توہین کرنے والے

Presented by www.ziaraat.com

کے مساوی ہے جبکہ مومن کا احترام کرنے والا خدا، رسولؐ اور ائمہ معصومینؑ کا احترام کرنے والے کے برابر ہے۔

اسلام میں گالی دینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام تو کافروں کو بھی گالی دینے کا روادار نہیں ہے حکم باری ہے: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ... مشرکین کے خودساختہ معبودوں کو گالیاں نہ دو مبادا وہ نادانستگی میں تمہارے خدا کو گالی دیں۔ (سورۂ انعام: آیت ۱۰۹)

جنگ صفین کے دوران معاویہ بن ابی سفیان اور اس کے ساتھیوں نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ پر سب وشتم کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ آپ کے پیروکاروں کو اس بات کا شدید دکھ ہوا تو انھوں نے جواب میں معاویہ اور اس کے خاندان پر سب وشتم شروع کر دیا۔ جب امیرالمومنینؑ کو اس حرکت کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم بھی ویسے ہی بن جاؤ۔ اس کی بجائے تمھیں محکم دلائل سے انھیں لاجواب کرنا چاہیے۔ خبردار! گالیاں دینے والے مت بنو (معاویہ اور اس کے پیروکار بھی گالیاں دیں اور علیؑ کے ماننے والے بھی گالیاں دیں تو پھر معاویہ کی اور علیؑ کی تربیت میں کیا فرق ہوگا؟)۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے:

سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهٗ كُفْرٌ وَ اَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ مومن کو گالیاں دینا گناہ ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔ اور غیبت کے ذریعے اس کا گوشت کھانا خدا کی نافرمانی ہے۔ (بحار ج ۷۵، ص ۱۴۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

مومن کو گالیاں دینا ہلاکت و بدبختی کا پیش خیمہ ہے۔ (ایضاً)

خبردار! لوگوں کو گالیاں نہ دو اس سے دشمنی جنم لیتی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۹۸)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

جس نے گالی کی ابتدا کی ہے وہ بڑا ظالم ہے۔ اس کی گالیوں اور جواب میں ملنے والی گالیوں کا گناہ اس کے ذمے ہے جب تک کہ وہ مظلوم سے معافی نہ مانگ لے۔ (ایضاً)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خبردار! کسی کو گالیاں مت دو۔ اگر کوئی تمھیں ناحق گالیاں دے تو تم اسے اس کے اس عیب کی گالی بھی نہ دو جسے تم جانتے ہو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو خدا کی طرف سے تمھیں اجر ملے گا اور گالی دینے والے پر گالیوں کا بوجھ ہوگا۔ (ایضاً)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں سے وہی بات کرو جسے تم اپنے لیے سننا پسند کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو لعنت کرنے والے اور مومنین پر تہمت لگانے والے سخت ناپسند ہیں۔ (ایضاً)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی دو آدمی ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں تو وہ بلندی سے پستی میں گر جاتے ہیں۔ (ایضاً)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

۶۹۔ مومن پر لعنت کرنا

خدا، رسولؐ اور ہادیان دین کے دشمنوں پر لعنت کرنا اور بیزاری کا اظہار کرنا ان ذوات مقدسہ پر ایمان کی شرط ہے۔ قرآن مجید میں ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ○ جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں ان پر خدا دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۂ احزاب : آیت ۵۷)

امام علی رضا علیہ السلام کہا کرتے تھے: خدایا! آل محمدؐ کے دشمنوں اور آل محمدؐ کے قاتلوں پر لعنت فرما اور ان کے لیے دردناک عذاب مہیا فرما۔ (مستدرک الوسائل ج ۵، ص ۱۳۹)

آپ آل محمدؐ کے قاتلوں پر یوں لعنت کرتے تھے: خدایا! امیرالمومنینؑ، حسنؑ اور حسینؑ اور پیغمبرؐ کے اہلبیت کے جملہ قاتلوں پر لعنت فرما اور انھیں ان کے پیروکاروں سمیت دوزخ میں داخل فرما۔ (ایضاً ص ۱۴۰)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمنان دین پر لعنت بھیجنے کا ثواب درود شریف کے ثواب سے بھی زیادہ ہے۔ زیارت عاشور میں بھی آل محمدؐ کے دشمنوں پر تفصیل سے لعنت کی گئی ہے۔

لعنت کے لیے ابتدائی شرط یہی ہے کہ لعنت اس پر کی جائے جو لعنت کا حقدار ہو اور جو لعنت کا حقدار نہ ہو اس پر لعنت بھیجنے سے لعنت، لعنت کرنے والے کے چہرے پر آکر پلٹ جاتی ہے۔

ابو حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے اور لعنت اس کے منہ سے نکلتی ہے تو اگر فریق ثانی لعنت کے لائق ہوتا ہے تو اس پر برس جاتی ہے ورنہ خدا سے کہتی ہے کہ جس شخص کی طرف مجھے بھیجا گیا ہے وہ میرے لائق ہی نہیں۔ اب میں کدھر جاؤں؟ خدا فرماتا ہے کہ جس نے تجھے بھیجا ہے اب تو اسی کے چہرے پر جا کر چمٹ جا۔

دشمنان آل محمدؐ پر لعنت کی خاص تاکید وارد ہے۔ اس سلسلے کی چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

علی بن عاصم آنکھ سے نابینا اور آل محمدؐ کے محب تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے امام حسن عسکریؑ سے کہا: مولا! میں اپنے ہاتھ سے آپ کی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔ میں صرف آپ حضرات سے محبت رکھ سکتا ہوں اور آپ کے دشمنوں سے اظہار برأت کرسکتا ہوں اور تنہائی میں بیٹھ کر آپ کے دشمنوں پر لعنت کرسکتا ہوں۔ کیا اس سے آپ کا حق مودت ادا ہو جائے گا؟ امام نے فرمایا: میرے والد نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے بیان کیا کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: جو ہم اہلبیتؑ کی مدد نہ کرسکے اور خلوت میں ہمارے دشمنوں پر لعنت کرے تو اللہ اس کی آواز کو ملائکہ تک پہنچا دیتا ہے۔ جب بھی ہمارا ماننے والا ہمارے دشمنوں پر لعنت کرتا ہے تو ملائکہ اس کی ہمراہی کرتے ہیں اور جن پر اس نے لعنت نہیں کی ہوتی ان پر بھی لعنت کرتے ہیں۔ جب ملائکہ ہمارے شیعوں کی لعنت کی آواز سنتے ہیں تو وہ ان کے لیے استغفار کرتے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ خدایا! اپنے اس بندے کی روح پر رحمت نازل فرما۔ اس نے تیرے اولیاء کی مدد کی ہے۔ اگر یہ بیچارہ اس سے زیادہ مدد

Presented by www.ziaraat.com

کرنے پر قادر ہوتا تو وہ اس سے بھی دریغ نہ کرتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے کہ اے میرے ملائکہ! میں نے اپنے اس بندے کے متعلق تمہاری دعا قبول کرلی ہے اور تمہاری آواز سن لی ہے میں نے اس کی روح پر رحمت نازل کی ہے اور میں نے اسے نیک اور منتخب افراد کا ساتھی بنایا ہے۔ (بحار الانوار ج ۵، ص ۳۱۶)

امیرالمومنین علیہ السلام کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا تھا:

علیؑ! بنی امیہ عنقریب تم پر لعنت بھیجیں گے۔ خدا کا فرشتہ ہر لعنت کے عوض ان پر ہزار لعنتیں کرے گا اور جب ہمارے قائم (عج) کا ظہور ہوگا تو وہ چالیس برس تک ان پر لعنت کریں گے۔ (خصال ص ۵۷۹)

کافی میں حسین بن ثویر اور ابوسلمہ سراج سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہر فرض نماز کے بعد آٹھ دشمنان دین کا نام لے کر لعنت کیا کرتے تھے۔ (کافی ج ۳، ص ۳۴۲)

۷۰۔ لوگوں پر ظلم وستم کرنا

اسلام کسی بھی شخص کو ظلم وستم کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اسلام صرف مسلمانوں کا تحفظ ہی نہیں کرتا وہ تمام انسانوں پر ظلم کرنے کو حرام قرار دیتا ہے۔ اسلام مومن بھائی کی خیرخواہی کا حکم دیتا ہے۔ اسلام کی بنیادی شرائط میں مسلمانوں کی خیرخواہی اور امور مسلمین کا اہتمام اور ان کی ضروریات کی تکمیل شامل ہے۔ ظلم کسی بھی معاشرے کے لیے تباہی کا پیغام ہے۔ ظلم سے انسانی حقوق ضائع ہوتے ہیں ظلم ایک اندھیرنگری ہے اور ویسے بھی لفظ ظلم (ظلمت) سے نکلا ہے جس کے معنی اندھیرے کے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ روایات میں آیا ہے کہ ظلم قیامت کی تاریکی کا سبب ہوگا۔ ظلم کے بہت سے مراتب اور مدارج ہیں۔ بدترین ظلم خدا کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ قرآن کریم میں اسے ظلم عظیم قرار دیا گیا ہے۔ لفظ ظلم ایک وسیع المعنی اور جامع لفظ ہے قرآن کریم اور ہادیان دین کے ارشادات میں یہ لفظ بہت زیادہ استعمال ہوا ہے۔ ہم یہاں صرف ان موارد پر بحث کریں گے جن کا تعلق تربیتی پہلو سے ہے۔

بحار الانوار کی جلد ۷۲ میں ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

جو اپنے مومن بھائی کی کسی حاجت کے لیے اس کے ساتھ چلے لیکن دلی طور پر اس کی خیرخواہی نہ کرے تو وہ خدا اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنے والے کی مانند ہے۔

جس کو امور مسلمین کی پروا نہ ہو وہ ان میں سے نہیں ہے۔

جس کے دل میں مومن کے لیے برائی چھپی ہو تو اللہ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔

جو کسی مومن کو دھوکا دے یا اسے ضرر پہنچائے یا اس سے دغا کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

ظلم اور ظالموں کا انجام

(۱) سورۂ یونس آیت ۱۳ میں ہے: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا... تم سے پہلے ہم کئی امتوں کو جب انھوں ظلم کیا ہلاک کر چکے ہیں۔

(۲) سورۂ یونس آیت ۳۹ میں ہے فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ○ دیکھیں ظالموں کا انجام کیا ہوا؟

(۳) سورۂ یونس آیت ۵۴ میں ہے: وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ، لَافْتَدَتْ بِهٖ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ اگر ستم گر روئے زمین کا مالک ہو اور نجات کے لیے ساری جائیداد فدیہ میں دینا چاہے تو بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ظالم جب عذاب الٰہی کا مشاہدہ کریں گے تو سخت پشیمان ہوں گے۔ ان کے درمیان حق و عدالت کا فیصلہ کر دیا جائے گا کسی پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔

(۴) سورہ شوریٰ آیت ۴۱-۴۲ میں ہے: وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور جس پر ظلم ہوا وہ اس ظلم کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم اور زمین پر ناحق زیادتیاں کرتے ہیں انہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(۵) سورۂ نساء آیت ۱۴۸ میں ہے: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ○ اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے سوائے اس کے کہ جو مظلوم ہو اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(۶) سورۂ فجر آیت ۱۴ میں ہے: اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ بیشک تمہارا رب (ظالموں کی) گھات میں ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام راوی ہیں کہ جب میرے والد ماجد کی وفات کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ فرزند! میں تجھے وہی وصیت کرتا ہوں جو میرے والد نے وقت آخر مجھے کی تھی اور انھوں نے یہ کہا تھا کہ یہ وصیت ان کے والد نے بھی انھیں وقت آخر میں کی تھی۔ چنانچہ میرے والد نے فرمایا: بیٹا! اس پر کبھی ظلم نہ کرنا جس کا مددگار خدا کے علاوہ کوئی نہ ہو۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۰۸۔ امالی ص ۱۱۰)

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مِرْصَادِ صراط کی آخری چوکی ہے۔ جس پر کسی کا حق ہوگا وہ اسے عبور نہیں کر سکے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۱)

کافی میں ہے کہ نخعی قبیلے کے ایک سردار نے کہا کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں دور حجاج سے لے کر آج تک حکومت کی طرف سے والی حاکم رہا ہوں۔ کیا میرے لیے بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے؟ امام اس کا یہ سوال سن کر خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تک تمام حقداروں کو ان کے حقوق واپس نہ کرو اس وقت تک تمہاری توبہ قبول نہیں ہوگی۔

Presented by www.ziaraat.com

امیرالمومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو وحی فرمائی کہ بنی اسرائیل کے سرداروں سے کہو کہ وہ میرے گھروں (مساجد) میں آئیں تو پاکیزہ دل، خاشع نگاہوں، پاکیزہ ہاتھوں کے ساتھ آئیں اور ان سے یہ بھی کہہ دو کہ جس کی گردن پر کسی بندے کا حق ہو تو میں اس کی دعا قبول نہیں کروں گا۔
(بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۱۱۔ خصال ج ۱، ص ۱۶۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا ظلم جسے خدا معاف کرے گا خدا اور بندے کے درمیان ہے۔ یعنی انسان حقوق اللہ میں سے کسی حق کو ادا نہ کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے تو اس ظلم کو اللہ معاف کردے گا۔ ایسا ظلم جسے خدا کبھی معاف نہیں کرے گا شرک ہے اور ایسا ظلم جسے کرنے والے کو خدا کبھی نہیں چھوڑے گا اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ جب کوئی انسان دوسرے انسان کا حق مارتا ہے تو جب تک حقدار اسے معاف نہ کرے تب تک اللہ بھی معاف نہیں کرے گا۔ (خصال ج ۱، ص ۱۶۴)

امالی میں ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا: ظالم مظلوم کی اتنی دنیا نہیں لیتا جتنا مظلوم اس کا دین لے لیتا ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس حدیث کا یہ مفہوم ہو کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو مظلوم کو ظالم کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور وہ آخرت کے دن مفلس اور قلاش ہو جائے گا۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ظلم کرنے والا، ظلم کرنے میں ظالم کی مدد کرنے والا اور ظلم کے بارے میں سن کر اس پر راضی ہونے والا تینوں ظلم میں شریک ہیں۔ (خصال ج ۱، ص ۵۳)

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی پر ظلم کرے اور بعد میں وہ مظلوم سے معافی مانگنا چاہے اور مظلوم اسے نہ ملے تو پھر خدا کے حضور مظلوم کے لیے استغفار کرے۔ (ثواب الاعمال ص ۲۴۴)

مفضل کہتے ہیں کہ ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی طرف سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: جو ظلم کرے گا، اللہ اس پر کسی اور ظالم کو مسلط کرے گا یا اس کی اولاد پر یا اولاد کی اولاد پر کسی ظالم کو مسلط کرے گا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ عجیب بات ہے کہ ظلم کوئی کرے اور اللہ اس کے بیٹوں پوتوں پر کسی ظالم کو مسلط کرے!! امام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ خدا کا فرمان ہے:

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ○ لوگوں کو اس بات کا خیال کر کے ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے بے بس اولاد چھوڑتے تو مرتے وقت انھیں اپنے بچوں کے حق میں کیسے اندیشے ہوتے۔ لہٰذا انھیں خدا کا خوف کرنا چاہیے اور راستی کی بات کریں۔ (سورۂ نساء: آیت ۹) (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۱۵)

ایک نصیحت آموز حکایت

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک انصاری کے گھر کے دروازے پر سمرہ بن جندب کا کھجور کا

Presented by www.ziaraat.com

ایک درخت تھا۔ سمرہ اپنے درخت کا پھل توڑنے کے لیے آتا تو انصاری کو اس کی اطلاع تک نہ دیتا اور یوں انصاری کے گھر کی بے پردگی ہوتی تھی۔ انصاری نے اس سے کئی بار کہا کہ بھائی جب آپ نے درخت پر چڑھنا ہو تو پہلے آواز دے دیا کریں تاکہ ہمارے گھر کی بے پردگی نہ ہو لیکن سمرہ نے اس کی بات نہ سنی اور وہ آواز دیئے بغیر درخت پر چڑھ جاتا تھا۔ انصاری نے تنگ آکر رسول خداؐ سے اس کی شکایت کی۔ رسول خداؐ نے اسے طلب کیا اور فرمایا کہ آئندہ جب بھی درخت پر چڑھو تو پہلے آواز دے لیا کرو۔ سمرہ نے کہا کہ میرا اپنا درخت ہے میں بھلا کسی کو کیوں آوازیں دوں؟ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم یہ درخت بیچ دو اور من مانی قیمت حاصل کرلو۔ سمرہ نے کہا کہ میں نہیں بیچنا چاہتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم درخت میری ملکیت میں دیدو اس کے بدلے میں خدا تمھیں جنت میں کھجور کا درخت دے گا۔ سمرہ نے کہا کہ مجھے یہ بھی منظور نہیں ہے۔ رسول خداؐ نے انصاری سے فرمایا: جاؤ! درخت کو کاٹ ڈالو۔ اسلام میں کسی کو نقصان پہنچانا حرام ہے۔ (کافی ج ۵، ص۲۹۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے سمرہ بن جندب سے فرمایا تو ایک موذی انسان ہے جبکہ اسلام میں کسی کو اذیت پہنچانا حرام ہے۔ پھر آپ نے انصاری سے فرمایا کہ جاؤ اس درخت کو کاٹ پھینکو اور اس سے کہو کہ اسے اٹھا کر دوسری جگہ لے جائے اور جہاں چاہے لگا دے۔ (کافی ج ۵، ص۲۹۲)

تفسیر قمی میں بھی ملتا ہے کہ ایک انصاری کے گھر میں دوسرے انصاری کا کھجور کا درخت تھا۔ درخت کا مالک اجازت لیے بغیر اس کے گھر میں چلا جاتا اور کھجوریں توڑتا تھا۔ مالک مکان نے سرکار رسالتؐ سے اس کی شکایت کی۔ سرکارؐ نے درخت کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ تم یہ درخت میرے ہاتھ فروخت کردو۔ اس کے عوض میں تمھیں جنت میں کھجور کا ایک درخت دوں گا۔ اس نے کہا کہ میں اپنا درخت بیچنے پر آمادہ نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم ایک درخت کے عوض جنت کا پورا باغ مجھ سے لے لو۔ اس نے کہا کہ مجھے یہ سودا منظور نہیں ہے۔ ابن الدحداح درخت کے مالک کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرا ایک باغ ہے تم مجھ سے وہ باغ لے لو اور کھجور کا درخت مجھے دیدو۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ مجھے یہ سودا منظور ہے۔ ابن الدحداح رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کھجور کا درخت میں نے اپنے باغ کے عوض لے لیا ہے اور وہ درخت میں آپ کی ملکیت میں دیتا ہوں۔ اس کے عوض جنت کا باغ آپ میرے سپرد کردیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ کھجور کے ایک درخت کے عوض میں تمہارے لیے جنت کے کئی باغات کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس پر خدا نے سورۂ لیل کی یہ آیات فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ نازل فرمائیں۔ (ج ۲، ص ۴۲۶)

مکافات عمل

جناب مصطفیٰ بہشتی نژاد مجھ حقیر کے استاد تھے اور مجھ پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ وہ حضرت آیت اللہ ارباب اصفہانی کی زبانی بیان کرتے تھے کہ دوسرے قحط (جو آج سے قریباً اسی سال قبل پڑا تھا) میں ایک معزز

Presented by www.ziaraat.com

خاندان نے اپنے گھر کی تمام قیمتی اشیاء اونے پونے داموں بیچ کر گندم خرید لی۔ جب گندم ختم ہوگئی تو شوہر نے بیوی سے کہا کہ دیکھو گھر میں کوئی چیز بچ گئی ہے یا نہیں؟ اگر کچھ بچا ہوا ہے تو اسے بیچ کر بچوں کے لیے گندم کا انتظام کرو۔ بیوی نے کہا کہ گھر کا سارا اثاثہ بک چکا ہے البتہ پرانے وقتوں کی ایک دیگ پڑی ہوئی ہے۔ آپ کہیں تو اسے بیچ دیتے ہیں۔ شوہر نے کہا کہ مجبوری ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ تم یہ دیگ اٹھاؤ اور گندم فروش کے پاس لے جاؤ۔ بیوی نے دیگ اٹھائی اور گندم فروش کے پاس لے گئی۔ گندم فروش نے کہا کہ بی بی! ہم اس دیگ کو الٹا رکھیں گے اس پر جتنے گندم کے دانے چڑھیں گے وہ آپ کو دیگ کی قیمت کے طور پر دیں گے۔ اگر یہ سودا منظور ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اپنی دیگ گھر لے جائیں۔ عورت بیچاری دیگ واپس گھر لے آئی اور شوہر سے کہا کہ گندم فروش ہماری مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اس لیے میں دیگ واپس لے آئی ہوں۔ شوہر نے کچھ دیر تک سوچا اور کہا کہ پہلے قحط میں یہ دیگ ایک عورت اٹھا کر میرے دادا کے پاس لائی تھی۔ میرے دادا نے اس سے کہا تھا کہ میں دیگ الٹ دیتا ہوں اس پر گندم کی جتنی مقدار چڑھے گی وہ اس دیگ کی قیمت کے طور پر تجھے دیدوں گا۔ اس عورت کے گھر میں کئی دن سے فاقہ تھا اس لیے وہ مان گئی۔ چنانچہ میرے دادا نے اس دیگ کو تھوڑی سی گندم کی مقدار میں حاصل کیا تھا۔ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ آج مکافات عمل کے طور پر ہمیں بھی اس دیگ کی وہی قیمت مل رہی ہے جو ہمارے بزرگ نے دی تھی۔ تم دیگ لے جاؤ اور گندم فروش کی بتائی ہوئی قیمت پر اسے بیچ دو۔

عوام کے ساتھ بھلائی کرنا

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لَا يَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ. نیکی اور احسان سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ (بحار ج ۷۷، ص ۱۶۶)

اِنَّ اَسْرَعَ الْخَيْرِ ثَوَابًا اَلْبِرُّ وَاِنَّ اَسْرَعَ الشَّرِّ عِقَابًا اَلْبَغْيُ. لوگوں کے ساتھ بھلائی کا اجر بہت جلد مل جاتا ہے اور لوگوں پر ظلم کی سزا بھی بہت جلد مل جاتی ہے۔ (خصال ص ۱۱۰)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اَلْبِرُّ وَ صَدَقَةُ السِّرِّ يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ، وَ يَزِيْدَانِ فِي الْعُمْرِ وَيَدْفَعَانِ سَبْعِيْنَ مِيْتَةَ سُوْءٍ. لوگوں سے بھلائی اور پوشیدہ طور پر صدقہ دینے سے افلاس دور ہوتا ہے اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے ستر قسم کی بری موتیں دور ہوتی ہیں۔ (میزان الحکمۃ ج ۱، ص ۳۴۸)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ لوگوں سے بھلائی کی بہترین صورت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور لوگوں سے برائی کی بدترین صورت برائی کا حکم دینا ہے اور اس سے بھی زیادہ برائی یہ ہے کہ انسان برائی کو بھلائی اور بھلائی کو برائی قرار دے۔

Presented by www.ziaraat.com

صدقہ موت کو ٹال دیتا ہے

شیخ صدوق امالی میں لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک مقام سے ہوا جہاں بہت سے افراد جشن منا رہے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ کسی نے بتایا کہ آج رات فلاں شخص کی بیٹی کی رخصتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ آج یہ خوشی منا رہے ہیں اور کل گریہ کریں گے۔ آپ کے حواریوں نے پوچھا کہ حضرت کیا واقعہ پیش آئے گا؟ آپ نے فرمایا کہ دلہن آج رات مر جائے گی۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے رخصت ہوگئے۔ صبح ہوئی تو دلہن خیریت سے تھی۔ کسی نے آپ سے کہا کہ آپ نے تو اس کی موت کی پیشین گوئی کی تھی مگر وہ تو ابھی تک زندہ سلامت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آؤ دلہن کے پاس چلتے ہیں۔ آپ حواریوں سمیت اس کے گھر آئے اور دستک دی۔ اس کے شوہر نے دروازہ کھولا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی سے میرے لیے اجازت طلب کرو۔ مجھے اس سے بات کرنی ہے۔ الغرض دلہن نے اجازت دی اور گھونگھٹ بنا کر بیٹھ گئی۔ آپ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کل رات تم نے کون سی نیکی کی تھی؟ دلہن بولی کہ ہمارے دروازے پر ایک سائل آتا ہے۔ ہم اسے ایک ہفتے کی غذا دے دیتے ہیں کل رات ہمارے گھر میں شادی کا جشن تھا۔ سائل حسب دستور آیا اور اس نے صدا دی۔ اس کی صدا کسی نے نہ سنی۔ البتہ میں نے سن لی۔ میں اٹھی اور اسے ایک ہفتے کی غذا خیرات میں دی۔ اس کے علاوہ میں نے کوئی کام نہیں کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اٹھو بستر چھوڑ دو۔ دلہن اٹھی تو آپ نے اس کا بستر الٹ دیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک موٹا سانپ دلہن کے بستر کے نیچے بیٹھا تھا جس کے منہ میں اس کی دم تھی۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تیری موت کا وقت آچکا تھا لیکن جب تو نے اللہ کے نام پر صدقہ دیا تو اللہ نے تیری موت کو ٹال دیا۔

(امالی صدوق، ص ۶۰۰۔ کیفر گناہ ص ۱۹۹)

بھلائی کرنے سے تقدیر بدل جاتی ہے

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک انسان رہتا تھا۔ اس کی بیوی بھی اسی کی طرح بڑی نیک اور پارسا تھی۔ ان کی زندگی ہنسی خوشی گزر رہی تھی۔ ایک رات شوہر نے خواب میں ہاتف کی ندا سنی کہ تمہاری باقی آدھی زندگی اچھی گزرے گی اور آدھی عسرت میں بسر ہوگی۔ البتہ تمہیں چناؤ کا حق دیا جاتا ہے۔ چاہو تو جوانی تنگدستی میں بسر کرو اور بڑھاپے میں فراخی حاصل کرو اور چاہو تو جوانی فراخی میں بسر کرلو اور بڑھاپا عسرت میں بسر کرو۔ اس شخص نے کہا کہ مجھے اپنی بیوی سے مشورہ کرنے کی مہلت دو۔ اس کا جواب میں کل دوں گا۔ صبح ہوئی تو اس شخص نے اپنی بیوی سے سارا ماجرا بیان کیا۔ بیوی نے کہا کہ آپ یہ جواب دیں کہ ہمیں جوانی میں فراخی کی ضرورت ہے۔ رات ہوئی تو اسے وہی آواز خواب میں پھر سنائی دی۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں فراخی کو مقدم رکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اس پر چاروں طرف سے دولت کی بارش ہونے لگی۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کی بیوی نے کہا کہ ہم اتنی ساری دولت کا کیا کریں گے۔ بہتر ہے کہ اس سے غرباء و مساکین کی مدد کریں۔ الغرض میاں بیوی دل کھول کر غریبوں کی مدد کرنے لگے۔ جب ان کی آدھی زندگی تمام ہوئی تو اسے پھر کسی منادی کی ندا سنائی دی کہ خدا نے دیکھ لیا ہے کہ تو اس کی مخلوق پر رحم کر رہا ہے اس لیے خدا نے تیری باقی زندگی کا رزق بھی وسیع کر دیا ہے۔ اب تجھے افلاس کا فکر نہیں کرنا چاہیے۔ (بحار الانوار ج ۴، ص ۴۹۱)

۷۱۔ اپنے آپ کو اذیت پہنچانا

جس طرح دوسروں کو اذیت پہنچانا حرام ہے اسی طرح اپنے آپ کو اذیت پہنچانا بھی حرام ہے خواہ اذیت جسمانی ہو یا روحانی۔ شیخ انصاری **رسائل فقھیہ** میں رقمطراز ہیں: فقہاء میں ضرر کی حرمت حدیث رسولؐ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ (اسلام میں نقصان پہنچانا اور نقصان اٹھانا جائز نہیں ہے) سے ماخوذ ہے۔ عقلی اور نقلی دلائل سے بھی یہ حرمت ثابت ہے۔ فقہاء اور متکلمین کا مشترکہ فتویٰ ہے کہ احتمالی نقصان سے بچنا واجب ہے اور جہاں نقصان یقینی ہو وہاں اس سے بچنا بدرجہ اولیٰ واجب ہے۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: کتاب علیؑ میں لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے مہاجرین و انصار اور بعد میں اسلام قبول کرنے والے اہل یثرب کو لکھا تھا کہ انسان کا ہمسایہ خود انسان کی جان کی مانند ہے اور اس کی حرمت انسان کے والدین کی حرمت کے برابر ہے۔ ہمسایہ دوسرے ہمسائے کو کوئی اذیت نہ پہنچائے۔ (کافی ج ۲، ص ۴۶۶)

بعض شارحین نے لکھا ہے کہ جس طرح اپنے آپ کو نقصان پہنچانا حرام ہے اسی طرح ہمسائے کو نقصان پہنچانا بھی حرام ہے۔ ہمسایوں کے حقوق کے متعلق آنحضرتؐ سے متواتر احادیث منقول ہیں۔
(مکاتیب الرسولؐ ج ۳، ص ۴۶)

مرحوم آیت اللہ اراکی لکھتے ہیں کہ اَلْاِضْرَارُ بِالنَّفْسِ حَرَامٌ حُدُوْثًا وَ بَقَاءً اپنے آپ کو نقصان پہنچانا حرام ہے۔ ابتداً ہو یا اس پر باقی رہنا ہو۔ (توضیح المسائل ص ۶۰۱)

آیت اللہ خوئی **کتاب الطھارت** میں لکھتے ہیں کہ بعض علماء کہتے ہیں: اپنے آپ کو نقصان پہنچانا حرام نہیں ہے مگر یہ کہ یہ نقصان اس کی ہلاکت کا موجب بنے یا جہاں شریعت نے حرام قرار دیا ہو۔ (ج ۴، ص ۴۲۰)

۷۲۔ مومن کی توہین کرنا

مومن خدا کے نزدیک انتہائی محترم اور معزز ہوتا ہے۔ اس کی جان کی طرح اس کا مال بھی محترم ہے۔

(۱) سورۂ منافقون آیت ۸ میں ہے: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ عزت اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے۔

(۲) سورۂ بقرہ آیت ۲۵۷ میں ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا... اللہ مومنین کا سرپرست ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

(۳) سورۂ بینہ آیت ۷ میں ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ○ جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام خلقت سے بہتر ہیں۔

(۱) رسول خداؐ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَظْمَةِ جَلَالِہٖ وَ قُدْرَتِہٖ فَمَنْ طَعَنَ عَلَیْہِ اَوْ رَدَّ عَلَیْہِ قَوْلَہٗ فَقَدْ رَدَّ عَلَی اللّٰہِ. اللہ نے مومن کو اپنی جلالت اور قدرت کی عظمت سے پیدا کیا ہے۔ جو کوئی اس کی توہین کرے یا اس کی بات کو ٹھکرائے تو اس نے اللہ کی توہین کی ہے اور اللہ کے فرمان کو ٹھکرایا ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۳۰۰)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ آپ خانہ کعبہ کے قریب رک گئے اور فرمایا: کعبہ تیرا حق بہت عظیم ہے لیکن مومن کا حق تیرے حق سے بھی عظیم تر ہے۔ (سفینة البحار ج ۱، ص ۲۹۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: مومن ہر لحاظ سے خدا کے ہاں محترم ہے۔ اس کی جان، مال اور عزت سے تعرض کرنا حرام ہے۔ (مستدرک السفینة ج ۹، ص ۱۳۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی مومن اپنے مومن بھائی کو اُف کہتا ہے تو ان کے درمیان ایمانی رشتہ منقطع ہو جاتا ہے اور اگر کوئی کسی مومن سے کہتا ہے کہ تو میرا دشمن ہے تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مومن بھائی کی آبرو برباد کرتا ہے اور اس کی توہین میں جلدی کرتا ہے تو خدا اس سے سخت نفرت کرتا ہے اور جو مومن بھائی کے لیے دل میں برائی کا ارادہ چھپائے ہوئے ہو تو اللہ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر حجابات اٹھا دیئے جائیں تو لوگوں کو خدا کے نزدیک مومن کا بہت بڑا مقام دکھائی دے گا جسے دیکھ کر ان کی گردنیں جھک جائیں گی اور لوگ مومن کی اطاعت کرنے لگ جائیں گے اور اگر لوگ مسترد شدہ اعمال کو دیکھ لیں تو یہ کہنے لگ جائیں گے کہ خدا سرے سے کسی کے عمل کو قبول ہی نہیں کرتا۔ (مستدرک الوسائل ج ۹، ص ۱۳۹)

مومن کی ہجو کرنا

شیخ انصاری اپنی کتاب مکاسب میں رقمطراز ہیں:

مومن کی ہجو کرنا ادلہ اربعہ (قرآن، حدیث، اجماع اور عقل) کی رو سے حرام ہے کیونکہ ہجو عیب جوئی، غیبت، سرزنش اور آبروریزی پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ تمام چیزیں حرام ہیں۔ مومن کی ہجو خواہ نظم میں کی جائے یا نثر میں، خواہ اس کی موجودگی میں کی جائے یا غیر موجودگی میں بہرصورت حرام ہے۔ اور اگر کوئی مومن پر تہمت لگائے تو اس کا گناہ کہیں زیادہ ہے۔

روضة الواعظین صفحہ ۲۹۳ پر مرقوم ہے کہ رسول خداؐ نے کعبہ سے خطاب کر کے فرمایا: بیت اللہ! مرحبا۔ تو بہت عظیم ہے اور اللہ کے ہاں تیرا بڑا احترام ہے لیکن خدا کی قسم! ایک مومن کا احترام تیرے احترام

Presented by www.ziaraat.com

سے بڑھ کر ہے کیونکہ تیرے لیے ایک احترام ہے جبکہ مومن کے لیے تین احترام ہیں۔ اس کے مال کا احترام کیا جائے، اس کے خون کا احترام کیا جائے اور اس کی بدگمانی سے پرہیز کیا جائے۔ (بحار الانوار ج ۶۴، ص ۳۸)

کافی کی دوسری جلد میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو کسی مسکین یا غیر مسکین مومن کی توہین کرے اور اسے حقیر جانے تو خدا ہمیشہ اس کی توہین کراتا ہے اور جب تک وہ مومن کی توہین کرتا رہے اس وقت تک خدا کے غضب میں مبتلا رہتا ہے۔

جو شخص کسی مومن کی غربت کی وجہ سے اس کی تذلیل و تحقیر کرے تو خدا قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے اس کو ذلیل کرے گا۔

اس کے بعد شیخ انصاری لکھتے ہیں: اہل بدعت کی توہین کرنا گناہ نہیں ہے کیونکہ احادیث میں مذکور ہے کہ انھیں رسوا کرو تاکہ وہ تمھیں گمراہ کرنے کی ہمت نہ کریں۔ اس روایت سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ اہل بدعت میں جو برائی نہ بھی ہو اسے بھی ان سے منسوب کرنا جائز ہے کیونکہ خلق خدا کو ان سے متنفر کرنا زیادہ اہم ہے جبکہ اس کے مقابلے میں جھوٹ چھوٹی برائی ہے۔

مؤلف حقیر سمجھتا ہے کہ حدیث میں وارد لفظ بـاهتـوهـم کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان پر بہتان باندھو۔ اس کے بجائے اس کا مفہوم یہ ہے کہ مضبوط اور محکم دلائل سے انھیں لاجواب کر دو جیسا کہ قرآن مجید کی آیت فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۵۸) سے مستفاد ہوتا ہے۔ یہ بات اسلام کے مزاج سے کہیں دور ہے کہ وہ کسی بدعتی پر بہتان تراشی کی اجازت دے جیسا کہ کافی میں ابوحمزہ سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے دوست اپنے مخالفین پر تہمتیں لگاتے ہیں اور ان سے غلط باتیں منسوب کرتے ہیں (کیا ایسا کرنا جائز ہے؟)۔ امام نے فرمایا: اس سے بچنا چاہیے۔

جب معاویہ بن ابی سفیان اور اس کے ساتھیوں نے جنگ صفین میں امام علیؑ پر لعن طعن کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کے ساتھیوں حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق خزاعی نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ امیرالمومنینؑ نے ان سے فرمایا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم لوگ لعنت کرنے والے اور سب وشتم کرنے والے بن جاؤ۔ اس کے بجائے تم ان کی بداعمالیوں کو اجاگر کرو تو یہ بات ان کی رسوائی کے لیے زیادہ مؤثر ہے۔

(مستدرک الوسائل ج ۱۲، ص ۳۰۶)

علماء کی توہین کرنا

بلاشبہ مومن کی توہین کرنا اور اس کا مذاق اڑانا گناہ کبیرہ ہے اور اگر مومن عالم و دانشور بھی ہو تو گناہ کی شدت بڑھ جاتی ہے اور اگر توہین کے ساتھ تہمت اور بدگوئی بھی شامل ہو جائے تو گناہ کی شدت بڑھ جاتی ہے۔ ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے ارشاد فرمایا ہے: خَیْرُ الْاَخْیَارِ اَخْیَارُ الْعُلَمَاءِ. نیک لوگوں میں سے بہترین لوگ نیک علماء ہیں (اردو محاورے کے مطابق وہ زمین کا نمک ہیں)۔

Presented by www.ziaraat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ اَکْرَمَ عَالِمًا فَقَدْ اَکْرَمَنِیْ وَمَنْ اَھَانَ عَالِمًا فَقَدْ اَھَانَنِیْ جس نے عالم کا احترام کیا اس نے میرا احترام کیا اور جس نے عالم کی توہین کی اس نے میری توہین کی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: ہمارے شیعہ علماء ابلیس اور اس کے چیلوں کی سرحد پر ہماری طرف سے دفاع کرنے والے ہیں۔ وہ ابلیس اور اس کے چیلوں کو ہمارے کمزور پر حملہ کرنے سے روکتے ہیں نیز ابلیس، اس کے چیلوں اور ناصبیوں کو ہمارے شیعوں پر مسلط ہونے سے روکتے ہیں۔ جان لو کہ ہمارا جو بھی شیعہ ہمارے نظریات کے دفاع کی ذمے داری سنبھالے وہ ترک اور روم کے کافروں سے جہاد کرنے والے سے دس لاکھ گنا افضل ہے کیونکہ یہ ہمارے محبوں کے دین کے محافظ ہیں جبکہ وہ ان کے جسم و جان کے محافظ ہیں۔

(الاحتجاج، ج ۱، ص ۸)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ مناظرہ کرنے والے علماء کی فضیلت میں امام حسن عسکری علیہ السلام اور حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے بھی بہت سی احادیث منقول ہیں۔ ہم بغرض اختصار ان سے صرف نظر کر رہے ہیں کیونکہ علماء کی عظمت کے لیے یہی ایک حدیث کافی ہے۔

آخری زمانے میں علماء کی توہین

یہ عرض کیا جاچکا ہے کہ آخری زمانے کے لوگ علماء کی بدگوئی کریں گے اور ان کے ہاں عالم کی کوئی وقعت نہیں ہوگی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: سَیَاْتِیْ زَمَانٌ عَلٰی اُمَّتِیْ یَفِرُّوْنَ مِنَ الْعُلَمَآءِ کَمَا یَفِرُّ الْغَنَمُ مِنَ الذِّئْبِ فَاِذَا کَانَ کَذَالِکَ اِبْتَلاھُمُ اللّٰہُ بِثَلاثَۃِ اَشْیَاءِ اَلْاَوَّلُ یُرْفَعُ الْبَرَکَۃَ مِنْ اَمْوَالِھِمْ وَالثَّانِیْ سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ سُلْطَانًا جَائِرًا وَالثَّالِثُ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الدُّنْیَا بِلَا اِیْمَانٍ عنقریب میری امت پر وہ وقت بھی آنے والا ہے جب وہ علماء سے یوں بھاگیں گے جیسے بکری بھیڑیے سے بھاگتی ہے۔ جب ایسا ہونے لگے تو اللہ انھیں تین باتوں میں گرفتار کر دے گا۔

(۱) ان کے اموال سے برکت اٹھ جائے گی۔

(۲) ان پر ظالم حکمران مسلط ہو جائیں گے۔

(۳) وہ بے دین ہو کر دنیا سے رخصت ہوں گے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے: سَیَاْتِیْ زَمَانٌ عَلٰی اُمَّتِیْ لَا یَعْرِفُوْنَ الْعُلَمَآءِ اِلَّا بِثَوْبٍ حَسَنٍ وَلَا یَعْرِفُوْنَ الْقُرْآنَ اِلَّا بِصَوْتٍ حَسَنٍ، وَلَا یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ. عنقریب میری امت پر وہ وقت بھی آنے والا ہے جب لوگ علماء کو اچھے لباس کے ذریعے اور قرآن کو اچھی آواز کے ذریعے پہچانیں گے اور ماہ رمضان کے سوا خدا کی عبادت نہیں کریں گے۔

(بحار الانوار ج ۲۲، ص ۴۵۳ بحوالہ جامع الاخبار ص ۱۲۹)

Presented by www.ziaraat.com

۴۷۔ فقہاء کی اطاعت نہ کرنا

امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی غیبت کبریٰ میں عادل اور جامع الشرائط علماء کا مقام سب سے بلند ہے کیونکہ وہ امام عالی مقام کے نائب ہیں۔ روایات میں ہے کہ وہ امام علیہ السلام کے عام نائب ہیں اور لوگوں کو ان کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ عمر ابن حنظلہ کی روایت کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں:

ابن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ کَانَ مِنْکُمْ قَدْ رَوٰی حَدِیْثَنَا وَ نَظَرَ فِیْ حَلَالِنَا وَ حَرَامِنَا وَ عَرَفَ اَحْکَامَنَا فَارْضُوْا بِهٖ حَکَمًا فَاِنِّیْ قَدْ جَعَلْتُهٗ عَلَیْکُمْ حَاکِمًا فَاِذَا حَکَمَ بِحُکْمِنَا فَلَمْ یَقْبَلْهُ مِنْهُ فَاِنَّمَا بِحُکْمِ اللّٰهِ قَدِ اسْتَخَفَّ وَعَلَیْنَا رَدَّ وَالرَّادُّ عَلَیْنَا اَلرَّادُّ عَلَی اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰی حَدِّ الشِّرْکِ بِاللّٰهِ. دیکھو گروہ علماء میں سے جو عالم ہماری احادیث بیان کرتا ہو اور ہمارے حلال و حرام کو سمجھتا ہو اور ہمارے احکام کو جانتا ہو اسے اپنا حاکم بنا لینا۔ میں نے اس کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے۔ اگر وہ فیصلہ دے اور کوئی اس کے فیصلے کو نہ مانے تو اس نے حکم خدا کی توہین کی ہے اور ہمارے فرمان کو رد کیا ہے اور جس نے ہمارے فرمان کو رد کیا اس نے خدا کے فرمان کو رد کیا اور یہ کام اللہ کے ساتھ شرک کی حد تک جا پہنچتا ہے۔ (کافی ج ۷، ص ۴۱۲)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرجع تقلید اور جامع الشرائط عالم کی توہین امام زمانہؑ کی توہین ہے یا نہیں؟ اس سوال کا صحیح جواب یہ ہے کہ علمائے کرام و مراجع عظام کی توہین یقیناً امام زمانہؑ کی توہین ہے کیونکہ کسی جامع الشرائط عالم کی توہین کرنے والا اس بات کی طرف متوجہ ہی نہیں ہے کہ وہ ایک بندہ خدا، ایک مسلمان، ایک مومن، ایک عالم، ایک جامع الشرائط فقیہ اور امام زمانہؑ کے عمومی نائب کی توہین کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس شخص پر تو عالم دین کی اطاعت ضروری اور اس سے دین سیکھنا واجب ہے مگر وہ ہے کہ ابلیس کے جال میں پھنس کر اس عالم کی توہین کر رہا ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے میرے ولی کی توہین کی اس نے دراصل مجھ سے جنگ کا اعلان کیا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۵۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص کسی مومن کے افلاس کی وجہ سے اس کی توہین و تحقیر کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوقات کے سامنے رسوا کرے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۵۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج خدا نے مجھ سے کہا: اے محمدؐ! جو میرے ولی کو ذلیل کرے اس نے مجھ سے جنگ کی اور جو مجھ سے جنگ کرے میں بھی اس سے جنگ کرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ پروردگار! تیرا ولی کون ہے؟ خدا نے فرمایا کہ میرا ولی وہ ہے جس سے میں نے تیری نبوت اور تیرے وصی اور اس کی ذریت کا میثاق لیا ہے اور اس نے تمہاری ولایت کو قبول کیا ہے۔

(کافی ج ۲، ص ۳۵۱)

Presented by www.ziaraat.com

۷۴۔ اہل ایمان کو کافر کہنا

کسی مومن کو کافر کہنا بہت بڑا جرم ہے۔ اگر کوئی کسی مومن کو تو بے دین ہے، تو خدا کو نہیں پہچانتا، تیرا خدا پر ایمان نہیں ہے، تو مسلمان نہیں ہے، تو کافر ہے وغیرہ کہے تو اس طرح کے الفاظ میں جہاں تکفیر پائی جاتی ہے وہاں مومن کی تحقیر بھی پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ کَثِیْرَةٌ کَذٰلِکَ کُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ فَتَبَیَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ○ اے ایمان والو! جب جہاد کے لیے نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو۔ جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو۔ ہاں خدا کے پاس بہت زیادہ غنائم ہیں۔ تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے۔ پھر خدا نے تم پر احسان کیا تو (آئندہ) تحقیق کرلیا کرو اور جو عمل تم کرتے ہو خدا کو سب کی خبر ہے۔ (سورۂ نساء: آیت ۹۴)

محقق اردبیلی لکھتے ہیں: مفسرین میں یہ روایت مشہور ہے کہ یہ آیت اسامہ بن زید اور اس کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ آنحضرتؐ نے انھیں جہاد پر بھیجا تھا۔ راستے میں انھیں ایک چرواہا دکھائی دیا۔ اس نے کہا: السلام علیکم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس کے باوجود اسامہ نے اسے قتل کردیا اور اس کی بکریوں پر قبضہ کرلیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس کے بعد محقق اردبیلی لکھتے ہیں: یہ آیت حکم دیتی ہے کہ جو بھی شخص کلمۂ شہادتین پڑھے اسے مسلمان سمجھنا چاہیے اور یہ نہیں کہنا چاہیے کہ یہ آدمی تقیہ کی وجہ سے یا مجبوری کے عالم میں کلمہ پڑھ رہا ہے اور دل سے مسلمان نہیں ہے۔ (زبدۃ البیان ص ۳۱۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ رَمٰی مُؤْمِنًا بِکُفْرٍ وَمَنْ رَمٰی مُؤْمِنًا بِکُفْرٍ فَهُوَ کَقَتْلِهٖ وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے جو مومن کو کافر کہے اور مومن کو کافر کہنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے۔

(بحار الانوار ج ۶۹، ص ۲۰۲)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی کسی کو کافر کہے تو ان میں سے ایک نہ ایک کافر ضرور ہو جاتا ہے۔ اگر کافر کہنے والا سچا ہو تو مخاطب کافر ہے اور اگر مخاطب مسلمان ہے تو اسے کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ خبردار! اہل ایمان کو کافر مت کہو۔ (ثواب الاعمال ص ۲۴۲)

۷۵۔ خدا، رسولؐ اور اولیاء اللہ کو اذیت پہنچانا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ جسم وجسمانیت سے پاک ہے لہٰذا اس کو اس طرح اذیت نہیں دی جاسکتی جس طرح مخلوق ایک دوسرے کو اذیت پہنچاتی ہے۔ اللہ کو اذیت دینے سے مراد اولیاء اللہ کو اذیت دینا اور اللہ کی نافرمانی کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اپنی اذیت کو اپنے رسولؐ کی اذیت کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

Presented by www.ziaraat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (سورۂ احزاب: ۵۷)

جس طرح اللہ نے اپنے رسولؐ کو اذیت پہنچانے کو اپنی اذیت قرار دیا ہے اسی طرح اللہ کے رسولؐ نے جناب فاطمہ، امام علی، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو اذیت پہنچانے کے بارے میں فرمایا کہ جس نے ان کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی۔ آنحضرتؐ نے اپنے قول میں عمومیت پیدا کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اہل ایمان کو اذیت دینے والا مجھے اذیت دینے والے کی مانند ہے۔

اہلبیت طاہرین علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیعوں کی توہین کرنے والا اور انھیں اذیت پہنچانے والا دراصل ہماری توہین کرنے والا اور ہمیں اذیت پہنچانے والا ہے۔

یہاں اس نکتے کی وضاحت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حبیب خداؐ سے متعلق ادب آداب بتائے ہیں اور ان سے گفتگو کرنے کا سلیقہ سکھایا ہے اور آنحضرتؐ کے احترام کا حکم دیا ہے۔ جو شخص ان آداب کی پابندی نہ کرے وہ دراصل رسولؐ کو اذیت پہنچانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو احترام پیغمبرؐ کی تعلیم دی ہے اور اس احترام کو مسلمانوں پر واجب قرار دیا۔ جب ہم احترام پیغمبرؐ کے تقاضوں کو جان لیں گے تب ہمیں معلوم ہوگا کہ انھیں اذیت دینے کا کیا مفہوم ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۂ نور آیت ۶۲ میں ارشاد فرماتا ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ مومن تو اصل میں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسولؐ کے ساتھ ہوں تو ان سے اجازت لیے بغیر نہ جائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان اجتماعی امور میں رسول خداؐ کے ساتھ شریک ہوں ان کے لیے آپ سے اجازت لیے بغیر وہاں سے چلے جانا حرام ہے اور جو کوئی ایسا کرے اس نے آپ کو اذیت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ادب رسولؐ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ مسلمانو! اپنے درمیان رسولؐ کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھو۔ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔ رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔ (سورۂ نور: آیت ۶۳)

یہ آیت بتاتی ہے کہ نبیؐ کی نافرمانی اور ان کی بے احترامی دنیا و آخرت کے فتنے کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی آیت ۵۳ میں نبیؐ کے گھر میں داخل ہونے کے آداب بیان فرمائے ہیں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ... كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ○ اے ایمان والو! پیغمبرؐ کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر یہ کہ تم کو کھانے کے لیے بلایا جائے اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے لیکن جب تمہاری

Presented by www.ziaraat.com

دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو فوراً اٹھ کر چلے جاؤ اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو۔ یہ بات پیغمبرؐ کو ایذا دیتی تھی اور وہ تم سے شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے تھے لیکن اللہ سچی بات کے کہنے سے شرم نہیں کرتا اور جب تم پیغمبرؐ کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دونوں کے دلوں کے لیے پاکیزگی کی بات ہے۔ اور تم کو یہ شایاں نہیں کہ پیغمبر خداؐ کو اذیت دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو بیشک یہ خدا کے نزدیک بہت بری بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات آیت ۴۔۵ میں فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان کی اکثریت عقل نہیں رکھتی اور اگر یہ اتنا صبر کر لیتے کہ آپ نکل کر باہر آجاتے تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر ہوتا اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ آنحضرتؐ کے ادب کو ملحوظ رکھے اور آپ کے خاندان کا احترام کرے اور آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کی بیوگان سے نکاح کا ارادہ نہ کرے۔ ادب رسولؐ کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا خدا کی نظر میں بہت بڑا جرم ہے۔

سورۂ احزاب آیت ۵۶ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مذکور ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور ان کے فرمان کو اچھی طرح سے تسلیم کرو۔

سورۂ حجرات کی پہلی آیت ہے: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ پر سبقت نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

اسی سورۂ مبارکہ میں آگے فرمایا گیا ہے: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبرؐ کی آواز سے اونچا نہ رکھو اور جس طرح ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو اس طرح رسولؐ کے سامنے زور زور سے نہ بولا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول خداؐ کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

سورۂ احزاب، آیت ۵۸ میں ہے: وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○ وہ لوگ جو مومن مردوں اور عورتوں کو کچھ کئے دھرے بغیر اذیت دیتے ہیں انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اولیاء اللہ کو اذیت دینے کا انجام

مسلمانوں کے معاملات کی اصلاح اور ان کی امداد بہترین اجتماعی عبادت ہے۔ یہ خدا کی طرف سے خصوصی توفیق ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے یہ توفیق عطا فرماتا ہے۔ وہ لوگ جو مسلمانوں کی خدمت کرتے ہیں اور خیر کے کام بڑھ چڑھ کر انجام دیتے ہیں، معصومینؑ نے ان کو" اہل معروف" کا نام دیا ہے۔ وہ لوگ جو دنیا میں اہل معروف ہوں گے وہ آخرت میں بھی اہل معروف ہوں گے۔

روایات میں ہے کہ قیامت کے دن جب یہ آواز آئے گی کہ خدا پر جس کا حق واجب ہو وہ اپنا حق وصول کرے جو بہشت کے سوا کچھ نہیں ہے تو وہ لوگ کھڑے ہوں گے جو دنیا میں بھلائی کیا کرتے تھے۔ اہل خیر کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ جس طرح اہل ایمان کے ساتھ بھلائی کا بڑا ثواب ہے اسی طرح اہل ایمان کو اذیت پہنچانا بھی بڑا گناہ کا کام ہے۔ جب مومنین کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو امیرالمومنینؑ اور ان کی نسل پاک سے تعلق رکھنے والے ائمہ ہدیٰ سرفہرست دکھائی دیتے ہیں۔ اسی لیے رسول خداؐ اور ائمہ ہدیٰ کو اذیت پہنچانا بدترین گناہ ہے۔

وہ پیغمبرؐ جو کائنات کا محسن اعظم تھا اور جس پر خدا درود بھیجتا ہے اور اہل ایمان کو بھی درود بھیجنے کا حکم دیتا ہے اس محسن اعظمؐ کی زندگی کے آخری لمحات میں ان کا دل دکھایا گیا۔ جب آپ نے قلم دوات طلب کی تو کہا گیا کہ آپ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔

امام علیؑ کو اذیت دینا رسول خداؐ کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔

لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک لشکر روانہ کیا اور امام علیؑ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ مسلمانوں کو جنگ میں فتح نصیب ہوئی اور کچھ مال غنیمت اور کنیزیں بھی ان کے ہاتھ آئیں۔ امام علیؑ نے ایک کنیز کو اپنے لیے خریدنا چاہا لیکن آپ کی فوج میں موجود حاطب اور بریدہ اسلمی نے آپس میں سازباز کی اور اس کی قیمت کے لیے زیادہ بولی لگائی۔ جہاں ان کی بولی ختم ہوئی آپ نے اس سے کچھ زیادہ رقم بیت المال میں جمع کرائی اور کنیز حاصل کر لی۔

حاطب اور بریدہ مدینہ آئے اور آپس میں یہ طے کیا کہ وہ رسول خداؐ کے پاس جا کر امام علیؑ کی شکایت کریں گے۔ چنانچہ بریدہ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کے سامنے امام علیؑ کی شکایت شروع کی۔ رسول خداؐ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ دوسری طرف سے سامنے آیا۔ آنحضرتؐ نے پھر منہ پھیر لیا۔ الغرض وہ چاروں طرف سے آپ کے سامنے آیا اور کہا: یا رسول اللہؐ! علیؑ نے غنیمت کا حصہ پہلے لے لیا ہے۔ آنحضرتؐ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا اور آپ نے فرمایا: بریدہ! تو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔ بریدہ نے کہا کہ میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ میرا ارادہ آپ کو اذیت پہنچانے کا نہیں تھا۔ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: بریدہ! کیا تو یہ سمجھتا ہے مجھے اذیت صرف میری ذات کے لیے پہنچتی ہے اور کیا تو نہیں جانتا کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت

Presented by www.ziaraat.com

دی اور جو اللہ کو اذیت دے تو اللہ اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔ (تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکریؑ ص ۱۳۹)

۷۶۔ شعائر اسلام کی توہین

اسلام ہمیں شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم دیتا ہے۔ سورۂ حج میں ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ شعائر خداوندی کی تعظیم دلوں کے تقویٰ کی دلیل ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ خدا نے جن چیزوں کو محترم بنایا ہے جو ان کی تعظیم کرے تو اس کا یہ عمل خدا کے ہاں باقی اعمال سے افضل ہے۔

خدا کے شعائر اور محرمات لاتعداد ہیں البتہ ہم کعبہ، مسجد الحرام، مسجد نبوی، مکہ و مدینہ، مزارات مقدسہ اور مساجد کی حرمت کو بیان کریں گے۔ ان شعائر اسلامی میں سب سے زیادہ اہمیت دین و اسلام، قرآن اور اولیائے الٰہی کو حاصل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ کعبہ کا احترام رسول اکرمؐ کے احترام کا ہی ایک حصہ ہے۔ قرآن اور دین کے بعد محمدؐ و آل محمدؐ ہی سب سے زیادہ محترم ہیں۔ ائمہ ہدیٰ سے رسول اکرمؐ کی جو زیارت منقول ہے اس میں ہے کہ

پروردگار! محمد مصطفیٰؐ پر درود نازل فرما جیسا کہ تو نے ان کے وسیلے سے گناہ معاف کئے اور لوگوں کے عیبوں کی پردہ پوشی کی اور ان کے وسیلے سے تو نے مشکلیں دور فرمائیں۔ محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیج کیونکہ جیسا کہ تو نے ان کے وسیلے سے بدنصیبی کو دور کیا اور ان کے وسیلے سے بڑے بڑے مصائب ہٹائے اور دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور بلیات سے نجات دلائی۔

پروردگار! محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیج جس طرح سے تو نے ان کے وسیلے سے اپنے بندوں پر رحم کیا اور شہروں کو زندگی عطا کی اور ظلم و ستم کرنے والوں کی کمر توڑ ڈالی اور فرعون مزاج افراد کو ہلاک کیا۔

پروردگار! محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیج جیسا کہ تو نے ان کے وسیلے سے مال میں برکت دی اور ہولناکیوں سے بچالیا اور ان کے وسیلے سے بتوں کو تڑوایا اور انسانوں پر رحم کیا۔

خدایا! محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیج جیسا کہ تو نے ان کو بہترین دین دے کر مبعوث کیا اور ان کے وسیلے سے ایمان کو قوت بخشی اور بت پرستی سے نجات عطا کی اور بیت اللہ الحرام کو عظمت ملی۔

زیارت جامعہ کبیرہ میں ہمیں شان آل محمدؐ میں یہ الفاظ دکھائی دیتے ہیں:

اے اہلبیت نبوت! ہر عزت دار آپ کی عزت کو دیکھ کر گردن جھکا چکا ہے۔ ہر مخلوق آپ کے سامنے حقیر ہے اور آپ کی ولایت کی وجہ سے نجات حاصل کرنے والے نجات حاصل کرتے ہیں۔ آپ لوگ صالحین کا نور ہیں اور نیک افراد کے ہادی ہیں اور خدائے جبار کی حجت ہیں۔ اللہ نے آپ کو مقربین کے اعلیٰ ترین مقامات عطا کئے ہیں جن تک کسی دوسرے کی رسائی نہیں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

قرآن کریم کی بے حرمتی کرنا

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری نازل کردہ کتاب ہے اور یہ اللہ کا کلام ہے جسے اس نے حضرت محمد مصطفیٰؐ پر نازل فرمایا۔ قرآن کتاب خدا اور قانون الٰہی ہے اور یہ رہتی دنیا تک حضرت محمدؐ کا معجزہ ہے اور یہ کتاب دنیا و آخرت کی سعادت کا ذریعہ ہے۔ اسی کتاب نے لوگوں کو انبیاء و مرسلینؑ کے واقعات سے آگاہی عطا کی ہے اور یہی کتاب ائمہ ہدیٰ کے فضائل کی بھی ترجمانی کرتی ہے۔ قرآن کا احترام دین کا احترام ہے اور قرآن کی بے ادبی دین کی بے ادبی ہے۔ قرآن کے احترام کی بہترین شکل و صورت یہ ہے کہ انسان قرآنی احکام پر عمل کرے۔ قرآن کریم کو وضو کے بغیر چھونا اس کی بے حرمتی ہے اور نامناسب مقام پر قرآن رکھنا قرآن کی توہین ہے اور تدبر کے بغیر قرآن پڑھنا بھی صحیح نہیں ہے لیکن قرآن پر عمل نہ کرنا اس کی سب سے بڑی توہین ہے۔

امام محمد باقرؑ نے جعفر جعفی سے فرمایا کہ تم صحیح مومن اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک اپنے متعلق لوگوں کی تعریف سن کر اذیت محسوس نہ کرو۔ خیال رکھنا لوگ تمہاری تعریف کریں تو مغرور نہ ہو جانا۔ اپنی شخصیت کو قرآن کے آئینے میں دیکھنا۔ اگر تم قرآن کے اوامر پر اپنے آپ کو عمل کرتے ہوئے پاؤ اور جن کاموں سے قرآن نے منع کیا ہے تم اپنے آپ کو ان ممنوعات سے دور پاؤ تو پھر تمہیں مبارک ہو۔ لوگوں کی باتوں سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور اگر تمہارا عمل قرآن کے خلاف ہے تو پھر تمہیں کس بات کا ناز ہے؟ مومن کی پیدائش کا مقصد جہاد بالنفس ہے اور اسے چاہیے کہ اپنے نفس پر غلبہ حاصل کرے۔ انسان کبھی جہاد بالنفس کے مرحلے پر کامیاب ہو جاتا ہے اور اپنی خواہشات پر غالب آجاتا ہے اور کبھی انسان اس معرکے میں مغلوب ہو جاتا ہے۔ جب بندۂ مومن اپنے نفس کے ہاتھوں مغلوب ہو رہا ہوتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اور اسے نفس امارہ کے شر سے بچا لیتا ہے اور اس کی لغزشوں کی تلافی کرتا ہے۔ پھر اسے توفیق الٰہی میسر آتی ہے اور انسان توبہ کا سہارا لیتا ہے اور اللہ اس کی بصیرت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۸، ص ۱۶۲)

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَاهُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ اور جب صاحبان تقویٰ کو شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھونا چاہتا ہے تو وہ خدا کو یاد کرتے ہیں اور حقائق کو دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ (سورۂ اعراف: آیت ۲۰۱)

کافی میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ایک شاگرد سعد سے فرمایا:

سعد! قرآن یاد کرو (اور اس میں تدبر کرو)۔ قرآن قیامت کے دن انتہائی خوبصورت شکل میں مجسم ہو کر آئے گا۔ لوگ اس کی حسین صورت کو دیکھیں گے پھر وہ تمام انسانوں، ملائکہ اور انبیاء کی صفوں سے گزرتا ہوا عرش الٰہی کے سامنے سجدہ ریز ہوگا۔ اس وقت اللہ اس سے فرمائے گا: اے میری حجت، اے میرا کلام حق! اب سر سجدے سے اٹھا اور جو مجھ سے مانگنا ہو مانگ اور جس کی شفاعت کرنی ہو کر۔ میں تیری ہر درخواست قبول کروں گا۔ اس وقت قرآن اپنے سر کو بلند کرے گا۔ اس وقت خدا قرآن سے کہے گا: تو نے میرے بندوں کو کیسا

Presented by www.ziaraat.com

پایا؟ اس وقت قرآن کہے گا کہ پروردگار! تیرے بندوں میں سے کچھ بندوں نے میری نگہبانی کی تھی اور میرے حقوق ادا کیے تھے۔ کچھ بندوں نے مجھے ضائع کیا تھا اور میری توہین و تحقیر کی تھی اور مجھے جھوٹا کلام سمجھتے تھے جبکہ میں تیرے بندوں پر تیری حجت تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے اپنی عزت و جلالت کی قسم! جن لوگوں نے تیری پیروی کی تھی آج میں انھیں بہترین بدلہ دوں گا اور جس نے تیری مخالفت کی اسے سخت ترین عذاب دوں گا...
اللہ تعالیٰ قرآن سے کہے گا جس نے تیری پیروی کی تھی اسے جنت میں داخل کر اور اسے اس کی رہائشگاہ میں رہائش دے۔ قرآن آگے چلے گا اور قرآن کے پیروکار اس کے پیچھے چلیں گے۔ جتنا کوئی قرآن پڑھتا جائے گا اتنے ہی بلند درجات پر فائز ہوتا جائے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۶۰۱) بالاختصار

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

قیامت کے دن تین طرح کے دفتر ہوں گے۔ ایک دفتر میں نعمتوں کا اندراج ہوگا، ایک دفتر میں برائیوں کا اندارج ہوگا اور ایک دفتر میں نیکیاں درج ہوں گی۔ جب نعمتوں کے دفتر کا نیکیوں کے دفتر سے موازنہ کیا جائے گا تو دونوں مساوی ہوں گے۔ برائیوں کا دفتر رہ جائے گا۔ اس وقت مومن کو حساب کے لیے بلایا جائے گا۔ اس وقت مومن کی مدد کے لیے قرآن مجید اس کے آگے آگے چلے گا اور کہے گا: پروردگار! میں تیرا قرآن ہوں اور یہ تیرا مومن بندہ ہے۔ یہ اندھیری راتوں میں میری تلاوت میں مصروف رہتا تھا اور نماز شب میں اشک بہایا کرتا تھا۔ خدایا! جس طرح سے اس نے مجھے راضی کیا تھا آج تو بھی اسے راضی فرما۔ اس وقت آواز قدرت آئے گی: بندۂ مومن! دایاں ہاتھ دراز کر۔ وہ دایاں ہاتھ دراز کرے گا۔ اس ہاتھ میں اللہ اپنی رضا رکھ دے گا۔ پھر کہا جائے گا کہ بایاں ہاتھ دراز کر۔ جب وہ بایاں ہاتھ دراز کرے گا تو اس میں اللہ اپنی رحمت رکھ دے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ یہ جنت تیرے لیے مباح ہے۔ اس میں داخل ہو جا اور آیات پڑھتا جا اور درجات حاصل کرتا جا۔ (کافی ج ۲، ص ۶۰۲)

بیت اللہ کی بے ادبی کرنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبَارَکًا وَّهُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ ○ فِیْهِ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ آمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا...
پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ بابرکت اور تمام جہانوں کے لیے موجب ہدایت ہے۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک مقام ابراہیم ہے۔ جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں ہوگا اور لوگوں پر اللہ کے اس گھر کا حج واجب ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو خدا تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۹۶ - ۹۷)

Presented by www.ziaraat.com

کعبہ سب سے محترم عبادت گاہ ہے۔ یہ لوگوں کے لیے جائے امن اور رحمت، مغفرت، ہدایت اور برکت کا مقام ہے۔ اس کے حرم میں توحید و خدا شناسی کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ یہاں مقام ابراہیمؑ، حجر اسماعیلؑ، چاہ زمزم اور کوہ صفا اور کوہ مروہ ہیں اور یہاں پناہ لینے والے کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرسکتا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی تین حرمتیں بہت بڑی ہیں جن کی عظمت کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کرسکتی۔

(۱) قرآن مجید۔ اللہ نے اپنی کتاب کو لوگوں کے لیے حکمت اور اپنا نور قرار دیا ہے۔

(۲) خانۂ کعبہ۔ اللہ نے کعبہ کو قبلہ بنایا ہے اور نماز کے لیے قبلہ رخ ہونا لازمی قرار دیا ہے۔

(۳) اہلبیت نبیؐ۔ اللہ نے ان کو ہادی اور معارف الٰہی کا بیان گر قرار دیا ہے۔

(بحار الانوار ج ۲۴، ص ۱۸۵۔ خصال ج ۱، ص ۷۱)

ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

اللہ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا اللہ دین و دنیا میں اس کی حفاظت کرے گا اور جو ان حرمتوں کی حفاظت نہیں کرے گا اللہ اس کی کسی چیز کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اسلام کی حرمت، میری حرمت، میری عترت کی حرمت۔ (خصال ج ۱، ص ۷۱)

www.ziaraat.org Sabeel-e-Sakina

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

روئے زمین پر پانچ چیزیں حرمت اور عظمت رکھتی ہیں اور ان کا احترام سب پر واجب ہے:

حرمت رسولؐ، حرمت آل رسولؐ، حرمت قرآن، حرمت کعبہ اور حرمت مومن۔

کعبہ کا احترام ہر مسلمان پر واجب ہے اور کعبہ کی بے حرمتی سخت گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

...وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ○ جو بھی اس مسجد میں ظلم کے ساتھ الحاد کا ارادہ کرے تو ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ (سورۂ حج: آیت ۲۵)

کافی میں ہے کہ امام علی علیہ السلام کے کچھ سیاسی حریف کعبہ میں داخل ہوئے تھے اور انھوں نے آئندہ کے لائحۂ عمل کے لیے ایک دستاویز تیار کی تھی۔ یہ آیت ان کے لیے نازل ہوئی تھی۔ (ج ۱، ص ۴۲۱)

تربت امام حسینؑ کی بے ادبی کرنا

مٹی کھانا حرام ہے خواہ وہ کسی جگہ کی ہو لیکن اللہ نے تربت امام حسینؑ کو خاک شفا کا اعزاز بخشا ہے۔ اس کا احترام ضروری ہے اور اس کی بے ادبی کرنا حرام ہے۔ یہ وہ خاک ہے جس سے کئی لاعلاج مریضوں کو شفا نصیب ہوئی ہے۔ معصومینؑ نے خاک شفا استعمال کرنے کے مخصوص آداب بیان کئے ہیں۔

محمد بن مسلم راوی ہیں کہ میں بیماری کے عالم میں مدینہ پہنچا۔ امام محمد باقر علیہ السلام کو خبر ہوئی تو آپ

Presented by www.ziaraat.com

نے ایک شربت بھیجا جس پر رومال پڑا ہوا تھا۔ آپ کے غلام نے وہ شربت مجھے دیا اور کہا کہ میرے آقا کا حکم ہے کہ آپ کو یہ شربت پلائے بغیر واپس نہ آؤں۔ اس شربت سے مشک کی خوشبو آرہی تھی اور وہ بہت ٹھنڈا تھا۔ جب میں نے شربت پیا تو غلام نے کہا کہ انھیں آپ کو امام بلاتے ہیں۔ میں سوچنے لگا کہ مولا کے پاس کیسے جاؤں مجھ میں تو چلنے کی بھی سکت نہیں۔ پھر اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے اندر قوت آگئی ہے اور تمام کمزوری دور ہوگئی ہے۔ میں امام کے در دولت پر پہنچا اور اجازت طلب کرنے کا ارادہ کیا کہ اندر سے امام کی آواز آئی۔ تجھے شفامل چکی ہے۔ اندر آجاؤ۔

میں نے روتے ہوئے حجرے کے اندر قدم رکھا اور امام کے سر اور ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ امام نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ مولا! میں اس لیے روتا ہوں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان ایک طویل سفر حائل ہے اور میں آپ کے یہاں مستقل طور پر قیام بھی نہیں کرسکتا۔ اسی جدائی کی وجہ سے رو رہا ہوں۔

امام نے فرمایا کہ تم نے جو یہ کہا ہے کہ تمہارے اور ہمارے درمیان طویل فاصلہ حائل ہے تو بات یہ ہے کہ خدا چاہتا ہے ہمارے دوست ہمیشہ آزمائش میں مبتلا رہیں۔ تم نے کہا ہے کہ تم مسافر ہو تو یاد رکھو! اس دنیا میں ہر مومن مسافر ہے۔ انسان جب تک اس دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی رحمت میں نہ چلا جائے اس وقت تک وہ مسافر ہی رہتا ہے۔ تم نے طویل فاصلے کا ذکر کیا ہے۔ تمھیں امام حسینؑ کی ذات اقدس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ان کا مزار بھی تو ہم سے بہت دور فرات کے کنارے پر واقع ہے۔ تم نے جو یہ کہا ہے کہ تمہارا جی چاہتا ہے کہ ہمارے پاس رہو اور ہماری زیارت سے مشرف ہوتے رہو لیکن حالات تمھیں اس کی اجازت نہیں دیتے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تمہارے دل کی کیفیت جانتا ہے اور وہ تمھیں اس کا اجر دے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم امام حسینؑ کی زیارت کے لیے کربلا جاتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ انتہائی خوف کے باوجود جاتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: جو خوف کے عالم میں بھی زیارت حسینؑ کو جائے تو اللہ قیامت کے خوف سے اس کو بچالے گا اور اس کی مغفرت فرمائے گا۔ ملائکہ اس کو سلام کریں گے۔ رسول خداؐ اس کی زیارت کریں گے۔ وہ خدا کے فضل و انعام کا مستحق قرار پائے گا۔ وہ کوئی مصیبت نہ دیکھے گا اور رضائے الٰہی کا پیروکار قرار پائے گا۔

پھر آپ نے پوچھا کہ تم کو ہمارا بھیجا ہوا مشروب کیسا لگا؟

میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اہلبیتؑ، رحمت ہیں اور آپ اوصیاء کے وصی ہیں۔ جب آپ کا غلام مشروب لایا تھا تو کھڑے ہونے کے قابل نہیں تھا۔ میں نے مشروب پیا۔ وہ ایسا خوشبودار تھا کہ میں نے زندگی میں کبھی ایسا مشروب نہیں پیا اور جیسے ہی میں نے وہ مشروب پیا مجھے لگا کہ میں نے رسیوں سے آزادی حاصل کرلی ہو۔ خدا کا شکر ہے جس نے آپ کو اپنے شیعوں کے لیے رحمت بنایا ہے۔ امام نے فرمایا: تم نے جو شربت پیا ہے اس میں قبر حسینؑ کی مٹی شامل تھی اور وہ بہترین دوا ہے۔ ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو یہ شربت پلایا کرتے ہیں۔ یہ ہر درد کے لیے مفید ہے اور ہر بھلائی کا وسیلہ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

میں نے کہا: تھوڑی سی خاک مجھے بھی عطا فرمائیں تا کہ ہم بھی اس سے استفادہ کریں۔ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص حائرِ حسینی کی خاک لے کر جاتا ہے تو جنات اور دوسری نادیدہ مخلوق اسے مس کرتی ہے جس سے اس کی برکت زائل ہو جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر دردمند کو اس سے شفا ملتی۔ اس کی مثال حجرِ اسود کی سی ہے۔ جب یہ پتھر آسمان سے آیا تھا تو سرخ رنگ کا تھا۔ گنہگار ہاتھ اس پہ لگتے رہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کالا سیاہ ہوگیا۔ ہاں تم ہمارے پاس رہ کر خاکِ شفا کا مشروب پی لو اسے اپنے ساتھ مت لے جاؤ کیونکہ خاک کی تم حفاظت نہ کرسکو گے۔ الغرض حضرت نے دو مرتبہ مجھے خاکِ شفا کا مشروب پلایا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ میری ساری جسمانی تکلیف دور ہوگئی۔ (کامل الزیارات ص ۲۷۵۔ بحار ج ۶۰، ص ۱۵۷۔ کافی ج ۱، ص ۴۲۱)

مزاراتِ مقدسہ کی بے ادبی کرنا

انبیاؑء اور اوصیاء بالخصوص تاجدارِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اوصیاء کی قبریں انتہائی متبرک ہیں۔ ہادیانِ دین کی طرف سے ان کی زیارت کی بہت تاکید آئی ہے اور اسے حقِ مودت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ رسولِ اکرمؐ اور آپ کے برحق اوصیاء، شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ انھیں خدا کی طرف سے رزق ملتا ہے اور جب ہم ان کی قبروں پر جاتے ہیں تو وہ ہمیں دیکھتے ہیں، ہماری باتیں سنتے ہیں اور ہمارے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اللہ نے ہماری آنکھوں اور کانوں پر پردہ ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے ہم ان کی آواز نہیں سن پاتے۔ اس کے عوض اللہ لذتِ مناجات کے لیے ہمارے دلوں کو کھول دیتا ہے اسی لیے ہم بڑی وارفتگی سے ان کی زیارت کرتے ہیں۔

ان بزرگواروں کی قبروں کے احترام کے دلائل وہی ہیں جو خود ان کی حینِ حیات میں ان کے احترام کے دلائل ہیں۔ احترام کے لیے ان کی حیات اور موت دونوں برابر ہے۔ یاد رکھیں کہ ان بزرگواروں کی قبورِ مطہرہ کی بے حرمتی کرنا اور انھیں مٹی کا بے فائدہ ڈھیر کہنا، ان بزرگواروں سے خطاب کو حماقت کہنا اور انھیں پکارنے والوں کو مشرک کہنا نہ صرف شوخ چشمی بلکہ ان بزرگواروں سے عداوت کی علامت ہے۔

اس موضوع کی وضاحت کے لیے ہم چند احادیث پیش کرتے ہیں:

رسولِ اکرمؐ نے امام علیؑ سے فرمایا: ابوالحسن! اللہ نے تمہاری اور تمہاری اولاد کی قبروں کے قطعہ زمین کو جنت کے قطعات[1] اور میدان قرار دیا ہے۔ اللہ نے اپنے پسندیدہ بندوں کے دلوں میں تمہاری محبت ڈال دی ہے اور ان کے دلوں کو تمہاری قبروں کی زیارت کی طرف مائل کر دیا ہے۔ وہ بار بار تمہاری قبروں کی زیارت کے لیے آئیں گے اور وہ اس عمل کو اللہ کی قربت اور اجرتِ رسالت کی ادائیگی کا ذریعہ سمجھیں گے۔ یا علیؑ! تمہارے زائر میرے حوض پر آئیں گے اور مجھ سے ملاقات کریں گے۔ یا علیؑ! جو تمہاری قبروں کو آباد رکھے اور خود زیارت

۱۔ روضۂ رسولؐ کے ساتھ جو قطعہ زمین ہے وہ بھی ریاض الجنۃ ہے اور وہاں نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

کے لیے آتا رہے تو خدا اسے اتنا ثواب دے گا کہ گویا اس نے بیت المقدس کی تعمیر میں حضرت سلیمانؑ کا ہاتھ بٹایا ہو اور جو تمہاری قبروں کی زیارت کرے تو اللہ اسے ستر نفلی حج کا ثواب عطا فرمائے گا اور تمہاری قبروں کے زائر کے گناہ بخشے جائیں گے جیسا کہ وہ ماں کے پیٹ سے نکلا ہو۔ (النہایہ ج ۱، ص ۲۳۳، حنبل)

کچھ لوگ تمہارے زائرین کو یوں ملامت کریں گے جیسے کسی بدکار عورت کو ملامت کی جاتی ہے۔ تمہارے زائرین کو ملامت کرنے والے میری امت کے بدترین افراد ہوں گے۔ خدا انھیں میری شفاعت سے محروم رکھے گا اور میرے حوض سے کبھی سیراب نہیں کرے گا۔ (فرحة الغری ص ۳۱)

عبدالرحمٰن بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا: مولا! یہ فرمائیں کہ امیرالمومنینؑ کی زیارت افضل ہے یا امام حسینؑ کی یا پھر فلاں فلاں امام کی؟ میں نے ائمہ کے نام لیے۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: عبدالرحمٰن! جس نے ہمارے پہلے فرد کی زیارت کی اس نے گویا ہمارے آخری فرد کی زیارت کی اور جس نے ہمارے آخری فرد کی زیارت کی اس نے گویا ہمارے پہلے فرد کی زیارت کی۔ جس نے ہمارے پہلے فرد سے محبت کی اس نے گویا ہمارے آخری فرد سے محبت کی اور جس نے ہمارے آخری فرد سے محبت کی اس نے گویا ہمارے پہلے فرد سے محبت کی اور جس نے ہمارے دوستوں میں سے کسی ایک کی حاجت پوری کی تو وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے ہم سب کی حاجت پوری کی ہو۔

پھر آپ نے فرمایا: عبدالرحمٰن! ہم سے دوستی رکھو اور ہماری وجہ سے ہمارے دوستوں سے بھی دوستی رکھو اور ہمارے دشمنوں سے دشمنی رکھو۔ جان لو کہ ہماری بات رد کرنے والا ہمارے جد رسول خداؐ کی حدیث رد کرنے والے کی مانند ہے اور رسول خداؐ کے فرمان کو رد کرنے والا خدا کے فرمان کو رد کرنے والے کی مانند ہے۔ جس نے ہم سے بغض رکھا اس نے رسول خداؐ سے بغض رکھا اور جس نے رسول خداؐ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا اور خدا کا حق ہے کہ وہ بغض رکھنے والے کو جہنم میں ڈال دے۔ (کامل الزیارات ص ۳۳۵۔ بحار ج ۹۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام مخلوقات سے فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ بیت المعمور کے طواف سے فارغ ہوکر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے طواف سے فارغ ہوکر روضہ رسولؐ پر آتے ہیں اور رسول خداؐ کو سلام کرتے ہیں۔ اس کے بعد امیرالمومنینؑ کے مرقد پر جاتے ہیں اور انھیں سلام کرتے ہیں۔ وہاں سے فارغ ہوکر قبر حسینؑ پر جاتے ہیں اور سلام کرتے ہیں۔ پھر آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ قیام قیامت تک جاری رہے گا۔[1]

(عماد الدین طبری، بشارة المصطفیؐ ص ۱۰۸، طبع دوم، مطبوعہ نجف)

۱۔ مرحوم آیت اللہ ابو القاسم خوئی نے البیان فی تفسیر القرآن میں زیارت قبور کے جائز ہونے کی متعدد احادیث نقل کی ہیں مثلاً جو شخص میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے تو ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہو۔ اور جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا میں بھی یقیناً اس کی شفاعت کروں گا۔ (سنن بیہقی، فصل شعب الایمان) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

مساجد کی بے ادبی کرنا

مساجد زمین پر اللہ کا گھر ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا... بھلا اس سے بڑا ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو مساجد میں اللہ کا نام لینے سے کسی کو روکے اور مساجد کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۱۴)

تفسیر صافی میں ہے کہ مکہ میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا انھوں نے اپنے گھروں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنالی تھیں۔ مشرکین انھیں مسجدوں میں جانے سے روکتے تھے۔ چنانچہ اللہ نے کفار کی مذمت میں درج بالا آیت نازل فرمائی۔

تفسیر مجمع البیان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب کفار قریش نے رسول خداؐ کو مکہ میں داخل ہونے اور مسجد الحرام میں آنے سے روکا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ایک مرتبہ ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ مساجد کی تعظیم کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مساجد زمین پر اللہ کا گھر ہیں اسی لیے اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے۔ (علل الشرائع ج ۲، ص ۳۱۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ توریت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مساجد زمین پر میرا گھر ہیں۔ وہ شخص خوش نصیب ہے جو اپنے گھر میں وضو کرکے میری مساجد میں میری زیارت کے لیے آئے۔ گھر کے مالک پر ملاقاتی کا احترام ضروری ہے۔ (علل الشرائع ج ۲، ص ۳۱۹)

مساجد کے آداب

علامہ حلی القواعد میں لکھتے ہیں کہ مسجد کی تعمیر سنت مؤکدہ ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص تیتر کے گھونسلے کے برابر مسجد بنائے تو خدا اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

مساجد میں جانا مستحب ہے۔ ہادیان دین نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص مسلسل مسجد میں جائے تو اسے آٹھ میں سے ایک چیز ضرور ملے گی۔ دینی بھائی، علم کے موتی، خدا شناسی کی دلیل، رحمت الٰہی، گمراہی سے بچانے والی بات، ہدایت پر مبنی بات، ایسی نصیحت جو خدا خوفی پیدا کردے اور ایسی بات جسے سن کر خدا سے حیا آئے۔ (وسائل الشیعہ ج ۳، ص ۴۸۶، باب ۸)

مسجد کے لیے چند باتوں کی سفارش کی گئی ہے:

(۱) مسجد میں رات کے وقت چراغ جلانا چاہیے۔

(۲) مسجد میں جوتا اتار کر جانا چاہیے۔

(۳) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھنا چاہیے۔

(۴) مسجد میں وضو کرکے جانا چاہیے۔

Presented by www.ziaraat.com

(۵) مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے: بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَافْتَحْ لَنَا بَابَ رَحْمَتِکَ وَاجْعَلْنَا مِنْ عُمَّارِ مَسَاجِدِکَ جَلَّ ثَنَاءُ وَجْھِکَ وَ تَقَدَّسَتْ اَسْمَائُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔

(۶) مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھنا چاہیے اور یہ دعا پڑھنی چاہیے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَافْتَحْ لَنَا بَابَ فَضْلِکَ۔ (وسائل الشیعہ ج ۳، ص ۵۱۵)

واجب نماز گھر کی بجائے مسجد میں پڑھنی چاہیے اور نفلی نماز بالخصوص نماز شب گھر میں پڑھنی چاہیے۔ بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا سو نمازوں کے برابر ہے۔ محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے۔ بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا بارہ نمازوں کے برابر ہے۔ (علامہ حلی، القواعد ج ۱، ص ۲۶۱)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ مسجد الحرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور مسجد نبوی میں دس ہزار نماز کے برابر ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ مسجد الحرام کی ایک نماز کا ثواب باقی مساجد کے ثواب سے دس لاکھ گنا زیادہ ہے۔

علامہ حلی لکھتے ہیں کہ مساجد کے لیے چند باتیں مکروہ ہیں:

(۱) مسجد کی عمارت کو بہت اونچا بنانا (۲) مسجد کے اوپر چھت بنانا (۳) مسجد میں بالکونیاں بنانا (۴) مسجد کے درمیان مینار بنانا (۵) مسجد کو گزرگاہ بنانا (۶) مسجد کی دیوار میں محراب بنانا (۷) مسجد کے اندر وضو کے لیے حوض بنانا (۸) مسجد میں نیند کرنا خاص طور پر مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں سونا (۹) مسجد سے کنکریاں باہر لے جانا پھر انہیں اندر لے آنا (۱۰) مسجد میں تھوکنا (۱۱) مسجد میں ناک صاف کرنا (۱۲) مسجد میں تلوار بے نیام کرنا (۱۳) مسجد میں کاروبار اور خرید و فروخت کرنا (۱۴) مسجد میں دیوانوں اور بچوں کو آنے دینا (۱۵) مسجد میں احکام نافذ کرنا اور ان کا اجرا کرنا (۱۶) مسجد میں گمشدہ اشیاء کا اعلان کرنا (۱۷) مسجد میں شعر پڑھنا (۱۸) مسجد میں چلانا (۱۹) مسجد میں پیاز اور لہسن کھا کر جانا (۲۰) مسجد میں جوتوں سمیت داخل ہونا (۲۱) مسجد میں ننگا ہونا (۲۲) مسجد میں ریت پھینکنا۔ (القواعد ج ۱، ص ۲۶۲)

مؤلف کہتا ہے کہ مسجد کا کوڑا کرکٹ باہر ڈالنا چاہیے البتہ مسجد کی خاک، پتھر اور دیگر اجزائے مسجد کو مسجد سے باہر پھینکنا گناہ ہے۔ کچھ فقہاء نے درج بالا اشیاء کو مسجد الحرام سے باہر نکالنا حرام قرار دیا ہے اور روایات میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے۔

زید شحام کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ بعض اوقات میں مسجد سے باہر نکلتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ مسجد کی ریت میرے کپڑوں کے ساتھ چمٹی ہوئی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس ریت کو اسی مسجد میں یا کسی دوسری مسجد میں جا کر جھاڑ دو۔ (وسائل الشیعہ ج ۹، ص ۳۳۴)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۷۷۔ نماز جماعت سے بے اعتنائی کرنا

محقق حلی (۶۰۲ھ۔ ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں: تمام فرض نمازیں باجماعت پڑھنا مستحب ہے۔ جمعہ اور عیدین کی نماز بغیر جماعت نہیں ہوسکتی۔ ہم نے کسی فقیہ کو نہیں دیکھا جس نے تارک جماعت کو فاسق کہا ہو۔ اس سلسلے کی جو روایت بیان کی جاتی ہے اس سے اس کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ (المعتبر ج ۲، ص۴۱۴)

محقق نراقی لکھتے ہیں کہ جمعہ اور عیدین میں جماعت کے ساتھ شامل ہونا واجب ہے۔ علاوہ ازیں جو شخص قرأت نہ جانتا ہو اور اس کے پاس صحیح قرأت سیکھنے کا وقت نہ ہو، اس پر بھی جماعت میں شامل ہونا واجب ہے البتہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ تمام فرائض کو باجماعت پڑھنا مستحب ہے۔ (مستند الشیعة ج ۸، ص۱۳)

علامہ حلی لکھتے ہیں کہ جماعت کا ترک کرنا مناسب نہیں ہے البتہ کوئی عمومی یا خصوصی مجبوری ہو تو جماعت میں شرکت ضروری نہیں ہے مثلاً بارش یا کیچڑ ہو اور چل کر مسجد میں جانا مشکل ہو یا انسان کسی بیماری میں مبتلا ہو یا مسجد تک جانا اس کے لیے خطرناک ہو، دشمنوں سے مقابلے کا خطرہ ہو تو جماعت کے لیے استحباب باقی نہیں رہے گا۔ (المنتہیٰ ج۱)

شیخ صدوق لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرے تو ہر نیک کام کے لیے اس کے متعلق نیک گمان کیا کرو۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد کے ہمسایوں کی نماز بغیر جماعت کے نہیں ہوتی البتہ کوئی بیمار یا مجبور ہو یا بارش نے اسے مسجد میں آنے سے روک دیا ہو تو پھر وہ گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ (المنتہیٰ ج ۱، ص۳۶۳)

مؤلف عرض کرتا ہے: روایات کی کثیر تعداد اور شرح لمعہ (روضۃ البھیہ) میں شہید ثانی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز نہ پڑھنا اور مستقل طور پر جماعت کو ترک کر دینا جائز نہیں ہے۔ بہت سی روایات نماز باجماعت کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ قارئین کی خدمت میں ہم چند روایات نقل کر رہے ہیں:

زرارہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص بے اعتنائی کی وجہ سے جماعت میں شرکت نہ کرے اور اسے کوئی مجبوری لاحق نہ ہو تو اس کی نماز نہیں ہے۔ (شیخ صدوق، امالی ص۵۷۳)

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ امام عادل (یعنی عادل حکمران) کے ساتھ نماز جمعہ واجب ہے۔ جو شخص کسی شرعی عذر کے بغیر تین جمعوں میں شرکت نہ کرے وہ منافق ہے۔ (ایضاً)

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ رسول اکرمؐ نے مسجد کے ہمسایوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ جماعت میں شرکت کریں گے اور جو مسلسل جماعت سے غیر حاضر رہیں گے ان کے لیے میں اپنے اہلبیت کے ایک فرد (امام علیؑ) کو حکم دوں گا کہ وہ ان کے گھروں کو آگ لگا دیں۔ (المحاسن ص ۸۵۔ عقاب الاعمال ص۲۳۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد صحابہ سے چند افراد کے متعلق

Presented by www.ziaraat.com

پوچھا کہ کیا وہ جماعت میں حاضر ہوئے ہیں؟ صحابہ نے نفی میں جواب دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا وہ سفر پر گئے ہوئے؟ صحابہ نے کہا: نہیں یا رسول اللہؐ! وہ گھروں میں ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نماز فجر اور نماز عشاء منافقین پر بھاری ہے۔ (المحاسن ص ۸۴۔ عقاب الاعمال ص ۲۳۲)

مقدس اردبیلی کی کتاب **مجمع الفائدہ** میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: جو شخص کسی مجبوری کے بغیر مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز نہ پڑھے اس کی نماز قبول نہیں ہے اور جو شخص ہماری جماعت سے روگردانی کرتے ہوئے گھر میں نماز پڑھے اس کی غیبت جائز اور عدالت ختم ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس کا بائیکاٹ کریں۔ اگر مسلمانوں کے حاکم کو اس کی اطلاع ملے تو اسے ڈرائے اور جو شخص جماعت مسلمین سے وابستہ رہے تو مسلمانوں پر اس کی غیبت حرام ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔
(ج ۳، ص ۲۴۰۔ بحار الانوار ج ۸۵، ص ۵)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ملعون ہے، ملعون ہے، ملعون ہے جو جماعت مسلمین میں شرکت سے روگردانی کرتا ہے۔ (مجمع الفائدہ ج ۳، ص ۲۴۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی بستی یا صحرا میں تین افراد موجود ہوں اور وہ نماز جماعت قائم نہ کریں تو ان پر شیطان سوار ہو جاتا ہے۔ لوگو! جماعت سے وابستہ رہو کیونکہ جو بکری ریوڑ سے علیحدہ ہو جائے اسے بھیڑیئے کھا جاتے ہیں۔ (مجمع الفائدہ ج ۳، ص ۲۴۰)

ان روایات سے پتا چلتا ہے کہ نماز جماعت میں شریک ہونا انتہائی ضروری ہے کیونکہ جماعت سے روگردانی کرنے والے کو منافق کہا گیا ہے اور اس کی غیبت کو جائز قرار دیا گیا ہے اور اس کے مقاطعہ کو واجب قرار دیا گیا ہے اور تارک الجماعت کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ اس پر ابلیس غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔

بلا عذر جماعت ترک کرنا

یہ ایک حقیقت ہے کہ جمعہ اور عیدین کے لیے جماعت واجب ہے اور شرط صحت ہے۔ نماز استسقاء میں جماعت اگرچہ مستحب ہے لیکن اس کے لیے شرط صحت کا درجہ رکھتی ہے۔ ان نمازوں کے علاوہ نماز پنجگانہ کے لیے جماعت واجب نہیں ہے اور شرط صحت بھی نہیں ہے۔ شیعہ فقہاء کا اگرچہ مشہور فتویٰ یہی ہے لیکن ایسی احادیث بھی موجود ہیں جو بتاتی ہیں کہ نماز پنجگانہ کی جماعت میں شرکت نہ کرنا انتہائی خطرناک ہے۔

صاحب حدائق فرماتے ہیں کہ جماعت کا ترک کرنا فسق اور گناہ ہے۔ اگرچہ فقہاء نے اسے گناہوں میں شمار نہیں کیا اور کہا ہے کہ ترک مستحبات عدالت سے مانع نہیں ہیں لیکن روایات و احادیث میں اس کے خلاف بیان ہوا ہے اور تارک جماعت کے لیے یہ وعید دی گئی ہے کہ اس کے گھر کو جلا دیا جائے۔ (ج ۱۸، ص ۱۶۸)

زرارہ راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص جماعت اور اجتماع مسلمین سے

Presented by www.ziaraat.com

روگردانی کرے اس کی نماز قابل قبول نہیں ہے۔ (ہمدانی، مصباح الفقیہ ج ۲، ص ۶۲۴)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ مسجد کے جو ہمسائے جماعت میں شریک نہ ہوں اور فرادیٰ نماز پڑھیں تو ان کی نماز، نماز نہیں ہے البتہ کوئی مریض ہو یا کسی مشکل میں مبتلا ہو تو وہ مستثنیٰ ہے۔ (روضۃ الواعظین ص ۳۳۵)

امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص نماز جماعت کی اذان سنے اور اسے کوئی مجبوری نہ ہو اس کے باوجود وہ جماعت میں شرکت نہ کرے تو اس کی نماز، نماز نہیں ہے۔ جو شخص جماعت اور اجتماع مسلمین سے کسی مجبوری کے بغیر روگردانی کرے اس کی نماز نہیں ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۲)

رسول اکرمؐ نے فرمایا: مسجد کے ہمسائے کی نماز مسجد ہی میں جائز ہے۔ (کشف الغطاء ج ۱، ص ۲۱۱)

امام صادقؑ نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے ان لوگوں کے گھروں کو جلانے کا ارادہ کیا تھا جو جماعت میں شامل ہونے کی بجائے اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور بولا کہ یا رسول اللہؐ! میں اذان کی آواز سنتا ہوں مگر نابینا ہوں اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجد میں لانے والا کوئی نہیں ہے (میرے لیے کیا حکم ہے؟)۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر سے مسجد تک ایک رسی باندھ لو اور اسی کے سہارے آیا جایا کرو۔

(شیخ طوسی، تہذیب الاحکام ج ۳، ص ۲۶۶)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی سخت روایات کے باوجود نماز جماعت کو مستحب کیسے کہا جاسکتا ہے؟

مرحوم آیت اللہ ہمدانی مصباح الفقیہ میں لکھتے ہیں کہ ان روایات کی تعبیر جن میں نماز جماعت میں شرکت نہ کرنے والوں کے گھروں کو جلانے کا حکم دیا گیا ہے شاید یہ ہو کہ منافقین متنبہ رہیں اور جماعت مسلمین کو کمزور نہ کرسکیں۔ یہ روایات اذان سن کر جماعت میں شرکت نہ کرنے والوں اور مسجد کے ہمسائے میں رہنے والوں کے لیے ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے اگر نماز جماعت صرف مستحب ہوتی تو ان روایات کا کوئی جواز نہ ہوتا۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ حج، عیدین، جمعہ اور نماز پنجگانہ کے اجتماعات صرف عبادی پہلو کے حامل نہیں ہیں۔ جہاں یہ عبادت ہیں وہاں یہ اجتماعات اسلام کی شوکت اور عظمت کے بھی مظہر ہیں۔ اگر لوگ ان اجتماعات میں شرکت نہ کریں تو اسلامی حکومت کمزور ہو جائے گی اور شوکت اسلام متاثر ہوگی۔ اسی لیے امیرالمومنینؑ نے اپنی وصیت (نہج البلاغہ، مکتوب ۴۷) میں حج کے متعلق فرمایا تھا: اَللّٰہَ اللّٰہَ فِیْ بَیْتِ رَبِّکُمْ، لَا تُخَلُّوْہُ مَا بَقِیْتُمْ، فَاِنَّہٗ اِنْ تُرِکَ لَمْ تُنَاظَرُوْا خانۂ کعبہ سے روگردانی نہ کرنا۔ خبردار! کہیں حج معطل نہ ہونے پائے اس لیے کہ اگر حج کو معطل کردیا گیا تو پھر تمہیں مہلت نہیں دی جائے گی اور دوسرے تمہیں اپنا لقمہ بنالیں گے۔

۷۹۔ بلا عذر نماز جمعہ میں شریک نہ ہونا

نماز جمعہ میں شریک ہونے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

Presented by www.ziaraat.com

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (سورۂ جمعہ: آیت ۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی مجبوری کے بغیر تین جمعوں میں شرکت نہ کرے تو اس کے دل پر منافقت کی مہر لگا دی جاتی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۵، ص ۴)

مؤلف عرض کرتا ہے:

اس آیت سے نیز احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ واجب عینی ہے اور کسی مجبوری کے بغیر اسے چھوڑنا جائز نہیں۔ دیگر روایات سے بھی مستفاد ہوتا ہے کہ قیام جمعہ کے لیے امام معصوم کے شامل ہونے کی بھی کوئی شرط نہیں ہے کیونکہ شیخ مفید زرارہ کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہم سے نماز جمعہ کے فضائل بیان کئے تو مجھے یہ گمان ہوا کہ گویا آپ چاہتے ہیں کہ نماز جمعہ پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: مولا! کیا ہم جمعہ نماز کے لیے آپ کے پاس آجائیں؟ امام نے فرمایا کہ میرا مقصد یہ تھا کہ تم خود نماز جمعہ قائم کرو۔ (شیخ مفید، المقنعۃ ص ۱۶۴۔ وسائل الشیعہ ج ۵، ص ۱۲)

شہید ثانی شرح لمعہ میں لکھتے ہیں: اگرچہ روایات کے ظاہری الفاظ سے نماز جمعہ کا وجوب عینی ثابت ہوتا ہے لیکن فقہاء کا اجماع ہے کہ نماز جمعہ واجب عینی نہیں ہے اس لیے ہم اسے واجب تخییری ماننے پر مجبور ہیں۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ غیبت امام (علیہ السلام) میں جمعہ کے متعلق فقہاء میں مختلف آراء ہیں لیکن احتیاط کا یہی تقاضا ہے کہ نماز جمعہ میں ضرور شرکت کی جائے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

۸۰۔ مستحبات کو ترک کرنا

کچھ فقہاء فرماتے ہیں کہ مستحبات کو مستقل طور پر ترک کرنا حرام ہے اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ مستحبات کو حقیر جان کر چھوڑنا حرام ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ ترک جماعت کی مذمت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا عذر جماعت میں شامل نہ ہونا حرام اور گناہ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خداؐ کی حیات طیبہ میں کچھ لوگوں نے جماعت میں آنا چھوڑ دیا تھا۔ رسول خداؐ نے حکم دیا کہ جو جماعت میں شامل نہ ہوں گے ان کے گھر جلا دیئے جائیں گے۔ ان لوگوں نے جب یہ حکم سنا تو جماعت میں شامل ہونے لگے۔ (مستدرک الوسائل، باب ۲)

علامہ مجلسی نے بحار میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت اور اس مفہوم کی حامل دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے پنجگانہ نمازوں کی جماعت میں شامل ہونا واجب ہے لیکن فقہائے کرام اس کے

Presented by www.ziaraat.com

وجوب کے قائل نہیں ہیں۔ بعض فقہاء نے اسے جماعت واجب (جمعہ و عیدین) پر محمول کیا ہے۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر ترک جماعت کی وجہ جماعت کو حقیر سمجھنا ہو تو پھر ترک جماعت حرام ہے۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ مجبوری کے علاوہ نماز جماعت کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

صاحب حدائق مذکورہ بالا مطالب لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ اہل اطلاع بخوبی جانتے ہیں کہ ائمہ معصومینؑ نے مستحبات بجا لانے کی بڑی تاکید کی ہے۔ اسی طرح انھوں نے مکروہات سے باز رہنے کی بھی بڑی تاکید کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مستحبات دراصل واجبات کے قریب ہوتی ہیں اور مکروہات اکثر اوقات محرمات کے قریب ہوتی ہیں اور معصومینؑ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے ماننے والے مستحبات کو ترک نہ کریں اور مکروہات کے قریب نہ جائیں۔ علاوہ ازیں ایک امکان یہ بھی ہے کہ یہ روایات مستحبات و مکروہات کو حقیر سمجھنے سے روکنے کے لیے وارد ہوئی ہوں۔

۸۱۔ قبور معصومینؑ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھنا

کچھ روایتوں اور بعض فقہاء کے فتووں کے مطابق امام کی قبر کی طرف نماز میں پشت کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ قبر کے دائیں، بائیں اور قبر کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ اس کے برعکس چند فقہاء یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اگر قبر امام کی طرف پشت کرنا توہین شمار نہ ہو تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

آیت اللہ محسن الحکیم نے مستمسک العروۃ میں حمیری سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ایک نائب کے ذریعے امام علیہ السلام کو خط لکھ کر پوچھا کہ اگر کوئی شخص ائمہ کی زیارت کے لیے جائے تو کیا وہ قبر امام کی طرف پشت کر کے نماز پڑھ سکتا ہے؟ امام علیہ السلام کی طرف سے جواب آیا کہ قبر امام کے آگے نماز پڑھنا حرام ہے کیونکہ امام سے مقدم ہونا جائز نہیں ہے۔ نمازی کو چاہیے کہ قبر کے دائیں یا بائیں طرف نماز پڑھے۔ (ج ۳، ص ۴۵۵)

کتاب مذکور میں زرارہ سے باسند صحیح منقول ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کا فرمان ہے: میری قبر کو قبلہ نہ بنانا اور مسجد نہ بنانا۔ اللہ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مسجد کا درجہ دیا۔ (مستمسک العروۃ ج ۳، ص ۳۰۳)

صاحب عروۃ الوثقیٰ ''مکان نماز'' کے ضمن میں لکھتے ہیں: نمازی کو احتیاطاً قبر امام سے مقدم نہیں ہونا چاہیے۔ اگر درمیان میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور پشت کرنے سے توہین امام لازم آتی ہو تو پشت کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ واضح رہے کہ صندوق قبر، غلاف اور ضریح کو ''حائل'' نہیں سمجھا جا سکتا۔

آیت اللہ خوئی اور آیت اللہ خمینی نے عروہ کے حاشیے پر لکھا ہے: اگر نماز میں قبر معصوم کے آگے کھڑے ہونے سے ان کی توہین اور بے ادبی لازم نہ آتی ہو تو پھر جائز ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

آیت اللہ ہمدانی نے مصباح الفقیہ میں صاحب حدائق شیخ یوسف بحرینی کا یہ قول نقل کیا ہے:
شیخ بہائی اور ان کے بعد کے کچھ علماء جن میں علامہ مجلسی بھی شامل ہیں اس حرمت کے قائل ہیں۔
صاحب حدائق لکھتے ہیں کہ میری نظر میں بھی یہی بات صحیح ہے کیونکہ ہمارے پاس حمیری کی روایت موجود ہے اور اس کے رد میں کوئی روایت موجود نہیں ہے۔ حمیری کی روایت کی تائید میں روایات موجود ہیں مثلاً کامل الزیارات میں لکھا ہے کہ قبر امام کے آگے نہیں بلکہ پیچھے نماز پڑھنا چاہیے۔

۸۲۔ امام زمانہ (عجل اللہ فرجہ الشریف) کا نام لینا

بعض روایات میں امام زمانہؑ کا نام لینے سے منع کیا گیا ہے۔ کچھ روایات میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ اگر آپ کا نام لیا جائے گا تو دشمن آپ کے تعاقب اور آپ کی تلاش میں لگ جائیں گے جبکہ وہ زمانہ انتہائی سخت تقیہ کا زمانہ تھا۔

مؤلف کہتا ہے کہ اگر نام نہ لینے کی اس توجیہ کو مان لیا جائے تو پھر جب اور جہاں آپ کا نام لینا خطرے کا سبب ہو تو وہاں آپ کا نام لینا حرام ہوگا ورنہ نہیں۔

بعض روایات میں مطلقاً آپ کا نام لینا حرام بیان کیا گیا ہے اور اسے کفر کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔ کچھ فقہاء کا نظریہ ہے کہ ظہور امام تک نام لینا حرام ہے۔ اب اس مفہوم کی چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

صحیحہ ابن رئاب میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: (زمانہ غیبت میں) صاحب الامر کا نام کافر کے سوا اور کوئی نہیں لے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۸۷)

صحیحہ ابن رئاب کی ایک اور روایت میں ہے کہ اس زمانے میں تم ان کے وجود کو نہ دیکھو گے اور ان کا نام لینا بھی تمہارے لیے حلال نہ ہوگا۔ میں نے کہا تو ہم ان کا ذکر کن الفاظ سے کریں؟ آپ نے فرمایا انھیں **الحجة من آل محمدؐ** کے نام سے یاد کرو۔

صحیحہ حمیری میں مرقوم ہے کہ میں نے امام زمانہؑ کے (پہلے) نائب جناب عثمان بن سعید العمروی سے پوچھا کہ ہمارے امام کا نام کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ تمہارے لیے ان کا نام پوچھنا حرام ہے اور یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہتا کیونکہ میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار نہیں دے سکتا۔ یہ بات خود ان ہی کی طرف سے بتا رہا ہوں کیونکہ اگر تم نام لو گے تو خلیفہ ان کی تلاش شروع کر دے گا جبکہ اس وقت خلیفہ مطمئن ہے اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہے کہ امام حسن عسکریؑ نے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۸۷)

ابن ابی عمیر نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ان کی ولادت لوگوں سے پوشیدہ رہے گی اور ان کے ظہور تک کسی کو بھی ان کا نام لینے کی اجازت نہ ہوگی۔ جب وہ ظہور فرمائیں گے تو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۸۷)

Presented by www.ziaraat.com

محمد بن عثمان عمروی بیان کرتے ہیں کہ امام زمانہؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر مجھے موصول ہوئی جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ جو کسی محفل میں میرا نام لے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

۸۳۔ عہد و پیمان توڑنا

عہد و پیمان اور قسم کا توڑنا گناہ ہے اور اس کے لیے کفارہ بھی مقرر کیا گیا ہے لیکن وعدہ و قرار کی حرمت میں اختلاف ہے۔ اگرچہ وعدہ و قرار کی خلاف ورزی اخلاقی طور پر مسلمہ جرم ہے۔ بعض علماء سورۂ صف کی پہلی آیت سے وعدہ خلافی کی حرمت کو ثابت کرتے ہیں۔

کافی میں رسول اکرمؐ سے منقول ہے: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَفِ اِذَا وَعَدَ. جو بھی خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وعدہ وفائی کرے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۴)

عہد و پیمان شکنی گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں عہد شکن افراد کو خسارہ اٹھانے والے اور عذاب و لعنت کے مستحق کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم سے ایک پیمان لیا تھا جسے پیمان اَلَسْتُ کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ ۝ اور اس وقت کو یاد کریں جب آپ کے پروردگار نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انھیں خود ان پر گواہ مقرر کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا کہ کیوں نہیں؟ ہم گواہ ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ ہم اس سے غافل تھے۔ (سورۂ اعراف: آیت ۱۷۲)

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ۝ فاسق وہ ہیں جو اللہ سے پختہ عہد باندھنے کے بعد اسے توڑتے ہیں اور جن رشتوں کو خدا نے ملانے کا حکم دیا ہے وہ انھیں کاٹتے ہیں اور زمین پر فساد کرتے ہیں۔ یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۷)

تفسیر میں آیا ہے کہ اس آیت کا روئے سخن پیمان شکنی اور قطع رحمی کرنے والوں کی طرف ہے۔

حدیث رسولؐ ہے: لَا دِيْنَ لَهٗ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ. جو اپنے وعدہ کا پاس نہیں رکھتا وہ بے دین ہے۔

(بحار الانوار ج ۷۲، ص ۹۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا:

(۱) ہر نیک و بد تک امانت کا پہنچانا (۲) ہر نیک و بد سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا (۳) والدین سے بھلائی کرنا خواہ وہ نیک ہوں یا برے ہوں۔ (بحار الانوار ج ۷۲، ص ۹۲)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ہشام بن سالم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا آپ نے فرمایا: جو شخص اپنے ایمانی بھائی سے کوئی وعدہ و قرار کرتا ہے تو وہ اس شخص کے مساوی ہے جس نے خدا کے حضور نذر مانی ہو۔ اگر کوئی اپنے ایمانی بھائی سے کیئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ یوں سمجھے کہ اس نے خدا سے کیئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی ہے اور خدا کو ناراض کیا ہے۔ سورۂ صف میں ہے: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ اے ایمان والو! وہ بات کیوں کرتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے۔ خدا کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم ایسی بات کرو جس پر عمل نہ کرو۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۳)

امام علیؑ نے فرمایا کہ وعدہ خلافی سے خدا اور انسان ناراض ہوتے ہیں۔ (تفسیر صافی ج ۵، ص ۱۶۸)

قرآن کریم میں عہد و پیمان پورا کرنے کا عمومی حکم دیا گیا ہے: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ... اے ایمان والو! وعدوں کو پورا کرو۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۱) اور وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ○ وہ لوگ اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پابندی کرتے ہیں۔ (سورۂ مومنون: آیت ۸)

ان آیات میں ہر طرح کے عہد و پیمان کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے چاہے وہ عہد کی صورت میں ہو۔ نذر و قسم کی شکل میں ہو یا قسم اور معاملہ کی صورت میں ہو۔ یہ آیات تمام عقود لازمہ پر مشتمل ہیں اور ان کی ادائیگی کو واجب قرار دیتی ہیں۔

نذر اور قسم کو اگر پورا نہ کیا جائے تو کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے انسان اور خدا کے باہمی تعلق میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اور اس کمزوری کی تلافی کے لیے کفارہ ضروری ہے۔ اسی لیے بعض روایات میں آیا ہے کہ جو چیز خدا نے تم پر واجب نہیں کی اسے اپنے اوپر واجب نہ کرو۔ شیطان یہ چاہتا ہے خدا سے تمہارے رابطے کو کمزور کرے لہٰذا اگر خدا کے ساتھ کوئی وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔ اگر وعدہ پورا نہ کر سکو تو پھر اس کا کفارہ دو مگر کفارہ دینے سے پہلے استغفار کرو۔ نذر و عہد کا کفارہ ماہ رمضان کے روزہ توڑنے کے کفارے کے برابر ہے جبکہ قسم کا کفارہ دس غریبوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا دس آدمیوں کو لباس پہنانا یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ اگر مذکورہ تینوں کام نہ ہو سکیں تو پھر تین روزے رکھنا اس کا کفارہ ہے۔

عہد شکنی اور منافقت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصَّالِحِیْنَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ○ کچھ لوگ ان میں ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے یہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے ہم پر اپنا فضل کیا (یعنی ہمیں وسیع رزق دیا) تو ہم اس کی راہ میں ضرور صدقہ دیں گے اور نیک بن کر رہیں گے پھر جب خدا نے ان پر اپنا فضل کیا تو انھوں نے بخل کیا اور حکم الٰہی سے منہ موڑ لیا۔

Presented by www.ziaraat.com

اللہ نے مرتے دم تک ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اور نفاق اس وجہ سے ڈالا کہ انھوں نے خدا سے وعدہ خلافی کی ہے اور جھوٹ بولتے ہیں۔ (سورۂ توبہ: آیت ۷۵ تا ۷۷)

عبداللہ بن مسعود راوی ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: جس میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں بھی نفاق کی خو ہے یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے:

(۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے (۳) جب کسی سے عہد کرے تو عہد شکنی کرے (۴) جب کسی سے جھگڑا کرے تو ناحق باتیں کہے۔ (خصال ص ۲۵۴)

۸۴۔ امانت میں خیانت کرنا

خیانت جس شکل میں بھی ہو، ممنوع ہے۔ خیانت امانت میں ہو تو اور بھی زیادہ قبیح ہے۔ خیانت کو غلول بھی کہا جاتا ہے۔ خیانت بھی گناہان کبیرہ میں سے ہے۔ قرآن مجید میں خیانت پر دوزخ کا وعدہ کیا گیا ہے اور خدا کے غضب کی وعید سنائی گئی ہے۔ خیانت کے بھی درجے ہیں ہے۔ ادنیٰ ترین خیانت یہ ہے کہ انسان اپنے ایمانی بھائی کی حاجت روائی کے لیے خیرخواہی کے جذبے سے خالی ہو اور ایمانی بھائی کی حاجت کے لیے اتنی محنت نہ کرے جتنا کہ وہ اپنی حاجت کے لیے کرتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایسا شخص خدا و رسولؐ کے ساتھ خیانت کرتا ہے اور خدا و رسولؐ اس کے دشمن ہوں گے۔ (**المحاسن ج ۱، ص ۹۸**)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے دین، اس کے اولیاء اور اس کے بندوں کی خدمت کی توفیق عنایت فرمائے اور محمدؐ و آل محمدؐ کے تصدق میں ہمیں اپنے دین، اولیاء اللہ اور بندگان خدا کی خیرخواہی کا جذبہ نصیب فرمائے۔

آیئے اس سلسلے کی چند آیات و احادیث پر نگاہ ڈالیں تاکہ ان نورانی اقوال کی برکت سے خدا ہم پر نظر کرم فرمائے اور ہمیں روح محبت سے شاد کام فرمائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: **اَحَادِیْثُنَا تَعْطِفُ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فَاِنْ اَخَذْتُمْ بِهَا رَشَدْتُمْ وَ نَجَوْتُمْ وَاِنْ تَرَکْتُمُوْهَا ضَلَلْتُمْ وَ هَلَکْتُمْ فَخُذُوْا بِهَا وَ اَنَا بِنَجَاتِکُمْ زَعِیْمٌ.** ہماری گفتگو کو اپنی محافل میں دہراؤ۔ اس سے تمہارے دل ایک دوسرے پر مہربان ہوں گے اور ہماری گفتگو پر عمل کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہاری نجات کی ضمانت دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْا اَمَانَاتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ ایمان والو! اللہ اور رسولؐ سے خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت نہ کرو۔ (سورۂ انفال: آیت ۲۷)

وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ○ اَفَمَنِ

Presented by www.ziaraat.com

اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ کَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ جوکوئی خیانت کرے تو قیامت کے دن خیانت سمیت پیش ہوگا۔ پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا، ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ کیا رضائے الٰہی کی پیروی کرنے والا اس شخص کی مانند ہوسکتا ہے جو خدا کی ناراضگی لے کر پلٹا ہو اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہو جو کہ برا ٹھکانا ہے۔ (سورۂ آل عمران : آیت ۱۶۱۔۱۶۲)

رسول اکرمؐ نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا ہے: مَنْ خَانَ اَمَانَةً فِی الدُّنْيَا وَلَمْ يَرُدُّهَا اِلٰی اَهْلِهَا ثُمَّ اَدْرَكَهُ الْمَوْتُ مَاتَ عَلٰی غَيْرِ مِلَّتِيْ وَيَلْقَی اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانٌ ، وَمَنِ اشْتَرٰی خِيَانَةً وَهُوَ يَعْلَمُ فَهُوَ كَالَّذِيْ خَانَهَا. جو شخص دنیا میں کسی امانت میں خیانت کرے اور حقدار تک نہ پہنچائے اور اس حالت میں اسے موت آجائے تو وہ میرے دین پر نہیں مرے گا۔ اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور جو شخص جان بوجھ کر چوری یا خیانت کا مال خریدے وہ بھی خائن کی طرح ہے (وسائل الشیعہ کتاب الودیعہ ص ۶۴۱۔ بحار الانوار ج ۷۲، ص ۱۷۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اَلْاَمَانَةُ تَجْلِبُ الْغِنٰی وَالْخِيَانَةُ تَجْلِبُ الْفَقْرَ. امانت ثروت کی موجب بنتی ہے جبکہ خیانت غربت کا سبب بنتی ہے۔ (وسائل الشیعہ کتاب الودیعہ ص ۶۴۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاَدُّوا الْاَمَانَةَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَكُمْ فَلَوْ اَنَّ قَاتِلَ عَلِيٍّ ائْتَمَنَنِيْ عَلٰی اَمَانَةٍ لَاَدَّيْتُهَا اِلَيْهِ. اللہ سے ڈرتے رہو اور جن لوگوں نے تمھیں امین بنایا ہے ان تک امانت پہنچاؤ۔ اگر امام علیؑ کا قاتل بھی میرے پاس امانت رکھے تو میں اس کی امانت اس کے حوالے کردوں گا۔

(وسائل الشیعہ، کتاب الودیعہ ص ۶۴۱)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَ مُسْلِمًا فَلَا يَمْكُرُ وَلَا يَخْدَعُ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ جِبْرَئِيْلَ يَقُوْلُ: اِنَّ الْمَكْرَ وَالْخَدِيْعَةَ فِی النَّارِ. مسلمان مکر اور دھوکا نہیں کرتا میں نے جبریل امینؑ سے سنا انھوں نے کہا کہ مکر اور دھوکا دوزخ میں ہوں گے۔ پھر فرمایا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ مُسْلِمًا وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ خَانَ مُؤْمِنًا جو کسی مسلمان کو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں اور جو کسی مومن سے خیانت کرے وہ بھی ہم میں سے نہیں۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۹، ص ۷۷)

۸۵۔ مسلمانوں کی ضروریات سے بے توجہی برتنا

اسلامی مسائل میں برادران ایمانی کی ضروریات کی تکمیل کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس مسئلے کو اگرچہ مستحبات میں سے سمجھا جاتا ہے لیکن اس کا ترک کرنا انتہائی قابل مذمت اور حرام کے قریب ہے۔ کچھ معصومینؑ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ مسلمانوں کی ضروریات کی تکمیل نہ کرنا رحمت الٰہی سے دوری اور جنت سے محرومی کا سبب ہے۔ نیز اس مسئلے پر توجہ نہ کرنے والے لوگوں کو خدا نے دین کو جھٹلانے والوں میں شمار کیا ہے۔

قرآن کریم کی ایک سورت کا نام سورۂ ماعون ہے۔ اس سورہ میں منکرین دین کی مذمت کی گئی ہے اور

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ان کی صفات یہ بیان کی گئی ہیں: ''بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لیے لوگوں کو ترغیب نہیں دیتا۔ خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز کو فراموش کیے ہوئے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور لوگوں کو کم قیمت ضرورت کی چیزیں بھی عاریت نہیں دیتے۔

اس سورہ میں نماز سے غفلت کرنے والوں، ریاکاروں اور روزمرہ استعمال کی چیزیں دوسروں کو نہ دینے والوں کے متعلق وَیۡــلٌ کا اعلان کیا گیا ہے۔ ویل کے معنی ہلاکت و بربادی کے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ ویل دوزخ کی ایک وادی کا بھی نام ہے۔ اس سورہ میں ماعون روکنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔

لغت کی مشہور کتاب النہایہ میں ہے کہ ماعون گھر میں استعمال ہونے والی عام اشیاء کو کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہانڈی، بالٹی، لوٹا وغیرہ[۱]

شیخ صدوق من لا یحضرہ الفقیہ میں لکھتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے روزمرہ ضروریات کی اشیاء ہمسایوں کو نہ دینے والوں کو متنبہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ جو شخص روزمرہ استعمال کی اشیاء سے ہمسائے کو محروم رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے روز آخرت کی خیر و برکت سے محروم رکھے گا اور اسے اس کے نفس کے سپرد کر دے گا اور جو اپنے نفس کے حوالے ہو جائے تو پھر اس کا حال انتہائی خراب ہوتا ہے۔

ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرام کا بیان ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے اپنی موت سے پہلے جو خطبہ دیا تھا اس میں فرمایا تھا: جو شخص اپنے ہمسائے کو روزمرہ استعمال کی چیزیں نہ دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنا فضل دور رکھے گا اور اسے اس کے نفس کے سپرد کر دے گا اور جسے خدا اس کے نفس کے سپرد کر دے تو اس کی ہلاکت یقینی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی نماز اور دوسری نیکیوں کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک وہ اپنے ہمسائے کی مدد نہ کرے اور اسے راضی نہ کرے۔ ہمسائے کو ناراض کرنے والا اگرچہ سارا دن روزہ رکھے اور رات کو قیام کرے، غلام آزاد کرے، زکات دے اور اللہ کی راہ میں دولت خرچ کرے پھر بھی اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور ایسا شخص سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔ (ثواب الاعمال ص ۲۸۴) نیز رسول اکرمؐ نے فرمایا:

آگاہ رہو! اللہ پڑوسی کے حق کے متعلق سوال کرے گا۔ جو اپنے پڑوسی کا حق ضائع کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو روزمرہ استعمال کی اشیاء پڑوسی کو عاریت نہ دے تو اللہ قیامت کے دن اسے اپنے فضل سے محروم رکھے گا اور اسے اس کے نفس کے حوالے کر دے گا اور جسے خدا اس کے نفس کے سپرد کر دے اس کی ہلاکت یقینی ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کے کسی عذر کو اللہ قبول نہیں کرے گا۔ (عقاب الاعمال ص ۳۳۴)

۱۔ اسلام میں پڑوسیوں کے جو حقوق ہیں اس کا اندازہ اس ایک جملے سے ہوتا ہے جو امیرالمومنینؑ نے اپنی وصیت میں فرمایا تھا: اَللّٰہَ اللّٰہَ فِیۡ جِیۡرَانِکُمۡ ، فَاِنَّھُمۡ وَصِیَّۃُ نَبِیِّکُمۡ مَا زَالَ یُوۡصِیۡ بِھِمۡ. حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ سَیُوَرِّثُھُمۡ. اپنے ہمسایوں کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے نبیؐ نے اس قدر شدت سے تاکید فرمائی ہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپ انہیں بھی وراثت میں شریک قرار دیدیں گے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

۸۶۔ مومن بھائیوں کی مدد نہ کرنا

قرآن کریم اور ہادیان دین کی تعلیمات یہ ہیں کہ انسان خدا کی توحید، انبیاؑء کی نبوت اور ائمہ طاہرینؑ کی امامت کا عقیدہ رکھے اور واجبات کو بجا لائے اور محرمات سے پرہیز کرے اور جتنا ہوسکے بندگان خدا سے بھلائی کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ ... تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں اگر بھائیوں میں کہیں کدورت آجائے تو پھر ان میں صلح صفائی کراؤ تاکہ کدورتیں زیادہ عرصے تک قائم نہ رہیں۔ (سورۂ حجرات: آیت ۱۰)

رسول اکرمؐ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا: تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور ان کا مال محترم ہے۔ کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی رضامندی کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرے۔ پھر فرمایا: مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ایک دوسرے کی حاجات پوری کرتے ہیں۔ جب مومن، مومن کی حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ بھی اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۳، ص ۴۲۵)

عبدالمومن انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے پاس محمد بن عبداللہ بن محمد جعفری بیٹھا ہوا تھا۔ میں اسے دیکھ کر مسکرایا۔ امام نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو اس سے محبت کرتا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! میں آپ کی وجہ سے اس سے محبت کرتا ہوں۔ امام نے فرمایا: واقعی یہ تیرا بھائی ہے اور ہر مومن دوسرے مومن کا سگا بھائی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: وہ شخص ملعون ہے وہ شخص ملعون ہے جو اپنے بھائی پر تہمت لگائے۔ وہ شخص ملعون ہے جو اپنے بھائی سے خیانت کرے۔ ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو اپنے بھائی کی خیرخواہی نہ کرے۔ ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو اپنے آپ کو اپنے بھائی پر مقدم رکھے۔ ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کی بجائے گھر میں بیٹھا رہے۔ ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو اپنے بھائی کی غیبت کرے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۳۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کے پاس کسی حاجت کے سلسلے میں جائے یا سلام کرنے کے لیے جائے اور دوسرا شخص اس سے ملاقات نہ کرے تو وہ مرتے دم تک خدا کی لعنت میں گرفتار رہے گا۔ (الاختصاص ص ۳۱، ۴۷)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی ملاقات کے لیے یا کسی حاجت کے سلسلے میں اس کے پاس جائے اور دوسرا مسلمان اس کی ملاقات کے لیے گھر سے نہ نکلے تو جب تک ان دونوں کی ملاقات نہ ہوگی تو ملاقات نہ کرنے والے پر اللہ کی لعنت برستی رہے گی۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۴)

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور ان میں سے جو اپنے بھائیوں کی حاجات پوری کریں گے اللہ قیامت میں ان کی حاجات پوری کرے گا۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۲، ص ۴۰۳)

امام علیؑ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی حاجت پوری کرتا ہے تو خدا اس سے کہتا

Presented by www.ziaraat.com

ہے کہ تیرا ثواب میرے ذمے ہے اور میں تیرے لیے جنت کے بغیر اور کسی چیز پر راضی نہیں ہوں گا۔ (ایضاً)

علی بن یقطین اور ابراہیم جمال کا قصہ بہت مشہور ہے۔ اس میں شیعیان آل محمدؐ کے لیے بڑا سبق موجود ہے لیکن اختصار کے پیش نظر ہم اس واقعے کو یہاں نقل نہیں کر رہے۔

مومن کی مدد کرنے کی اہمیت

ایمانی بھائیوں کی مدد کرنا گناہوں کی بخشش کا اور ان کی مدد نہ کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا کَانَ اَوْ مَظْلُوْمًا. اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: ظالم بھائی کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم کرنے سے روکو۔ یہی تمہاری مدد ہے۔ (انوار نعمانیہ ج ۳، ص ۴۴)

عبداللہ نجاشی امام جعفر صادق علیہ السلام کے دوست تھے۔ اتفاق سے وہ اہواز کے والی مقرر ہوئے۔ انھوں نے امام کو خط لکھ کر اپنے حاکم بننے کی خبر دی اور امام سے نصیحت طلب کی۔ امام نے ان کو خط میں لکھا: تمہارا خط ملا۔ جس میں تم نے اپنے حاکم بننے کی اطلاع دی۔ یہ پڑھ کر مجھے خوشی بھی ہوئی اور دکھ بھی ہوا۔ خوشی تو اس بات کی ہوئی کہ اب تم حاکم بن چکے ہو۔ اس سے تم آل محمدؐ کے ماننے والے مظلوموں کی مدد کرو گے اور جنھیں آج تک سابقہ حکومتوں نے رسوا کیا ہے انھیں عزت کا مقام دلاؤ گے اور جو ان میں برہنہ تن ہیں انھیں لباس فراہم کرو گے اور کمزوروں کو سہارا دو گے اور ان کی مخالفت کی آگ کو ٹھنڈا کرو گے اور ہاں مجھے تمہارے متعلق دکھ اس بات کا ہوا کہ اگر کہیں تم سے ہمارے کسی محبّ کے متعلق لغزش ہوگئی تو تم جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکو گے۔ (بحار الانوار ج ۷۲، ص ۳۶۱)

علی بن یقطین، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے صف اول کے شاگرد تھے۔ ہارون نے ان کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا۔ انھوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو خط لکھا اور یہ گزارش کی کہ میں ایک ظالم انسان کا مددگار نہیں بننا چاہتا۔ اس سلسلے میں مجھے آپ کی رہنمائی کی اشد ضرورت ہے۔ آپ نے علی بن یقطین کو لکھا:

میں نہیں چاہتا کہ تم حکومت سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اللہ جابر حکمرانوں کے دروازوں پر کچھ مومن بندے مقرر کرتا ہے اور ان کے ذریعے اپنے پیارے انسانوں کی تکالیف دور کرتا ہے۔ ایسے افراد دوزخ سے آزاد ہوں گے۔ تم اپنے دینی بھائیوں کی حمایت اور دلجوئی کرتے رہو۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۳، ص ۱۳۱)

مظلوم کی حمایت نہ کرنا

مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت کریں۔ امیرالمومنینؑ نے اپنی آخری وصیت میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ نیز اپنے تمام ماننے والوں سے فرمایا تھا: کُوْنَا لِلظَّالِمِ خَصْمًا وَلِلْمَظْلُوْمِ عَوْنًا

Presented by www.ziaraat.com

ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ۴۷)

ظالم کی حمایت کرنا اور مظلوم کا دفاع نہ کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ اللہ نے مسلمانوں کو ظلم کی حمایت سے منع کیا ہے۔ سورۂ مائدہ میں ہے: تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔

علی بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی امام موسیٰ بن جعفر الکاظمؑ سے سنا کہ اگر کوئی مومن کسی مومن کے پاس پناہ لینے اور مدد مانگنے کے لیے جائے اور دوسرا مومن پناہ دینے اور مدد کرنے کے قابل بھی ہو مگر اسے پناہ نہ دے تو اللہ سے اس کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۷)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: جس کے پاس کوئی مومن اپنی حاجت لے کر آئے تو اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا نے اس کے پاس اپنی رحمت بھیجی ہے۔ اگر وہ اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے تو خدا اسے ہماری ولایت کے ساتھ متصل کر دیتا ہے جبکہ ہماری ولایت، خدا کی ولایت سے متصل ہے اور اگر قدرت کے باوجود وہ اس کی حاجت پوری نہ کرے تو خدا اس کی قبر میں دوزخ کا ایک سانپ اس پر مسلط کر دے گا جو قیامت تک اسے ڈستا رہے گا۔ خواہ آخر میں اس کی بخشش ہو جائے یا اس کے متعلق عذاب کا فیصلہ کیا جائے اور اگر کوئی مومن کے سامنے جھوٹا بہانہ بنائے تو اس کا حال اور بھی زیادہ برا ہوگا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کسی مومن کے پاس اضافی گھر ہو اور اس کا مومن بھائی اس سے اس گھر میں رہائش کا سوال کرے اور وہ اسے رہائش کے لیے گھر نہ دے تو خدا اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے ایک بندے نے میرے دوسرے بندے کو رہائش فراہم نہیں کی۔ مجھے اپنی عزت و جلالت کی قسم! میں بھی اسے ہرگز اپنی جنت میں رہائش نہیں دوں گا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بھی مومن اپنے مومن بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے قابل ہو مگر وہ ضرورتمند مومن کی مدد نہ کرے تو قیامت کے دن خدا اسے محشور کرے گا تو اس کا چہرہ سیاہ ہوگا، آنکھیں اندھی ہوں گی اور اس کے دونوں ہاتھ پس گردن بندھے ہوں گے۔ ملائکہ اس کے متعلق منادی کریں گے کہ لوگو! اسے دیکھو لو! یہ وہ خائن ہے جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے خیانت کی تھی۔ پھر اسے دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۶۷)

۸۷۔ معارف اسلامی کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا

اللہ تعالیٰ اور ہادیان دین نے معارف اسلام کو نہ سمجھنے کی سخت مذمت کی ہے۔ ہر وہ شخص جو معارف اسلام سے تجاہل برتتا ہے اس کی پوری زندگی جاہلیت کے اندھیروں میں گزرتی ہے۔ رسول خداؐ نے ہجرت مدینہ سے قبل مسلمانوں کو مشرکین کے ظلم سے بچنے کے لیے حبشہ اور یمن چلے جانے کا حکم دیا تھا لیکن ان علاقوں میں

Presented by www.ziaraat.com

جانے کے بعد مسلمان رسول خداؐ سے دور ہوگئے اور یوں آپ سے معارف اسلام سیکھنے سے معذور ہوگئے تھے۔ رسول خداؐ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو آپ نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ وہ جہاں بھی ہوں اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ آجائیں۔ ہجرت کے اس حکم کا مقصد یہ تھا کہ لوگ مدینہ آکر رسول خداؐ کی حیات بخش تعلیمات کے نور سے اپنے سینوں کو منور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اعراب کی مذمت میں فرمایا ہے: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ اعراب سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور اس قابل ہی نہیں ہیں کہ ان حدود واحکام شریعت کو جان سکیں جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کئے ہیں۔ اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔ (سورۂ توبہ: آیت ۹۷)

یہی وجہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ہم بنی ہاشم اور ہمارے شیعہ عرب ہیں اور باقی لوگ اعراب[۱] ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے علاوہ باقی لوگ معارف اسلام اور معرفت خدا سے دور ہیں۔ امام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرو اور بادیہ نشینوں کی طرح معارف دین اور ولی خدا کی شناخت سے دور نہ رہو کیونکہ گنواروں اور بدتہذیبوں کو اللہ اپنی رحمت میں جگہ نہ دے گا اور ان کے کسی بھی عمل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ (تفسیر نور الثقلین ج ۲، ص ۲۵۴)

التحفة السنية میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تعرب اور شرک ایک ہی چیز ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے تعرب سے مراد اپنے امام کی معرفت نہ رکھنا ہے۔

اسلامی فقہ کا مشہور قاعدہ ہے اَلتَّعَرُّبُ بَعْدَ الْهِجْرَةِ حَرَامٌ ہجرت کے بعد تعرب (عربی اخلاق) حرام ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حرمت صرف زمانہ پیغمبرؐ تک محدود نہیں تھی۔ یہ حرمت حضرت حجت علیہ السلام کے ظہور تک قائم رہے گی۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ہجرت کا اصول پہلے ہی کی طرح اب بھی برقرار ہے۔ اہل زمین میں کوئی گروہ چپکے سے خدا کا راستا اختیار کرلے یا علانیہ بہرحال اللہ کو اس کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔ زمین میں ہجرت خدا کی معرفت کے بغیر کسی ایک کو بھی صحیح معنی میں مہاجر نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں جو اسے پہچانے اور اس کا اقرار کرے وہی مہاجر ہے اور جس تک حجت (الہیہ) کی خبر پہنچے کہ اس کے کان سن لیں اور دل محفوظ کرلے تو اسے مستضعفین میں (جو ہجرت سے مستثنیٰ ہیں) داخل نہیں سمجھا جاسکتا۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۷)

آیت اللہ خمینی تحریر الوسیلہ میں فرماتے ہیں کہ عبادت کے ضروری مسائل کا یاد کرنا ہر مکلف پر واجب ہے۔ آپ نے ''کمائی کے حرام ذرائع'' کے باب میں لکھا ہے کہ جو شخص کاروبار کرنا چاہے اس پر واجب ہے کہ کاروبار کے مسائل سیکھے تاکہ وہ ناجائز منافع خوری اور سود سے بچ سکے۔ اگر کسی سودے کے صحیح اور باطل

۱۔ بحار الانوار میں امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک حدیث مبارکہ ہے: تَفَقَّهُوْا فِي الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَاِلَّا اَنْتُمْ اَعْرَابٌ حلال اور حرام کے فرق کو سمجھو ورنہ تم اعراب (Uncivil) ہو۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

ہونے میں شک ہو تو جب تک تاجر کو اس کے حلال ہونے کا یقین نہ ہو اس وقت تک سودا نہ کرے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے قُلْ فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ (سورۂ انعام: آیت ۱۵۰) کی تفسیر میں فرمایا کہ قیامت کے دن خدا اپنے گنہگار بندے سے فرمائے گا: میرے بندے! تو نے جو یہ جرم کیا تھا کیا تجھے معلوم تھا کہ ایسا کرنا ممنوع ہے؟ اگر بندہ اثبات میں جواب دے گا تو خدا کہے گا جب تجھے معلوم تھا تو پھر تو نے ایسا کیوں کیا؟ اور اگر بندہ نفی میں جواب دے گا تو خدا کہے گا کہ تو نے اس کا علم حاصل کیوں نہیں کیا؟ اگر تو علم حاصل کر لیتا تو پھر علم کے مطابق عمل بھی کرتا۔ خدا اپنی مضبوط دلیل سے ہر عالم اور جاہل کو لاجواب کر دے گا اور ایسی مضبوط دلیل حُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ کہلاتی ہے۔ (شیخ مفید، امالی ص ۲۲۸)

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ نے منبر سے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: گروہ تجار! پہلے حلال اور حرام کے مسائل یاد کرو پھر بازار جاؤ۔ آپ نے تین بار یہی جملہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! سود اس امت میں ایسا ہی مخفی ہے جیسا کہ ایک چیونٹی جو کسی چٹان پر چل رہی ہو تو کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ اسی طرح معاملات میں بھی سود دکھائی نہیں دیتا۔ دیکھو! اپنی قسموں میں صداقت کا خصوصی خیال رکھو ورنہ تاجر فاجر ہو جاتا ہے اور فاجر کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وہی تاجر نجات پائے گا جس کا لین دین حق پر مبنی ہوگا۔

(مجمع الفائدہ ج ۸، ص ۱۱۶)

امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے: جو علم کے بغیر تجارت کرے گا وہ سود میں پھنس جائے گا۔ نیز یہ کہ خرید و فروخت کے احکام نہ جاننے والے کو دکان نہیں کھولنی چاہیے۔ (ایضاً)

ابان بن تغلب کوفی کہتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ فرمایا کرتے تھے: میں چاہتا ہوں کہ میرے اصحاب کے سروں پر چابک مارے جائیں یہاں تک کہ وہ حلال اور حرام کے مسائل سیکھ لیں۔ (مجمع الفائدہ ج ۱، ص ۵)

الحق المبین میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اگر میں کسی جوان شیعہ کو دیکھوں جو مسائل نہ جانتا ہو تو میں اسے ضرور تنبیہ کروں گا۔ نیز یہ کہ جھوٹے شخص کی نشانی یہ ہے کہ وہ تم کو زمین و آسمان اور مشرق و مغرب کی باتیں بتائے گا لیکن جب تم اس سے حلال اور حرام کا مسئلہ پوچھو گے تو وہ کچھ نہیں جانتا ہوگا۔

ترکِ توبہ اور گناہوں کو ہلکا سمجھنا

یہ ایک حقیقت ہے کہ گناہ کا اثر بڑا بھیانک ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر گناہ خدا کی مخالفت اور اس کی کبریائی کے ساتھ جسارت ہے جبکہ خدا یہ بتا چکا ہے کہ میرا عذاب سخت اور دردناک ہے۔ اب اگر اس کے باوجود بھی کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو وہ بہت بڑی جسارت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صفت درگزر میں اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن ہے اور صفت عذاب میں اَشَدُّ الْمُعَاقِبِیْن ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اگر اس سے گناہ ہو جائے تو اپنے اندر احساس

Presented by www.ziaraat.com

ندامت پیدا کرے اور عذاب الٰہی سے مطمئن نہ ہو جائے۔ گناہ کو کبھی بھی ہلکا نہیں سمجھنا چاہیے۔ گناہ کے متعلق کبھی بھی یہ نہ سوچیں کہ یہ صغیرہ گناہ ہے۔ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، بہرحال اللہ کی نافرمانی ہے اور جب تک انسان پورے احساس ندامت کے ساتھ استغفار نہ کرے اس وقت تک نہ تو گناہ صغیرہ معاف ہوتا ہے اور نہ ہی گناہ کبیرہ معاف ہوتا ہے۔ انسان کی عقل انسان سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ فوراً گناہ سے توبہ کرے اور قرآن اور ہادیان دین نے بھی عقل کے اس تقاضے کی مکمل تائید کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ... اے ایمان والو! گناہوں سے خدا کے حضور توبہ کرو اور اس کی اطاعت کی طرف لوٹ آؤ قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ معاف کر دے اور تمھیں ایسے باغات میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ (سورۂ تحریم: آیت ۸)

محقق اردبیلی اپنی کتاب زبدۃ البیان میں رقمطراز ہیں کہ اس آیت کے ظاہری الفاظ وجوب توبہ پر دلالت کرتے ہیں اور ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ''توبہ نصوح'' کا حکم دیا ہے۔ لفظ نصوح ''نصح'' سے صفت مبالغہ ہے اور یہ تائب کی صفت ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کی توبہ کے ذریعے خیرخواہی کر رہا ہوتا ہے۔ حضرت رسول اکرمؐ سے پوچھا گیا کہ توبہ نصوح کیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تائب ایسی توبہ کرے کہ اس کے بعد گناہ کی طرف رخ نہ کرے جس طرح سے تھنوں سے نکلا ہوا دودھ دوبارہ تھنوں میں نہیں جاتا اسی طرح سے تائب دوبارہ گناہوں کی طرف نہ پلٹے۔

نہج البلاغہ، حکمت ۴۱۶ میں ہے کہ امیرالمومنینؑ کے سامنے ایک شخص نے استغفراللہ کہا۔ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں تمہارا سوگ منائے۔ کچھ معلوم بھی ہے کہ استغفار کیا ہے؟ استغفار بلند منزلت لوگوں کا مقام ہے اور یہ ایک ایسا لفظ ہے جو چھ باتوں پر حاوی ہے۔ پہلے یہ کہ جو ہو چکا اس پر نادم ہو، دوسرے ہمیشہ کے لیے اس کے مرتکب نہ ہونے کا تہیہ کرنا، تیسرے یہ کہ مخلوق کے حقوق ادا کرنا یہاں تک کہ اللہ کے حضور میں اس حالت میں پہنچو کہ تمہارا دامن پاک و صاف ہو اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو، چوتھے یہ کہ جو فرائض تم پر عائد ہوئے تھے اور تم نے انھیں ضائع کر دیا تھا انھیں اب پورے طور پر بجا لاؤ، پانچویں یہ کہ جو گوشت اکل حرام سے نشوونما پاتا رہا ہے اس کو غم و اندوہ سے پگھلاؤ یہاں تک کہ کھال کو ہڈیوں سے ملا دو کہ پھر سے ان دونوں کے درمیان گوشت پیدا ہو اور چھٹے یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو جس طرح اسے گناہ کی شیرینی سے لذت اندوز کیا ہے تو اب کہو استغفراللہ۔

محقق اردبیلی لکھتے ہیں کہ قرآن کی آیات میں کہا گیا ہے کہ اخلاص پر مبنی توبہ کا قبول کرنا خدا پر واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(۱) أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ بیشک اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (سورۂ توبہ: ۱۰۴)

Presented by www.ziaraat.com

(۲) اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ بیشک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۲۲)

(۳) تُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ تَوۡبَۃً نَّصُوۡحًا عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یُّکَفِّرَ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ... (سورۂ تحریم: آیت ۸)

قبولیت توبہ کے متعلق شیعہ سنی کتابوں میں بہت سی احادیث نقل ہوئی ہیں۔ یہ حدیث بڑی مشہور ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنۡبِ کَمَنۡ لَا ذَنۡبَ لَہٗ. گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ کچھ روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ جب تک انسان موت کے آثار کا مشاہدہ نہ کرلے اس وقت تک اس کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ (زبدۃ البیان ص۵۷۴)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو اس وقت تک کسی کو توبہ کی توفیق حاصل نہیں ہوتی۔ ہاں! جب خدا کا کرم ہو جائے تو ستر سال گناہوں کی زندگی بسر کرنے کے بعد بھی انسان کو توبہ کی توفیق مل جاتی ہے اور اگر خدا ناراض ہو جائے تو ستر سال کی عبادت کے بعد بھی ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم پر اپنا فضل و کرم جاری رکھے اور ہمارا خاتمہ بالخیر ہو۔

۸۹۔ گناہوں پر جسارت کرنا

گناہوں پر صرف وہی جسارت کرسکتا ہے جو خدا کے علم اور اس کے قہر سے غافل ہو۔ انسان کو چاہیے کہ جب بھی گناہ کرنے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے یہ ذہن نشین کرلے کہ میرا یہ عمل خدا کے دائرۂ علم سے خارج نہیں ہے۔ خدا کا علم ذرے ذرے پر محیط ہے۔ علاوہ ازیں خدا نے بہت سی چیزوں کو انسانی اعمال کا گواہ مقرر کیا ہے۔ سب سے پہلے تو ہر شخص کے اپنے جسم کے اعضاء اس کے گواہ ہیں۔ پھر زمین گواہ ہے۔ انسان کے اردگرد جتنی چیزیں ہیں وہ سب کی سب اس کے اعمال کی گواہ ہیں۔ کراماً کاتبین انسانی اعمال کے گواہ ہیں اور سب سے بڑا گواہ خود خدا ہے۔ وہ انسان کے ظاہر اور باطن سے آگاہ ہے اور انسان کے ہر فعل کو دیکھ رہا ہے۔ اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ○ کیا اسے معلوم نہیں ہے کہ خدا دیکھ رہا ہے؟ (سورۂ علق: آیت ۱۴)

کسی گناہ کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے اور گناہ کرتے وقت یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ گناہ چھوٹا ہے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ قیامت کے دن ہر چھوٹا بڑا عمل پیش کیا جائے گا۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: یٰبُنَیَّ اِنَّہَاۤ اِنۡ تَکُ مِثۡقَالَ حَبَّۃٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَکُنۡ فِیۡ صَخۡرَۃٍ اَوۡ فِی السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِی الۡاَرۡضِ یَاۡتِ بِہَا اللّٰہُ... بیٹا! اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور وہ کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں مخفی ہو یا زمین میں خدا اس کو قیامت کے دن لاموجود کرے گا۔ (سورۂ لقمان: آیت ۱۶)

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ ان گناہوں سے بچو جنھیں حقیر سمجھا جاتا ہے کیونکہ ان کا بھی ایک نگہبان اور محاسب ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ گناہ کو حقیر سمجھنے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان یہ کہے کہ فی الحال میں گناہ کر رہا ہوں اس کے بعد استغفار کرلوں گا جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Presented by www.ziaraat.com

...وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ... جو کچھ وہ آگے بھیج چکے ہیں اور جو ان کے نشان پیچھے رہ گئے ہیں ہم ان کو قلمبند کر لیتے ہیں اور ہر چیز کو ہم نے "امام مبین" میں لکھ رکھا ہے۔ (سورۂ یٰسٓ: آیت ۱۲)

اسامہ بن زید شحام نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اِتَّقُوا الْمُحَقَّرَاتِ مِنَ الذُّنُوْبِ فَاِنَّهَا لَا تُغْفَرُ حقیر سمجھے جانے والے گناہوں سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ معاف نہیں کئے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ حقیر سمجھے جانے والے گناہ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کوئی گناہ کرے اور دوسرا انسان اسے اس سے منع کرے تو وہ گناہ کو حقیر سمجھتے ہوئے کہے کہ اس گناہ سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۲۸۷)

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: اپنی نیکیوں کو کبھی زیادہ نہ سمجھو اور اپنی برائیوں کو کبھی کم نہ سمجھو۔ بعض اوقات چھوٹے چھوٹے گناہ مل کر بڑا گناہ بن جاتے ہیں۔ اپنے باطن میں اور خلوت میں خدا سے ڈرتے رہو۔ (ایضاً)

خدا نے اہل تقویٰ کی ایک علامت یہ بھی بیان کی ہے: وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ وہ جان کر اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۳۵) اس آیت کے ضمن میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گناہ پر اصرار کرنے کا ایک مفہوم یہ ہے کہ انسان گناہ پر گناہ کرتا رہے اور توبہ و استغفار سے اس کی تلافی نہ کرے اور اس کے دل میں توبہ کا خیال تک نہ آئے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۸۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کسی بھی گناہ پر اصرار کرنے والے شخص کی اطاعت کو قبول نہیں کرتا۔

لَا صَغِيْرَةَ مَعَ الْاِصْرَارِ وَلَا كَبِيْرَةَ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ. جب گناہ صغیرہ پر اصرار کیا جائے تو وہ صغیرہ نہیں رہتا کبیرہ بن جاتا ہے اور جب استغفار کی جائے تو کبیرہ، کبیرہ نہیں رہتا۔ (کافی ج ۲، ص ۲۸۸)

۹۰۔ گناہان صغیرہ پر اصرار

روایات میں ہے کہ جب چھوٹے گناہ پر اصرار کیا جائے تو وہ بڑا بن جاتا ہے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے جب گناہان کبیرہ شمار کرائے تو آپ نے فرمایا کہ گناہوں پر اصرار کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ چھوٹا گناہ اصرار کی وجہ سے بڑا بن جاتا ہے اور بڑا گناہ استغفار کی وجہ سے معاف ہو جاتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ چھوٹے گناہ پر اصرار کرنے والا درحقیقت اپنے آپ کو خدا کے مؤاخذہ سے بے خوف سمجھتا ہے جبکہ عذاب خدا سے صرف خسارہ اٹھانے والے ہی بے خوف رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

(۱) اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ... جن بڑے بڑے گناہوں سے تمھیں روکا

Presented by www.ziaraat.com

جا رہا ہے اگر تم ان سے بچو گے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے۔ (سورۂ نساء : ۳۱)

(۲) وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ جب ان لوگوں سے کوئی کھلا گناہ ہو جاتا ہے یا وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کر کے اس سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے اور جان بوجھ کر اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے۔ (سورۂ آل عمران : آیت ۱۳۵)

(۳) اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ.. وہ لوگ گناہان کبیرہ اور فحش باتوں سے پرہیز کرتے ہیں البتہ چھوٹے گناہ ان سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ بیشک آپ کا پروردگار بہت وسیع مغفرت والا ہے۔ (سورۂ نجم : آیت ۳۲)

جان لیجئے کہ گناہ پر جسارت کرنا انتہائی خطرناک ہے خواہ گناہ کبیرہ کی صورت میں ہو یا گناہ صغیرہ کی صورت میں۔ اہل ایمان کو چاہیے کہ اگر ان سے گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ استغفار کریں اور اللہ سے معافی مانگیں۔ ہادیان دین نے اہل ایمان کو یہی تعلیم دی ہے۔

مستدرک الوسائل میں ہے کہ امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اَلْمُعَاوَدَةُ لِلذَّنْبِ اِصْرَارٌ. بڑا گناہ وہ ہے جس پر گنہگار اصرار کرے۔ نیز یہ کہ مَنْ اَصَرَّ عَلٰى ذَنْبِهٖ اِجْتَرَا عَلٰى سَخَطِ رَبِّهٖ. جو اپنے گناہ پر اصرار کرتا ہے وہ خدا کے غضب پر جسارت کرتا ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا کہ گناہ پر اصرار کرنے والے کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ (کافی ج ۲، ص ۲۸۸)

واضح رہے کہ علمائے حدیث و فقہ نے آج تک گناہان صغیرہ کی فہرست پیش نہیں کی ہے۔ اس کے برعکس کچھ محققین کی رائے یہ ہے کہ خدا کی مخالفت گناہ ہے۔ اس میں صغیرہ اور کبیرہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ البتہ جب گناہوں کا ایک دوسرے سے تقابل کیا جاتا ہے تو کچھ گناہ بڑے دکھائی دیتے ہیں اور کچھ ان کے مقابلے پر چھوٹے دکھائی دیتے ہیں۔ مؤلف سمجھتا ہے کہ ہادیان دین نے گناہان کبیرہ کی تفصیل بیان کی ہے اور جو گناہ اس فہرست میں موجود نہیں ہیں وہ گناہان صغیرہ ہیں۔

۹۱۔ وسوسوں اور شیطان کی پیروی

جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے سجدہ سے انکار کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے راندۂ درگاہ قرار دیا تھا۔ ابلیس نے کہا تھا کہ تو نے آدم کو مجھ پر فضیلت دی ہے۔ اب میں بھی تیری سیدھی اور مستقیم راہ پر بیٹھ کر اس کی نسل کو گمراہ کروں گا اور تیرے خالص بندوں کے سوا تجھے اپنا کوئی شکرگزار دکھائی نہ دے گا۔

اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اس بات کی طرف متوجہ رہیں کہ ابلیس ان کا کھلا دشمن ہے اور وہ ان سے دولت ایمان چھین لینا چاہتا ہے۔ اس دشمن سے اس وقت تک نجات ممکن نہیں ہے جب تک انسان اللہ کی

Presented by www.ziaraat.com

پناہ میں نہ آجائے کیونکہ اگر اللہ ہماری نگہبانی نہ کرے تو ہم شیطان اور اس کے چیلوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے:...وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلًا اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ (سورۂ نساء: آیت ۸۳) فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ... اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے بن جاتے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۶۴)...وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا... اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم سے ایک شخص بھی کبھی پاک نہ ہوسکتا۔ (سورۂ نور: آیت ۲۱)

اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خدا نے اپنے حبیبؐ پر سورۂ الناس نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○ بنام خدائے رحمان و رحیم۔ اے رسولؐ کہہ دیجیے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ جو تمام لوگوں کا مالک اور بادشاہ ہے۔ لوگوں کے معبود (برحق) کی۔ (شیطان) وسوسہ انداز کے شر سے جو (خدا کا نام سن کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ (خواہ وہ) جنات سے ہو یا انسانوں میں سے۔

قرآن کریم کی اس سورت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ وسوسہ انسانی زندگی کے لیے مہلک ہے اور حق کے خلاف وسوسہ اندازی کبھی کوئی انسان کرتا ہے اور کبھی کوئی جن۔ انسان فلسفہ، سیاست، مصلحت اور رسم و رواج کے نام پر وسوسہ پیدا کرتا ہے اور جنات کے وسائل تقریباً لامحدود ہیں جن کی اساس توہم پرستی ہے۔ اس سورت نے واضح کر دیا ہے کہ خدا کی قدرت اور سلطنت لامحدود ہے لہٰذا ان خطرات سے بچنے کا واحد ذریعہ خداوند قدیر کی پناہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔

شیطان کے پاس گمراہ کرنے کے مختلف ہتھکنڈے ہیں۔ وہ جس شخص میں جو کمزوری دیکھتا ہے اسے اسی طرح گمراہ کرتا ہے۔ وہ مردود کچھ لوگوں کو دولت سے، کچھ لوگوں کو جنسی شہوت سے، کچھ لوگوں کو عقائد میں شبہات سے، کچھ لوگوں کو حکومت سے، کچھ لوگوں کو طاقت کے زعم سے اور کچھ لوگوں کو غرور اور حسد میں مبتلا کر کے گمراہ کرتا ہے۔ ابلیس کے ہتھکنڈوں سے بچنے کا ایک یہی طریقہ ہے کہ انسان خدا کی پناہ میں آجائے۔

امام سجاد علیہ السلام ہلاکت سے بچنے کے لیے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْغَفْلَةِ وَالْقَسْوَةِ وَالْعِلْيَةِ وَالذِّلَّةِ وَالْمَسْكَنَةِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ وَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَتَشْتِيْتِ الْاَمْرِ. خدایا! میں غفلت، سنگدلی، ناداری، ذلت، ناتوانی، کفر، فقر اور سینے کے وسوسہ اور امور کے متفرق ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (صحیفہ کاملہ)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

Presented by www.ziaraat.com

یا رسول اللہؐ! میں وسوسوں میں گرفتار ہوں اور انتہائی ضرورتمند، مقروض اور بال بچے دار بھی ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم کثرت سے تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا کا ورد کیا کرو۔ خدا نے چاہا تو تم ان پریشانیوں سے چھٹکارا پا لوگے۔ چند دن بعد وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کی برکت سے میرا سینہ وسوسوں سے پاک کر دیا ہے، میرا قرض ادا کر دیا ہے اور مجھے وسیع رزق عطا کیا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۵۵۵)

ابو اسامہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ سفر کیا۔ دوران سفر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ قرآن سناؤ۔ میں نے قرآن کی ایک سورت سنائی تو آپ رونے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا: ابو اسامہ! ذکر الٰہی سے اپنے دلوں کی حفاظت کرو اور (سیاہ) نقطوں سے بچو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم پر ایسے لمحات بھی آئیں گے کہ تمہارے دل بوسیدہ لباس کی مانند ہو جائیں گے۔ اس وقت ان میں نہ ایمان ہوگا اور نہ ہی کفر۔ پھر فرمایا: ابو اسامہ! کیا تم نے اپنے دل کی حالت پر توجہ نہیں دی کہ کبھی وہ خیر و شر کے جذبات سے خالی ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ مولا! کبھی کبھی یہ حالت مجھ پر طاری ہوتی ہے اور دوسرے لوگوں پر بھی طاری ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کبھی ایسی حالت محسوس کرو تو اللہ کو یاد کرو (اور اس سے ہدایت کی درخواست کرو) اس کے ساتھ ساتھ سیاہ نقطوں سے بچو۔ جب خدا کو کسی کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو وہ اس کے دل میں نورانی نقطہ ثبت کر دیتا ہے اور اگر خدا کو کسی کی بھلائی مطلوب نہیں ہوتی تو پھر دوسرا نقطہ ثبت کر دیتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ دوسرا نقطہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کفر کا نقطہ۔ جب کوئی انسان کفر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں کفر کا نقطہ لگا دیا جاتا ہے۔ (کافی ج ۸، ص ۱۶۸)

اس حدیث میں اِرْعَوْا قُلُوْبَكُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ کا جملہ آیا ہے۔ علامہ مجلسی مرآۃ القلوب میں لکھتے ہیں کہ اس جملے کا مقصد یہ ہے کہ ذکر خدا کے ذریعے ابلیس کے وسوسوں سے اپنے دلوں کو بچاؤ اور نقطہ سے مراد وہ وسوسے اور شبہات ہیں جو ابلیس لوگوں کے دلوں میں ڈالتا رہتا ہے۔

وسوسہ ابلیس کی ایجاد ہے۔ بعض اہل ایمان میں اس خطرناک بیماری کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ انسان اپنے تئیں سمجھتا ہے کہ وہ احتیاط کے تقاضوں پر عمل کر رہا ہے جبکہ حقیقت میں وہ ابلیس کی پیروی کر رہا ہوتا ہے۔ یہ حالت عقل اور جسم دونوں کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ اس سے انسان کا سکھ چین غارت ہو جاتا ہے اور حالت عائلی زندگی بھی متاثر ہوتی ہے۔

عبداللہ بن سنان راوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ فلاں شخص وضو اور نماز کے متعلق ہر وقت وسوسوں میں مبتلا رہتا ہے جبکہ وہ عقل مند بھی ہے۔ امام نے فرمایا کہ اس کے پاس عقل نام کی کوئی چیز ہوتی تو وہ شیطان کی اطاعت ہی نہ کرتا۔ میں نے عرض کیا کہ وہ شیطان کی اطاعت کیسے کر رہا ہے

Presented by www.ziaraat.com

امام نے فرمایا کہ تم خود اس سے جا کر پوچھو کہ تمھیں یہ وسوسے کہاں سے لاحق ہوتے ہیں؟ اس کے جواب میں وہ کہے گا کہ یہ شیطان کی طرف سے لاحق ہوتے ہیں۔ (کافی ج ۱، ص ۱۲)

چند دوستوں کی زبانی میں نے یہ واقعہ سنا ہے کہ آیت اللہ مرزا بزرگ قمی کی مرجعیت کے زمانے میں ایک طالبعلم ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نماز کی نیت نہیں کرسکتا۔ آیت اللہ قمی نے فرمایا: تم کس کی تقلید کرتے ہو؟ طالبعلم نے کہا کہ میں آپ کی تقلید کرتا ہوں۔ یہ سن کر آیت اللہ قمی نے اس سے کہا کہ اگر تم میرے مقلد ہو تو میں نے تم پر نیت کو حرام کیا ہے۔ آئندہ تم نیت کئے بغیر نماز پڑھنا۔ طالبعلم مطمئن ہوکر چلا گیا لیکن اس نے جتنی بار بھی نیت کے بغیر نماز پڑھنے کی کوشش کی ہر بار وہ نماز نہ پڑھ سکا۔ آخر مجبور ہوکر آیت اللہ کے پاس دوبارہ آیا اور بولا کہ میرا معاملہ تو پہلے سے بھی زیادہ بگڑ گیا ہے۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ نیت کے بغیر نماز پڑھوں لیکن ہر بار نیت کا تصور میرے ذہن میں آجاتا ہے۔ اب میری شرعی تکلیف کیا ہے؟ آیت اللہ نے فرمایا کہ جو چیز بے اختیار آجائے اسے آنے دو۔ میں نے اسے حرام نہیں کیا۔ میں نے تو ان خیالات کو حرام قرار دیا ہے جس کے تم منتظر رہتے تھے۔[1]

۹۲۔ امر باطل کا اجرا کرنا

معصومین کا فرمان ہے کہ جو شخص کسی اچھی رسم کو جاری کرے گا اسے اس کا اجر ملے گا اور جتنے لوگ اس کی بناء کردہ رسم پر عمل کریں گے ان کو بھی ثواب ملے گا۔ اسی طرح جو شخص کوئی بری رسم جاری کرے گا اسے اس کا گناہ ملے گا اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے وہ بھی ان کے گناہ میں برابر کا شریک سمجھا جائے ہوگا۔ شر کی بنیاد کسی عمل شر سے ہی رکھی جاتی ہے اور غلط نظریات سے اس کی آبیاری کی جاتی ہے۔ چنانچہ غلط نظریات اور گمراہ کن آراء کو پھیلانا اور برائی کے مراکز کی تاسیس کرنا باطل کی ترویج کرنا ہے اور یہ مطلق حرام ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص نیکی اور ہدایت کے راستے پر چلے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے اور لوگ اس سے تعلیم حاصل کر کے اس نیکی پر عمل کرنے لگیں تو جہاں ان کو ثواب ملے گا وہاں نیک راستہ بتانے والے کو بھی ثواب ملے گا اور جو کوئی گمراہی کا دروازہ کھولے تو اسے اس گمراہی کا گناہ ملے گا اور جتنے لوگ اس کی پیروی کریں گے وہ بھی ان کے گناہ میں برابر کا شریک ہوگا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۴۳۸)

ظلم کی بنیاد رکھنے والا ہر ظالم کے عمل میں شریک ہوتا ہے مثلاً قابیل نے قتل کی بنیاد رکھی تھی چنانچہ قیامت تک جتنے افراد قتل ہوں گے اس کا گناہ قابیل کے کھاتے میں بھی لکھا جائے گا۔

۱۔ علامہ سید مرتضیٰ عسکری نے اپنی کتاب ''احیائے دین میں ائمہ اہلبیتؑ کا کردار'' جلد دوم مطبوعہ مجمع علمی اسلامی میں لکھا ہے:
رسول خداؐ نے فرمایا: بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّهْلَةِ السَّمْحَةِ. میں تمہارے لیے آسان شریعت لے کر آیا ہوں۔
نیز یہ کہ بہت زیادہ وسوسوں میں پڑنے سے بچنا چاہیے کیونکہ حد سے بڑھا ہوا وسوسہ کبھی کبھی دین سے خارج ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

اقتصادی اور مالی محرمات

مال حرام کی قسمیں

مال حرام کی بہت سی قسمیں ہیں جنھیں ایک ہی حصے میں بیان نہیں کیا جاسکتا اس لیے ہم کچھ ضروری موارد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ باقی موارد کو مختلف عنوانات کے تحت بیان کیا جائے گا۔

(۱) غلط طریقے سے مال حاصل کرنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص ایسے ذرائع سے دولت حاصل کرے جس کی کوئی شرعی گنجائش نہ ہو۔ ایسی کمائی کو اصطلاحی طور پر ''کسب کاذب'' کہا جاتا ہے مثلاً ایسا بے مقصد کام کرکے اس کی اجرت لینا جس کی نہ تو عقل تائید کرتی ہو اور نہ عرف سے اس کی تائید ہوتی ہو مثلاً بھاری پتھر اٹھانے یا تاریک رات میں کسی جگہ جانے اور وہاں سے واپس آنے کی شرط لگا کر رقم حاصل کرنا۔ اگرچہ آج کل اس طرح کے بے سود اور لایعنی کام زیادہ ہوتے ہیں اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ لوگ اس کام کو ہنر اور فن کا نام دیتے ہیں جبکہ ان ذرائع سے حاصل ہونے والی دولت حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ خبردار ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ اس کو (بطور رشوت) حاکموں تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھاؤ جبکہ تمھیں اس کا علم ہے۔ (سورۂ بقرہ: ۱۸۸)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ... اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ حاصل ہو جائے تو وہ جائز ہے) اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔

(سورۂ نساء: آیت ۲۹)

مذکورہ بالا دونوں آیات میں اللہ نے رشوت دینے اور رشوت لینے سے منع فرمایا ہے۔ آیت مبارکہ میں اللہ نے تجارت کے متعلق فرمایا ہے کہ باہمی رضامندی سے تجارت کی وجہ سے جو منافع حاصل ہو وہ حلال اور پاک ہے۔ ہادیان دین نے مسلمانوں کو تجارت کی بڑی ترغیب دی ہے۔ اس سلسلے کی چند روایات دیکھیے:

Presented by www.ziaraat.com

(۱) امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ تجارت کرو تا کہ لوگوں کے دست نگر نہ رہو۔ (کافی ج ۵، ص ۱۴۹)

(۲) فضیل بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے تجارت چھوڑ دی ہے۔ آپ نے فرمایا: بھائی! وہ کیوں؟ کیا تنگ آگئے تھے؟ پھر آپ نے فرمایا کہ تجارت چھوڑ کر رزق کی کمی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ ہرگز تجارت نہ چھوڑو اور خدا کے فضل کے امیدوار رہو۔ (ایضاً)

کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ ابن ابی قرہ بیان کرتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاں بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں ایک مومن کا تذکرہ چل نکلا۔ امام نے ایک صحابی سے پوچھا کہ فلاں شخص حج پر کیوں نہیں جا رہا؟ صحابی نے بتایا کہ اس نے تجارت چھوڑ دی ہے اور مفلس ہوگیا ہے۔ اس کے پاس حج کے اخراجات نہیں ہیں۔ امام نے یہ سنا تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ خبردار! تجارت اور کام کاج کو مت چھوڑو تا کہ تمہاری اجتماعی عزت بنی رہے۔ تجارت کرو، خدا تمھیں برکت دے گا۔

تجارت کی افادیت کے متعلق بہت سی احادیث منقول ہیں۔ ہم تاجر برادری سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ حلال ذرائع سے تجارت کریں۔ حلال دیں اور حلال لیں۔ ناجائز منافع خوری، ملاوٹ اور دھوکا دہی سے پرہیز کریں۔ اگر کوئی شخص اسلامی اصولوں کے مطابق تجارت کرتا ہے وہ لوگوں کی نظر میں تجارت کر رہا ہوتا ہے لیکن خدا کی نظر میں عبادت کر رہا ہوتا ہے۔

امام ہشتم نے فرمایا کہ عبادت کے دس حصے ہیں۔ ان میں سے نو حصے رزق حلال کی تلاش کے ہیں۔

(۲) غاصبانہ تصرف حرام ہے۔ غاصبانہ تصرف کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس کی ایک شکل یہ ہے کہ کوئی شخص لوگوں سے مال لے کر انھیں واپس نہ کرے۔

ابو بصیر راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو ناجائز طریقے سے اپنے بھائی کا مال کھائے اور اسے واپس نہ کرے تو قیامت کے دن اسے دوزخ کا انگارہ کھلایا جائے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ مسلمان کی رضامندی کے بغیر اس کا مال کھانا حرام ہے۔
(غوالی اللآلی ص ۱۱۳)

علامہ حلی نے اپنی کتاب القواعد میں لکھا ہے: اگر باپ ضرورتمند ہو تو بقدر ضرورت بیٹے کے مال سے حصہ لے سکتا ہے لیکن بیٹے کو یہ حق نہیں کہ وہ باپ کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرے۔ ماں کو یہ حق نہیں کہ بیٹے کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرے۔ اسی طرح بیٹے کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ اپنی ماں کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرے۔ ماں کو یہ حق نہیں کہ وہ فرزند صغیر کا مال بطور قرض حاصل کرے۔ ہاں! اگر بچے کا باپ (ولی) اجازت دے تو پھر حلال ہے۔

بیوی بلااجازت شوہر کے مال میں تصرف نہیں کر سکتی البتہ وہ خوراک حاصل کرنے کی مجاز ہے۔ اگر شوہر منع نہ کرے تو بیوی اس کے مال میں سے صدقہ دے سکتی ہے اور اگر شوہر منع کرے تو پھر اس کے مال میں سے

Presented by www.ziaraat.com

صدقہ دینا بیوی کے لیے حرام ہے۔ اسی طرح شوہر کو بھی حق نہیں کہ وہ بیوی کے مال میں تصرف کرے۔

مؤلف عرض کرتا ہے:

خدا نے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا... (سورۂ نور: آیت ۶۱) کی آیت میں فرمایا ہے کہ انسان اپنے رشتے داروں، باپ، دادا، ماؤں، بھائیوں، چچاؤں، پھوپیوں، ماموں، خالاؤں اور جن کے مال کی چابی اس کے سپرد کی گئی ہو اور اپنے دوستوں کے گھروں سے بلا اجازت کھانا کھا سکتا ہے۔

(۳) جس مال کا خمس ادا نہ کیا گیا ہو اس میں تصرف حرام ہے۔ ہمارے فقہاء چند چیزوں میں خمس کو واجب قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غیبت امام علیہ السلام میں خمس مراجع تقلید تک جو کہ نائبان امام ہیں پہنچایا جائے تاکہ وہ غریب سادات کی کفالت کرسکیں اور دین وعلم دین کی نشر واشاعت کرسکیں۔ کچھ علماء کہتے ہیں کہ خمس عین مال میں فرض ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ یہ مکلف کی ذمے داری ہے۔ پہلے نظریے کے مطابق جس مال کا خمس نہ دیا گیا ہو اسے استعمال کرنا غاصبانہ تصرف اور حرام ہے اور حاکم شرع (مجتہد جامع الشرائط) یا اس کے وکیل کی اجازت کے بغیر اس میں ہر طرح کا تصرف حرام ہے۔

محمد بن زید طبری بیان کرتے ہیں کہ اہل فارس میں سے ایک شخص نے امام علی رضا علیہ السلام کو خط لکھا اور درخواست کی کہ اسے خمس کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

امام نے اس کو جواب میں لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نیک اعمال بجا لانے والے لوگوں کے لیے اللہ کا کرم وفضل بہت وسیع ہے۔ اللہ نے نیک اعمال پر ثواب کی ضمانت دی ہے۔ جو لوگ اپنے واجبات ادا نہیں کرتے ہیں اللہ نے ان کے لیے غم واندوہ لکھ دیا ہے۔ مال حلال وہی ہے جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہے۔ اللہ نے ہمارے لیے خمس فرض کیا ہے، اس سے ہماری دینی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور ہمارے خاندان اور ہمارے دوستوں کی کفالت ہوتی ہے اور اس کے ذریعے ہم دشمنوں کے مقابلے میں اپنی عزت کی حفاظت کرتے ہیں۔ جہاں تک ہوسکے خمس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو اور اپنے آپ کو ہماری دعاؤں سے محروم نہ رکھو۔ یاد رکھو! خمس تمہاری روزی کی چابی، تمہاری مغفرت کا سبب اور تمہاری آخرت کا ذخیرہ ہے۔ مسلمان وہی ہے جو خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کرے اور جو شخص صرف زبان سے اقرار کرے اور دل سے مخالفت کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔ (کافی ج ۱، ص ۵۴۸)

محمد زید راوی ہیں کہ خراسان کے چند افراد امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ سے خمس کی معافی کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: یہ کیسی عذر تراشی ہے۔ تم لوگ زبان سے تو ہماری محبت کا دعویٰ کرتے ہو لیکن خدا نے ہمارا جو حق مقرر کیا ہے اس حق کو ادا کرنے پر آمادہ نہیں ہو اور خمس دینے سے جان چھڑا رہے ہو۔ میں کسی کو بھی خمس کی ادائیگی سے مستثنیٰ نہیں کرتا اور اپنا حق اس پر حلال نہیں کرتا۔ آپ نے آخری جملے کی تین بار تکرار فرمائی۔ (کافی ج ۱، ص ۵۴۸)

www.ziaraat.com
Sebeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

(۴) جس مال کی زکات ادا نہ کی گئی ہو اس مال میں تصرف حرام ہے۔ قرآن مجید میں زکات کے متعلق بہت زیادہ آیات موجود ہیں اور ہادیان دین نے زکات کی ادائیگی پر بڑا زور دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ... وہ لوگ جو خدا کے عطا کردہ رزق میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ دولت ان کے لیے بہتر ہے۔ یہ دولت ان کے لیے بہت بری ہے جس دولت میں انھوں نے بخل کیا ہے اسی دولت کا انھیں قیامت کے دن طوق پہنایا جائے گا۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۸۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو ایک قیراط زکات ادا نہ کرے وہ نہ تو مسلمان ہے اور نہ ہی مومن ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد کہیں گے ... رَبِّ ارْجِعُوْنِ ○ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ ... پروردگار مجھے دنیا میں واپس بھیج تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں اب جا کر نیک کام کروں۔ (سورۂ مومنون: آیت ۹۹۔۱۰۰) (کافی ج ۳، ص ۵۰۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے قرآن میں نماز اور زکات دونوں کا یکجا تذکرہ کیا ہے اور فرمایا ہے: اَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ لہٰذا جو شخص نماز پڑھے اور زکات نہ دے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔
(وسائل الشیعہ ج ۶، ابواب ما تجب فيه الزكاة)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص خدا کے عطا کردہ مال میں بخل کرے اور اطاعت خدا میں اسے خرچ نہ کرے تو وہ مال اس کے لیے طوق بن جائے گا اور قیامت کے دن اسے وہ طوق پہنایا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (تفسیر قمی)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص مالی حق ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دوزخ کے ایک سانپ کو طوق بنا کر اس کی گردن میں لٹکا دے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۶، ابواب ما تجب فيه الزكاة)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن حضرت رسول خداؐ مسجد نبوی میں کھڑے ہوئے اور آپ نے پانچ آدمیوں کا نام لے کر ان کو پکارا اور فرمایا: تم لوگ اٹھو، ہماری مسجد سے نکل جاؤ۔ تم اس مسجد میں نماز نہ پڑھو کیونکہ تم اپنے مال کی زکات ادا نہیں کرتے۔ (کافی ج ۳، ص ۵۰۳)

حرام خوری

حرام خوری گناہ کبیرہ ہے۔ آیات قرآن روایات معصومینؑ میں اس کی سخت مذمت آئی ہے۔ خدا نے اہل کتاب اور ان کے علماء کی روش کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے: وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○ تم دیکھو گے کہ ان میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام

Presented by www.ziaraat.com

کھانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ بیشک یہ جو کچھ کرتے ہیں برا کرتے ہیں۔ بھلا ان کے مشائخ اور علماء انھیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے ؟ بلاشبہ وہ بھی برا کرتے ہیں۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۶۲۔۶۳)

قرآن کریم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے: وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوت لے کر فیصلہ کرنے والے) حکام [1] کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھاؤ اور اسے تم جانتے بھی ہو۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۸۸)

ہادیان دین نے حلال کھانے کی ترغیب دی ہے اور اس مفہوم کی بہت زیادہ روایات ان سے منقول ہیں۔ یہاں ہم چند روایات نقل کرتے ہیں۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

جب کوئی شخص رزق حلال کھانے میں مصروف ہوتا ہے تو اس کے سر پر ایک فرشتہ کھڑا ہو جاتا ہے جو اس کے لیے استغفار کرتا رہتا ہے اور جب تک وہ کھانا کھاتا ہے فرشتہ اس کے لیے استغفار کرتا رہتا ہے۔

جب کسی کے پیٹ میں حرام کا نوالہ جاتا ہے تو آسمانوں اور زمین کے تمام فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جب تک حرام نوالہ اس کے پیٹ میں رہتا ہے اس وقت تک خدا اس کی طرف نگاہ رحمت نہیں کرتا۔

جس نے حرام کا نوالہ کھایا اس نے خدا کا غضب مول لیا۔ اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور اگر وہ توبہ کے بغیر مر گیا تو اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا۔

جس نے حرام کا ایک لقمہ کھایا تو چالیس دن تک اس کی نماز اور دعا قبول نہیں ہوگی۔ جو گوشت رزق حرام سے پیدا ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا اور ایک لقمے سے بھی گوشت پیدا ہوتا ہے۔

(بحار الانوار ج ۶۳، ص ۳۱۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ امور کی تین اقسام ہیں: حلال امور، حرام امور اور مشتبہ امور جو حلال اور حرام کے درمیان ہیں۔ جو شخص مشتبہ امور سے دور رہا وہ حرام سے محفوظ رہا اور جو شخص مشتبہ امور پر عمل کرے گا وہ بالآخر حرام میں مبتلا ہوگا اور بے خبری کے عالم میں ہلاک ہو جائے گا۔

(کافی ج ۱، ص ۶۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شبہ کے وقت احتیاط برتنا ہلاک ہونے سے بہتر ہے۔

(مستدرک الوسائل ج ۱۷، ص ۳۲۲)

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا تَوْفِيْقَ الطَّاعَةِ وَبُعْدَ الْمَعْصِيَةِ ... وَطَهِّرْ بُطُوْنَنَا مِنَ الْحَرَامِ وَالشُّبْهَةِ...

۱۔ دوسرے معاشروں کی طرح عربوں میں بھی قبائل و افراد کا ایک دوسرے سے جھگڑا ہوتا تھا اور عام طور پر ان جھگڑوں کا فیصلہ وہ سردار کیا کرتے تھے جنھیں ''حکام'' کہا جاتا تھا اور وہی عرب معاشرے میں نظم و نسق چلاتے تھے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

حرام خوری کا نتیجہ

مومن کا امتحان اس وقت ہوتا ہے جب اس کے سامنے رزق حرام آجائے اور یہ سخت امتحان ہوتا ہے جو رزق حرام سے بچ جائے وہ سچا مومن ہوتا ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ جسے یہ پروا نہ ہو کہ وہ درہم و دینار کس طریقے سے کما رہا ہے تو قیامت کے دن میں اس کے متعلق یہ پروا نہ کروں گا کہ اسے دوزخ کے کس دروازے سے داخل کروں۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۷، ص ۱۱)

نیز آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن وہ شخص بہت حیران ہوگا جس نے مال جمع کیا تھا لیکن اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کیا تھا کیونکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث نے تو وہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور اس کی وجہ سے جنت کا حقدار بنا جبکہ وہ شخص جس کا مال تھا خود جہنم میں جائے گا۔ (ایضاً ص ۱۲)

شیخ صدوق کے والد کی وصیت

شیخ صدوق محمد بن بابویہ اپنی کتاب المقنع میں رقمطراز ہیں کہ میرے والد علی بن حسین نے مجھے وصیت کی تھی کہ بیٹا! ہر وقت خدا سے ڈرتے رہو اور رزق کی تلاش میں تقویٰ کے تقاضوں کو مدنظر رکھو اور اعتدال سے کام لو اور تلاش معاش میں حرص اور جلد بازی سے کام نہ لو۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے رزق کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایک رزق وہ ہے جسے تم تلاش کرتے ہو۔

(۲) دوسرا رزق وہ ہے جو تم کو تلاش کرتا ہے۔

یاد رکھو! جس رزق کو تم نے طلب کرنا ہے اسے حلال ذریعے سے طلب کرو۔ اگر تم نے رزق، حلال ذریعے سے طلب کیا تو وہ رزق تمہارے لیے حلال ہوگا ورنہ حرام ہوگا۔ (بحار الانوار ج ۳۱، ص ۱۰۳)

کافی میں ہے کہ جو شخص اپنے اہل و عیال کے رزق کے لیے محنت کرتا ہے وہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کی مانند ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۸۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تجارت کبھی نہ چھوڑنا۔ تجارت چھوڑنے سے تمہاری عقل میں سستی پیدا ہوگی۔ یاد رکھو کہ تجارت وسعت رزق کا ذریعہ ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۳، ص ۱۱)

تلاش رزق حلال عین عبادت ہے

رزق حلال کی تلاش بہترین عبادت ہے۔ اگر عبادت کے ستر حصے فرض کر لیے جائیں تو ان میں رزق حلال کی تلاش سرفہرست دکھائی دے گی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق حلال دل کی نورانیت، عبادت کی قبولیت اور دعا کی استجابت کا سبب ہے۔ اس کے لیے تین نکات بہت ضروری ہیں:

(۱) رزق حلال کی جستجو کرنا: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص سستی کرے اور کام کی تلاش

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

میں نہ جائے تو اللہ اس پر رحمت نازل نہیں کرتا اور اس کی دعاؤں کو قبول نہیں کرتا۔ (مجمع الفائدہ ج ۸، ص ۴)

ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے ایک شاگرد کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ سخت افلاس میں گرفتار ہے۔ امام نے فرمایا کہ وہ کیا کام کرتا ہے؟ کسی نے کہا کہ وہ کوئی کام نہیں کرتا گھر میں بیٹھا ہوا ہے اور دن رات عبادت کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر اس کے بیوی بچوں کی کفالت کون کرتا ہے؟ جواب ملا کہ کچھ ایمانی بھائی اس کے خاندان کی کفالت کرتے ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! جو افراد اس کے خاندان کی کفالت کرتے ہیں وہ اس سے بڑے عابد ہیں۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۲، باب ۵، رقم ۳)

(۲) رزق حلال کی تلاش اور اس پر قناعت کرنا: نبی کریمؐ کا فرمان ہے: اَلْعِبَادَةُ سَبْعُوْنَ جُزْأً اَفْضَلُهَا طَلَبُ الْحَلَالِ. عبادت کے ستر درجے ہیں اور طلب حلال اس کا افضل حصہ ہے۔ (ایضاً)

ہادیان دین سے منقول ہے کہ تاجر فاجر ہے اور فاجر کا ٹھکانا دوزخ ہے البتہ ایسا تاجر اس سے مستثنیٰ ہے جو حق کے ساتھ (رقم) لے اور حق کے ساتھ (جنس) دے۔ (ایضاً)

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جبریل امینؑ نے مجھے خدا کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرتا جب تک دنیا میں اپنے حصے کی پوری روزی نہ کھالے۔ پھر فرمایا کہ لوگو! خدا سے ڈرو اور آبرومندانہ طریقے سے روزی تلاش کرو اور سستی سے پرہیز کرو۔ کہیں یہ تم کو حرام میں مبتلا نہ کر دے۔ یاد رکھو کہ اللہ کے وعدے کو پانے کے لیے اطاعت کی اشد ضرورت ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک شاگرد سدیر نے آپ سے پوچھا کہ طلب معاش کی حد کیا ہونی چاہیے آپ نے فرمایا کہ جس نے دکان کا دروازہ کھولا اور سامان گاہکوں کے لیے سجا دیا تو اس نے اپنا فرض پورا کیا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تمھیں حصول رزق کے لیے اعتدال کے تقاضوں پر عمل کرنا چاہیے۔ لالچی نہ بنو اور دنیا کو ہی اپنا مقصد نہ بناؤ اور دنیا سے دل نہ لگاؤ اور طلب معاش میں کوتاہی نہ کرو اور آبرومندانہ طریقے سے رزق تلاش کرو۔ اس کے لیے نہ تو سستی کرو اور نہ ہی حرص سے کام لو۔ خدا نے تم کو جو رزق دیا ہے اس پر اس کا شکر ادا کرو اگر تم نے شکر ادا نہ کیا تو یہ سمجھو کہ تمہارے ہاتھ مال لگا ہی نہیں ہے۔ (ایضاً)

(۳) دنیا پرستی سے پرہیز: امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد عبداللہ بن ابی یعفور نے امام سے عرض کیا: مولا! خدا کی قسم! ہم دنیا تلاش کرتے ہیں اور ہم یہ خواہش بھی رکھتے ہیں کہ ہمیں دنیا ملے (کیا یہ دنیا طلبی ہے؟) آپ نے فرمایا: دنیا کے حصول سے تمہارا کیا مقصد کیا ہوتا ہے؟ عبداللہ نے کہا کہ اس سے اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات پوری کرتا ہوں، صلہ رحمی کرتا ہوں، غریبوں کی مدد کرتا ہوں اور حج وعمرہ بجا لاتا ہوں۔ امام نے فرمایا کہ یہ دنیا طلبی نہیں ہے یہ تو آخرت طلبی ہے۔ (ایضاً)

محقق اردبیلی نے درج بالا احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: انسان کو چاہیے کہ اپنے حصے کا رزق

Presented by www.ziaraat.com

تلاش کرے اور اس کے لیے بھرپور محنت کرے مگر یہ نہ سوچے کہ یہ میرا اپنا کمایا ہوا رزق ہے اور میری محنت کا ثمر ہے بلکہ اس کو اللہ کی عطا سمجھے اور یقین رکھے کہ اللہ نے جو کچھ اس کے لیے حصہ مقرر کیا ہے وہ اس سے زیادہ حاصل نہیں کر سکے گا اور زہد فی الدنیا کا بھی یہی مفہوم ہے کیونکہ اسماعیل بن مسلم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: زہد نہ تو مال ضائع کرنے کا نام ہے اور نہ ہی حلال کو حرام سمجھنے کا نام ہے۔ زہد یہ ہے کہ تمھیں اپنے ہاتھ میں موجود دولت پر اتنا یقین نہ ہو جتنا اللہ کی غیبی عطا پر ہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جس کی تم کو امید نہیں ہے اس کے لیے امید سے بھی زیادہ امید رکھو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لینے کے ارادے سے گئے تھے مگر جب واپس آئے تو نبی تھے۔ (ایضاً)

رزق حلال کمانے کی اہمیت

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مسلمان کو دیکھتے تو خوش ہوتے تھے بعدازاں اس کے متعلق پوچھتے تھے کہ یہ کیا کام کرتا ہے؟ اگر صحابہ جواب میں کہتے کہ یہ کوئی کام نہیں کرتا بیکار رہتا ہے تو آپ فرماتے تھے کہ یہ میری نظروں سے گر گیا ہے۔[1] جب کسی نے رسول خداؐ سے اس فرمان کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ جب مومن کے پاس کوئی کاروبار نہیں ہوگا تو وہ دین کو کاروبار بنا کر روزی حاصل کرے گا (جو کہ انتہائی مذموم روش ہے)۔ (بحار الانوار ج ۱۰۰، ص ۹۔ جامع الاخبار ص ۱۳۹)

رسول اکرمؐ کا فرمان ہے جو محنت کر کے روزی حاصل کرے اس کے لیے جنت کے تمام دروازے کھلے ہوں گے اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ (ایضاً)

ائمہ ہدیٰ نے رزق حلال کی تلاش کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادت کے دس حصے ہیں۔ نو حصے رزق کے حاصل کرنے میں مضمر ہیں۔ (مستدرک الوسائل ج ۲، ص ۴۷۸)

محنت مزدوری کر کے روٹی کمانا عظیم عبادت ہے۔ حضرت نبی اکرمؐ کا فرمان ہے: جو ہاتھ سے محنت کر کے کھانا کھائے وہ پل صراط سے یوں گزرے گا جیسے بجلی چمکتی ہے۔ (ایضاً)

۱۔ دنیا سے بے رغبتی، ترک محنت اور خشک زندگی کا تصور" صوفیانہ زہد" ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام نے ان تمام باتوں کی نفی کی ہے۔ قرآن کریم کی آیات اور پیغمبر اسلامؐ کی تعلیمات میں محنت کی عظمت بیان کی گئی ہے اور رزق حلال کمانے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جس کی تعلیمات کسی زمان و مکان میں محدود نہیں ہیں۔ اسلام اور دیگر آسمانی ادیان کا ہدف انسان کی سعادت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ یہ بات ناممکن ہے کہ اسلام جیسا آفاقی اور ابدی دین ترک دنیا اور خشک زندگی نیز بھوک اور نفس کشی کی تعلیم دے۔ پھر نجانے ڈاکٹر شیبی کو کیا سوجھی کہ انھوں نے یہ لکھ دیا کہ اسلام فقر کی تعلیمات لے کر آیا تھا اور پیغمبر اسلامؐ نے اپنے دین کی بنیاد فقر اور زہد کو قرار دیا تھا۔ (علامہ سید ہاشم معروف، تصوف اور تشیع کا فرق مطبوعہ مجمع علمی اسلامی) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

۹۳۔ سودخوری

سود بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی شدید مذمت آئی ہے۔ سود کی حرمت کا اعلان صرف قرآن کریم میں ہی نہیں ہوا ہے بلکہ جملہ آسمانی کتابوں میں اس کی مذمت آئی ہے اور اسے خدا سے جنگ کے مترادف قرار دیا گیا ہے اور سودخور کو کافر کے مشابہ کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ سودخور قیامت کے دن مخبوط الحواس محشور کیے جائیں گے۔ سود کھانے والا شخص اپنے دین کو تباہ کرلیتا ہے اور ایک فرد کا سود لاکھوں انسانوں کے لیے مرگ مفاجات بن جاتا ہے۔ اس سے معاشرے کی اقتصادی حالت خراب ہوجاتی ہے۔ جس معاشرے میں سود کا چال چلن عام ہو وہاں ہمدردی اور اخوت کے جذبات سرد ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس لعنت سے محفوظ رکھے۔

ارشاد خداوندی ہے:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ... اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہو جاؤ کہ تم خدا اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لیے تیار ہوتے ہو۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۷۸۔۲۷۹)

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ ○ اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ۔ اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ نجات حاصل کرسکو اور دوزخ کی آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ (سورہ آل عمران: ۱۳۰۔۱۳۱)

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ... یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ ○ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) یوں (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہے جیسے سود لینا۔ حالانکہ خرید و فروخت کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے تو جس شخص کے پاس خدا کی نصیحت پہنچی اور وہ سود لینے سے باز آگیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کا اور قیامت میں اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ اور جو پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہیں گے۔ خدا سود کو بے برکت کرتا اور خیرات کی برکت کو بڑھاتا ہے اور خدا کسی ناشکرے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا۔

(سورۂ بقرہ: آیت ۲۷۵۔۲۷۶)

(۱) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دِرْهَمُ رِبًا اَشَدُّ مِنْ سَبْعِیْنَ زَنْیَةً کُلُّهَا بِذَاتِ مَحْرَمٍ سود کے ایک درہم کا گناہ محرم سے ستر مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ ہے۔ (کافی ج ۵، ص۱۴۴)

(۲) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: سود لینے والا، سود دینے والا، سودی معاہدہ لکھنے والا اور اس کا گواہ

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

بننے والا گناہ میں سب برابر ہیں۔

(۳) سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ اللہ نے سود کی حرمت کا بار بار اعلان کیوں کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ چاہتا ہے کہ لوگ سود سے باز رہیں اور ایک دوسرے سے بھلائی کریں۔ (ایضاً)

(۴) کسی شخص نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ اللہ فرما رہا ہے یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ مگر ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ سودخور روز بروز مالی طور پر مستحکم ہو رہے ہیں۔ آخر سود کو خدا کس طرح مٹاتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دین کی بربادی سے بڑھ کر اور بربادی کیا ہوسکتی ہے؟ سود کا ایک درہم انسان کے پورے دین کو برباد کر دیتا ہے۔ سود کے برعکس صدقات کو خدا پروان چڑھاتا ہے اور اس پر دگنا ثواب عطا کرتا ہے اور رزق میں برکت پیدا کرتا ہے۔ (تفسیر صافی ج ۱، ص ۳۰۳)

(۵) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے ہر نیکی کے لیے فرشتہ مقرر کیا ہے مگر صدقے کے لیے کوئی فرشتہ مقرر نہیں کیا۔ صدقہ براہ راست خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے پھر جس طرح سے تم اپنی اولاد کو پروان چڑھاتے ہو اسی طرح اللہ صدقے کو پروان چڑھاتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو تمہارے ایک درہم کا صدقہ کوہ احد کے برابر ہوگا۔ (نور الثقلین ج ۱، ص ۲۹۴)

آخری زمانے میں سود کو فروغ حاصل ہوگا

زمانہ جاہلیت میں سودی کاروبار عام تھا۔ رسول خداؐ نے سود کی حرمت کا اعلان کیا اور معاشرے کو اس لعنت سے پاک کیا مگر افسوس کہ آج سود کی لعنت مسلمانوں میں پوری طرح موجود ہے اور اکثر مالیاتی ادارے سودی کاروبار کرنے میں مصروف ہیں۔ سودخور سود لینے کا یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ اس سے قدر زر کی کمی دور ہوتی ہے جبکہ تمام فقہاء نے بالاتفاق سود کو حرام قرار دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کو آخری زمانے کی آفات سے آگاہ کیا تھا اور فرمایا تھا: سلمان! اس دور میں لوگ کھلم کھلا سود کھائیں گے اور غیبت اور رشوت سے معاملات طے کریں گے۔

(بحار الانوار ج ۶، ص ۳۰۸)

نیز آپ نے فرمایا تھا: عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جب تمام لوگ سود کھائیں گے اور جو سود نہیں کھائے گا اس پر سود کا غبار ضرور پڑا ہوا ہوگا۔ (نہج الفصاحہ رقم ۲۳۶۵)

اور یہ کہ جس معاشرے میں سود عام ہوجاتا ہے وہاں کال پڑ جاتا ہے اور جس معاشرے میں رشوت عام ہو جاتی اسے خوف گھیر لیتا ہے۔ (نہج الفصاحہ رقم ۲۶۹۳)

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا: مجھے سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ میرے بعد میری امت حرام روزگار، خفیہ عشق بازی اور سود میں مبتلا ہو جائے گی۔ (بحار الانوار ج ۷۰، ص ۱۵۸)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

ایک شخص امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ مجھے کچھ دولت میراث میں ملی ہے لیکن جس سے مجھے میراث ملی ہے وہ سود لیتا تھا (کیا یہ دولت میرے لیے حلال ہے؟) امام نے فرمایا کہ اگر تم کو معلوم ہے کہ اس نے کس سے کتنا سود لیا تھا تو اسے سود کی رقم واپس کردو اور اصل اپنے پاس رکھو اور اگر اصل زر اور سود کی رقم کا علم نہ ہو تو وہ دولت تمہارے لیے حلال ہے۔ البتہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ سود خوری سے بچو۔ اعلان حرمت سے قبل لوگوں نے جو سود لیا تھا رسول خداؐ نے وہ مال ان کے لیے جائز قرار دیا تھا۔ لٰہذا جسے سود کا علم نہ ہو وہ دولت اس کے لیے حلال ہے اور جب اسے معلوم ہو جائے تو حرام ہے۔ اگر کوئی شخص جاننے کے باوجود بھی اس مال میں تصرف کرے تو وہ سود خور کی مانند ہوگا۔ (کافی ج ۱۵، ص ۱۴۶)

قرض حسنہ کا ثواب

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ضرورتمند بھائی کی مدد کرے اور اسے قرض حسنہ دے۔ اضافی رقم مسلمان بھائی سے مانگنے کی بجائے خدا سے مانگے اور سود کے گناہ میں اپنے آپ کو ملوث نہ کرے۔

امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

قرض حسنہ کا اجر صدقہ سے اٹھارہ گنا زیادہ ہے کیونکہ جو شخص خودداری کی وجہ سے صدقہ قبول نہیں کرتا وہ قرض لینے پر آمادہ ہوتا ہے۔ (فقہ الرضا، ص ۲۵۶)

جو شخص کسی کو قرض حسنہ دے اور قرض کی واپسی کا وقت مقرر کرے لیکن مقروض مقررہ دن پر قرض واپس نہ کرے تو جتنے دنوں تک مقروض قرض ادا نہیں کرے گا قرض خواہ کو روزانہ ایک دینار طلائی کے صدقے کا ثواب ملتا رہے گا۔ (فقہ الرضا ص ۲۵۷)

جب مقروض کی نیت صحیح ہو اور وہ قرض ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ قرض کی ادائیگی کے لیے اس کی مدد کریں اور اگر اس کی نیت میں کوئی کمی ہوتی ہے تو فرشتے بھی اس کی مدد میں اتنی ہی کمی کر دیتے ہیں۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳، ص ۱۱۲)

اور فرمایا باپ بیٹے، میاں بیوی، آقا و غلام اور مسلمان و ذمی کے درمیان سود نہیں ہوتا۔ (المقنع ص ۱۲۶)

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص میرے والد کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کی کہ میں بہت زیادہ مقروض ہو گیا ہوں۔ میرے والد نے اس سے کہا کہ زیادہ سے زیادہ نمازیں پڑھو۔ تمہارا قرض ادا ہو جائے گا۔

۹۴۔ کسی کا حق روک لینا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی مومن کا حق روک لے تو خدا قیامت کے دن اسے

Presented by www.ziaraat.com

پانچ سو سال کے برابر پاؤں پر کھڑا کرے گا یہاں تک کہ اس کے آنسوؤں سے کئی نہریں بہنے لگیں گی۔ ایک منادی ندا کرے گا کہ لوگو! یہ وہ ظالم ہے جس نے خدا کا حق روک لیا تھا۔ پھر چالیس دن کے برابر اسے لعنت کی جائے گی پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۱۴)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جو مومن کسی دوسرے مومن کا مال روک لے جبکہ وہ اس کا ضرورتمند بھی ہو تو خدا کی قسم حق روکنے والا جنت کے طعام اور مہر شدہ شراب طہور سے محروم رہے گا۔ (محاسن ص ۱۰۰)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ناجائز طور پر اپنے بھائی کا مال کھائے اور اسے واپس نہ کرے تو قیامت کے دن اس کے سامنے دوزخ کا انگارہ پیش کیا جائے گا اور اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ اس انگارے کو کھائے۔ (کافی ج ۲، ص ۳۳۳)

شہید ثانی لکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص ناجائز طور پر کسی دوسرے کا مال روک لے تو متاثرہ فریق کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ بدلے میں ظالم کے مال پر قبضہ کرلے۔ (جامع المقاصد ج ۶، ص ۲۶۱)

۹۵۔ لوگوں کے اموال اور حقوق غصب کرنا

فقہاء میں غصب کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے خواہ غصب اموال ہو مثلاً لوگوں کے مال میں ناجائز تصرف کرنا خواہ غصب منفعت ہو مثلاً گھر یا دکان سے فائدہ اٹھانا خواہ غصب حق ہو مثلاً مسجد، مدرسہ یا شارع عام پر قبضہ کرنا اور دوسروں کو اس سے استفادہ کی اجازت نہ دینا حرام ہے۔

شیخ ابن ادریس اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ غصب ادلہ اربعہ (قرآن، سنت، اجماع و عقل) کے تحت حرام ہے اور اس کی حرمت میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ (مستطرفات السرائر ج ۲، ص ۴۸۱)

آیت اللہ خمینی فرماتے ہیں: غصب، دشمنی کی وجہ سے کسی کے مال اور حق پر ناجائز قبضہ کو کہا جاتا ہے اور یہ ظلم کی واضح ترین شکل ہے۔ عقل اور شرع دونوں ہی اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ فرمان رسولؐ ہے کہ جو شخص ایک بالشت زمین غصب کرے تو اللہ تعالیٰ سات زمینوں کو طوق بنا کر اس کی گردن میں آویزاں کرے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے ہمسائے کی ایک بالشت زمین پر ناجائز قبضہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتوں طبقات سمیت اس کی گردن میں طوق ڈال دے گا اور اسی حالت میں وہ خدا کے سامنے پیش ہوگا ہاں اگر کوئی توبہ کرلے اور لوگوں کا مال واپس کردے تو وہ اس سزا سے بچ جائے گا۔

امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اگر کسی عمارت میں ایک غصبی پتھر لگا دیا جائے تو وہ پوری عمارت کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۱۷۲)

شرعی مجبوری کے بغیر کسی کا مال اور حق واپس نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن فی زمانہ یہ گناہ بالکل عام ہے اور بہت کم لوگ اس گناہ سے پرہیز کرتے ہیں۔ لوگوں کی اکثریت غاصب اور مقروض مرتی رہتی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

سورۂ عبس میں ہے: یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ○ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ○ اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹے سے۔ ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہوگا جو اسے (مصروفیت کے لیے) بس کرے گا۔

ماں باپ، بھائی بہن، بیوی اور اولاد سے بھاگنے کی وجہ یہ ہوگی کہ آدمی نے ان کے حقوق ضائع کیے ہوں گے اور اس میں ان کا سامنا کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔

رسول اکرمؐ کا فرمان ہے کہ جو کسی عذر شرعی کے بغیر لوگوں کے حق کو روکے تو روزانہ اس کے نامۂ اعمال میں ایک ڈاکو کا گناہ لکھا جائے گا۔ (سید گلپایگانی، هداية العباد ج ۲، ص ۷۰۔ وسائل الشیعہ ج ۱۷، ص ۲۳۳)

ابو ثمامہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے کہا کہ میں مکہ یا مدینہ میں رہائش اختیار کرنا چاہتا ہوں جبکہ میں نے اپنے وطن میں لوگوں کا قرض بھی دینا ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ امام نے فرمایا: واپس چلے جاؤ۔ مومن کبھی خیانت نہیں کرتا اور مرنے سے پہلے اپنا قرض ادا کردو۔ (کافی ج ۵، ص ۹۴)

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب شہید کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو وہ اس کے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے البتہ اس میں قرض شامل نہیں ہے۔ قرض کا کفارہ قرض کی ادائیگی ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۳۲۷)

۹۶۔ راستا بند کرنا

راستا بند کرنا لوگوں کی تکلیف کا موجب اور اسلام میں گناہ ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی سوار کسی پیادہ سے کہے کہ راستا چھوڑ دے تو یہ بھی ایک ظلم ہے۔ (خصال ص ۳)

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں جن کے کرنے والے لعنتی ہیں:

(۱) جو کسی ایسی سایہ دار جگہ پر پیشاب پاخانہ کرے جہاں مسافر اترتے ہوں۔

(۲) جو لوگوں کو پانی پینے سے منع کرے۔

(۳) جو شارع عام کو بند کرے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱، ص ۳۲۵)

مرحوم آیت اللہ گلپایگانی مجمع المسائل میں لکھتے ہیں کہ شارع عام پر نماز پڑھنا اور سڑک کے کنارے کام کاج اور تجارت کرنا جس سے راستا بند ہو جائے یا گزرنے والوں کو تکلیف پہنچے حرام ہے۔

بالفاظ دیگر سڑکوں کے کنارے ناجائز تجاوزات قائم کرنا اور ریڑھیاں وغیرہ لگا کر سڑک کو تنگ کرنا حرام ہے۔ یہ عوام کی حق تلفی ہے اور قیامت کے دن اس کے متعلق بازپرس کی جائے گی۔

۹۷۔ یتیم کا مال کھانا

ناجائز طور پر یتیم کا مال کھانا بدترین گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن کریم اور معصومینؑ کے فرامین میں اس کی

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

سخت مذمت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ○ وہ لوگ جو ناجائز طور پر یتیموں کا مال کھا رہے ہیں وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ (سورۂ نساء: آیت ۱۰)

یتیموں کا مال کھانا ایک ایسا گناہ ہے جس کی سزا صرف آخرت تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی اس کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو (ایسی حالت میں ہوں کہ) اپنے بعد ننھے ننھے بچے چھوڑ جائیں اور ان کو ان کی نسبت خوف ہو (کہ ان کے مرنے کے بعد ان بیچاروں کا کیا حال ہوگا) پس چاہیے کہ یہ لوگ خدا سے ڈریں اور معقول بات کہیں۔ (سورۂ نساء: آیت ۹)

فرمان الٰہی ہے: وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ جب تک یتیم جوان نہ ہو جائے اس وقت تک احسن طریقے کے علاوہ اس کے مال کے قریب تک نہ جاؤ۔ (سورۂ انعام: آیت ۱۵۲)

مقصد یہ ہے کہ یتیم کے مال میں ایسا تصرف نہ کرو جس سے اس کو خسارہ پہنچتا ہو۔ البتہ مال یتیم کی افزائش کے لیے مثبت تصرفات جائز ہیں اور جب یتیم بالغ ہو جائے تو اس کا مال اس کے سپرد کر دینا چاہیے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان کہ جو کوئی کسی یتیم پر ظلم کرے تو اللہ اس پر کسی ظالم کو مسلط کر دیتا ہے۔ اگر اس پر خدا کسی ظالم کو مسلط نہ کرے تو پھر اس کی نسل پر کسی ظالم کو ضرور مسلط کرے گا۔ لوگو! تم یتیموں پر ظلم نہ کرو تا کہ تمہاری اولاد ظلم سے محفوظ رہے۔ (تفسیر صافی)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یتیم پر ظلم کرنے کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی ملے گی۔ دنیاوی سزا کا اشارہ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ کی آیت میں کیا گیا ہے اور اخروی سزا کا اشارہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى کی آیت میں کیا گیا ہے۔ (تفسیر صافی)

رسول اکرمؐ نے فرمایا: معراج کی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں پر عذاب ہو رہا تھا۔ فرشتے ان کے منہ میں آگ بھر رہے تھے اور وہی آگ ان کے مقعد سے نکل رہی تھی۔ میں نے جبریل امینؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبریلؑ نے کہا یہ لوگ دنیا میں یتیموں کا مال ناحق کھایا کرتے تھے۔ (تفسیر صافی)

کافی میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن یتیم کا مال کھانے والا پیش ہوگا تو اس کے پیٹ سے اور منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ تمام اہل محشر اسے دیکھ کر پہچان لیں گے اور آپس میں کہیں گے کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔

شیخ صدوق المقنع میں لکھتے ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: گناہ کبیرہ نو ہیں:

(۱) شرک کرنا (۲) ناحق قتل کرنا (۳) جھوٹی قسم کھانا (۴) یتیم کا مال کھانا (۵) جادو کرنا (۶) جہاد سے بھاگنا (۷) والدین کی نافرمانی کرنا (۸) زنا اور لواطت کی تہمت لگانا (۹) اہلبیتؑ کے حق کا انکار کرنا یعنی ہماری امامت

Presented by www.ziaraat.com

کا انکار کرنا اور ہماری اطاعت سے انحراف کرنا۔

واضح رہے کہ جب کوئی لڑکا بالغ ہو جائے تو وہ یتیمی کی حدود سے نکل جاتا ہے اور بلوغت کی علامت یہ ہے کہ اسے احتلام ہونے لگے یا وہ چودہ سال کی عمر کو پہنچ جائے تو یتیم کے ولی کا فرض ہے کہ اس کا مال اس کے سپرد کردے۔ ہاں! اگر وہ بے وقوف ہو اور اپنی دولت کو نہ سنبھال سکتا ہو تو پھر اس کی دولت اس کی تحویل میں نہیں دینی چاہیے۔

۹۸۔ جوا اور شطرنج

جوا حرام ہے اور اس کی حرمت کا عقیدہ ضروریات اسلام میں شامل ہے۔ جوا قرآن، حدیث، عقل اور اجماع کی رو سے حرام ہے۔ قرآن مجید اور ائمہ ہدیٰ کے ارشادات میں جوا کو بت پرستی کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بڑی صراحت سے فرمایا ہے کہ شیطان شراب اور جوئے کے ذریعے تم میں عداوت پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس طرح وہ تمھیں نماز اور ذکر خداوندی سے روکنا چاہتا ہے۔ ہم جوا کی حرمت کی آیات شراب کی حرمت کے ضمن میں شروع میں لکھ چکے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے: **يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا**... (اے رسولؐ) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان کے نقصانات زیادہ ہیں اور لوگوں کے لیے فائدے کم ہیں لیکن ان کے نقصانات فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۱۹)

... **اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ** ○ شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیر ناپاک اور شیطانی عمل ہیں۔ تم ان سے پرہیز کرو تا کہ تم نجات پاسکو۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۹۰)

تفسیر قمی میں ہے کہ مَیْسِر سے نرد [۱] اور شطرنج مراد ہے۔ ہر طرح کا جوا مَیْسِر میں شامل ہے اور اَنْصَاب سے مشرکین کے تراشے ہوئے بت مراد ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ کے ایک شاگرد بکیر نے شطرنج کھیلنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ مومن بیہودہ کھیلوں سے بے نیاز ہوتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۶، ص ۲۳۰)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ شطرنج اور نرد دونوں ہی جوا میں شامل ہیں۔ (کافی ج ۶، ص ۴۳۷)

بصرہ کا ایک رہائشی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں شطرنج

۱۔ خسرو پرویز کے دادا نوشیرواں کے وزیر بزرجمہر نے شطرنج کے مقابلے میں نرد کا کھیل ایجاد کیا تھا۔ خسرو پرویز ایران کا وہ متکبر بادشاہ تھا جس نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ مبارک پھاڑ دیا تھا۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

بازوں کے ساتھ بیٹھ کر ان کا کھیل دیکھتا ہوں لیکن خود شطرنج نہیں کھیلتا تو کیا میرا وہاں بیٹھنا حرام ہے؟ آپ نے فرمایا آخر تمھیں ایسی جگہ جانے کی کیا لاچاری ہے جہاں خدا نگاہِ رحمت نہیں ڈلتا؟ (ایضاً)

فقہ الرضا میں ہے کہ شطرنج کا بنانا خدا کے ساتھ کفر اور کھیلنا خدا کے ساتھ شرک ہے اور شطرنج کے مہروں کو حرکت دینا کبیرہ گناہ اور ہلاکت کا موجب ہے۔ شطرنج کھیلنے والے پر سلام کرنا کفر ہے۔

امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ ماہ رمضان میں اللہ ہر گنہگار کے گناہ بخش دیتا ہے لیکن شراب پینے والے، شطرنج کھیلنے والے اور لوگوں کی عزت برباد کرنے والے کے گناہ معاف نہیں کرتا۔ (کافی ج ۶، ص ۴۳۵)

شرط لگائے بغیر جوا کے لوازم سے کھیلنا

آیات کے اطلاقات اور ارشادات معصومینؑ سے معلوم ہوتا ہے کہ جوا کی یہ چاروں اقسام حرام ہیں:

(۱) شرط لگا کر جوا کے لوازم سے کھیلنا (۲) شرط لگائے بغیر جوا کے لوازم سے کھیلنا (۳) جوا کے لوازم کے بغیر شرط لگا کر کھیلنا مثلاً اخروٹوں یا انڈوں پر بازی لگانا (۴) جوا کے لوازم کے بغیر کسی شرط کے بغیر کھیلنا۔

کچھ فقہاء چوتھی قسم کو حلال قرار دیتے ہیں البتہ دوسری قسم کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کے حلال ہونے میں اشکال ہے۔ مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر ہم اقوال معصومینؑ نقل کرتے ہیں تاکہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو سکے۔ اس بحث کے اختتام پر ہم نے فقہاء کے فتوے بھی نقل کئے ہیں۔ اس سے ہمارا اول و آخر یہی مقصد ہے کہ مکلف اپنی شرعی ذمے داری کو سمجھے اور اپنے آپ کو حرام سے بچائے۔

اس بحث کے دوران یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ جوا کی حرمت کے متعلق بہت سی احادیث مروی ہیں اور ان کا لب و لہجہ بھی انتہائی سخت ہے اور مشکوک مقام پر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ جس چیز کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں شک ہو انسان اس چیز سے پرہیز کرے۔ صفحہ ۲۱ پر ہم نے کافی سے رسول اکرمؐ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ امور کی تین قسمیں ہیں: واضح حلال امور، واضح حرام امور اور مشکوک امور۔

جس نے مشکوک امور کو چھوڑا وہ محرمات سے بچ گیا اور جس نے مشکوک امور کو پکڑا وہ محرمات میں پھنس گیا اور انجانے میں ہلاک ہوگیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: نرد، شطرنج اور چودہ خانوں کا حکم مساوی ہے۔ جس چیز سے بھی جوا کھیلا جاتا ہو وہ مَیْسِر اور حرام ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۴۳۵)

ایک صحابی نے پوچھا کہ مَیْسِر کیا ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس چیز سے بھی جوا کھیلا جائے خواہ وہ اخروٹ ہی ہوں وہ مَیْسِر اور حرام ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۱۲۳)

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس چیز سے بھی جوا کھیلا جائے وہ مَیْسِر ہے اور ہر مَیْسِر حرام ہے (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۴۳)

Presented by www.ziaraat.com

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ کی آیت کی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:
مَیْسِر نرد اور شطرنج ہے۔ اس کے علاوہ ہر طرح کا جوا بھی مَیْسِر ہے۔ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ جوا کے لوازم خریدنا بیچنا نیز ان سے استفادہ کرنا بھی حرام ہے۔ جوا کا سامان بھی پلید اور عمل شیطان کا حصہ ہے۔
(بحار الانوار ج ۷۶، ص ۱۳۲)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنینؑ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دوستوں سے کہا کہ تم میری بکری ذبح کر کے کھاؤ۔ اگر تم نے سارا گوشت کھا لیا تو میں تم سے کوئی پائی پیسہ نہیں لوں گا اور اگر تم سارا گوشت نہ کھا سکے تو تم کو اس کی اتنی قیمت دینی ہوگی۔ امیر المومنینؑ نے اس مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بنیادی طور پر شرط ہی باطل ہے لہٰذا کسی پر بھی بکری کی قیمت واجب الادا نہیں ہے۔
(تہذیب الاحکام ج ۶، ص ۲۹۰)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ ان روایات میں جوا کھیلنے اور شرط لگانے کی مطلق ممانعت آئی ہے۔

حرام شرطیں

لوازم جوا کے بغیر اگر شرط لگائی جائے تو بھی حرام ہے۔ البتہ گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے مقابلوں میں شرط لگانا حلال ہے۔ اس کے علاوہ ہر طرح کی شرط بندی کی رقم حرام ہے مثلاً پہلوانوں کے دنگل میں جیتنے والے کے لیے انعامی رقم مقرر کرنا، ویٹ لفٹنگ کے مقابلوں میں جیتنے والوں کے لیے رقم اکٹھی کرنا ناجائز ہے۔ اگر شرط لگا کر کشتی کھیلی جائے یا وزن اٹھایا جائے یا کوئی اور قسم کا ورزشی مقابلہ کیا جائے تو جیتنے والے کے لیے اس رقم کا لینا حرام ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ مذکورہ رقم واپس کر دے۔

آیت اللہ عبدالحسین دستغیب لکھتے ہیں: گھڑ دوڑ اور تیر اندازی میں شرط لگانا بلاشبہ جائز اور حلال ہے اور جیتنے والا انعامی رقم کا مالک ہے۔ پھر فرماتے ہیں: یہ دونوں چیزیں جہاد کے لیے مسلمانوں کی استعداد بڑھاتی تھیں لہٰذا اسلام نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور آج تک کتب فقہ میں کتاب السبق والرمایہ کا باب موجود ہے۔ ان دو مقابلوں کے علاوہ دیگر چیزوں میں شرط لگانا حرام ہے اور شرط جیتنے والا مال حرام کھانے کا مجرم ہے۔ شہید ثانی نے اپنی کتاب مسالک میں اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: جس چیز سے بھی جوا کھیلا جائے یہاں تک اخروٹ ہی ہو وہ مَیْسِر ہے۔ حالانکہ اخروٹ لوازم جوا میں سے نہیں ہے پھر بھی اس سے جوا کھیلنا حرام ہے اور اس سے حاصل ہونے والی دولت بھی حرام ہے۔

اس کے بعد آیت اللہ دستغیب لکھتے ہیں کہ ایسے کھیل جن میں لوازم جوا استعمال ہوں اور شرط بندی موجود نہ ہو ان کے متعلق شیعہ فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ فقہاء کی اکثریت اس کو حرام قرار دیتی ہے۔ علامہ حلی

Presented by www.ziaraat.com

اپنی کتاب تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ کشتی کا مقابلہ ناجائز ہے اگرچہ اس میں کوئی شرط اور انعام بھی موجود نہ ہو۔ اس مسئلے پر علمائے شیعہ کا اجماع ہے جبکہ شہید ثانی فرماتے ہیں کہ جس مقابلے میں لوازم جوا شامل نہ ہوں اور شرط بندی بھی نہ ہو وہ جائز ہے۔ یہ قول قوت سے خالی نہیں ہے بالخصوص ایسے مثبت مقابلے جن میں کوئی مصلحت موجود ہو مثلاً خوش خطی کا مقابلہ، شجر کاری کا مقابلہ، پڑھائی کا مقابلہ، کشتی رانی اور دوڑنے کا مقابلہ اسی حکم میں شامل ہوں گے لیکن فقہاء کی اکثریت نے گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے علاوہ باقی مقابلوں سے منع کیا ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اس طرح کے مثبت مقابلوں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ واضح رہے کہ ہم نے جو یہ قول پیش کیا ہے کہ دوڑنے اور کشتی رانی کے مقابلوں میں اگر شرط بندی نہ ہو تو یہ حلال ہیں یہ صرف اس صورت میں ہے کہ جب کسی طرح کے نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر وہ بھی قطعی طور پر حرام ہیں۔

اس کی وضاحت کے لیے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) بس یا کار کی رفتار کا مقابلہ جبکہ روڈ تنگ ہو اور حادثے کا خطرہ ہو اور انسانی جانوں کے اتلاف کا اندیشہ ہو تو یہ مقابلہ حرام ہے۔

(۲) زیادہ سے زیادہ کھانا کھانے کا مقابلہ۔ اس میں بھی نقصان پہنچنے کا یقین ہے لہٰذا یہ بھی حرام ہے۔

(۳) دیوار پھلانگنے کا مقابلہ جس میں انسانی اعضاء کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہو تو یہ بھی حرام ہے۔

(یعنی Dangerous Sports میں حصہ لینا جس میں جان جانے کا خطرہ ہو حرام ہے)۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

۹۹۔ وسائل گناہ کی خرید و فروخت

آیت اللہ خمینی رقمطراز ہیں: ہر وہ چیز جو آلہ حرام ہو یا اس کی منفعت اور استفادہ عمل حرام میں منحصر ہو تو اس چیز کی خرید و فروخت حرام ہے مثلاً موسیقی کے آلات کی خرید و فروخت حرام ہے۔ اسی طرح جوا کا سامان مثلاً نرد اور شطرنج وغیرہ کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ ان چیزوں کی خرید و فروخت ہی حرام نہیں بلکہ ان چیزوں کا بنانا اور ان کی مزدوری لینا بھی حرام ہے بلکہ ان چیزوں کا توڑنا اور ان کی حالت تبدیل کرنا واجب ہے۔

(تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۴۹۵)

شیخ صدوق نے امام علی رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ جو شخص چالیس دن تک اپنے گھر میں ستار اور سارنگی یا موسیقی کے دوسرے آلات یا شطرنج وغیرہ رکھے تو خدا اس پر غضبناک ہوگا اور اگر وہ ان چالیس دنوں میں مرا تو فاسق و فاجر مرے گا۔ اس کا قیام دوزخ میں ہوگا جو کہ انتہائی برا ٹھکانا ہے۔ (فقہ الرضا ص ۲۸۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک صحابی نے پوچھا کہ مولا! میرے گھر کے پاس کچھ ایسے گھر ہیں جن میں کنیزیں گانا گاتی ہیں اور سارنگی بجاتی ہیں۔ جب کبھی میں بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو وہاں مجھے ان کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ میں ان کے گانے بجانے کو سننے کے لیے کافی دیر تک بیت الخلاء میں بیٹھا رہتا ہوں

Presented by www.ziaraat.com

(اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟)۔ امام نے فرمایا: آئندہ ایسا مت کرنا۔ میں نے عرض کیا: مولا! میں اس کام کے لیے تو نہیں جاتا البتہ ان کی آوازیں میرے کانوں میں پڑتی ہیں تو میں سننے لگ جاتا ہوں۔ امام نے فرمایا: تعجب ہے کہ تو نے قرآن حکیم کی یہ آیت نہیں پڑھی ...اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○ (قیامت کے دن) یقیناً کان، آنکھ اور دل سے سوال کیا جائے گا۔ (بنی اسرائیل: آیت ۳۶) سائل کا بیان ہے کہ مجھے یوں لگا جیسے میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ آیت سنی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ کان سے وہی پوچھا جائے گا جو کچھ اس نے سنا ہوگا اور آنکھ سے وہی پوچھا جائے گا جو کچھ اس نے دیکھا ہوگا اور دل سے وہی پوچھا جائے گا جس کا اس نے عقیدہ رکھا ہوگا۔ اس شخص نے کہا: مولا! میں آئندہ یہ حرکت نہیں کروں گا اور اپنی سابقہ غلطیوں کے لیے خدا سے معافی طلب کرتا ہوں۔ امام نے فرمایا کہ جاؤ! غسل تو بہ کرو اور اس کے بعد نماز پڑھ کر توبہ کرو کیونکہ تم انتہائی خطرناک کام کرتے رہے ہو۔ اگر اسی حالت میں مر جاتے تو تمہارا انجام انتہائی بھیانک ہوتا۔ تم برے کام بروں کے لیے چھوڑ دو۔ (فقہ الرضا ص ۲۸۱۔ کافی ج ۶، ص ۴۳۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شطرنج کی خرید و فروخت حرام ہے اور اس کی رقم کھانا بھی حرام ہے۔ اس کی نگہبانی کرنا کفر اور کھیلنا شرک ہے۔ اہل شطرنج پر سلام کرنا خدا کی نافرمانی اور موجب ہلاکت ہے۔ اس کو ہاتھ لگانا خنزیر کے گوشت کو ہاتھ لگانے کے برابر ہے۔ جب تک اس کے بعد ہاتھوں کو نہ دھویا جائے اس وقت تک نماز صحیح نہیں ہوتی۔ شطرنج کھیلنے والے کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ایسا شخص قیامت کے دن حسرتوں میں مبتلا ہوگا۔ خبردار! اہل شطرنج کے ساتھ مت بیٹھو کیونکہ ان پر اللہ کا غضب ہوتا ہے اور کسی بھی وقت ان پر عذاب آسکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو اس عذاب کی لپیٹ میں تم بھی آجاؤ گے۔

(وسائل الشیعہ، باب ۲۰۳۔ بحار الانوار ج ۷۶، ص ۲۳۴)

مکاسب میں شیخ اعظم، شیخ انصاری کے بیان کا ماحصل یہ ہے کہ جوا مطلقاً حرام ہے خواہ لوازم جوا کے ساتھ کھیلا جائے یا اس کے بغیر۔

آیت اللہ خوئی منیۃ المسائل میں لکھتے ہیں کہ اگر شطرنج شرط کے بغیر صرف تفریح کے لیے بھی کھیلی جائے تب بھی حرام ہے۔

آیت اللہ عبدالحسین دستغیب اپنی کتاب گناہان کبیرہ میں لکھتے ہیں: جوا کے مخصوص سامان کے ساتھ کھیلنا چاہے شرط کے بغیر ہو یا کسی کو ہرانے کے لیے ہو یا صرف تفریح کے لیے ہو فقہاء کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نرد، شطرنج اور دوسرے لوازم جوا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لہٰذا جوا کے لوازم کا استعمال خواہ شرط کے ساتھ ہو یا شرط کے بغیر ہو مطلقاً حرام ہے۔ تحف العقول کی روایت میں لوازم جوا کے ساتھ کھیلنے کی حرمت بیان کی گئی ہے۔

آیت اللہ دستغیب مزید لکھتے ہیں: جوا کے ہر سامان کو استعمال کرنا حرام ہے۔ اس سامان کا بنانا، اس

Presented by www.ziaraat.com

کی اجرت لینا، خرید بیچنا اور نگہبانی کرنا حرام ہے بلکہ اس کو ضائع کرنا واجب ہے۔ جوا کی محفل میں جانا اور اس کو دیکھنا حرام ہے۔ نہی عن المنکر کے تقاضوں کے تحت ایسی محفل سے اٹھ کر چلے جانا واجب ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ اگر انسان کی نظر لوازم قمار پر پڑ جائے تو مستحب ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو یاد کرے اور یزید پر لعنت کرے۔ عیون اخبار الرضا میں فضل بن شاذان سے مروی ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جب امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس شام کے دربار میں لایا گیا تو یزید نے حکم دیا کہ اسے ایک طشت میں سجا کر رکھ دیا جائے۔ پھر اس نے دستر خوان لگوایا اور اپنے دوستوں کے ساتھ کھانا کھانے لگا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کو اس کے تخت کے نیچے رکھ دیا جائے اور اوپر شطرنج کی بساط بچھا دی جائے۔ وہ شطرنج کھیلتا جاتا تھا اور اپنے پرکھوں کو یاد کرتا جاتا تھا۔ جب وہ چال چلتا تو شراب کے تین جام پیتا اور بچی ہوئی شراب امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کے گرد انڈیل دیتا تھا۔ پس ہمارے شیعوں کو شراب سے پرہیز کرنا چاہیے اور شطرنج نہیں کھیلنا چاہیے۔ ہمارے شیعوں کو چاہیے کہ جب بھی ان کی نظر شراب یا شطرنج پر پڑے تو امام حسین علیہ السلام کو یاد کریں اور یزید اور آل یزید پر لعنت کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ مٹا دے گا اگرچہ وہ ستاروں کی تعداد کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (باب ۳۰، حدیث ۵۰، ص ۲۱)

جوا معاشرتی تباہی کا موجب ہے۔ اسلام نے صرف جوا کو حرام نہیں کیا ہے بلکہ اس کے تمام آلات کو بھی حرام قرار دیا ہے اور ان آلات کی خرید و فروخت کو بھی ناجائز قرار دیا۔ موجودہ دور کے بعض ''روشن خیال'' یہ پوچھتے ہیں کہ اسلام شطرنج اور اس کی مانند دوسرے کھیلوں کو کیوں حرام قرار دیتا ہے جبکہ یہ تو محض تفریح کا ذریعہ ہیں اور جب اس پر کوئی شرط بھی عائد نہ ہو تو آخر اس میں کیا قباحت ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام صرف اوپر سے ہی برائی کو ختم نہیں کرتا بلکہ اس کی جڑوں کو بھی کاٹتا ہے۔ اگر اسلام شطرنج اور اس کے مہروں کی اجازت دیدے تو پھر اس کے نتیجے میں جوا بازی کو فروغ حاصل ہوگا۔ اسی لیے اسلام نے اس برائی کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے جوا کے سامان کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اسلام نے بت پرستی کو ختم کرنے کے لیے بھی اسی حکمت عملی کو اپنایا ہے۔ اسلام میں صرف بت پرستی ہی حرام نہیں ہے بلکہ بت سازی بھی حرام ہے خواہ وہ صرف آرٹ اور فن کی حد تک ہی کیوں نہ ہو۔ (بلاہای اجتماعی ص ۲۴۴)

۱۰۰۔ تنگدست مقروض پر سختی کرنا

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر مقروض اتنا تنگدست ہو کہ اس کے پاس ضروری سامان زیست اور مکان کے علاوہ باقی کچھ نہ ہو تو قرض خواہ کو چاہیے کہ وہ اس پر سختی نہ کرے۔ اسے حالات بہتر ہونے تک مہلت دے۔ قرض خواہ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسے اتنا مجبور کرے کہ وہ مکان بیچنے پر آمادہ ہو جائے۔ البتہ اگر مقروض نے قرض لے کر ناجائز خرچے کیے ہوں تو پھر قرض خواہ پر مہلت دینا واجب نہیں ہے۔ اس مسئلے کے متعلق علمائے

Presented by www.ziaraat.com

اسلام میں کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ اگر قرض لینے والا تنگدست ہو تو اسے فراخی تک مہلت دو اور اگر (زر قرض) بخش دو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے بشرطیکہ سمجھو اور اس دن سے ڈرو جبکہ تم خدا کے حضور میں لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۸۰ـ۲۸۱)

اس سلسلے میں جو احادیث آئی ہیں ان میں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ تنگدست مقروض پر سختی نہ کرو اور جو ایسا کرے گا خدا اس کے حساب میں سختی کرے گا اور جو مقروض سے نرمی برتے گا تو خدا بھی اس سے نرمی کا سلوک کرے گا اور اگر مقروض میں قرض ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر اسے زر قرض بخش دینا چاہیے اور جو شخص تنگدست مقروض کو معاف کرے تو اللہ بھی اس کے گناہ معاف کرے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے خاص صحابی محمد بن ابی عمیر خاصے مالدار تھے۔ عباسی حکومت نے ان کی املاک اور کتابیں بحق سرکار ضبط کرکے انھیں زندان بھیج دیا۔ وہ کچھ عرصہ زندان کی سختی برداشت کرتے رہے اور بالآخر رہا ہوگئے۔ ایک شخص کے ذمے ان کا خاصا قرضہ واجب الادا تھا۔ جب اس شخص نے دیکھا کہ وہ رہائی کے بعد تنگدست ہیں تو اس نے ان کا قرض چکانے کے لیے اپنا مکان بیچ دیا اور رقم لے کر ان کے پاس آیا۔ جب محمد بن ابی عمیر نے رقم کو دیکھا تو اس سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنا مکان بیچ دیا ہے؟ اس شخص نے کہا: ہاں! یہ درست ہے۔ ابن ابی عمیر نے کہا کہ تم کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ حکومت نے آپ کی تمام جائیداد ضبط کرلی ہے اور آپ کے ہاتھ خالی ہیں تو میں نے اپنا مکان بیچ دیا تاکہ آپ کی پریشانی کم ہو۔ ابن ابی عمیر نے کہا: خدا کی قسم! اس وقت مجھے صرف دو درہموں کی ضرورت ہے۔ میرے امام — جعفر صادق علیہ السلام — کا فرمان ہے کہ کسی کا مکان قرض کی وجہ سے فروخت نہ کیا جائے۔ تم اپنی دولت اٹھاؤ اور جس کے ہاتھ مکان بیچا ہے اس سے واپس لے لو۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی سے قرض لے اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہو تو وہ اللہ کی امان میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قرض ادا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور جس کی نیت قرض ادا کرنے کی نہ ہو وہ چور ہے۔ لہٰذا خدا سے ڈرو اور لوگوں کا قرض ادا کرو اور جس سے تم نے قرض لینا ہو اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ اگر تمہارا مقروض تنگدست ہو اور اس نے قرض لے کر اللہ کی اطاعت میں خرچ کیا ہو تو اسے اس کی فراخی تک مہلت دو یہاں تک کہ اس کی خبر حاکم تک پہنچ جائے اور حاکم اس کا قرض ادا کرے یا پھر اس کے مالی حالات بہتر ہو جائیں اور وہ اپنا قرض خود اتار سکے اور اگر اس نے قرض کی رقم خدا کی نافرمانی میں خرچ کی ہو تو پھر اس سے سختی کے ساتھ قرض کی واپسی کا مطالبہ کرو کیونکہ ایسا شخص وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ کی

Presented by www.ziaraat.com

آیت کا مصداق نہیں ہے۔ (فقہ الرضا ص ۲۶۸)

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں کہ تنگدست مقروض پر قرض ادا کرنا واجب نہیں ہے اور قرض خواہ کے لیے اس پر سختی کرنا حرام ہے۔ قرض خواہ کو چاہیے کہ وہ حالات کی بہتری تک اسے مہلت دے۔ جب مقروض کے حالات اچھے ہوں تو اس پر واجب ہے کہ وہ قرض ادا کر دے۔ اگر مقروض کے پاس ادائیگی کی طاقت نہ ہو تو بھی اس پر واجب ہے کہ وہ ادائیگی کی نیت رکھے۔ مقروض پر واجب ہے کہ جب ادائیگی کا وقت آ جائے اور قرض خواہ قرض کی واپسی کا مطالبہ کرے تو وہ قرض چکانے کی پوری کوشش کرے اگرچہ اس کے لیے اسے گھر کا فالتو سامان یا جائیداد ہی کیوں نہ بیچنی پڑے یا کرائے پر چڑھانی پڑے۔ اگر اس کے پاس ادائیگی کے لیے کچھ بھی نہ ہو تو قرض کی ادائیگی اس پر واجب نہیں ہے اور اس صورت میں قرض خواہ کے لیے قرض کا مطالبہ کرنا بھی حرام ہے۔ قرض خواہ پر واجب ہے کہ وہ مقروض کو مہلت دے یہاں تک کہ اس کے حالات بہتر ہو جائیں۔ جب مقروض قرض ادا کرنے کے قابل ہو تو اس کے لیے قرض میں تاخیر کرنا حرام ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۶۵۰۔ ۶۵۱)

۱۰۱۔ سادات کے لیے زکات لینا

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت اور تکریم کے لیے آپ کے خاندان بنی ہاشم پر واجب صدقہ کو حرام کیا ہے کیونکہ صدقہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہے۔ اس کی بجائے اللہ نے آل محمدؑ کے لیے خمس مقرر کیا ہے اور فرمایا ہے: وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ جان لو کہ تمھیں جو بھی غنیمت حاصل ہو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا اور رسولؐ کے رشتے داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔ (سورۂ انفال: ۴۱)

خمس بنی ہاشم کے لیے واجب ہے کیونکہ زکات ان پر حرام ہے۔ اللہ نے زکات میں اپنے رسولؐ اور رسولؐ کے رشتے داروں کا حصہ مقرر نہیں کیا ہے۔ فرمان قدرت ہے: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ صدقات (یعنی زکات اور خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور عاملین زکات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے۔ اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرض داروں کے قرض ادا کرنے میں اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں خرچ کرنا چاہیے۔ یہ حقوق اللہ کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ (سورۂ توبہ: آیت ۶۰)

شیخ مفید المقنعۃ میں لکھتے ہیں: واجب زکات تمام بنی ہاشم بالخصوص اولاد امیرالمومنینؑ، اولاد جعفر، اولاد عقیل اور اولاد عباس پر حرام ہے۔ اگر لوگ خمس دینا بند کر دیں تو مجبوری کے عالم میں ان کے لیے زکات حلال ہو جائے گی۔ سادات کے لیے ایک دوسرے کا صدقہ لینا اور تمام مستحب صدقات حلال ہیں۔ مزید یہ کہ جعفر بن ابراہیم ہاشمی سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آیا بنی ہاشم کے لیے

Presented by www.ziaraat.com

صدقہ لینا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: واجب صدقہ ہمارے لیے حلال نہیں ہے۔ باقی صدقات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر عمومی صدقات بنی ہاشم پر حرام ہوتے تو وہ زندہ ہی نہ رہتے کیونکہ مدینہ سے لے کر مکہ تک جتنے بھی کنوئیں ہیں وہ سب کے سب عام مسلمانوں کے لیے صدقہ ہیں۔ الغرض امام نے واضح فرمایا کہ مستحب صدقات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (المقنعة ص۲۴۳)

سید مرتضیٰ کتاب انتصار میں فرماتے ہیں کہ جب تک بنی ہاشم کو خمس ملتا رہے اس وقت تک ان کے لیے زکات لینا حرام ہے کیونکہ اللہ نے انھیں زکات کے عوض خمس میں حصہ دار قرار دیا ہے اور اگر انھیں خمس نہ ملے تو مجبوراً زکات لے سکتے ہیں۔

مرحوم محقق نے بھی شرائع میں یہی لکھا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے الوسائل التسع میں لکھا ہے کہ بنی ہاشم کے لیے زکات حرام ہونے کی دلیل امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کا یہ فرمان ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: صدقہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہے۔ اللہ نے اسے مجھ پر اور اولاد عبدالمطلب پر حرام قرار دیا ہے۔

اسماعیل بن فضل ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ بنی ہاشم پر جو صدقہ حرام ہے اس سے کون سا صدقہ مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے زکات مراد ہے۔ میں نے پوچھا: کیا وہ ایک دوسرے کو صدقہ دے سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ (تہذیب ج ۴، ص ۵۸۔ کافی ج ۴، ص ۵۹)

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں: زکات دینے والا غیر سید ہو تو سید کو زکات نہیں لینی چاہیے البتہ سید، سید کی زکات لے سکتا ہے۔ مجبوری کے عالم میں سید غیر سید کی زکات بھی لے سکتا ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ وہ زکات میں سے ہر دن کا خرچ علیحدہ علیحدہ لے۔ احتیاط مستحب یہ ہے کہ نذر اور منت کی وجہ سے جو صدقات واجب ہو جائیں ان سے سادات پرہیز کریں البتہ مستحب صدقات قبول کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے۔

شیخ مفید اپنی کتاب المقنعة میں لکھتے ہیں کہ آدمی اپنی زکات اپنے والدین، بیٹا، بیٹی، بیوی، دادا، دادی اور غلام کو نہیں دے سکتا کیونکہ ان کا نان نفقہ اس پر واجب ہے۔ البتہ وہ اپنی زکات اپنے بھائی، بہن، پھوپھی چچا، ماموں اور ان کی اولاد کو دے سکتا ہے۔ زکات لینے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیعہ ہوں۔

۱۰۲۔ چوری کرنا

چوری کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ جب چور چوری میں مصروف ہوتا ہے تو اس وقت اس کے پاس ایمان نہیں ہوتا۔ چوری ایک ایسا جرم ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کاٹنے کی ظاہری سزا بھی رکھی ہے۔ فقہ کا مشہور مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص چوری کرے تو اس کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو جڑ سے کاٹ دیا جائے اور اگر اس کے بعد وہ چوری کرے تو اس کے بائیں پاؤں میں سے نصف قدم کو کاٹ دیا جائے اور اگر اس کے باوجود وہ باز نہ آئے اور چوری میں پکڑا جائے تو اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی اور اگر وہ زندان میں

Presented by www.ziaraat.com

چوری کرے تو اسے سزائے موت دی جائے گی۔ حد شرعی کا تعلق مال کی چوری سے ہے اگرچہ احادیث کی رو سے زکات نہ دینے والا، بیوی کا مہر ادا نہ کرنے والا اور قرض لے کر ادائیگی کی نیت نہ رکھنے والا بھی چور ہے مگر مذکورہ افراد پر حد شرعی جاری نہیں ہوگی۔ ویسے تو رسول اکرمؐ نے اس شخص کو بھی چور کہا ہے جو نماز میں کمی کرے۔ ایسی نماز کو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دیا جائے گا۔ (بحار الانوار ج ۸۴، ۳۴۹)

قرآن کریم فرماتا ہے: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے عمل کی سزا اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ زبردست اور صاحب حکمت ہے۔ اور جو شخص گناہ کے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ اس کو معاف کردے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۳۸۔۳۹)

اسلام نے چوری کی سزا دینے کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ چوری ہر اعتبار سے چوری کہے جانے کے قابل ہو اور چوری کرنے کا کوئی شرعی جواز موجود نہ ہو۔ اس کے لیے ان شرائط کا تذکرہ کیا گیا ہے:

(۱) مال محفوظ جگہ پر ہو (۲) قیمت کم از کم ۱/۴ دینار ہو (۳) چور بالغ ہو (۴) چور عاقل ہو (۵) قحط سالی نہ ہو کہ اس میں ہر بھوکے کو کھانے کا حق دیا گیا ہے۔ اسلام جہاں سزاؤں میں شدت کا قائل ہے وہاں جرم کے ثبوت میں بھی انتہائی احتیاط سے کام لیتا ہے تاکہ کسی بے گناہ کو سزا نہ دی جاسکے اور سماج میں جرائم کو پنپنے کا موقع بھی نہ ملے۔ (نقل از ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی)

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ چور کا ہاتھ کتنی مالیت پر کاٹا جائے؟ آپ نے فرمایا کہ ۱/۴ دینار پر ہاتھ کاٹا جائے۔ میں نے کہا کیا دو درہموں پر بھی ہاتھ کاٹا جاسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر دینار کی چوتھائی دو درہموں کے مساوی ہو تو اس پر ورنہ جس رقم کے مساوی ہو اس پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ میں نے عرض کیا: کیا جو دینار کی چوتھائی سے کم مالیت کی چیز چرائے کیا اس پر لفظ چور کا اطلاق ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو بھی مسلمان کی کوئی چیز چوری کرے اس پر چور کے لفظ کا اطلاق ضرور ہوتا ہے اور وہ شخص خدا کے ہاں بھی چور ہے لیکن ہاتھ کاٹنے کے لیے ۱/۴ دینار کی ضرورت ہے۔ اس سے کم مالیت پر ہاتھ کاٹے جاتے تو لوگوں کی اکثریت ہتھ کٹی ہوتی۔ (تہذیب الاحکام ج ۱۰، ص ۹۹۔ کافی ج ۷، ص ۲۲۲)

امام علی رضا علیہ السلام نے شرعی احکام کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ چوری اس لیے حرام ہے کہ اس سے مال برباد ہوتا ہے، جانیں ضائع ہوتی ہیں، نزاع اور حسد کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں اور تجارت متاثر ہوتی ہے۔ جب تجارت میں کساد بازاری ہو تو اس سے معیشت متاثر ہوتی ہے۔ اگر چوری حلال ہوتی تو لوگوں کے اموال کی حرمت زائل ہو جاتی۔ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ انسان اپنے اکثر کام دائیں ہاتھ سے کرتا ہے۔ دایاں ہاتھ انسانی وجود کا سرمایہ ہے۔ چوری کی سزا میں دایاں ہاتھ اس

Presented by www.ziaraat.com

لیے کاٹا جاتا ہے کہ چور کو نصیحت اور دوسروں کو عبرت ہو اور چور کا انجام دیکھ کر دوسرے لوگ چوری نہ کریں۔

(عیون الاخبار ج ۲، ص ۹۶)

ابو العلاء معری [1] ایک مشہور شاعر تھا۔ اس نے الحاد کی وجہ سے قطع ید کی سزا پر اعتراض کیا اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کو یہ شعر لکھ بھیجا:

يَدٌ بِخَمْسِ مِئِينَ عَسْجَدٍ وُدِيَتْ ‏ مَا بَالُهَا قُطِعَتْ فِيْ رُبْعِ دِيْنَارٍ ؟

ہاتھ کی دیت پانچ سو طلائی دینار ہے۔ آخر ۱/۴ دینار کے عوض اسے کیوں کاٹا جائے؟

مقصد یہ ہے کہ انسان کے قتل کی کل دیت ایک ہزار طلائی دینار ہے۔ اگر کسی کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اس کی دیت پانچ سو طلائی دینار مقرر ہے جو قتل کی دیت کی نصف ہے۔ جب ہاتھ اتنا قیمتی ہے اسے ۱/۴ دینار کے بدلے کیونکر کاٹا جاسکتا ہے؟

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اس کے جواب میں یہ شعر کہا تھا:

عِزُّ الْاَمَانَةِ اَغْلَاهَا وَاَرْخَصَهَا ‏ ذِلُّ الْخِيَانَةِ فَافْهَمْ حِكْمَةَ الْبَارِئْ

ہاتھ جب تک امین رہا تو قیمتی تھا اور جب خائن بنا تو بے قیمت ہوگیا۔ حکمت باری کو سمجھنے کی کوشش کرو

دوسری روایت میں ہے کہ سید موصوف نے جواب میں یہ شعر کہا تھا:

حِرَاسَةُ الدَّمِ اَغْلَاهَا وَاَرْخَصَهَا ‏ حِرَاسَةُ الْمَالِ فَانْظُرْ حِكْمَةَ الْبَارِئْ

جب تک ہاتھ چور نہیں بنا تھا حرمت خون و حراست کے قانون نے اس کی قیمت کو بلند کئے رکھا لیکن جب وہ ہاتھ چور بنا تو لوگوں کے مال کو بچانے کی خاطر اسے سستا بنا کر کٹوا دیا گیا۔ خدا کی حکمت پر غور کرو۔

سید مرتضیٰ کی محفل میں موجود ایک شخص نے جواب میں یہ شعر پڑھا تھا:

هُنَاكَ مَظْلُوْمَةٌ غَالَتْ بِقِيْمَتِهَا ‏ وَهٰهُنَا ظَلَمَتْ هَانَتْ عَلَى الْبَارِئْ

جب ہاتھ مظلوم تھا اور کسی نے کاٹ دیا تو وہ قیمتی ثابت ہوا اور جب ہاتھ ظالم بن گیا تو خدا کے ہاں اس کی قیمت گر گئی اور چوتھائی دینار میں کاٹا جانے لگا۔ (بحار الانوار ج ۱۰۴، ص ۹-۱۰)

---

[1]
کہتے ہیں کبھی گوشت نہ کھاتا تھا معری ‏ پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گذر اوقات
اک دوست نے بھونا ہوا تیتر اسے بھیجا ‏ شاید کہ وہ شاطر اسی ترکیب سے ہو مات
یہ خوان تر و تازہ معری نے جو دیکھا ‏ کہنے لگا وہ صاحب غفران و لزومات
اے مرغک بیچارہ، ذرا یہ تو بتا تو ‏ تیرا وہ گنہ کیا تھا یہ ہے جس کی مکافات؟
افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو ‏ دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات!
تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے ‏ ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات!

اقبالؔ، بال جبریل

Presented by www.ziaraat.com

اسلامی سزاؤں پر اہل مغرب کے اعتراضات

اہل مغرب یہ کہتے نہیں تھکتے کہ اسلام کی سزائیں سفاکانہ ہیں۔ اسلام ایک چوتھائی دینار کے برابر چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ سزا انسانی وقار کے منافی ہے اور یہ جرم بھی معاشرتی ناہمواریوں کی وجہ سے جنم لیتا ہے۔ ایک معمولی جرم پر انسان کو زندگی بھر کے لیے اپاہج کر دینا کہاں کا انصاف ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ یہ بات درست ہے کہ معاشرہ انسانی کردار پر اثر ڈالتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کا ارادہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اہل مغرب بتائیں کہ اگر ان کو انسان سے اتنی ہمدردی ہے تو وہ ایک جاسوس اور ایک منشیات فروش کو معاف کیوں نہیں کرتے ؟ اگر معاشرے کی ناہمواری ہی چوری کا سبب ہے تو پھر ہمیں ہزاروں گھرانے ایسے کیوں دکھائی دیتے ہیں جو کسمپرسی کے باوجود نہایت ایماندار ہوتے ہیں اس کے برعکس کچھ امیر لوگ (خاص کر مغربی ممالک کے بڑے بڑے اسٹوروں میں) چوری کرتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام صرف چور کو ہی سزا نہیں دیتا۔ سزا سے پہلے وہ چوری کی وجوہات کو ختم کرتا ہے۔ اسلام انصاف پر مبنی سماج تشکیل دیتا ہے جہاں ہر شخص کی ضروریات کی کفالت کی جاتی ہے۔ اسلام حکومت کو محض اقتدار کا ذریعہ نہیں سمجھتا بلکہ اسے ذمے داریوں کا تاج قرار دیتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ حکومت دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنائے تاکہ امیر، امیر تر نہ بنے اور غریب، غریب تر نہ بنے۔ حکومت کی ذمے داری ہے کہ وہ لوگوں کو روزگار فراہم کرے اور اگر وہ کسی کو روزگار نہ دے سکے تو اسے بیروزگاری الاؤنس دے۔

بحار الانوار کی بارہویں جلد میں ایک قصہ ہے جس کا ترجمہ ہم اپنے قارئین کی نذر کرتے ہیں اور اسی سے ان کو معلوم ہو جائے گا کہ حکومت افراد کی کفالت کی کس حد تک ذمے دار ہے۔

محمد بن سنان روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے آقا و مولا امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ خراسان میں تھا۔ مامون، امام کو اپنے تخت کے دائیں طرف بٹھایا کرتا تھا۔ ایک دن پولیس کے سربراہ نے مامون کو اطلاع دی کہ ایک صوفی چوری کے الزام میں پکڑا گیا ہے۔ مامون نے حکم دیا کہ اسے دربار میں پیش کیا جائے۔ جب وہ آیا تو اس کی شکل وصورت شرعی تھی اور اس کی پیشانی پر سجدوں کے نشان تھے۔ مامون نے کہا کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ انسان کی شکل وصورت شرعی ہو اور کردار یہ ہو۔ صوفی نے کہا کہ میں نے چوری ضرور کی ہے لیکن شوق سے نہیں بلکہ مجبوری کی وجہ سے کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے مجھے خمس اور غنائم میں سے حصہ نہیں دیا۔ آخرکار مجھے مجبور ہو کر چوری کرنا پڑی۔ مامون نے کہا کہ خمس اور غنائم میں تیرا حصہ کہاں سے آ گیا ؟ صوفی نے کہا کہ خدا نے خمس کے چھ مصارف بیان کیے ہیں اور فرمایا ہے : جان لو کہ تمھیں جو بھی غنیمت حاصل ہو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا اور رسولؐ کے رشتے داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔ (سورۂ انفال : آیت ۴۱) خدا نے غنائم کے بھی چھ مصارف بیان کیے ہیں اور فرمایا ہے :

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

جو مال غنیمت اللہ نے اپنے رسولؐ کو بستی والوں کی طرف سے دلوایا ہے وہ اللہ کے اور رسولؐ کے اور رسولؐ کے رشتے داروں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے لیے ہے تا کہ جو لوگ تم میں دولتمند ہیں دولت صرف ان ہی میں گردش نہ کرتی رہے۔ (سورۂ حشر : آیت ۷) ان آیات کے تحت میں مستحق ہوں کیونکہ میں ضرورتمند مسافر ہوں اور میں حامل قرآن ہوں۔ تو نے مجھے میرے حق سے محروم کیا ہوا ہے۔ مامون نے کہا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تیری باتوں میں آ کر خدا کی مقرر کردہ حد جاری نہیں کروں گا ؟صوفی نے کہا کہ مجھے پاک کرنے سے پہلے اپنے آپ کو پاک کر۔ پہلے اپنے اوپر حد جاری کر پھر دوسروں پر جاری کرنا۔ مامون اس کے سامنے لاجواب ہوگیا اور اس نے امام علی رضا علیہ السلام کی طرف دیکھ کر کہا کہ فرزند رسولؐ ! اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں ؟ امام عالی مقام نے فرمایا: یہ شخص کہتا یہ چاہتا ہے کہ تو نے بھی چوری کی ہے اور اس نے بھی چوری کی ہے۔ مامون کو سخت غصہ آیا اور اس نے صوفی سے کہا خدا کی قسم ! میں تیرا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ صوفی نے کہا: تم شرعی طور پر مجھ پر حد جاری نہیں کرسکتے کیونکہ تم میرے غلام ہو اور میں تمہارے ہزاروں آقاؤں میں سے ایک آقا ہوں اور کسی غلام کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے آقا پر حد جاری کرے۔ مامون نے کہا: تجھ پر ہلاکت ہو۔ میں تیرا غلام کیونکر ہوں ؟صوفی نے کہا کہ تیرے باپ نے مسلمانوں کے بیت المال کی رقم سے تیری ماں کو خریدا تھا اس لیے تو تمام عالم اسلام کا مشترکہ غلام ہے۔ اگر سارے مسلمان تجھے آزاد بھی کر دیں تو میں تجھے آزاد نہیں کرتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تو خمس کو ہضم کر گیا ہے۔ تو نے آل رسولؐ کا حق ادا نہیں کیا اور نہ ہی تو نے مجھ اور مجھ جیسے افراد کو کچھ دیا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ پلید شخص دوسرے کو پاک نہیں کرسکتا۔ تم تو خود حد شرعی کے مستحق ہو تم بھلا دوسروں پر حد کیسے نافذ کرسکتے ہو؟ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: کیا یہ عقل کی بات ہے کہ تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب خدا بھی پڑھتے ہو کیا تم سمجھتے نہیں ؟ (سورۂ بقرہ : ۴۴) مامون نے امام کی طرف دیکھ کر کہا کہ اس شخص کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں ؟امام عالی مقام نے کہا: اللہ فرماتا ہے فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ اور یہ غالب حجت وہ ہے جو کسی نادان کے سامنے پیش کی جائے تو وہ بھی اسے دانا شخص کی طرح سمجھ لیتا ہے۔ نیز دنیا اور آخرت کا مدار حجت پر ہی ہے۔ اس شخص نے اپنی حجت پیش کر دی ہے۔ مامون نے صوفی کو رہا کرنے کا حکم دیا اور دربار سے اٹھ کر حرم سرا میں چلا گیا۔ اور اسی دن سے امام علی رضا علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کرنے لگا یہاں تک کہ اس نے آپ کو زہر دے کر شہید کرادیا۔

اہل مغرب اسلام کو بدنام کرنے کے لیے اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتے ہیں اور غالباً یہ سمجھتے ہیں کہ عالم اسلام میں روزانہ بیسیوں افراد کے ہاتھ کٹ رہے ہیں جبکہ حدود کے نفاذ کے لیے اسلام نے انتہائی کڑی شرائط رکھی ہیں۔ شاید انھیں یہ معلوم نہیں ہے کہ صدر اسلام سے لے کر چار سو سال تک صرف چھ افراد کے ہاتھ کاٹے گئے۔ اگر اہل مغرب اور ان کا قصیدہ پڑھنے والوں کے چہروں پر شکنیں نہ آئیں تو ہم اہل مغرب کی بربریت کا ایک ہلکا سا نمونہ یہاں پیش کرتے ہیں اور ہم یہ نمونہ اس لیے پیش کر رہے ہیں کہ اسلام کو وحشیانہ دین

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

کہنے والے آئینے میں اپنی صورت دیکھ لیں۔ جنگ عظیم دوم کے اختتام پر اخبارات میں اس جنگ کے نقصانات کی خبریں شائع ہوئی تھیں۔ ان خبروں میں ایک خبر یہ تھی کہ روس نے امریکا سے درخواست کی ہے کہ وہ اسے چالیس لاکھ بیساکھیاں فراہم کرے تاکہ اس کے معذور فوجی بیساکھیوں پر چل پھر سکیں۔

تہران کے روزنامہ اطلاعات مورخہ ۳۹/۹/۱۹ کی اطلاع کے مطابق صرف برطانیہ میں دس لاکھ افراد کو مصنوعی آنکھیں لگائی گئیں۔

کتاب تاریخ جنگ جہانی دوم میں ہے کہ دوسری جنگ عظیم میں تین کروڑ پچاس لاکھ افراد قتل اور دو کروڑ افراد اپاہج ہوئے۔ ایک کروڑ ستر لاکھ لیٹر خالص خون بہایا گیا اور ایک کروڑ بیس لاکھ حمل ضائع ہوئے۔

ہم اہل مغرب اور اس کے مداحوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ کو اسلام کی سزائیں تو ظالمانہ لگتی ہیں آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ فرانس نے الجزائر کے نہتے عوام کا قتل عام کیا تھا جبکہ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ غیر ملکی تسلط سے آزادی چاہتے تھے۔ فرانس نے چھ سال کے قلیل عرصے میں الجزائر کے کم از کم دس لاکھ شہریوں کو قتل کیا تھا۔ کیا اس طرح کے ظلم کے باوجود آپ کا اسلام کی سزاؤں پر اعتراض کرنا ٹھیک ہے؟ مذہب جعفری میں تو چور کا پورا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا بلکہ اس کے دائیں ہاتھ کی چار انگلیاں کاٹی جاتی ہیں

۱۰۳۔ کم تولنا

کم تولنا بدترین جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مطففین میں ایسے لوگوں کی شدید مذمت میں فرمایا ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ○ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ○ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ویل ہے ان کے لیے جو ناپ اور تول میں کمی کرتے ہیں۔ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ ایک روز اٹھائے بھی جائیں گے۔ ایک بڑے سخت دن میں۔ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے کم تولنے والوں کے لیے لفظ ویل فرمایا ہے جس کے معنی تباہی اور ہلاکت کے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق ویل دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم بھی کم تولنے کی برائی میں مبتلا تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انھیں تبلیغ کی اور انھیں اس سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن وہ لوگ اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے۔ آخر کار اللہ نے اس بددیانت قوم پر عذاب نازل کیا اور وہ ہلاک ہوگئی۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو قوم بدعہدی کرے خدا اس پر اس کے دشمنوں کو غالب کر دیتا ہے اور جو قوم احکام الٰہی سے ہٹ کر فیصلے کرے خدا اس پر افلاس کو مسلط کر دیتا ہے اور جو قوم زنا اور

Presented by www.ziaraat.com

بے حیائی میں مبتلا ہو اس قوم میں ناگہانی اموات عام ہو جاتی ہیں اور جو قوم کم تولنے لگتی ہے اس کی زمین بنجر ہو جاتی ہے اور وہ قحط میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جو قوم زکات دینا چھوڑ دے اس پر بارش برسنا بند ہو جاتی ہے۔

دکانداروں کو امام علیؑ کی نصیحت

امام علیؑ کے ایک صحابی وشیکہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علیؑ کو دیکھا کہ آپ ہاتھ میں چابک لیے بازار کوفہ میں گھوم رہے تھے اور دکانداروں سے کہہ رہے تھے:

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اللہ سے ڈرو اور ناپ تول پورا کرو۔ (بحار الانوار ج ۷۶، ص ۳۱۱)

ایک اور شخص کا بیان ہے کہ امیر المومنینؑ بازار کا چکر لگاتے تھے اور فرماتے تھے: اے گروہ تجار! جھوٹی قسموں سے بچو۔ جھوٹی قسم سے سودا تو بک جاتا ہے لیکن برکت چلی جاتی ہے۔ (بحار الانوار ج ۱۰۳، ص ۹۴)

ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ دکانداروں سے فرماتے تھے: اے گروہ تجار! سب سے پہلے اللہ سے خیر و برکت مانگو اور خرید و فروخت میں سخت گیری نہ کرو تا کہ تمہارے مال میں برکت پیدا ہو اور انکساری کے ساتھ گاہکوں سے معاملہ کرو۔ جھوٹ بولنے، قسمیں کھانے اور لوگوں پر ظلم کرنے سے بچو۔ سود کے قریب نہ جاؤ، ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ اور زمین پر فساد نہ پھیلاؤ۔ (بحار الانوار ج ۳، ص ۹۴)

امام محمد باقر علیہ السلام وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْ اَرٰكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۝ اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انھوں نے کہا کہ اے قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ خبردار ناپ تول میں کمی نہ کرو تو میں تم کو خوشحال دیکھ رہا ہوں اور میں تمہارے بارے میں اس دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو تم سب کو گھیر لے گا۔ (سورۂ ہود: آیت ۸۴) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ پانچ چیزوں سے خدا کی پناہ مانگو کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی سزا اس دنیا میں بھی مقرر ہے۔ ان میں سے ایک ناپ تول میں کمی کرنا ہے۔ ناپ تول میں کمی کرنے والوں پر خدا قحط اور ظالم حاکم کو مسلط کر دیتا ہے۔ (نور الثقلین ج ۲، ص ۳۸۹)

رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی خرید و فروخت میں کسی مسلمان سے خیانت کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ایسا شخص بروز قیامت یہودیوں کے ساتھ محشور ہوگا کیونکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ خیانت کرنے والی قوم ہے۔ (بحار الانوار ج ۱۰۰، ص ۸۰ بحوالہ امالی صدوق ص ۴۲۳، ۴۲۵)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ جب خدا نے اپنے حبیبؐ کو مکہ سے مدینہ ہجرت کی اجازت دی تو اس نے آپ پر حدود اور تقسیم میراث کے قواعد نازل فرمائے اور آپ کو ان گناہوں سے آگاہ کیا جو دوزخ کا سبب بنتے ہیں۔ خدا نے کم ناپ تول کرنے والوں کے لیے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ کی آیت نازل فرمائی۔ (کافی ج ۲، ص ۳۲)

Presented by www.ziaraat.com

اللہ تعالیٰ نے لفظ ویل کا اطلاق کافروں کے لیے کیا ہے۔ ارشاد قدرت ہے: ...فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ اور ویل ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے کفر کیا انھیں بڑے سخت دن کا سامنا کرنا ہوگا۔ (سورۂ مریم: آیت ۳۷)

نیک و بد اعمال کا ترازو

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو نیک اور برے اعمال کا میزان اور صراط مستقیم قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کے متعلق فرمایا کہ رسول خداؐ کی زندگی تمہارے لیے قابل تقلید نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ... ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہ سکیں۔ (سورۂ حدید: آیت ۲۵)

روایات میں ہے کہ ہر شخص اپنی ذات کو دوسروں کے لیے میزان قرار دے۔ جو اپنے لیے پسند نہ کرتا ہو اسے دوسروں کے لیے بھی پسند نہ کرے اور جو اپنے لیے پسند کرتا ہو وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے امام حسن مجتبیٰؑ سے فرمایا تھا: پیارے فرزند! اپنے اور دوسروں کے درمیان ہر معاملے میں اپنی ذات کو میزان قرار دو۔ جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو اور جو اپنے لیے نہیں چاہتے اسے دوسروں کے لیے بھی نہ چاہو۔ جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تم پر زیادتی نہ ہو یونہی دوسروں پر بھی زیادتی نہ کرو اور جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ حسن سلوک ہو یونہی دوسروں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ۔ دوسروں کی جس چیز کو برا سمجھتے ہو اسے اپنے میں بھی ہو تو برا سمجھو اور لوگوں کے ساتھ جو تمہارا رویہ ہو اسی رویے کو اپنے لیے بھی درست سمجھو۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ۳۱ ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسینؒ)

کم تولنے کا انجام

مالک بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی سخت بیمار ہوا۔ میں اس کی عیادت کے لیے گیا۔ اس پر نزع کا عالم طاری تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: بچاؤ! آگ کے دو پہاڑ میری طرف چلے آرہے ہیں۔ میں نے کہا بندۂ خدا! یہ تمہارا وہم ہے۔ تمہاری طرف کوئی پہاڑ نہیں آرہا۔ اس نے کہا: نہیں نہیں! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔ میرے پاس دو قسم کے پیمانے تھے۔ ایک بڑا دوسرا چھوٹا۔ میں لوگوں سے جب کوئی چیز لیتا تو بڑے پیمانے سے ناپا کرتا تھا اور جب کو چیز بیچتا تو چھوٹے پیمانے سے ناپا کرتا تھا۔ آج وہی پیمانے آگ کے دو پہاڑ بن کر میری طرف بڑھے چلے آرہے ہیں۔

جو چیزیں گن کر (درجن وغیرہ کے حساب سے) بیچی جاتی ہیں یا میٹر کے حساب سے ناپ کے بیچی

Presented by www.ziaraat.com

جاتی ہیں ان میں کی بھی کم تولنے میں شامل ہے۔ اگر کوئی شخص کم مقدار میں چیز دے کر زیادہ شمار کرے تو وہ بھی کم فروشی کا مرتکب ہوگا اور خدا نے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے جو عذاب تیار کیا ہے وہ بھی اس میں جلے گا۔

شیخ انصاری مکاسب محرمہ میں تحریر فرماتے ہیں: کم تولنے والے نے جتنا مال کم تولا ہے وہ اس کے پورا کرنے کا ذمے دار ہے اور اگر گاہک مرگیا ہو تو اتنا مال اس کے وارثوں کے حوالے کرے۔ اگر وہ گاہک کو نہ پہچانتا ہو تو پھر بنابر احتیاط حاکم شرع کی اجازت سے اس کی طرف سے صدقہ کرے اور اگر دکاندار کو یہ یاد نہ ہو کہ اس نے گاہک کو کتنا مال کم دیا ہے تو پھر وہ گاہک کے ساتھ مصالحت کرے۔ کم تولنے کا مقصد یہ ہے کہ گاہک سے جتنا مال دینے کا معاہدہ ہوا ہے اس میں کمی کرے خواہ اس کا تعلق تولنے سے ہو، ناپنے سے ہو یا گننے سے ہو۔ اگر کوئی شخص ملاوٹ کر کے وزن پورا کر دے تو جتنا مال اس میں ملاوٹ کا ہے اتنے مال کی گاہک کو ادائیگی کرے مثلاً دکاندار گاہک سے سودا کرے کہ وہ اسے چالیس کلو گندم دے گا اور دکاندار اس سے چالیس کلو کے پیسے لے اور گندم میں دو کلو مٹی ملا کر گاہک کو چالیس کلو گندم تول دے تو دو کلو کا دکاندار مقروض ہے۔ اس پر واجب ہے کہ گاہک کو چالیس کلو خالص گندم پوری کر کے دے۔ ایک دکاندار نے گاہک سے دس لیٹر دودھ کی رقم لی اور وہ گاہک کو نو لیٹر دودھ دے اور اس میں ایک لیٹر پانی ملائے تو وہ دکاندار اپنے گاہک کا ایک لیٹر دودھ کا مقروض ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اسے ایک لیٹر خالص دودھ مزید دے۔

گاہک کا قصاب سے دس کلو گوشت کا معاہدہ ہوا۔ قصاب نے گوشت میں ضرورت سے زیادہ ہڈیاں ڈال کر دس کلو پورا کر کے دیا تو اس حال میں وہ قصاب عرف سے زیادہ ہڈیاں ڈالنے کی وجہ سے گاہک کا مقروض ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اسے مزید گوشت دے۔ اگر کوئی دکاندار اپنی جنس پر پانی چھڑک کر اسے وزنی بنا کر بیچے تو وہ بھی کم تولنے کا مجرم قرار پائے گا اور اتنی مقدار کا وہ گاہک کا مقروض ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی دکاندار اعلیٰ جنس میں ادنیٰ جنس کی ملاوٹ کر کے اعلیٰ جنس کی حیثیت سے فروخت کرے تو وہ بھی کم تولنے کا مجرم ہے اور وہ بھی گاہک کا مقروض ہے مثلاً اگر گاہک نے دکاندار سے چالیس کلو درجہ اول کا چاول خریدا اور دکاندار نے اس میں پانچ کلو درجہ دوم کا چاول ملا کر چالیس کلو پورا کر کے دیا ہے تو اس نے خیانت کی ہے اور وہ ملاوٹ کا مجرم اور پانچ کلو چاول درجہ اول کا مقروض ہے۔ اسی طرح دکاندار اور گاہک میں دس کلو دیسی گھی کا سودا ہوا ہو اور دکاندار اس میں آدھا کلو چربی یا بناسپتی گھی ملا کر دس کلو دیسی گھی کے نام سے بیچے تو اس نے ملاوٹ کی اور گاہک سے خیانت کی ہے اور وہ آدھا کلو کا مقروض ہے۔ الغرض دھوکا دہی پر مبنی تمام قسم کے معاملات باطل اور حرام ہیں۔

اس کے بعد شیخ انصاری لکھتے ہیں: ملاوٹ کی حرمت میں جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں وہ متواتر ہیں۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

Presented by www.ziaraat.com

(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو خرید وفروخت میں مسلمان سے دھوکا کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ایسا شخص قیامت کے دن یہودیوں کے ساتھ محشور ہوگا۔ رسول اکرمؐ نے یہ جملہ تین بار دہرایا'' جو دھوکا کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' جو اپنے مسلمان بھائی سے دھوکا کرے اللہ تعالیٰ اس کی روزی سے برکت اٹھالیتا ہے اور اس کی زندگی کو خراب کر دیتا ہے اور اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔

(عقاب الاعمال ص ۲۸۶)

(۲) رسول خداؐ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو گندم فروخت کر رہا تھا۔ آپ نے گندم دیکھ کر پوچھا کیا تمہارے پاس عمدہ گندم ہے؟ پھر آپ نے گندم کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو درمیان میں گندم خراب تھی۔ آپ نے دکاندار سے فرمایا: مَا اُرٰیکَ اِلَّا وَقَدْ جَمَعْتَ خِیَانَۃً وَغِشًّا. میرے خیال میں تو بیک وقت خیانت اور ملاوٹ کا ارتکاب کر رہا ہے۔ (کافی ج ۳، ص ۳۷۵)

(۳) روایات میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اگر کسی کے پاس ایک ہی جنس (مثلاً چائے) کی دو اقسام ہوں ایک اعلیٰ اور دوسری گھٹیا اور وہ دونوں کو ملا کر ایک ہی نرخ پر بیچنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اسے مسلمانوں کے ساتھ دھوکا نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں اگر اس نے اعلیٰ اور گھٹیا جنس کو ملایا ہوا ہے تو سودا بیچنے سے پہلے گاہک کو بتا دے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۱۱۲)

(۴) داؤد بن سرحان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولا میں مشک بیچتا ہوں۔ میرے پاس دو قسم کی مشک ہے۔ ایک تر دوسری خشک۔ لوگ تر مشک تو خریدتے ہیں لیکن خشک مشک کا کوئی خریدار نہیں ہوتا۔ کیا میرے لیے حلال ہے کہ میں خشک مشک کو تر کر کے بیچوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ البتہ گاہک کو یہ بتا کر بیچو کہ یہ خشک تھی میں نے اسے تر کیا ہے۔ اگر گاہک پھر بھی خریدنا چاہے تو حرج نہیں ہے۔ (اقتباس از گناہان کبیرہ)

کتاب دارالسلام عراقی کا مصنف صفحہ ۳۰۹ پر لکھتا ہے کہ میں نے یہ روایت ثقہ عادل ملا عبدالحسین خوانساری سے سنی کہ کربلا کا ایک پنساری جب بیمار ہوا تو معالجوں نے اسے لاعلاج قرار دیدیا۔ اس کے پاس جتنی رقم تھی وہ اس نے اپنے علاج پر لگا دی تھی مگر اسے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ملا عبدالحسین کہتے ہیں کہ میں بیمار پرسی کے لیے اس کے گھر گیا تو میں نے اسے نہایت بری حالت میں پایا۔ میری موجودگی میں اس نے اپنے ایک بیٹے سے کہا کہ فلاں چیز لے جاؤ اور اسے بھی بیچ دو اور وہ رقم بھی میرے علاج پر لگا دو کہ میں یا اچھا ہو جاؤں یا پھر مر ہی جاؤں۔ جب میں نے یہ سنا تو میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ بھائی آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ اس رقم سے یا مر جاؤں یا اچھا ہو جاؤں۔ آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ اس نے ایک سرد آہ بھری اور بولا کہ جناب میرے پاس جو پیسے تھے وہ سب میں نے دھوکے سے کمائے تھے۔ بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل کربلا میں میعادی بخار (تپ غب) پھیل گیا تھا۔ اطباء اس کے علاج کے لیے شیراز کا آب لیموں تجویز کرتے تھے۔ بیمار چونکہ زیادہ تھے اس لیے آب لیموں کم پڑ گیا اور کافی مہنگا ہو گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور آب لیموں میں چاچھ (دوغ) ملا کر بیچنے لگا۔ میں نے اپنی دکان نقلی آب لیموں کی بوتلوں سے بھر دی۔ اطباء تمام مریضوں کو میری دکان پر بھیجتے تھے چنانچہ میں نے خوب پیسہ بنایا۔ اب کچھ عرصہ ہوا ایک لاعلاج بیماری نے مجھے گھیر لیا ہے۔ میری ساری دولت علاج پر لگ گئی ہے اور اب میرے پلے کچھ بھی نہیں رہا البتہ نقلی آب لیموں کی ایک بوتل دکان میں رکھی ہے۔ میں نے اپنے بیٹے سے کہا ہے کہ اس بوتل کو بھی بیچ دو اور اس سے جو رقم ملے اسے بھی میرے علاج پر لگا دو تا کہ میں نے مرنا ہے تو مر جاؤں اور اگر زندگی باقی ہے تو اچھا ہو جاؤں۔ ملا عبدالحسین کا بیان ہے کہ وہ پنساری مرگیا اور اس کا نقلی آب لیموں اس کے کسی کام نہ آیا۔

۱۰۴۔ رشوت خوری

اللہ تعالیٰ نے رشوت سے منع کیا ہے اور بزرگان دین اور فقہائے اسلام کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ بہت سی روایات میں اسے گناہ کبیرہ کے عنوان سے شمار کیا گیا ہے۔ اس کی حرمت کا عقیدہ ضروری عقائد میں سے ہے۔ بہت سی احادیث میں رشوت لینے والے، رشوت دینے والے اور رشوت کا واسطہ بننے والے افراد پر لعنت کی گئی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے:

اِيَّاكُمْ وَالرِّشْوَةَ فَاِنَّهَا مَحْضُ الْكُفْرِ وَلَا يَشُمُّ صَاحِبُ الرِّشْوَةِ رِيْحَ الْجَنَّةِ. خبردار! رشوت سے پرہیز کرو کیونکہ رشوت کفر محض ہے اور رشوت خور جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔ (بحار الانوار ج ۱۰۱، ص ۲۷۴)

لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ وَالْمَاشِيْ بَيْنَهُمَا. اللہ نے رشوت دینے ولے، لینے والے اور رشوت کے لیے واسطہ بننے والے پر لعنت کی ہے۔ (بحار الانوار ج ۱۰۱، ص ۲۷۴)

کسی دینی بھائی کا کام کرنے کے بعد اس سے ہدیہ قبول کرنا بھی سحت ہے یعنی حرام خوری میں شامل ہے۔ بحار الانوار میں **اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ** (سورۂ مائدہ: آیت ۴۲) کی تفسیر میں امام علیؑ سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا: **هُوَ الرَّجُلُ يَقْضِيْ لِاَخِيْهِ حَاجَتَهٗ ثُمَّ يَقْبَلُ هَدِيَّتَهٗ.** وہ آدمی جو اپنے ایمانی بھائی کی ضرورت پوری کرے پھر اس کا ہدیہ قبول کرے وہ حرام مال کھاتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۱۰۱، ص ۲۷۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○** (سورۂ بقرہ: آیت ۱۸۸)

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: تمھیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مال غنیمت، (نفاذ) احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا اور نہ کوئی جاہل کہ وہ انھیں اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کرے گا اور نہ کوئی کج خلق کہ وہ اپنی تند مزاجی سے چرکے لگاتا رہے گا اور نہ کوئی مال و دولت میں بے راہ روی کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو محروم

Presented by www.ziaraat.com

کر دے گا اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا کہ وہ دوسروں کے حقوق کو رائیگاں کر دے گا اور انھیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کر دینے والا کہ وہ امت کو تباہ و برباد کر دے گا۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۹)

بحار الانوار کی ایک روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے فرمایا کہ جو حکم خدا کو تبدیل کرنے کے لیے رشوت لے تو اس نے خدا کے ساتھ کفر کیا۔

۱۰۵۔ تلاش معاش کو چھوڑ دینا

شہید اول محمد بن مکی اپنی کتاب دروس میں لکھتے ہیں کہ جس کے ذاتی اور خاندان کے اخراجات تجارت یا کسی کام کاج پر منحصر ہوں اس پر تجارت اور کام کاج کرنا واجب ہے۔ (ج ۲، ص ۱۶۲)

آیت اللہ خمینی فرماتے ہیں: اگر باپ ضرورتمند ہو تو اس کا نفقہ اس کے بیٹے پر واجب ہے اور اگر بیٹا ضرورتمند ہو تو اس کا نفقہ باپ پر واجب ہے۔ جو عورت نکاح دائمی میں ہو اس کا نان نفقہ شوہر پر واجب ہے البتہ اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ شوہر کی نافرمان نہ ہو۔ نافرمان بیوی کا نان نفقہ واجب نہیں ہے۔ جس کے پاس معاش کے لیے گھر میں جمع شدہ رقم موجود نہ ہو اس پر واجب ہے کہ ہر جائز طریقے سے اپنی ضروریات کو پورا کرے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۳۲۲)

آیت اللہ ابو القاسم خوئی فرماتے ہیں: اگر شوہر کے پاس بیوی کے اخراجات کے لیے جمع شدہ رقم نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی کام کرے یا تجارت کرے ورنہ وہ شرعی طور پر بیوی کا مقروض ہوگا۔
(منہاج الصالحین ج ۲، ص ۲۹۵)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص میں چار صفات ہوں اس کے اسلام کی تکمیل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے جنت کے بالاترین مقامات میں رہائش عطا فرمائے گا:

(۱) وہ شخص جو کسی یتیم کو پناہ دے اور مہربان باپ کی طرح پیش آئے۔
(۲) جو کسی کمزور انسان کی مدد کرے اور اس کے اخراجات پورے کرے۔
(۳) جو شخص اپنے والدین کے اخراجات پورے کرے اور ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک کرے اور انھیں رنج نہ پہنچائے۔
(۴) جو ہر مقام پر سچ بولے۔ (امالی شیخ مفید ص ۱۶۷)

لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا

خداوند عالم سورۂ مبارکہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے اور عزت کا تقاضا ہے کہ لوگ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے انسان کی عزت کم ہوتی ہو۔ اپنے جیسے انسانوں کے سامنے منتیں

Presented by www.ziaraat.com

کرنا اور ہاتھ پھیلانا ذلت کا باعث ہے۔ اگر کوئی انسان ضرورت کے تحت ہی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے پھر بھی ہاتھ پھیلانے والے کی عزت جاتی رہتی ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ صرف اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے حی و قیوم پروردگار کے سامنے ہاتھ پھیلائے کیونکہ اسی میں انسان کی عزت بھی ہے اور یہ عقیدۂ توحید کے مطابق بھی ہے۔ جو انسان اپنے کریم پروردگار پر بھروسا کرتا ہے تو یقیناً وہ اس پر کرم کرتا ہے اور ایسے سائل کے دل کو غنی بنا دیتا ہے کہ وہ رب کریم کے سوا اپنے آپ کو کسی کا محتاج نہیں سمجھتا۔ بااین ہمہ مفلس ضرورت کے تحت مسلمان بھائیوں سے مدد کی درخواست کرسکتا ہے۔ احادیث میں بھی مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ سائل کی مدد کریں اور اگر مدد نہ کرسکتے ہوں تو اس کو اچھے الفاظ سے رخصت کریں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: لَوْ صَدَقَ السَّائِلُ لَمَا اَفْلَحَ مَنْ رَدَّهٗ. اگر سائل سچا ہو تو اس کو خالی ہاتھ لوٹانے والا فلاح نہیں پائے گا۔ بہت سی احادیث میں کہا گیا ہے کہ جو شخص ضرورتمند نہ ہو اس کے لیے ہاتھ پھیلانا حرام ہے۔ اکثر فقہاء کا یہی فتویٰ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص بلا ضرورت (عادتاً) مانگتا پھرتا ہو تو مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے اس چیز کا ضرور محتاج بنائے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا۔ (الوسائل ج ۶، ص ۳۰۵)

امام محمد باقر علیہ السلام نے محمد بن مسلم سے فرمایا کہ اگر سائل کو مانگنے کی خرابی کا علم ہو جائے تو پھر کوئی کسی سے سوال ہی نہ کرے اور اگر دینے والے کو اللہ کے نام پر دینے کی فضیلت کا پتا چل جائے تو کوئی کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔ (وسائل الشیعہ ج ۶، ص ۳۰۵)

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص تنگ دستی کے بغیر سوال کرے تو یوں سمجھے کہ وہ شراب پی رہا ہے (یعنی ایک بڑا گناہ کر رہا ہے)۔ (وسائل الشیعہ ج ۶، ص ۳۰۶)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین قسم کے افراد پر نگاہِ رحمت نہیں کرے گا۔ دیوث و بے غیرت، جسے گالی دینے اور گالی سننے میں مزہ آتا ہو اور جو بغیر ضرورت کے لوگوں سے مانگتا پھرتا ہو۔

دست سوال دراز نہ کرنے کے فوائد

اس بحث کے اختتام پر ہم نے مناسب جانا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث اپنے قارئین کی نذر کریں تاکہ ان میں روح توکل اور مخلوق سے بے نیازی کی کیفیت پیدا ہوسکے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انصار مدینہ کی ایک جماعت رسول اکرمؐ کی خدمت میں آئی اور اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر ان لوگوں نے کہا: یا رسول اللہؐ! ہم آپ کے پاس ایک حاجت لے کر آئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم اپنی حاجت بیان کرو۔ انھوں نے کہا کہ حاجت یہ ہے کہ آپ ہماری جنت کی ضمانت دیں۔ آنحضرتؐ نے ان کی حاجت سنی تو کچھ دیر کے لیے آپ نے سر جھکا لیا

Presented by www.ziaraat.com

اور زمین پر لکیریں کھینچتے رہے۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ میں تمھیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ تم اللہ کے سوا کسی سے سوال نہیں کرو گے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس جماعت نے اس شرط کو منظور کرلیا اور انھوں نے اس شرط کو اس طرح نبھایا کہ اگر وہ سواری پر سوار ہوتے اور ان کا چابک گر جاتا تو وہ اپنے کسی ساتھی سے یہ نہیں کہتے تھے کہ میرا چابک اٹھا دو بلکہ سواری سے اتر کر اپنا چابک خود اٹھاتے تھے اور اگر وہ دسترخوان پر بیٹھتے تو کسی سے نہیں کہتے تھے کہ پانی لادو بلکہ خود اٹھ کر پانی لاتے تھے۔

(وسائل الشیعہ ج ۶، ص ۳۰۷)

آیت اللہ سیستانی فرماتے ہیں: جو شخص حاجت مند نہ ہو اس کے لیے حاجت کا اظہار کرنا حرام ہے۔

(منہاج الصالحین ج ۲، ص ۴۲۷)

آیت اللہ صافی گلپائیگانی فرماتے ہیں: بلا ضرورت سوال کرنے کی حرمت ''قوت'' سے خالی نہیں ہے۔

(ھدایۃ العباد ج ۲، ص ۱۲۷)

آیت اللہ محسن حکیم منہاج الصالحین (جلد ۲ صفحہ ۲۹۶) میں لکھتے ہیں: بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حاجت مند نہ ہو اس کے لیے دست سوال دراز کرنا حرام ہے بلکہ بعض روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے فقر شرعی کی بجائے فقر عرفی مراد ہے کیونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جس شخص کے پاس تین دن کی غذا موجود ہو اور وہ پھر بھی لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے تو قیامت کے دن اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔ (عقاب الاعمال ص ۲۷۶)

۱۰۷۔ اسراف اور فضول خرچی

اسراف اور فضول خرچی سے بچنا نہایت اہمیت کا حامل اور دیانت کا بنیادی موضوع ہے۔

زندگی اور معاش میں توازن برقرار رکھنا کمال ایمان کی نشانی ہے اور یہ توازن ایک مسلمان کو بلند درجات تک لے جاتا ہے۔ قرآن اور احادیث میں اسراف کی بڑی مذمت آئی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی سے بچنے کا حکم دیا ہے:

(۱) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔ خدا فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۂ اعراف: آیت ۳۱)

(۲) ...وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۲۶۔۲۷)

(۳) اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ فضول خرچی کرنے والے دوزخی ہیں۔ (سورۂ مومن: آیت ۴۳)

Presented by www.ziaraat.com

ابان بن تغلب کوفی بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ نے جسے مال دیا ہے اسے عزت سے ہمکنار کیا ہے اور جسے مفلس بنایا ہے اس کی خدا کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ مال اللہ کا مال ہے۔ اس نے اس کو چند افراد کے پاس امانت رکھا ہے اور ان کو اجازت دی ہے کہ وہ حد اعتدال میں رہ کر کھائیں پئیں، اعتدال میں رہ کر نکاح کریں اور اعتدال میں رہ کر سواری خریدیں اور اپنی فاضل دولت مومنین میں تقسیم کریں اور انھیں فقر سے نجات دلائیں۔ لہٰذا جو شخص اعتدال میں رہ کر کھائے پئے، اعتدال میں رہ کر سواری خریدے اور اعتدال میں رہ کر شادی بیاہ کرے تو وہ اس کے لیے حلال ہے۔ اور اگر کوئی حد اعتدال سے زائد خرچ کرے تو وہ اس کے لیے حرام ہوگا۔ (مزید وضاحت کے لیے آپ نے فرمایا) تمہارا کیا خیال ہے کہ خدا نے جسے دولت دی ہے اسے یہ اجازت بھی دی ہے کہ وہ دس ہزار درہم کا گھوڑا خریدے جبکہ بیس درہم کا گھوڑا اس کے لیے کافی ہے اور ہزار دینار کی کنیز خریدے جبکہ بیس دینار کی کنیز سے بھی اس کا کام چل سکتا ہے؟ خدا کا فرمان ہے: لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ○ اسراف نہ کرو۔ بیشک اسراف کرنے والے خدا کو ناپسند ہیں۔ (سورۂ انعام: آیت ۱۴۲)

(مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۲۷۰۔ بحار الانوار ج ۷۲، ص ۳۰۵)

امیر المومنین علیہ السلام نے زیاد بن ابیہ[۱] کو لکھا تھا:

میانہ روی اختیار کرتے ہوئے فضول خرچی سے باز آؤ۔ آج کے دن کے لیے کل کو بھول نہ جاؤ۔ صرف ضرورت بھر کے لیے مال روک کر باقی محتاجی کے دن کے لیے آگے بڑھاؤ۔ کیا تم یہ آس لگائے بیٹھے ہو کہ اللہ تمھیں عجز و انکساری کرنے والوں کا اجر دے گا حالانکہ تم اس کے نزدیک متکبروں میں سے ہو؟ اور یہ طمع رکھتے ہو کہ وہ خیرات کرنے والوں کا ثواب تمہارے لیے قرار دے گا حالانکہ تم عشرت سامانیوں میں لوٹ رہے ہو اور بے کسوں اور بیواؤں کو محروم کر رکھا ہے۔ انسان اپنے ہی کیے کی جزا پاتا ہے اور جو آگے بھیج چکا ہے وہی آگے بڑھ کر پائے گا۔ والسلام (نہج البلاغہ، مکتوب ۲۱)

۱۔ جب عبید اللہ ابن عباس بصرہ، اہواز، فارس اور کرمان کے گورنر تھے تو یہ زیاد (بن سمیہ) بصرہ میں ان کا قائم مقام تھا۔ معاویہ بن ابی سفیان نے رسم جاہلیت کو زندہ کر کے اسی زیاد کو اپنا بھائی قرار دیا تھا اور اسے عراق کا گورنر بنایا تھا۔ جب وہ عراق کا گورنر تھا اور سعید بن سرح امام حسن علیہ السلام کے پاس پناہ گزین ہوئے تو اس نے امام حسن علیہ السلام کو لکھا:

"یہ سمجھ لو کہ اگر میں سعید کا گناہ معاف کردوں تو یہ تمہاری سفارش کی وجہ سے نہیں ہوگا اور اگر میں اسے قتل کر دوں تو یہ تمہارے فاسق باپ کی دوستی کی وجہ سے ہوگا۔"

روز عاشور حضرت حر ابن یزید ریاحیؒ باطل سے منہ موڑ کر حق کی طرف آئے تھے جبکہ زیاد بن ابیہ حق سے کترا کر باطل کی طرف چلا گیا تھا۔ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اَوْلِیَآئُهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمَاتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ ○ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

۱۰۸۔ کفران نعمت

انسانی عقل کا تقاضا ہے کہ انسان خدا کی نعمتوں کا شکر بجا لائے اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو ضائع ہونے سے بچائے۔ اسلام بھی عقل سلیم کے تقاضے کی تائید کرتا ہے اور نعمتوں کو ضائع کرنے سے روکتا ہے۔ شکر نعمت کی عملی صورت یہ ہے کہ نعمت کو صحیح مصرف میں خرچ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم نے شکر کیا تو میں اپنی نعمتوں میں اضافہ کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

کافی میں امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ کلام خداوندی میں لفظ کفر پانچ معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ان میں سے ایک قسم کا تعلق کفران نعمت سے ہے۔ جب آصف بن برخیا نے چشم زدن میں ملکہ سبا کا تخت یمن سے حضرت سلیمانؑ کے سامنے فلسطین میں لا کر رکھا تو اس وقت حضرت سلیمانؑ نے کہا تھا: هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْم ۝ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں۔ اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے نیاز اور کرم کرنے والا ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر ادا کرو اور کفران نعمت نہ کرو۔ (کافی ج ۲، ص ۳۹۰)

معصومین علیہم السلام نے بھی اپنے ارشادات میں شکر نعمت اور کفران نعمت کی توضیح فرمائی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: کھانا کھا کر شکر کرنے والے کو ویسا ہی اجر دیا جائے گا جیسا مخلص روزہ دار کو دیا جائے گا اور شکر کرنے والے تندرست شخص کو مصیبت پر صبر کرنے والے جیسا اجر دیا جائے گا۔ نعمتوں پر شکر کرنے والے کو قناعت کرنے والے محروم شخص کا سا اجر دیا جائے گا۔ (کافی ج ۲، ص ۹۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تین چیزوں کی موجودگی میں تین چیزیں نقصان نہیں پہنچاتیں:

(۱) توفیق دعا کی موجودگی میں مصیبت نقصان نہیں پہنچاتی۔

(۲) توبہ کی موجودگی میں معصیت نقصان نہیں پہنچاتی۔

(۳) شکر نعمت کی موجودگی میں نعمت زائل نہیں ہوتی۔ (ایضاً)

خدا جب کسی بندے کو نعمت دیتا ہے اور وہ اپنے دل سے اس نعمت کی قدر کرتا ہے اور زبان سے خدا کی حمد بجا لاتا ہے تو ابھی اس کا کلام مکمل نہیں ہوتا کہ خدا اس کے لیے مزید نعمت کا حکم جاری کر دیتا ہے۔ (ایضاً)

نعمت کا شکر محرمات سے بچنا ہے اور شکر کی تکمیل اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہنے سے ہوتی ہے۔ (ایضاً)

۱۰۹۔ معاش میں میانہ روی کو چھوڑ دینا

کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام میں معاش کے قاعدے قانون نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی قانون

Presented by www.ziaraat.com

ہے تو وہ غیر لازمی ہے۔ اس غلط فہمی کے سبب کچھ لوگوں نے اپنے آپ کو روپیہ بنانے کی مشین بنالیا ہے۔ انھوں نے زیادہ دولت کی لالچ میں اپنا سکھ چین غارت کرلیا ہے اور وہ مال بنانے کے چکر میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے لیے بھی وقت نہیں نکال سکتے۔ دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جو سرمائے کی دوڑ جیتنے کے لیے قرض کا سہارا لیتے ہیں اور جب انھیں خاطر خواہ کامیابی نہیں ملتی تو وہ اپنی قسمت کو کوسنے لگتے ہیں حالانکہ دونوں ہی طرز فکر غلط ہیں۔ آیئے اس کے متعلق ہم قرآن اور ہادیان دین سے رہنمائی حاصل کریں:

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذَالِكَ قَوَامًا ○ اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی کنجوسی کرتے ہیں۔ وہ حد اعتدال میں رہ کر خرچ کرتے ہیں۔ (سورۂ فرقان: آیت ۶۷)

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۲۹ میں اپنے حبیبؐ کو نصیحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنے ہاتھ کو نہ تو بہت تنگ کرلو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو کہ) ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: معاش میں آمد وخرچ کا حساب نہ رکھنا افلاس لاتا ہے اور میانہ روی نصف زندگی ہے اور جس نے اعتدال کا راستا اپنایا وہ کبھی مفلس نہیں ہوا۔ (بحار الانوار ج ۶۸، ص ۳۴۸)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک مسلمان کے کمالات کو تین نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

(۱) دین کی سوجھ بوجھ (۲) مشکلات میں ثابت قدمی (۳) معاش اور زندگی میں میانہ روی (کافی ج ۱، ص ۳۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چار آدمیوں کی دعاء قبول نہیں کرتا:

(۱) اس شخص کی دعا جو کوئی کام نہ کرے، اپنے گھر میں بیٹھا یہ دعا کرتا رہے کہ اللّٰھم ارزقنی یعنی الٰہی! رزق بھیج۔ خدا ایسے شخص سے کہتا ہے: کیا میں نے تجھے رزق تلاش کرنے کا حکم نہیں دیا تھا؟

(۲) اس شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی جس کی بیوی اسے آزار پہنچاتی اور تنگ کرتی ہو اور اس کے بس میں ہو کہ اسے مہر دے کر طلاق دیدے لیکن اسے طلاق نہ دیتا ہو بلکہ یہ دعا مانگتا ہو کہ خدایا! مجھے اس عورت کے شر سے نجات دے۔ خدا ایسے شخص سے کہتا ہے: کیا میں نے تجھے طلاق کا حق نہیں دیا؟

(۳) اس شخص کی دعا جسے خدا نے مال دیا تھا اور اس نے مال کو اللوں تللوں میں اڑا دیا ہو اور پھر دعا مانگتا ہو اللّٰھم ارزقنی خدا ایسے شخص سے کہتا ہے: کیا میں نے تجھے میانہ روی کا حکم نہیں دیا تھا؟

(۴) اس شخص کی دعا جو اپنا مال کسی کو بغیر گواہ اور رسید کے قرض دے اور جب قرضدار قرض ادا نہ کرے تو یہ دعا کرے کہ خدایا! میرا روپیہ واپس دلادے۔ خدا ایسے شخص سے کہتا ہے: کیا میں نے تجھے گواہ مقرر کرنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ (کافی ج ۲، ص ۵۱۱)

Presented by www.ziaraat.com

۱۱۰۔ حرص، بخل، خوف اور طمع

یہ ایک حقیقت ہے کہ اخلاقی فضائل انسان کے کمال کی اساس ہیں۔ اگرچہ فقہاء نے ان کے چھوڑنے کو رسمی طور پر حرام قرار نہیں دیا لیکن ان کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اگر ان کا خیال نہ رکھا جائے تو انسان حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا خیال نہ رکھنے سے عقیدے کا انحراف پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اعتقادات اور احکامات کے ساتھ ساتھ خدا نے اخلاقی مسائل کو بھی بیان کیا ہے۔ خدا نے اپنے حبیبؐ کو یہ حکم دیا کہ وہ خدا شناسی اور توحید کے بعد لوگوں کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیں۔ اعلیٰ اخلاق کی تعلیم کے بعد لوگوں کو احکام اور حکمت کی تعلیم دیں۔

سورۂ جمعہ آیت ۲ میں ہے ...**يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ**...
رسولؐ ان کے سامنے آیات الٰہی پڑھتے ہیں، ان کو پاک کرتے ہیں اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے: **بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ**. **مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔**

اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو بری صفات سے دور رکھے اور اعلیٰ اوصاف سے متصف کرے۔ حرص، بخل، خوف اور طمع کی مذمت میں بہت سی احادیث منقول ہیں۔

حضرت رسول اکرمؐ نے امام علیؑ سے فرمایا: **اِعْلَمْ يَا عَلِيُّ! اِنَّ الْجُبْنَ وَالْبُخْلَ وَالْحِرْصَ غَرِيزَةٌ وَاحِدَةٌ يَجْمَعُهَا سُوْءُ الظَّنِّ (بِاللّٰهِ)** علی! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ خوف، بخل اور حرص بظاہر تین صفات ہیں لیکن ان سب کا سرچشمہ ایک ہے اور وہ ہے خدا کے متعلق بدگمانی رکھنا۔

(میزان الحکمۃ ج ۱، ص ۵۸۸ بحوالہ علل الشرائع ص ۵۵۹)

مؤلف عرض کرتا ہے:

حضرت کے کلام میں خوف سے مراد تنگدستی کا خوف ہے جیسا کہ اس آیت میں آیا ہے: **وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ** اپنی اولاد کو تنگدستی کے خوف سے قتل نہ کرو انھیں بھی ہم رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی ہم رزق دیتے ہیں۔ (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۳۱)

امام علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ حرص کیا ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے یہ تاریخی جملہ فرمایا: **هُوَ طَلَبُ الْقَلِيْلِ بِاِضَاعَةِ الْكَثِيْرِ**. قلیل کو پانے کے لیے کثیر کو ضائع کیا جائے۔ **(ایضاً)**

آپ نے فرمایا: حرص اور بخل خدا پر بے اعتمادی کی دلیل ہے۔ **(ایضاً)**

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو بصیر کو حرص کا علاج بتاتے ہوئے فرمایا: کیا تم غمگین نہیں ہوتے؟ کیا تم مضمحل نہیں ہوتے؟ اور کیا تم دکھی نہیں ہوتے؟

ابو بصیر نے کہا: جی۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

آپ نے فرمایا: جب یہ کیفیات طاری ہونے لگیں اس وقت موت کو یاد کرو اور یہ سوچو کہ قبر میں تنہائی ہی تنہائی ہوگی اور تمہاری آنکھوں کی چربی بہہ کر رخساروں پر آجائے گی اور تمہارا جوڑ جوڑ الگ ہو جائے گا اور کیڑے تمہارا گوشت کھائیں گے۔تمہارا بدن گل جائے گا اور تم دنیا سے کٹ جاؤ گے۔ جب تم یہ سوچو گے تو تمھیں عمل کرنے کی تحریک ملے گی اور تم حرص دنیا سے دور ہو جاؤ گے۔ (بحار الانوار ج ۷۶، ص ۳۲۲)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

ہر شر کی بنیاد طمع اور ہر خیر کی بنیاد طمع سے دوری ہے۔ (غرر الحکم، رقم ۱۱۶۷)

۱۱۱۔ ذخیرہ اندوزی

روزمرہ ضرورت کی اشیاء کو مہنگا بیچنے کی نیت سے ذخیرہ کرنے کو اصطلاح میں ''احتکار'' کہا جاتا ہے۔ احتکار کے حرام ہونے پر تمام شیعہ سنی علماء کا اجماع ہے جیسا کہ شیخ صدوق، شیخ طوسی، شہید اول اور شہید ثانی نے اس کی تصریح کی ہے۔ ذخیرہ اندوزی انتہائی غیر اخلاقی اور غیر انسانی ہے۔ اسلام تو انسانیت کی صلاح و فلاح کی ضمانت اور مروت و مواسات کا درس دیتا ہے جبکہ ذخیرہ اندوزی انسانیت کے خلاف ایک بڑی خیانت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہادیان دین نے ذخیرہ اندوزی کی شدید مذمت فرمائی ہے۔

ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص تجارت کرتا ہے اور روزی طلب کرتا ہے تو خدا اسے روزی دیتا ہے اور جو تاجر گرانی کے انتظار میں اجناس کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے وہ خدا کی لعنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ (الاستبصار ص ۱۱۴)

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں غلہ نایاب ہوگیا تو مسلمان آپ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہؐ! خوراک کی قلت ہوگئی ہے مگر فلاں شخص کے پاس غلے کا ذخیرہ ہے۔ آپ اسے حکم دیں کہ وہ ہمیں غلہ فروخت کرے۔ آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنا کے بعد اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا: مسلمان کہہ رہے ہیں کہ بازار میں غلہ دستیاب نہیں ہے مگر تمہارے پاس اس کا ذخیرہ موجود ہے لہٰذا تم اسے بازار میں لاؤ اور مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کرو۔ غلہ روکنے کی غلطی نہ کرو۔ (الاستبصار ص ۱۱۴)

فقہائے کرام کے فتوؤں سے معلوم ہوتا ہے کہ ذخیرہ اندوزی اس وقت حرام ہے جب بازار میں غلہ موجود نہ ہو یا اس کی قلت ہو۔ اگر بازار میں غلہ عام ملتا ہو تو ذخیرہ کرنا حرام نہیں ہے۔

روایات میں ان دس چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کی سخت ممانعت آئی ہے:

(۱) گندم (۲) جو (۳) خرما (۴) کشمش (۵) مکئی

(۶) گھی (۷) تیل (۸) شہد (۹) پنیر (۱۰) اخروٹ

(بحار الانوار ج ۹۵، ص ۲۹۲)

Presented by www.ziaraat.com

احتمال یہ ہے کہ بازار میں جو بھی چیز نایاب یا کمیاب ہو جائے اس کو ذخیرہ کرنے والا ذخیرہ اندوز شمار کیا جائے گا اور فعل حرام کا مرتکب قرار پائے گا۔ ایک احتمال یہ ہے کہ احتکار مطلق طور پر حرام ہو اور اس کا کسی چیز کے کمیاب ہونے سے کوئی واسطہ نہ ہو جیسا کہ رسول خداؐ سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا: مَنْ جَمَعَ طَعَامًا يَتَرَبَّصُ بِهِ الْغَلَآءَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَ بَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ. جو شخص مہنگائی کے انتظار میں چالیس دن تک غلے کی ذخیرہ اندوزی کرے وہ اللہ سے بیزار ہے اور اللہ اس سے بیزار ہے (بحار الانوار ج ۹۵، ص۲۹۲)

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں: احتکار حرام ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کی ضرورت کے باوجود انسان غلہ روک کر اس کی مہنگائی کا انتظار کرے اور جب بازار میں غلہ عام ملتا ہو اور کوئی شخص مہنگا ہونے کی نیت سے اسے اسٹور کرے تو یہ حرام نہیں ہے البتہ اس کا یہ فعل مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص ایسے وقت غلہ اپنے پاس ذخیرہ رکھے جبکہ غلہ مہنگا بک رہا ہو اور ذخیرہ اندوز اس کو اپنی ضروریات کے لیے ذخیرہ کیے ہوئے ہو تو یہ نہ حرام ہے اور نہ مکروہ۔ اقویٰ یہ ہے کہ ذخیرہ اندوزی کی حرمت چار قسم کے غلوں اور گھی تیل کے ساتھ مخصوص ہے البتہ لوگوں کی ضروریات کو ذخیرہ کرنا قابل نفرت ہے۔ اس کے باوجود اس پر احتکار کے احکام نافذ نہیں ہوں گے۔ حاکم شرع کو چاہیے کہ وہ ذخیرہ اندوز کو جنس فروخت کرنے پر مجبور کرے۔ احتیاط یہ ہے کہ اس کی جنس کی قیمت مقرر نہ کی جائے لیکن اگر وہ بہت زیادہ قیمت پر بیچنا چاہتا ہو تو پھر قیمت مقرر کر دینی چاہیے۔ قیمت کا مقرر کرنا یا نہ مقرر کرنا حاکم کی مصلحت پر موقوف ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۵۰۱)

۱۱۲۔ زیادہ دولت جمع کرنا

قرآن مجید فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○ (اے رسولؐ) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا اور پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پسلیوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہی دولت ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کی تھی۔ اب اس کا مزہ چکھو۔ (سورۂ توبہ: آیت ۳۴-۳۵)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے لیے ہے جو خمس و زکات نہیں دیتے، اپنے اہل خانہ پر خرچ نہیں کرتے، واجب حج نہیں کرتے اور کفارات، صلہ رحمی اور اسلامی حکومت کی حفاظت کے لیے اپنی دولت خرچ نہیں کرتے۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ جب وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ کی آیت نازل ہوئی تو رسول اکرمؐ نے فرمایا: تَبًّا لِلذَّهَبِ تَبًّا لِلْفِضَّةِ ہلاکت ہے سونے کے لیے اور ہلاکت ہے چاندی کے لیے۔ آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ارشاد فرمایا۔ صحابہ کو یہ بات شاق گزری۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! ہم سونا چاندی جمع نہ کریں تو کیا چیز جمع کریں؟ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور ایسی مومن بیوی کو اپنا ذخیرہ بناؤ جو دین میں تمہاری مددگار ہو۔ (تفسیر مجمع البیان ج ۵، ص ۴۷)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: درہم و دینار نے تم سے پہلے والے لوگوں کو ہلاک کیا تھا اور یہ تم کو بھی ہلاک کریں گے۔ (خصال ص ۴۳)

خلافت عثمانی میں جب اعلیٰ حکام بیت المال سے بڑی بڑی جاگیریں بنا رہے تھے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ کی آیت بلند آواز سے پڑھتے تھے اور لوگوں کو دولت جمع کرنے سے روکتے تھے۔ حضرت ابوذرؓ کی تبلیغ سے دربار خلافت کے ماتھے پر شکنیں آئیں اور حضرت عثمانؓ نے ان کو دربار میں طلب کر کے کہا کہ تم نے یہ کیا تبلیغ شروع کر رکھی ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا: عثمان! میں تمھیں حبیب خداؐ کی زندگی کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ایک رات ہم اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں گئے تو وہ بہت اداس اور پریشان تھے۔ جب ہم دوسرے دن حاضر ہوئے تو وہ بڑے خوش تھے۔ ہم نے آنحضرتؐ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: کل رات میں اس لیے پریشان تھا کہ میرے پاس بیت المال کے چار دینار بچ گئے تھے جنھیں میں تقسیم نہیں کر سکا تھا اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اس حالت میں میرا بلاوا نہ آجائے۔ آج میں نے وہ دینار تقسیم کر دیئے ہیں اس لیے اب میں مطمئن ہوں۔ پھر حضرت ابوذرؓ نے خلیفہ سے کہا: یہ بتاؤ کہ چار دینار زیادہ ہوتے ہیں یا ایک لاکھ دینار جو تم نے جوڑ رکھے ہیں؟

حضرت عثمانؓ نے (اپنے درباری عالم) کعب الاحبار کی طرف دیکھا (جو حضرت عمرؓ کے دور میں مسلمان ہوا تھا) اور اس سے پوچھا کہ آپ بتائیں کہ اگر کوئی آدمی زکات ادا کرے تو اس کے بعد بھی اس پر کوئی فریضہ باقی رہ جاتا ہے؟ کعب نے کہا: ہرگز نہیں۔ اگر زکات ادا کرنے کے بعد کوئی شخص سونے چاندی کی اینٹیں بنا کر بھی اپنے پاس رکھے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابوذرؓ یہ بات برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے اپنا عصا کعب کے سر پر مار کر کہا: اے یہودی کی اولاد! تیری کیا مجال کہ تو احکام اسلام میں مداخلت کرے؟ اللہ کی بات ہر بات سے بالاتر ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ...[1]

۱۔ جب عبدالرحمٰن بن عوف کا انتقال ہوا اور ان کا ترکہ تقسیم کے لیے خلیفہ کے پاس لایا گیا تو اس میں سونے چاندی کا ایک بڑا ڈھیر شامل تھا۔ اتفاق سے یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت ابوذرؓ کو شام سے معاویہ نے جلاوطن کر کے مدینے بھیجا تھا اور حضرت ابوذرؓ دربار خلافت میں موجود تھے۔ حضرت عثمانؓ نے کعب الاحبار سے پوچھا: جو شخص میراث میں اتنا سونا چھوڑ کر مرے کیا اس سے بھی کوئی پرسش ہوگی؟ کعب الاحبار نے کہا: نہیں۔ حضرت ابوذرؓ یہ بات برداشت نہ کر سکے اور اپنا عصا کعب کے سر پر مار کر بولے: اے یہودی کی اولاد! کیا تو ہمیں ہمارا دین سکھانے آیا ہے؟ پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (علی بن حسین مسعودی، مروج الذہب ج ۲، ص ۳۳۹) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

تفسیر نور الثقلین میں امالی طوسی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ جب وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ کی آیت نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے فرمایا: جس مال کی زکات ادا کی گئی ہو تو وہ کنز شمار نہیں ہوگا اگرچہ زمین کے ساتویں طبق کے نیچے ہی کیوں نہ ہو اور جس مال کی زکات ادا نہ کی گئی ہو وہ کنز ہے اگرچہ زمین کے اوپر ہی کیوں نہ ہو۔ (ج ۲، ص ۲۱۴)

تفسیر مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ امام علی علیہ السلام نے فرمایا: چار ہزار دینار سے زائد رقم کنز ہے خواہ اس کی زکات ادا کر دی گئی ہو اور چار ہزار دینار سے کم رقم انسان کا نان نفقہ ہے۔

معاذ بن کثیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا: قائم آل محمدؑ کے ظہور سے قبل ہمارے شیعوں کو دولت کے متعلق آزادی حاصل ہے۔ وہ اپنی دولت جائز مقامات پر خرچ کریں اور جب ہمارے قائم کا ظہور ہوگا تو ہر دولت کا ڈھیر رکھنے والے پر دولت رکھنا حرام ہو جائے گی۔ اس پر واجب ہوگا کہ اپنی تمام دولت خدمت امام کے لیے منظر عام پر لے آئے تاکہ امام کو دشمنوں پر غلبہ نصیب ہو اور اس کے متعلق اللہ نے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ کی آیت میں اشارہ کیا ہے۔ (کافی ج ۴، ص ۶۱)

مؤلف عرض کرتا ہے:

یہ احتمال بھی ہے کہ موجودہ دور میں بھی سونا چاندی ذخیرہ کرنا حرام ہو کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر ہم خدا کے پیارے افراد کی زندگی کا جائزہ لیں تو ہمیں یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ انھوں نے دولت کے انبار جمع نہیں کیے تھے۔

شیعوں کو چاہیے کہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور مبارک سے قبل غریبوں اور محروموں کی مدد کریں اور ان کے ظہور مبارک کے بعد اپنی ساری دولت خدمت اسلام کے لیے آنجناب کی خدمت اقدس میں پیش کردیں۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۱۴۔ گمراہی کے مراکز کی تعمیر

ابن ادریس سرائر میں لکھتے ہیں: یہود و نصاریٰ کے معبد بنانا، صلیب بنانا، جوا کا سامان بنانا، بت بنانا اور ان کاموں کی اجرت لینا حرام ہے۔ اسی طرح کم تولنا، ملاوٹ کرنا اور دشمنان اسلام کے لیے (جبکہ مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو رہی ہو) ہتھیار بنانا بھی حرام ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ مذکورہ بالا جملے میں گناہ سے تعاون کی چند مثالیں بیان کی گئی ہیں اور ان کی حرمت میں کوئی شک نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے: تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ... نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۲)

Presented by www.ziaraat.com

۱۱۴۔ نماز جمعہ کے اوقات میں خرید و فروخت

اگر نماز جمعہ کو واجب عینی قرار دیا جائے تو نماز جمعہ کی اذان کے بعد ہر طرح کی خرید و فروخت حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ میں ارشاد فرمایا ہے: اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو نماز کے لیے جلدی کرو اور ہر طرح کی خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

صاحب حدائق لکھتے ہیں کہ اذان جمعہ بلند ہونے کے بعد خرید و فروخت کے حرام ہونے کے متعلق شیعہ علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (استاد شہید مرتضیٰ مطہری اپنی کتاب ''سخن'' مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی میں بعنوان خطبہ دمنبر فرماتے ہیں: ''جیسے ہی نماز جمعہ کے لیے مؤذن کی صدا بلند ہو، اس کے بعد خرید و فروخت حرام ہے۔ نص قرآنی ہے کہ وَذَرُوا الْبَیْعَ یہ اسلام کے مسلمات میں سے ہے۔ اس بارے میں شیعہ اور سنی کا کوئی اختلاف نہیں کہ اگر کہیں صحیح طریقے سے جمعہ کی نماز ہوتی ہو اور اذان ہو جائے تو مثلاً اگر کوئی دکاندار ترازو کے پاس بیٹھا یا کھڑا ہے اور گاہک مثلاً اس سے پنیر خرید رہا ہے اور وہ چھری لیے ہوئے پنیر کاٹ رہا ہے تو جیسے ہی اللہ اکبر کی آواز بلند ہو، دکاندار اور گاہک دونوں پر واجب ہے کہ ہاتھ روک لیں اور فوراً نماز کے لیے لپکیں'')

علامہ حلی نے اپنی کتابوں منتہیٰ اور تذکرہ دونوں میں لکھا ہے کہ اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ کی آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔

مؤلف کہتا ہے:

یہ حرمت ذاتی ہے، نماز جمعہ میں شرکت کے لیے نہیں ہے۔ اگرچہ آیت میں ''بیع'' کے چھوڑنے کا حکم ہے مگر یہ حرمت صرف بیع تک محدود نہیں ہے۔ اس حرمت میں ہر طرح کی خرید و فروخت، معاملات اور صلح، اجارہ اور طلاق جیسے دوسرے ایقاعات بھی شامل ہیں۔ یہ آیت نماز جمعہ کی تیاری اور اس میں شرکت کا حکم دے رہی ہے اور ہر وہ عمل جو اس میں رکاوٹ ہو اس کی حرمت کو یقینی بنا رہی ہے اور اگر بالفرض ہم اس کی حرمت کو تسلیم نہ کریں تو کم از کم احتیاط کے تقاضوں کے تحت ہمیں نماز جمعہ کے منافی ہر کام کو حرام تسلیم کرنا چاہیے۔

۱۱۵۔ سونے چاندی کے برتنوں کی خرید وفروخت

سونے چاندی کے برتنوں کی خرید و فروخت حرام ہے بلکہ جن برتنوں پر سونے چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو ان کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ علامہ حلی اپنی کتاب مختلف میں فرماتے ہیں کہ اس کی شرعی دلیل حلبی کی وہ روایت ہے جو اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''سونے چاندی کے برتنوں میں بلکہ جن برتنوں پر سونے چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو، کھانا مت کھاؤ۔ نیز شیخ صدوق من لا یحضرہ الفقیہ میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع کیا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۱۶۔ قرآن مجید کی خرید وفروخت

بہت سی روایات سے پتا چلتا ہے کہ قرآن کی خطاطی کی خرید وفروخت حرام ہے۔

سماعہ بن مہران راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کتاب اللہ کی خریداری نہ کرو بلکہ اس کے کاغذ، جلد اور غلاف کی خریداری کرو اور اپنی رقم قرآن کا معاوضہ سمجھ کر مت دو بلکہ اسے جلد اور کاغذ کا ہدیہ سمجھ کر ادا کرو۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۱۱۴)

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے قرآن کی خرید وفروخت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: میری نظر میں قرآن خریدنا قرآن بیچنے سے افضل ہے۔ (وسائل الشیعہ ص ۱۱۵)

مؤلف عرض کرتا ہے:

بعض فقہاء کہتے ہیں کہ ان روایات سے قرآن مجید کی خرید وفروخت کی کراہت ثابت ہوتی ہے البتہ جلد اور کاغذ اس کراہت سے مستثنٰی ہیں جبکہ بزرگ علماء میں حرمت کا فتویٰ مشہور ہے اور یہ فتویٰ احتیاط کے عین مطابق ہے۔

شیخ انصاری اپنی کتاب مکاسب میں رقمطراز ہیں کہ علماء کی ایک تعداد قرآن مجید کی خرید وفروخت کو حرام سمجھتی ہے اور بہت سی روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سماعہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: لَا تَبِیْعُوا الْمَصَاحِفَ فَاِنَّ بَیْعَهَا حَرَامٌ. قرآن مت بیچو۔ اس کا بیچنا حرام ہے۔ سماعہ نے عرض کیا کہ آپ قرآن خریدنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ امام عالی مقام نے فرمایا: تم اس کی جلد، غلاف اور ظرف خریدو اور جن اوراق پر قرآن لکھا ہوا ہے ان کی خریداری مت کرو کیونکہ اوراق کا بیچنا اور خرید کرنا حرام ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۱۱۶)

۱۱۷۔ دشمنان اسلام کو اسلحہ بیچنا

کافروں اور اسلام دشمنوں کی ہر ایسی مدد حرام ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی کمزوری کا باعث ہو۔ کافروں کو اسلحہ بیچنا ان کی تقویت اور مسلمانوں کی کمزوری کا سبب ہے اس لیے ان کے ہاتھوں اسلحہ بیچنا حرام ہے اور اگر بالفرض کافروں کی کسی ایسی قوم سے جنگ ہو رہی ہو جو مسلمانوں کی بھی دشمن ہو تو اس صورت میں ان کو اسلحہ بیچنا جائز ہے۔

امام خمینی لکھتے ہیں: جب دشمنان اسلام مسلمانوں سے جنگ کر رہے ہوں تو ان کو اسلحہ بیچنا حرام ہے اور اگر احتمال ہو کہ آئندہ کبھی یہ اسلحہ مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوگا تو بھی اسلحہ بیچنا حرام ہے اور اگر کبھی کافر آپس میں لڑ رہے ہوں تو اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت دیکھنی چاہیے اور جو پالیسی بہتر دکھائی دے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ ایسے حساس مواقع پر مسلمان حکمرانوں کو خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ اگر مسلمانوں کا

Presented by www.ziaraat.com

کوئی فرقہ شیعوں کے خلاف لڑ رہا ہو تو اسے اسلحہ بیچنا اتنا ہی حرام ہے جتنا کافروں کو بیچنا حرام ہے۔ اسی طرح سے چوروں، ڈاکوؤں اور دیگر سماج دشمن عناصر کو اسلحہ بیچنا بھی حرام ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۴۹۶)

اسلحہ کے بیوپاری ہند سراج بیان کرتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ میں قدیم الایام سے اہل شام کو اسلحہ بیچ رہا ہوں۔ جب خدا نے مجھے آپ کی ولایت کی دولت نصیب کی تو میں نے یہ عہد کیا کہ میں دشمنان آل محمدؐ کو اسلحہ نہیں بیچوں گا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تم ان کو اسلحہ بیچو۔ ممکن ہے تمہارا دیا ہوا اسلحہ ایسے لوگوں کے خلاف استعمال ہو جو ہمارے اور ان کے مشترکہ دشمن ہیں لیکن جب تم دیکھو کہ وہ ہم سے آمادہ پیکار ہیں تو پھر انھیں اسلحہ فروخت نہ کرو۔ اگر کوئی اس عالم میں انھیں اسلحہ بیچتا ہے تو وہ مشرک قرار پائے گا۔ (کافی ج ۵، ص ۱۱۲)

سرّاد نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں اسلحہ بیچتا ہوں۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟ امام نے فرمایا: فتنہ کے موقع پر اسلام دشمنوں کو ہتھیار مت بیچو۔

مؤلف کہتا ہے:

یہ ایک فقہی موضوع ہے۔ اس میں مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ ہر حال میں ضروری ہے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

۱۱۸۔ جعلی کرنسی کا کاروبار

جعلی کرنسی کا کاروبار کرنا ملک وقوم کے خلاف گھناؤنی خیانت ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر جعلی کرنسی چلاتا ہے وہ حرام کمانے اور قوم کے مفادات کو نقصان پہنچانے کا مجرم ہے۔ جعلی کرنسی سے خریدی گئی چیزوں کا وہ شرعاً مالک نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر جعلی کرنسی کا کاروبار کرتا ہے تو خرید وفروخت کا معاملہ باطل ہے۔ اور اگر کوئی شخص مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے جعلی کرنسی سے کچھ مال خرید کرتا ہے تو جیسے ہی اسے اس کا علم ہو جائے وہ فریق ثانی کو اصلی کرنسی ادا کرے ورنہ وہ اس کا مقروض شمار ہوگا۔ جعلی کرنسی کا کاروبار کوئی نیا کاروبار نہیں ہے۔ پرانے زمانے میں جب سونے چاندی کے سکے ہوتے تھے اس وقت بھی شاطر قسم کے افراد یہ کاروبار کیا کرتے تھے۔ وہ غیر خالص سونے اور غیر خالص چاندی کے سکے ڈھال کر بازار میں بیچ دیتے تھے۔ ہادیان دین نے اپنے دور میں بھی اس کاروبار کو حرام قرار دیا تھا۔

ابو العباس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے جعلی درہم کے متعلق مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: اگر اہل شہر اس سے معاملہ کرتے ہیں تو پھر کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر شہر اور بازار والے اس سے معاملہ نہیں کرتے تو تم کو بھی اس سے معاملہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۴۷۴)

محقق حلی شرائع الاسلام میں لکھتے ہیں: اگر ملاوٹ شدہ درہم بازار میں سکہ رائج الوقت کی حیثیت سے چلتے ہوں اور ملاوٹ کی مقدار معلوم نہ ہو تو ان کے ساتھ خرید وفروخت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر

Presented by www.ziaraat.com

ان کا سکہ رائج الوقت ہونا معلوم ہو تو پھر ان سے معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ملاوٹ کی مقدار معلوم ہو تو پھر ان سے معاملہ کرنا جائز ہے۔ (شرائع الاسلام ج ۲، ص ۳۰۳)

آیت اللہ خمینی تحریر الوسیلہ میں رقمطراز ہیں: منسوخ شدہ کرنسی یا جعلی نوٹوں سے معاملہ کرنا حرام ہے اور ان سے سودا سلف لینا جائز نہیں ہے۔

۱۱۹۔ واجبات پر اجرت لینا

شیخ انصاری مکاسب میں لکھتے ہیں: مشہور قول یہ ہے کہ واجب عینی یا واجب کفائی کی ادائیگی پر اجرت لینا حرام ہے خواہ اس واجب کا تعلق نماز جیسے تعبدی امور سے ہو یا مُردوں کو دفن کرنے جیسے توصلی امور سے ہو۔ بعض علماء نے اس کی حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور یہ دلیل پیش کی ہے کہ عبادت کے لیے اخلاص کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ... انھیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔ (سورۂ بینہ: آیت ۵) اور یہ بات واضح ہے کہ جہاں اجرت لی جائے وہاں اخلاص ختم ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں واجبات پر حرمت کی ایک اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جو شخص واجبات پر اجرت لیتا ہے وہ واجب اس کی ملکیت ہی نہیں ہے اور جو چیز ملکیت سے خارج ہو اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مذکورہ دلائل میں نقص پایا جاتا ہے کیونکہ نوافل اور سنتی امور بھی عبادت میں شامل ہیں لیکن ان کی اجرت لینا بالاتفاق جائز ہے۔ لہٰذا عدمِ اخلاص کی دلیل کارگر نہیں ہے۔ نیز ہم دیکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کو اپنے فرزند اسماعیل کی طرف سے حج کرنے کے لیے اجیر مقرر کیا تھا۔ لہٰذا اگر واجبات کے لیے اجرت حرام ہوتی تو امام جعفر صادق علیہ السلام حج جیسے واجب کام کے لیے ایک شخص کو اجرت دے کر نہ بھیجتے اور جہاں تک عدم ملکیت کی دلیل کا تعلق ہے تو وہ بھی حرمت کا سبب نہیں بن سکتی کیونکہ اجرت دینے والا خاص وقت یا خاص جگہ یا خاص کیفیت کے لیے کسی کو اجیر مقرر کرتا ہے۔ وہ عمل کو اجیر کی صوابدید پر نہیں چھوڑتا۔ اسی لیے یہ دلیل بھی اتنی مضبوط نہیں ہے کہ اس پر کسی فعل کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا جا سکے۔

مؤلف عرض کرتا ہے:

امور تعبدی میں اخلاص کا تصور ممکن ہے اور اس مسئلے میں ممانعت کی کوئی روائی دلیل بھی موجود نہیں ہے اور قول کی شہرت حرمت کے لیے کافی نہیں ہے اور اجماع منقول قابل تمسک نہیں ہے اگرچہ احتیاط ترک اجرت میں ہے۔ والعلم عنداللہ

اس کے بعد شیخ انصاری فرماتے ہیں:

لیکن روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکلف کے لیے اذان یا وقت کے اعلان پر اجرت لینا جائز نہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

شہید ثانی کی شرح لمعہ اور شیخ طوسی کی الخلاف میں اس پر شہرت بلکہ اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند حضرت زید شہید نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے روایت کی ہے کہ ایک شخص امیرالمومنینؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں خدا کے لیے آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے اس سے فرمایا: لیکن میں خدا واسطے تجھ سے بغض رکھتا ہوں۔ اس نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: اس لیے کہ تو اذان اور تعلیم قرآن کی اجرت لیتا ہے اور میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ جو قرآن سکھانے کی اجرت لیتا ہے اس کے لیے آخرت میں کوئی اجر نہیں ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۴، ص ۶۶۶۔ ج ۱۷، ص ۱۵۷)

اس کے بعد شیخ انصاری لکھتے ہیں: سابقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت نماز اور گواہی کی اجرت لینا جائز نہیں ہے کیونکہ گواہوں کے متعلق قرآن مجید (کی سب سے لمبی آیت) میں آیا ہے: وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا یعنی جب گواہوں کو گواہی کے لیے طلب کیا جائے تو انکار نہ کریں۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۸۲)

یہ روایات اپنی جگہ پر مسلم ہیں لیکن فقہاء نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ قضاوت، فتوے اور اذان و اقامت جیسے امور کے لیے بیت المال سے تنخواہ لینا جائز ہے کیونکہ ان معاملات کا تعلق پورے اسلامی معاشرے سے ہے اور بیت المال بھی مسلمانوں کے معاش کا ذریعہ ہوتا ہے البتہ اس کے لیے اتنی شرط ضرور ہے کہ ضروریات سے زیادہ رقم نہ لی جائے۔ (مکاسب ج ۲، ص ۱۲۳)

مؤلف عرض کرتا ہے:

جہاں شبہ ہو وہاں احتیاط ضروری ہوتی ہے۔ فرمان نبویؐ ہے: وَمَنْ تَرَكَ الشُّبُهَاتِ نَجٰى مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ جس نے مشکوک اور مشتبہ باتوں کو چھوڑا وہ محرمات سے بچ گیا۔

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں: جو عمل مکلف پر واجب ہو اس کی اجرت لینا حرام ہے جیسا کہ واجب نماز کی اجرت لینا حرام ہے۔ احوط یہ ہے کہ فرض کفائی کی اجرت لینا بھی حرام ہے مثلاً مُردوں کے غسل، تکفین اور تدفین جیسے کاموں کی اجرت لینا حرام ہے۔ اگر "واجبِ توصلی" ہو مثلاً یہ کہ کوئی شخص مردے کو دفن کرنے کی اجرت تو نہ لے لیکن کسی مخصوص جگہ یا مخصوص کیفیت کے ساتھ دفن کرنے کی اجرت لے تو منع نہیں ہے جیسا کہ معالج کے لیے بہتر ہے کہ معالجہ کی اجرت نہ لے۔ اور واجب تعبدی ہو مثلاً میت کو غسل دینا تو اس کی اجرت لینا جائز ہے۔ حلال اور حرام سکھانا واجب ہے لہٰذا اس کی اجرت لینا حرام ہے لیکن تعلیم قرآن کی اجرت لینے میں کوئی عیب نہیں ہے جبکہ خط و کتابت سکھانے، خط پڑھنا سکھانے اور دیگر رائج علوم پڑھانے کی اجرت لینے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ واجب پر اجرت لینا حرام ہے سے مراد وہ "واجب" ہے جو اجیر پر بھی واجب ہو۔ اور اگر وہ اجیر پر واجب نہ ہو جو کسی دوسرے پر واجب ہو تو اس کی اجرت لینا حرام نہیں ہے جیسے کسی مرحوم کے حج، روزہ اور نماز (یا حاجی کے لیے قربانی یا طواف یا رمی جمرات بصورت یہ کہ وہ نیابت لینے کا مجاز ہو) کی اجرت لینا حرام نہیں ہوگی۔

(تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۴۹۹)

Presented by www.ziaraat.com

۱۲۰۔ چور بازاری

مسلمانوں سے خیانت کرنا اور انھیں نقصان پہنچانا حرام اور بدترین گناہ ہے۔

شیخ صدوق نے چور بازاری کی یہ تعریف کی ہے کہ اگر کوئی تاجر اپنے دلالوں یا ایجنٹوں کے ذریعے اپنے مال کو مقررہ قیمت سے مہنگا بیچے تو یہ چور بازاری ہے۔

شیخ انصاری رقمطراز ہیں کہ چور بازاری (بلیک مارکیٹ) کو اصطلاح فقہ میں نجش کہا جاتا ہے اور مشہور علماء کے مطابق یہ حرام ہے جیسا کہ صاحب حدائق نے لکھا ہے۔ نیز علامہ حلی نے اپنی کتاب منتھی میں اور محقق ثانی نے اپنی کتاب جامع المقاصد میں لکھا ہے کہ اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اس کی دلیل یہ روایت ہے: ابن سنان نے امام جعفر صادقؑ سے اور آپ نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ واشمہ اور موتشمۃ پر (سوئیاں چبھو کر بدن پر رنگدار نقش و نگار tattoo بنانے والا اور بنوانے والا) اور ناجش و منجوش پر زبان محمدؐ سے لعنت کی گئی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۳۳۷)

ناجش[۱] یعنی چور بازاری کے ذریعے سودا مہنگا بیچنے والے ایجنٹوں پر اور منجوش یعنی چور بازاری کرانے والے کاروباری پر لعنت ہے۔ (مثلاً جیسے بلڈرز اپنے ایجنٹوں کے ذریعے فلیٹ فروخت کرتے ہیں وغیرہ۔ وغیرہ)

اس کے بعد شیخ انصاری فرماتے ہیں: مصنوعی گرانی پیدا کرنا انتہائی قبیح ہے اور نقل سے بڑھ کر عقل اس کی مذمت کرتی ہے کیونکہ مصنوعی گرانی پیدا کرنا مسلمانوں کے ساتھ دھوکا اور جان بوجھ کر ان کو آزار پہنچانا ہے۔

آیت اللہ خوئی کے نزدیک بھی مصنوعی گرانی پیدا کرنا حرام ہے۔ انھوں نے شیخ انصاری کے دلائل نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مصنوعی گرانی پیدا کرنا شیعہ سنی دونوں مذاہب میں یکساں حرام ہے۔

(مصباح الفقاھۃ ج ۱، ص ۴۳)

بحث کی مناسبت سے ہم یہاں دو تاریخی واقعات پیش کرتے ہیں:

(۱) شیخ طوسی نے اپنی کتاب الخلاف کی تیسری جلد کے صفحہ ۳۵۴ پر لکھا ہے: ایک دن رسول اکرمؐ نے اپنے ایک صحابی عروہ بارقی کو ایک دینار دیا اور فرمایا کہ اس سے میرے لیے ایک دنبہ خرید لاؤ۔ عروہ دینار لے کر بازار گئے۔ وہاں انھوں نے ایک دینار کے دو دنبے خریدے۔ پھر ایک دنبے کو ایک دینار میں فروخت کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ واپس آئے اور ایک دنبہ اور ایک دینار رسول اکرمؐ کو پیش کیا اور دنبوں کی خرید و فروخت کی تفصیل بتائی۔ آنحضرتؐ نے اسے دعا دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے معاملہ گر ہاتھ میں برکت ہاتھ عطا فرمائے۔

ہمارے علمائے فقہ اس قصے کو ''معاملہ فضولی'' کے جواز کی دلیل جانتے ہیں لیکن ہم نے اس واقعے کو یہ ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ ہر شخص کو Open Market میں اپنی مرضی سے سودا بیچنے کی اجازت ہے اور اس کی آمدنی حلال ہے۔

۱۔ بغیر ارادۂ خریداری دوسروں کو پھنسانے کے لیے قیمت بڑھانے والا یا بولی دینے والا بھی ناجش ہے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

(۲) کافی جلد ۵ کے صفحہ ۱۶۱ پر امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق مرقوم ہے کہ آپ نے مصادف نامی شخص سے فرمایا کہ آج کل ہمارے اخراجات بڑھ گئے ہیں چنانچہ تم ہم سے ایک ہزار دینار لو اور اس سے سامان تجارت لے کر دوسرے تاجروں کے ساتھ سفر کرو۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس طرح سے ہمارے اخراجات پورے ہوسکیں۔ مصادف نے سامان تجارت خریدا اور تاجروں کے قافلے کے ہمراہ شام یا یمن کا سفر کیا۔ ابھی وہاں نہیں پہنچے تھے کہ انھوں نے ایک شخص سے اپنے سامان کی قیمت دریافت کی اور کہا کہ ہم فلاں فلاں چیزیں لائے ہیں۔ اس شہر میں ان کی کیا قیمت ہے؟ اس شخص نے کہا کہ جو سامان آپ لائے ہیں آج کل وہ یہاں کی مارکیٹ میں کمیاب ہے اور اس کے خریدار زیادہ ہیں۔ مصادف بیان کرتا ہے کہ جب ہم نے یہ سنا تو ہم نے آپس میں طے کیا کہ ہم اپنے سامان کو دگنے منافع پر بیچیں گے اور اس سے کم قیمت پر اپنا سامان نہیں بیچیں گے۔ چنانچہ ہم شہر پہنچے اور ہم نے دگنے منافع پر اپنا سامان فروخت کیا۔ پھر میں واپس مدینہ آیا اور امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے پاس رقم کی دو تھیلیاں تھیں۔ میں نے دونوں تھیلیاں امام کی خدمت میں پیش کیں اور عرض کیا کہ یہ ایک ہزار دینار کی تھیلی ہے۔ یہ آپ کا اصل سرمایہ ہے اور یہ دوسری بھی ایک ہزار دینار کی تھیلی ہے۔ یہ آپ کا منافع ہے۔ آپ کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا۔ آپ نے پوچھا: مصادف! کیا تم اتنا منافع کما لائے ہو؟

مصادف کہتا ہے کہ میں نے پورا واقعہ آپ کے گوش گزار کیا۔ واقعہ سن کر آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کیا تم نے مسلمانوں کو تنگ کرنے پر ایکا کرلیا تھا؟ مجھے ایسے منافع کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ نے ایک تھیلی اٹھائی اور فرمایا: مصادف! تلواروں کے سامنے جانا آسان ہے لیکن رزق حلال تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دونوں واقعات پڑھے۔ پہلے واقعے میں عروہ بارقی نے اوپن مارکیٹ میں دنبہ بیچا لیکن پہلے سے اس نے یہ طے نہیں کیا تھا کہ میں اسے دگنی قیمت پر فروخت کروں گا۔ اتفاق سے اسے دگنی قیمت مل گئی تو رسول خداؐ نے اسے جائز قرار دیا جبکہ دوسرے واقعہ میں تاجروں نے دگنی قیمت پر مال بیچنے پر ایکا کرلیا تھا[۱] اور لوگوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا تھا اسی لیے امام عالی مقام نے اس روش کی مذمت کی اور حاصل شدہ منافع لینے سے انکار کر دیا تھا۔

۱۔ جیسے ہمارے ہاں مثال کے طور پر مختلف دوا ساز کمپنی اور ٹرانسپورٹ کمپنی والے یا پیپر مل اور فلور مل اور شوگر مل والے یا سیمنٹ فیکٹری والے یا الیکٹرونکس کے تاجروں کی انجمن والے Cartel بنا لیتے ہیں۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

محرمات جنسی و ناموسی

۱۲۱۔ نشوز و شقاق

لغت میں نشوز حرکت اور قیام کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص بیٹھا ہوا ہو اور وہ کھڑا ہو جائے تو اس پر لفظ نشوز اور ناشز کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسلامی فقہ کی اصطلاح میں میاں بیوی کے نشوز کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کرنا چھوڑ دیں۔ میاں بیوی میں سے کوئی ایک فرائض ادا نہ کرے تو اسے ''نشوز'' کہا جاتا ہے اور اگر دونوں اسے چھوڑ دیں تو اسے ''شقاق'' کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: **وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا ○** اور جن عورتوں کی نسبت تمھیں معلوم ہو کہ نافرمانی کرنے لگی ہیں تو پہلے ان کو زبانی سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کردو۔ اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدو کوب کرو۔ اور اگر فرمانبردار ہو جائیں تو پھر ان کو اذیت دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو۔ بیشک خدا سب سے اعلیٰ اور بڑا ہے۔ (سورۂ نساء: آیت ۳۴)

نشوز اور شقاق اگر کسی شرعی وجہ کے بغیر ہو تو حرام اور گناہ ہے۔ اگر نافرمانی بیوی کی طرف سے ہو تو شوہر کو چاہیے کہ اسے نصیحت کرے اور اگر نصیحت کارگر نہ ہو تو شوہر کو چاہیے کہ بستر پر بیوی کی طرف پشت کر کے سوئے۔ اگر یہ حربہ بھی مؤثر ثابت نہ ہو تو بیوی کو زدو کوب کرے۔ اگر شوہر یہ محسوس کرے کہ بیوی پر نصیحت اور بستر کی جدائی کارگر نہیں ہوگی تو اسے تادیب کرے مگر اس طرح کہ بیوی کو زخم نہ آئیں یا اس کے جسم پر لال یا نیلے یا کالے نشان نہ پڑیں۔

قرآن مجید میں ہے: **وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ○** اور اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں اَن بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ وہ اگر صلح کرادینی چاہیں گے تو خدا ان میں موافقت پیدا کر دے گا۔ بیشک خدا سب کچھ جانتا اور سب باتوں سے خبردار ہے۔ (سورۂ نساء: آیت ۳۵)

Presented by www.ziaraat.com

اگر نشوز شوہر کی طرف سے ہو تو بیوی حاکم شرع کے پاس اس کی شکایت کرے اور حاکم کو بتائے کہ میرا شوہر اپنے فرائض ادا نہیں کر رہا۔ اس صورت میں حاکم کا فرض ہے کہ وہ شوہر کو بیوی کے حقوق ادا کرنے پر مجبور کرے۔ اگر نشوز میاں اور بیوی دونوں کی طرف سے ہو تو پھر حاکم حکم دے کہ شوہر اپنے خاندان میں سے اور بیوی اپنے خاندان میں سے ایک ایک منصف مقرر کریں۔ پھر منصف مل بیٹھیں اور ان کے درمیان صلح صفائی کرانے کی کوشش کریں۔ انجام کار اگر وہ سمجھیں کہ دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے ساتھ اچھی گزر سکتی ہے تو ان میں صلح کرا دیں اور اگر وہ سمجھیں کہ دونوں میں نباہ نہیں ہو سکتا تو پھر ان میں علیحدگی یا طلاق کرا دیں۔ پس جو وہ مناسب سمجھیں فیصلہ کریں اور ان کے فیصلے پر عمل درآمد کیا جائے۔

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں:

اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہو جائے اور جدائی کا خطرہ پیدا ہو جائے تو حاکم کو چاہیے کہ وہ دو منصف مقرر کرے، ایک شوہر کی طرف سے اور ایک بیوی کی طرف سے۔ اگر منصف محسوس کریں کہ دونوں میں صلح ممکن ہے تو ان میں صلح کرا دیں اور اگر صلح کسی طور ممکن نہ ہو تو ان میں جدائی کا فیصلہ کر دینا چاہیے۔ ان دونوں کی رائے کو زوجین پر نافذ کیا جائے گا۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۳۰۷)

نیز آپ لکھتے ہیں:

بیوی کے لیے شوہر کی نافرمانی حرام ہے۔ نافرمانی سے مراد یہ ہے کہ بیوی شوہر کے واجب حق کا انکار کرے ــــ مثلاً ہمبستری سے انکار کرے یا صاف ستھری نہ رہے تا کہ شوہر لذت اندوز نہ ہو سکے یا جب شوہر سنگھار کرنے کی فرمائش کرے تو بناؤ سنگھار نہ کرے یا شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جائے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا گھر سے باہر جانا حرام ہے لہٰذا جو بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جائے یا شوہر کی عزت نہ کرے وہ نافرمان متصور ہوگی۔ اگر بیوی غیر واجب امور مثلاً امور خانہ داری وغیرہ (جیسے گھر کی جھاڑ پونچھ، کپڑے سینا یا کھانا پکانا) میں اپنے شوہر کی اطاعت نہ کرے تو وہ نافرمان قرار نہیں پائے گی بجز مباشرت کے جس میں شوہر کی اطاعت کرنا بیوی پر واجب ہے۔ کبھی نشوز شوہر کی طرف سے ہوتا ہے مثلاً وہ بیوی پر ظلم کرتا ہے اور اس کے واجب حقوق ادا نہیں کرتا۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۳۰۵۔۳۰۶)

مؤلف عرض کرتا ہے:

اگر بیوی ناشزہ ہو تو وہ شوہر کی طرف سے نان نفقہ کی حقدار نہیں رہے گی اور اگر شوہر ناشز ہو تو بیوی پر مباشرت واجب نہیں رہے گی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

خدا کو یہ صدقہ بے حد پسند ہے کہ جب برادرانہ تعلقات ٹوٹ رہے ہوں تو کوشش کر کے ان میں صلح کرا دی جائے اور ان کے تعلقات کو ٹوٹنے سے بچایا جائے۔ (کافی ج ۲، ص ۲۰۹)

Presented by www.ziaraat.com

آپ نے اپنے ایک صحابی مفضل سے فرمایا تھا: اگر تم دیکھو کہ ہمارے دو شیعوں کے درمیان مال کی وجہ سے جھگڑا ہو رہا ہے تو جتنے مال کا قضیہ ہو اتنا مال میری طرف سے ادا کردو اور ان میں جھگڑا نہ ہونے دو۔
سابق الحاج راوی ہے کہ ایک میراث کی وجہ سے میرا اور میرے داماد کا جھگڑا ہوگیا۔ جب مفضل کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ہمیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ ہم اس کے گھر گئے۔ میرے اور میرے داماد کے درمیان چار سو درہم کا جھگڑا چل رہا تھا۔ مفضل نے چار سو درہم ادا کئے اور ہمارے درمیان مصالحت کرادی۔ جب ہم مطمئن ہوگئے تو مفضل نے کہا کہ یہ رقم میں نے اپنی جیب سے نہیں دی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے کچھ مال دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب ہمارے دو شیعوں میں مال کی وجہ سے جھگڑا ہو رہا ہو تو میری طرف سے مال دے کر ان میں مصالحت کرادینا۔ چنانچہ میں نے امام کا مال دے کر تمہارے درمیان مصالحت کرائی ہے۔

۱۲۲۔ زنا

باقی آسمانی ادیان کی طرح اسلام بھی اجتماعی عفت و پاکیزگی کی حفاظت کا علمبردار ہے۔ اسلام نے بے حیائی اور برائی کو روکنے کے لیے بہت سے اقدامات کئے ہیں۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایسا لباس نہ پہنا جائے جسے پہن کر انسان عریاں دکھائی دیتا ہو۔ اسلام نے خواتین پر حجاب فرض کیا ہے اور نگاہ و مصافحہ کو ناجائز قرار دیا ہے تاکہ جنسی جذبات کو بھڑکنے سے روکا جائے۔ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ اگر اسلامی تعلیمات پر پوری طرح عمل ہو تو ہر فرد بشر کی عزت و ناموس محفوظ رہ سکتی ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ناموس کے تحفظ کے لیے حجاب کی آیات نازل فرمائیں اور غیر شرعی نظر بازی سے روکا۔
الغرض اسلام نے حجاب و نگاہ کے بنیادی بند باندھے تاکہ زنا تک نوبت ہی نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف زنا سے منع نہیں کیا بلکہ ارشاد فرمایا: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ○ زنا کے قریب مت جاؤ۔ یقیناً وہ قابل نفرت برائی اور برا راستا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۳۲)
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ زنا سے بچو بلکہ اس کا مفہوم ہے "مقدمات زنا" سے بچو۔ جب لوگ مقدمات زنا سے بچیں گے تو پھر زنا نہیں کریں گے۔[1]
سورۂ فرقان آیت ۶۸ میں خدا نے اپنے پیارے بندوں کی جو علامات بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ وہ جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان دار کو مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے۔ اور جو یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔
واضح رہے کہ اس آیت میں زنا کو شرک اور قتل جیسے جرائم کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں: مَا زَنٰی غَيُوْرٌ قَطُّ غیرت مند ہرگز زنا نہیں کرتا۔ (نہج البلاغہ، کلمات قصار ۳۰۵) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَاتَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ظاہری اور پوشیدہ بے حیائیوں کے نزدیک تک نہ پھٹکو۔ (سورۂ انعام: آیت ۱۵۲) اس میں مرد اور عورت کی خفیہ دوستی بھی شامل ہے اور اللہ نے اس دوستی سے لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا (سورۂ بقرہ: آیت ۲۳۵) اور وَلَا مُتَّخِذِيْ اَخْدَانٍ (سورۂ مائدہ: آیت ۵) کہہ کر اہل ایمان کو اس سے روکا ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ زانی کے لیے چھ قسم کی سزائیں ہیں تین دنیا کی اور تین آخرت کی۔

دنیا کی سزائیں یہ ہیں:

(۱) زنا سے چہرے کا نور ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) زنا سے فقر و افلاس مسلط ہو جاتا ہے۔

(۳) زنا سے موت جلدی آتی ہے۔

آخرت کی سزائیں یہ ہیں:

(۱) زنا سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔

(۲) زنا حساب کی سختی کا موجب ہے۔

(۳) زنا ہمیشہ کی دوزخ کا سبب ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۵۷۱)

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں وہ شخص ہوگا جس نے اپنا نطفہ حرام رحم میں ڈالا ہوگا۔ (کافی ج ۵، ص ۵۴۱)

آپ فرماتے ہیں کہ زنا کرتے وقت زانی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے اور جب وہ اس سے فارغ ہوتا ہے تو اس کا ایمان لوٹ آتا ہے۔ اور اگر دوبارہ زنا کرتا ہے تو پھر اس کا ایمان چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ جو لوگ صغیرہ گناہوں کے سوا بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں ... (سورۂ نجم: آیت ۳۲) آپ نے فرمایا کہ فَوَاحِش سے مراد زنا اور چوری ہے اور لَمَم کا مطلب ہے کہ جب بندہ گناہ کا ارادہ کرے تو اس سے توبہ کرے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ان کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے: اے معلم خیر! ہمیں نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمھیں حکم دیا تھا کہ خدا کی جھوٹی قسم نہ کھاؤ جبکہ میں تمھیں حکم دے رہا ہوں کہ خدا کے نام کی سرے سے قسم نہ کھاؤ خواہ وہ سچی ہو یا جھوٹی۔ حواریوں نے عرض کیا کہ حضرت کچھ مزید ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تم کو حکم دیا تھا کہ زنا نہ کرو جبکہ میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ زنا کرنا تو دور کی بات ہے اپنے دل میں اس کا تصور بھی نہ لاؤ۔ اور یاد رکھو! جو اپنے دل میں زنا کا خیال کرتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو ایک آراستا پیراستا گھر میں آگ جلاتا ہے۔ اگر مکان آگ سے بچ بھی جائے تو اس کے دھوئیں سے مکان کی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے۔ (کافی ص ۵۴۲)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

صادق آلِ محمدؐ فرماتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ نے اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا تھا:

لوگو! بدترین زنا یہ ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر میں بدکاری کرے اور غیر کے نطفہ کو اپنے شوہر کا بیٹا بنا کر پیش کرے۔ ایسی بدکار عورت سے اللہ کلام نہیں کرے گا اور روزِ قیامت اس کی طرف نگاہ رحمت نہیں کرے گا اور اس کو دردناک عذاب ہوگا۔ (کافی ص۵۴۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ جو دوسروں کی ناموس تباہ کرے گا اس کی اپنی ناموس تباہ ہوگی۔ اور اگر اس کی ناموس تباہ نہ ہوئی تو اس کی اولاد کی ناموس تباہ ہوگی۔ پھر فرمایا: موسیٰ! پاک دامن بنو تاکہ تمہارا خاندان پاک دامن بن سکے۔ موسیٰ! اگر یہ چاہتے ہو کہ تمہارا گھر بابرکت بنے تو زنا سے دور رہو۔ موسیٰ! یاد رکھو! جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب علیؑ میں پڑھا کہ رسول اکرمؐ کا فرمان ہے: جب میری امت میں زنا کی کثرت ہوگی تو ان میں ناگہانی اموات کی کثرت ہو جائے گی۔

عبدالملک بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ جب کوئی زنا کرتا ہے تو ابلیس بھی اس گناہ میں اس کے ساتھ شریک ہوتا ہے[1] اور یوں بیک وقت دونوں زنا کرتے ہیں اور نطفہ ایک ہوتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۹، ص ۲۶۔ ثواب الاعمال ص ۳۳۵)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو یہ نصیحت فرمائی ہے:

زنا سے دور رہو۔ زنا سے رزق تنگ اور دین برباد ہو جاتا ہے۔

بے راہ روی کے خطرناک نتائج

قرآن مجید میں ہے کہ زنا کے قریب تک نہ پھٹکو کہ یہ ایک بے حیائی اور برا راستا ہے۔

مغرب میں جہاں عفت و پارسائی کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی اب وہاں بھی بے راہ روی کے بھیانک نتائج سامنے آنے لگے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں ہے کہ امریکا میں ایک سروے کے مطابق نوے فیصد لوگ جنسی امراض میں

۱۔ علامہ محمد جواد مغنیہ اپنی کتاب شیعہ اور جابر حکمران مطبوعہ مجمع علمی اسلامی میں لکھتے ہیں:

حجاج کا باپ یوسف، حجاج کی ماں کے پاس پہنچا اور اُس سے ملاپ کی خواہش کی تو اُس نے کہا کہ تم ابھی ابھی مجھ سے مل کر گئے ہو حالانکہ وہ نہیں ملا تھا۔ چنانچہ یوسف ایک نیک آدمی کے پاس گیا اور اُسے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اُس آدمی نے کہا:

''شیطان تیری شکل میں تیری بیوی سے مل کر گیا ہے جس سے وہ حاملہ ہوگئی ہے۔''

علامہ دمیری، حیات الحیوان جلد ا، صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی میں لکھتے ہیں:

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ شیطان حرث بن کلدہ کی صورت میں ظاہر ہو کر آیا تھا۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

مبتلا ہیں۔ ان میں سے تین لاکھ ساٹھ ہزار افراد ایک سال میں ہسپتالوں میں داخل ہوتے ہیں۔ اس ملک میں جنسی امراض کے علاج کے لیے چھ سو پچاس ہسپتال ہیں جبکہ پرائیویٹ علاج کرانے والوں کی تعداد ان ہسپتالوں میں علاج کرانے والوں سے ڈیڑھ گنا زیادہ ہے۔ (ج ۲۳، ص ۴۵ فارسی ایڈیشن)

کتاب ''قوانین جنسی'' کے صفحہ ۳۰۴ پر مرقوم ہے کہ امریکا میں ہر سال تیس سے چالیس ہزار بچے مقاربتی اور موروثی امراض سے مر جاتے ہیں۔ ٹی بی سے مرنے والوں کی تعداد کے بعد یہ اموات کی سب سے زیادہ تعداد ہے۔

روزنامہ کیہان انٹرنیشنل شمارہ ۵۳۵۶ میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں لکھا تھا کہ ڈاکٹر مولنز نے ـــ جو جنوبی لندن میں ڈاکٹری فرائض انجام دیتے ہیں ـــ اپنے ایک مقالے میں لکھا ہے کہ ہر سال لندن میں پچاس ہزار بچوں کا اسقاط ہوتا ہے جن میں سے پانچ فیصد بچوں کی ولدیت ہی معلوم نہیں ہوتی۔

روزنامہ اطلاعات شمارہ ۱۰۴۱۴ کے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ ۱۹۵۷ء میں امریکا میں دو لاکھ ایک ہزار سات سو ناجائز بچے پیدا ہوئے اور ہر سال اس میں پانچ فیصد کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سال چوالیس ہزار لڑکیوں نے بچوں کو جنم دیا اور ان میں سے ہر لڑکی کی عمر اٹھارہ برس سے کم تھی۔ پیرس میں ایک سروے کے مطابق ۴۳۵۱۵ بچوں میں سے ۴۱۴۵ ناجائز بچے پیدا ہوئے۔

مؤلف کہتا ہے:

یہ اعداد و شمار کتاب ہذا کی تالیف سے تیس سال پہلے کے ہیں جبکہ آج ناجائز بچوں کی تعداد دس گنا زیادہ ہے۔ آج کل مغربی ممالک بالخصوص فرانس میں قانونی بندھن (Wedlock) سے پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد حیرت انگیز طور پر بہت کم ہے۔ پچھلے دنوں اخبارات میں خبر چھپی تھی کہ فرانس کے (سابق) صدر شیراک نے اپنی نواسی کی سالگرہ میں شرکت کی جس کی ولدیت نامعلوم ہے۔

ہم اپنے ان مسلمان بھائیوں سے جو مغربی تہذیب کے گن گاتے رہتے ہیں پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا آپ کو مغرب کی بے راہ روی کا علم نہیں ہے؟ اور کیا آپ اس طرح کی ''آزاد خیالی'' کو اسلامی ممالک میں بھی لانا چاہتے ہیں؟ اقبالؔ نے اہل مغرب سے کہا تھا:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا

اسلام دین حکمت ہے۔ اسلام کے نزدیک پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ اسلام بیماری پیدا ہونے سے پہلے ہی ایسی احتیاطی تدابیر تجویز کرتا ہے کہ بیماری پیدا ہی نہ ہو۔ اسلام ناموس زن کا محافظ ہے۔ اسلام نے عفت اجتماعی کے تحفظ اور جنسی کجروی کے آگے بہت سے بند باندھے ہیں تاکہ بے راہ روی کا سیلاب ان سے ٹکرا کر واپس چلا جائے اور انسان کی روح پاک رہے، معاشرے میں امن اور نظم رہے اور نسلیں تباہی سے بچ جائیں۔

Presented by www.ziaraat.com

معاشرے کو بد نظمی اور کجروی سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ (اے رسولؐ) مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں کے سوا کسی پر اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں۔ (سورۂ نور: آیت ۳۱)

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ... اے نبیؐ! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنی چادریں اوڑھ لیا کریں تاکہ پہچان ہو جائے کہ یہ آزاد ہیں اور کوئی انھیں آزار نہ پہنچائے۔

(سورۂ احزاب: آیت ۵۹)

اس آیت میں اگرچہ ازواج رسولؐ سے خطاب ہے لیکن دوسری مسلمان عورتیں بھی اس کی مخاطب ہیں۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى اے نبیؐ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو کسی نامحرم سے نرم نرم باتیں نہ کیا کرو تاکہ جس شخص کے دل میں بیماری ہے وہ کوئی امید نہ پیدا کرلے اور ان سے دستور کے مطابق بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح اظہار تجمل نہ کرو۔ (سورۂ احزاب: ۳۲_۳۳)

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ جب تم نے ازواج رسولؐ سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے باہر کھڑے ہو کر مانگو۔ یہ عمل تمہارے دلوں کے لیے پاکیزگی کا باعث ہے اور ان کے دلوں کے لیے بھی پاکیزگی کا سبب ہے۔ (سورۂ احزاب: آیت ۵۳)

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا آپ مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔ جو کچھ عمل وہ کر رہے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے اور آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نامحرموں پر ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود بخود ظاہر ہو۔ (سورۂ نور: آیت ۳۰_۳۱)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اسلام نے عورتوں کو پردے کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ اپنی زینت کا غیروں پر اظہار نہ کریں۔ جب گھر سے باہر نکلا کریں تو لمبی چادر اوڑھ کر نکلیں اور جب نامحرم سے بات کرنا ہو تو عام دستور کے مطابق صاف طور پر بات کریں۔ نرم نرم لہجے میں نخرے سے بات نہ کریں تاکہ کوئی ان سے غلط امید پیدا نہ کرلے۔ پھر فرمایا کہ جب کسی مرد کو گھر میں بیٹھی ہوئی عورت سے کوئی چیز مانگنا ہو تو وہ گھر کے

Presented by www.ziaraat.com

اندر قدم نہ رکھے بلکہ گھر کے دروازے پر رک جائے اور وہیں پر کھڑا ہوکر پردے کے پیچھے سے چیز مانگے۔ نیز فرمایا کہ مردوں کو چاہیے کہ غیر محرم عورتوں کو دیکھتے ہی نظریں جھکا لیں۔ اور عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ الغرض اسلام نے اتنے بند باندھ کر زنا پر پابندی لگائی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اَلنَّظْرُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ وَكَمْ مِنْ نَظْرَةٍ اَوْرَثَتْ حَسْرَةً طَوِيْلَةً. تیر نظر ابلیس کا زہر آلود تیر ہے۔ کبھی کبھی ایک نظر طویل حسرت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۵۵۹)

مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَهُوَ يُصِيْبُ حَظًّا مِنَ الزِّنَا فَزِنَاءُ الْعَيْنِ النَّظْرُ وَ زِنَاءُ الْفَمِ الْقُبْلَةُ وَ زِنَاءُ الْيَدَيْنِ اللَّمْسُ صَدَقَ الْفَرْجُ اَمْ لَا. ہر شخص زنا کے کچھ نہ کچھ حصے کا ارتکاب کرتا ہے۔ نگاہ آنکھوں کا زنا ہوتا ہے۔ بوسہ منہ کا زنا ہوتا ہے۔ لمس ہاتھوں کا زنا ہے خواہ زنا واقعی انجام دے یا نہ دے۔ (ایضاً)

جو کسی نامحرم عورت کو دیکھے پھر آسمان کی طرف دیکھے اور آنکھوں کو جھکا لے اور دوبارہ عورت کے چہرے پر نظر نہ ڈالے تو اللہ تعالیٰ "حورعین" سے اس کا نکاح کرے گا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳، ص ۴۷۴)

ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ اللہ اس کے دل میں ایمان کا نور روشن کرے گا جس کی حلاوت کو وہ خود محسوس کرے گا۔ (ایضاً)

پہلی نگاہ جو بے اختیار پڑے وہ کوئی نقصان نہیں دیتی۔ دوسری نگاہ خطرناک اور تیسری نگاہ ہلاکت کا سبب ہے۔ (ایضاً)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

جو آدمی کسی عورت کو آنکھ بھر کر دیکھے، قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں آتش جہنم کی آتشیں سلائیاں پھیری جائیں گی اور جب تک لوگوں کے فیصلے ہوں گے وہ اسی حال میں کھڑا رہے گا۔ پھر خدا اسے دوزخ میں بھیج دے گا۔ (بحار الانوار ج ۷۳، ص ۳۶۶)

جو منکوحہ عورت نامحرم کو نظر بھر کر دیکھتی ہے خدا اس پر سخت غضب ناک ہوتا ہے اور اس کی تمام عبادتوں کو ضائع کر دیتا ہے۔ (ایضاً)

جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے ایسی جگہ رات بسر نہیں کرنی چاہیے جہاں نامحرم عورت کے سانسوں کی آواز آتی ہو۔ (الوسائل الشیعہ ج ۲۰، ص ۱۸۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی عورتوں سے بیعت لیتے تو ان سے یہ اقرار بھی لیتے کہ وہ کسی نامحرم کے ساتھ تنہائی میں نہیں بیٹھیں گی۔ (ایضاً)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیتے تو یہ اقرار بھی لیتے کہ وہ اپنے محارم کے سوا غیر مردوں سے بات نہیں کریں گی۔ (دعائم الاسلام ج ۲، ص ۲۱۴)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

۱۲۳۔ جن عورتوں سے رشتہ حرام ہے

محقق حلی لکھتے ہیں کہ حرمت ومحرمیت کے چھ اسباب ہیں :

(۱) نسب : نسب کی وجہ سے رشتہ حرام ہوتا ہے۔ سات طرح کی عورتوں کے ساتھ خون کے رشتے کی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہے :

(۱) ماں

(۲) دادی

(۳) نانی۔ اور یہ سلسلہ جتنا اوپر تک جائے۔

(۴) بیٹی اور اس کی بیٹیاں۔ پوتی اور اس کی بیٹیاں ۔ اور یہ سلسلہ جتنا نیچے تک جائے۔

(۵) بہن ۔ خواہ سگی ہو یا صرف مادری یا صرف پدری۔ اور بہن کی بیٹیاں ، پوتیاں اور نواسیاں۔ اور یہ سلسلہ جتنا نیچے تک جائے۔

(۶) پھوپھی۔ نیز ماں اور باپ کی پھوپھی۔ اور یہ سلسلہ جتنا اوپر تک جائے۔
خالہ۔ نیز ماں اور باپ کی خالہ۔ اور یہ سلسلہ جتنا بھی اوپر تک جائے ۔

(۷) بھتیجی۔ نیز اس کی پوتیاں اور نواسیاں۔ اور یہ سلسلہ جتنا نیچے تک جائے۔

جس طرح مردوں پر مذکورہ عورتیں حرام ہیں اسی طرح عورتوں پر یہ سات طرح کے مرد حرام ہیں :

(۱) باپ اور دادا۔ اور یہ سلسلہ جتنا اوپر تک جائے۔

(۲) نانا ۔ اور یہ سلسلہ جتنا اوپر تک جائے۔

(۳) بیٹا ۔ اور یہ سلسلہ جتنا نیچے تک جائے۔

(۴) بھائی ۔

(۵) بھائی کے بیٹے ، پوتے اور نواسے۔

(۶) بہن کے بیٹے ، پوتے اور نواسے۔

(۷) چچا اور ماموں نیز ماں اور باپ کے چچا اور ماموں۔ (شرائع الاسلام ج ۲ ، ص ۵۰۲)

(۲) رضاعت : رضاعت سے بھی رشتے حرام ہو جاتے ہیں۔ رضاعت کی کیفیت یہ ہے کہ بچہ کوئی غذا کھائے بغیر پندرہ مرتبہ (اور بعض فقہاء کے نزدیک دس مرتبہ) رضاعی ماں کا دودھ پئے ، چھاتی سے منہ لگا کر پئے یا پورے ایک دن رات دودھ پئے (اور بعض فقہاء کے مطابق اتنا دودھ پئے کہ اس کی ہڈیاں مضبوط ہوں اور گوشت بنے)۔ اس حکم کی دلیل وہ روایت ہے جس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے : یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ. جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں لہٰذا جن نسبی محرمات سے رشتہ حرام ہے رضاعت کی وجہ سے بھی ان سے رشتہ حرام ہے مثلاً رضاعی ماں ،

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

رضاعی بہن[1]، رضاعی پھوپھی، رضاعی خالہ وغیرہ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو قرابت کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔ (کافی ج ۵، ص ۴۳۷)

صادق آل محمدؑ سے رضاعت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رضاعت کی وجہ سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔ (ایضا)

مؤلف کہتا ہے: کتب حدیث میں اس مسئلے کی مکمل وضاحت موجود ہے اور فقہاء نے بھی رضاعت پر طویل بحثیں کی ہیں۔ ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسی بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۳) مصاہرہ: اس سے مراد یہ ہے کہ نکاح سے بھی عورت کی کچھ رشتے دار خواتین مرد پر حرام ہو جاتی ہیں اور مرد کے کچھ رشتے دار حضرات عورت پر حرام ہو جاتے ہیں۔ کچھ حرمتیں ایسی ہیں جو کہ مباشرت سے حرام ہو جاتی ہیں۔ شوہر پر بیوی کی ماں یعنی ساس اور اس کی ماں اور یہ سلسلہ جتنا اوپر تک جائے حرام ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح سے بیوی کے سابق شوہر سے اگر بیٹیاں ہوں تو وہ بھی موجودہ شوہر پر حرام ہو جاتی ہیں اور ان کا سلسلہ جتنا بھی نیچے آتا جائے وہ اس شوہر پر حرام رہیں گی۔ اور اگر ایک عورت اپنے شوہر سے طلاق لے کر کسی اور آدمی سے نکاح کرے تو اس سے جو بھی بیٹیاں پیدا ہوں گی وہ پہلے شوہر پر حرام ہوں گی۔ عورت کے لیے شوہر کے باپ یعنی خسر سے نکاح کرنا حرام ہے۔ یہ سلسلہ جتنا بھی اوپر تک جائے گا حرمت قائم رہے گی۔ نیز شوہر کے بیٹوں اور ان کی اولاد سے بھی اس کا نکاح حرام ہے۔ اور اگر صرف نکاح ہوا ہو اور شوہر نے اس سے صحبت نہ کی ہو تو وہ عورت اپنے خسر اور اس کی اولاد پر حرام ہوگی لیکن جب تک عقد باقی ہے، عورت کی پہلے سے موجود بیٹیاں شوہر پر حرام ہیں۔ اگر صحبت کے بغیر طلاق ہو جائے تو اس عورت کا شوہر اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے لیکن صحبت ہو یا نہ ہو عورت کی ماں شوہر پر حرام رہے گی اور ان کے درمیان محرم ہونے کا رشتہ قائم رہے گا۔

(۴) دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کرنا حرام ہے البتہ اگر پہلی بیوی کو طلاق ہو جائے یا مر جائے تو اس

۱۔ ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی نے اپنی کتاب تجلّی (مطبوعہ مجمع علمی اسلامی) میں رضاعی بہن بھائی کی شادی کا ایک دلچسپ قصہ نقل کیا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جب دودھ شریک بہن بھائی کی شادی کا چرچا سن کر دونوں خاندانوں کے لوگ لاٹھی پھرلے کر ایک دوسرے پر پل پڑے تو بالآخر یہ معاملہ عدالت تک پہنچا لیکن جج صاحبان شادی کے اس قضیے کو حل نہ کر سکے۔ بالآخر ڈاکٹر تیجانی سماوی کو بلایا گیا جنھوں نے تازہ تازہ شیعہ مذہب قبول کیا تھا۔ اور انھوں نے فقہ جعفری میں رضاعت کی شرائط بیان کر کے مسئلہ حل کر دیا اور جج صاحبان کو بتایا کہ ''دودھ شریک بہن بھائی کی شادی اس صورت میں حرام ہے جب دونوں نے پندرہ پندرہ مرتبہ دودھ پیا ہو اور ہر مرتبہ سیر ہو کر پیا ہو اور متواتر پیا ہو۔ درمیان میں کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پیا ہو یا اس دودھ سے بچے کے گوشت اور ہڈی بنے ہوں۔''

اس مسئلے میں جواز نکاح کے اس فیصلے کو ججوں اور فریقین نے جو سب فقہ مالکی کے پیروکار تھے بخوشی قبول کیا۔ (رضوانی)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

کے بعد اس کی بہن سے نکاح کرنا حلال ہے۔

(۵) افضاء: اگر کوئی آدمی نابالغ لڑکی سے شادی کرے تو بلوغت سے قبل اس سے ہمبستری کرنا حرام ہے اور اگر بلوغت سے قبل ہمبستری کرے اور افضاء ہو جائے تو اس لڑکی سے ہمبستری حرام ہو جاتی ہے لیکن وہ لڑکی بدستور اس کے نکاح میں رہتی ہے اور صحبت کے سوا شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ اس سے جنسی لذت حاصل کرے اور شوہر پر اس کا نان نفقہ واجب ہے۔

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں: لڑکی جب تک نو سال کی نہ ہو جائے اس سے ہمبستری کرنا حرام ہے۔ البتہ دوسری لذات حاصل کرنا جائز ہے۔

ان موارد کے علاوہ حرمت کے کچھ اور موارد بھی ہیں جنھیں ہم بالاختصار نقل کر رہے ہیں:

(۱) جو عورت عدت میں ہو اس سے دوران عدت نکاح کرنا جائز نہیں ہے خواہ عدت طلاق بائن کی ہو یا طلاق رجعی کی ہو۔ عدت خواہ نکاح دائم کی ہو یا نکاح منقطع کی ہو یا وطی بالشبہہ کی ہو یا وفات کی ہو۔ اگر عدت کے دوران نکاح کیا جائے اور میاں بیوی دونوں کو علم ہو کہ یہ ایام، ایام عدت ہیں اور یہ بھی جانتے ہوں کہ عدت میں نکاح حرام ہے یا ان میں سے ایک فریق کو حرمت کا علم ہو تو ایسی عورت مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی اور اگر مباشرت نہ ہوئی ہو تو عورت ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوگی۔ اسے چاہیے کہ عدت کے بعد نیا نکاح کرے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۲۸۲)

اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے خواہ اس نے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو عورت پر چار ماہ دس دن کی عدت واجب ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳، ص ۵۰۸)

(۲) اگر کوئی شخص کسی منکوحہ عورت سے نکاح کرے اور اسے معلوم ہو کہ یہ منکوحہ ہے تو وہ عورت ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جائے گی خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور اگر اسے معلوم نہ تو وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوگی البتہ اگر صحبت کی ہو تو پھر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۲۸۳)

(۳) اگر کوئی شخص منکوحہ عورت سے زنا کرے تو وہ اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

(۴) اگر کوئی شخص کسی لڑکے کے ساتھ بدفعلی کرے تو فاعل پر مفعول کی ماں، بہن اور بیٹی حرام ہوں گی لیکن مفعول اگر چاہے تو فاعل کی ماں، بہن اور بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص حالت احرام میں نکاح کرے تو وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگی لیکن اگر اسے مسئلے کا علم نہ ہو اور نکاح کرلے تو عقد باطل ہوگا البتہ عورت مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوگی۔

(۶) جس شخص کے عقد میں پہلے سے چار دائمی نکاح والی عورتیں ہوں اس کے لیے کسی اور عورت سے دائمی نکاح کرنا حرام ہے۔

(۷) جس شخص نے عورت کو تین طلاقیں دی ہوں، اس کے لیے چوتھی مرتبہ اس عورت سے نکاح کرنا حرام

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ البتہ عدت کے بعد عورت کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرے اور وہ آدمی صحبت کرنے کے بعد اپنی مرضی سے اس عورت کو طلاق دے یا مر جائے تو سابق شوہر اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

(۸) اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے لعان کیا ہو (یعنی قسم کھائی ہو کہ وہ آئندہ اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کرے گا) تو لعان شدہ عورت مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

(۹) کافر عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اہل کتاب یعنی یہودی، عیسائی اور مجوسی (زرتشتی) عورتوں سے دائمی نکاح کرنا بھی حرام ہے۔ البتہ متعہ (ازدواج موقت) کرنا جائز ہے۔ ایک قول کے مطابق مجوسی عورت سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اسی طرح سے مسلمان عورتوں سے کفار ومشرکین کا نکاح حرام ہے۔

(۱۰) نکاح کے بعد اور صحبت سے پہلے میاں بیوی میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے یعنی دین سے نکل جائے تو اسی وقت ان کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ مرد کو آدھا مہر دینا ہوگا اور اگر دخول کے بعد مرتد ہو جائیں تو نکاح باطل ہو جائے گا البتہ حق مہر باقی رہے گا کیونکہ مہر کا تعلق جنسی تعلق سے ہے۔ اگر ارتداد ایسے شخص کی طرف سے ہوا ہو جو مسلمان زادہ ہو تو اس کا نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا اگرچہ دخول بھی ہو چکا ہو کیونکہ ایسا شخص مرتد فطری کہلاتا ہے اور مرتد فطری کی توبہ قبول نہیں ہے۔

آیت اللہ خوئی فرماتے ہیں: اگر عورت یا مرد دخول سے قبل مرتد ہو جائیں تو ان کا نکاح باطل ہو جائے گا۔ اور دخول کے بعد اگر کوئی مسلمان زادہ مرتد ہو جائے تو ان کا نکاح باطل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت ہو تو فقہاء میں یہ مشہور ہے کہ فسخ نکاح عدت گزرنے کے ساتھ مشروط ہے۔ پھر فرماتے ہیں: یہ محل اشکال ہے اور احتیاط کو ترک نہ کیا جائے۔ **(منہاج الصالحین ج ۲، ص ۲۷۰)**

(۱۱) بیوی کی اجازت کے بغیر اس کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(۱۲) نکاح شغار باطل (اور حرام) ہے۔ نکاح شغار یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کہے کہ تو اپنی بہن یا بیٹی کی شادی مجھ سے کردے اور میں اس کے بدلے (مہر کی بجائے) اپنی بہن یا بیٹی کی شادی تجھ سے کردوں گا۔

(۱۳) اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس پر حرام ہوں گی۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی ساس یا سالی سے زنا کرے تو اس کی بیوی اس پر حرام نہ ہوگی۔

(۱۴) اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے تو وہ عورت زانی کے باپ اور بیٹے پر حرام ہوگی۔

(۱۵) باپ دادا کی مدخولہ سے نکاح کرنا اور اسی طرح سے بیٹے یا پوتے کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(۱۶) بیوی کی ماں اور نانی اور دادی سے نکاح یا متعہ کرنا حرام ہے خواہ بیوی سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔

(۱۷) مدخولہ بیوی کی بیٹیوں سے اور نواسیوں سے نکاح حرام ہے۔ اور اگر بیوی شوہر سے طلاق لے کر کسی اور مرد سے شادی کرے اور اس سے اسے بیٹیاں پیدا ہوں تو بھی وہ بیٹیاں پہلے شوہر پر حرام ہیں۔

(۱۸) مسلمان بیوی کی موجودگی میں یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح کرنا حرام ہے لیکن بیوی کی رضامندی

Presented by www.ziaraat.com

سے جائز ہے۔

(۱۹) ناصبی (دشمن محمدؐ و آل محمدؐ) عورت سے نکاح کرنا حرام ہے اور ناصبی مرد کو رشتہ دینا بھی حرام ہے۔

(۲۰) جس جگہ مسلمان عورت یا مسلمان مرد کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہو اس جگہ نکاح کرنا حرام ہے۔

چند اسباب حرمت بزبان امام محمد تقیؑ

اس گفتگو کا پس منظر یہ ہے کہ مامون نے اپنے کچھ سیاسی اہداف کے لیے اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح امام محمد تقی علیہ السلام سے کرنے کا ارادہ کیا۔ بنی عباس کے بزرگوں نے اس نکاح کی مخالفت کی اور کہا کہ (حضرت) محمد بن علی (علیہ السلام) ابھی نوخیز جوان ہیں اور ان کی تعلیم بھی مکمل نہیں ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں اس رشتے سے ہمارے خاندان سے لباس افتخار چھن جائے گا۔ مامون نے کہا کہ آپ حضرات غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اس خاندان کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ انھیں دنیا میں کسی سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ خدا کی طرف سے تعلیم یافتہ ہیں اور اگر آپ لوگوں کو میری بات کا یقین نہ آئے تو انھیں آزما کر دیکھ لیں بنی عباس کے بزرگوں نے کہا کہ ہم ان کا امتحان لیں گے۔ پھر انھوں نے اس وقت کے سب سے بڑے قاضی یحییٰ بن اکثم سے کہا کہ اگر تم محمد تقی (علیہ السلام) کو علم کے میدان میں مات دے دو تو ہم تمھیں منہ مانگا انعام دیں گے۔ القصہ مامون نے اپنے دربار میں ایک جلسہ تشکیل دیا اور امام محمد تقی علیہ السلام کو اپنے پہلو میں بٹھایا اعیان سلطنت اور اس عہد کے نامور علماء اس جلسے میں شریک ہوئے۔ مامون کی اجازت سے گفتگو کا آغاز ہوا اور قاضی یحییٰ بن اکثم نے امام محمد تقی علیہ السلام سے کہا: بتایئے اگر حالت احرام میں کوئی شخص شکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام نے فرمایا کہ تمہارا سوال مجمل ہے۔ تم نے وضاحت ہی نہیں کی کہ شکاری نے کہاں شکار کیا۔ حدود حرم میں یا حدود حرم سے باہر؟ شکاری شکار کی حرمت جانتا تھا یا نہیں؟ شکاری نے جانتے بوجھتے شکار کیا یا غلطی سے کیا؟ شکاری آزاد تھا یا غلام؟ شکاری بالغ تھا یا نابالغ؟ اس نے پہلی بار شکار کیا تھا یا اس سے پہلے بھی کر چکا تھا؟ اس نے پرندہ مارا تھا یا جانور؟ پرندہ اور جانور بڑا تھا یا چھوٹا؟ شکاری اپنے فعل پر نادم ہے یا نہیں؟ شکار دن میں کیا یا رات کی تاریکی میں؟ شکاری نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا یا حج کا؟ تم ایک ایک شق جدا کرتے جاؤ میں ہر شق کا جواب دیتا جاؤں گا۔ جب قاضی نے یہ تفصیل سنی تو پریشان ہوگیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ پھر مامون نے امام سے کہا کہ فرزند رسولؐ! اب آپ قاضی سے سوال کیجیے۔ امام علیہ السلام نے قاضی سے کہا: ایک آدمی نے ایک عورت پر دن کے اول حصے میں نگاہ ڈالی تو اس کے لیے عورت کو دیکھنا حرام تھا۔ پھر کچھ دیر بعد اس عورت کو دیکھنا اس کے لیے حلال ہوگیا۔ ظہر کے وقت وہ عورت اس پر حرام ہوگئی اور عصر کے وقت پھر حلال ہوگئی۔ غروب آفتاب کے وقت وہ اس پر حرام ہوگئی اور نماز عشاء کے وقت حلال ہوگئی۔ نصف شب کو وہ عورت اس آدمی پر پھر حرام ہوگئی اور طلوع فجر کے وقت حلال ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد پھر حرام ہوگئی

Presented by www.ziaraat.com

اور ظہر کے وقت پھر حلال ہوگئی۔ آپ یہ بتائیں کہ ایک عورت ایک آدمی پر اتنی بار حلال اور حرام کیسے ہوئی ؟ قاضی یحییٰ نے یہ سنا تو اس کی سٹی گم ہوگئی۔ اس نے کہا: فرزند رسولؐ! آپ خود ہی اس کا جواب دیں۔ امام نے فرمایا کہ سنو! ایک آدمی نے دن کے پہلے حصے میں کسی شخص کی کنیز کو دیکھا تو وہ اس پر حرام تھی۔ پھر اس نے کنیز کو خرید لیا تو وہ اس کے لیے حلال ہوگئی۔ پھر اسے کنیزی سے آزاد کردیا تو وہ اس پر حرام ہوگئی۔ پھر اس نے اس سے نکاح کرلیا تو وہ حلال ہوگئی۔ پھر اس آدمی نے اس سے ظہار کیا تو وہ حرام ہوگئی۔ اس نے ظہار کا کفارہ دیا تو وہ پھر حلال ہوگئی۔ اس نے اسے طلاق دیدی تو وہ حرام ہوگئی۔ پھر اس نے طلاق سے رجوع کرلیا تو حلال ہوگئی۔ پھر آدمی مرتد ہوگیا تو وہ اس پر حرام ہوگئی۔ پھر اس نے توبہ کی تو وہی عورت اس کے لیے حلال ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عورت ایک مرد کے لیے اتنی بار حلال بھی ہوئی اور حرام بھی۔ (تحف العقول ص ۴۵۱)

جب قاضی یحییٰ شکار کے مسئلے کا کوئی جواب نہ دے سکا تو مامون نے امام سے کہا کہ آپ ہی اس مسئلے کی تفصیل بیان فرمائیں چنانچہ امام نے اس مسئلے کا شق وار کفارہ بیان کیا۔ (وسائل الشیعہ، ج ۱۳، ص ۱۴)

۱۲۴۔ حرمت عزل

بیوی کی اجازت کے بغیر رحم سے باہر منی گرانے کو "عزل" کہا جاتا ہے۔ علامہ حلی لکھتے ہیں کہ بیوی کی اجازت کے بغیر رحم سے باہر منی گرانا حرام ہے اور جو آدمی ایسا کرے اسے چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو نطفہ کی دیت یعنی دس مثقال طلائی ادا کرے۔ البتہ اگر نکاح کے وقت آدمی نے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ نطفہ رحم سے باہر خارج کرے گا تو پھر دیت لازم نہیں آئے گی۔ (القواعد ج ۳، ص ۴۹-۵۰)

۱۲۵۔ لواطت

مردوں کا مردوں سے جنسی تسکین حاصل کرنا لواطت کہلاتا ہے۔ یہ زنا سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی پوری قوم کو اس فعل بد کی وجہ سے ہلاک کیا تھا اور ان کی بستی کو اجاڑ دیا تھا۔ لواطت کی دنیاوی سزا بھی زنا کی سزا سے زیادہ سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر قوم لوط کی بربادی کا واقعہ بیان کیا ہے۔ سورۂ اعراف کی آیات ۸۰ سے ۸۴ تک کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں نذر کیا جاتا ہے:

"جب لوط نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو جو تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے نہیں کیا یعنی خواہش نفسانی کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو۔ تم لوگ تو حد سے گزر جانے والے ہو۔ ان لوگوں سے اس کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو آپس میں بولے کہ ان لوگوں (یعنی حضرت لوطؑ اور ان کے گھر والوں) کو اپنی بستی سے نکال دو کہ یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں تو ہم نے

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا مگر ان کی بیوی (نہ بچی) کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں تھی۔اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔سو دیکھ لو کہ گنہگاروں کا کیسا برا انجام ہوا۔''

اس واقعہ کو مزید وضاحت کے ساتھ سورۂ ہود میں بیان کیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور ان کو (اولاد کی) خوشخبری بھی مل گئی تو وہ قوم لوط کے بارے میں ہم سے بحث کرنے لگے۔ بیشک ابراہیم بڑے بردبار، نرم دل اور ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے۔ (ہم نے کہا) اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو۔تمہارے پروردگار کا حکم آپہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے جو آکر رہے گا۔اور جب ہمارے فرشتے (مہمان بن کر لڑکوں کی صورت میں) لوط کے پاس آئے تو وہ ان کے آنے سے غمناک اور تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے۔ اور لوط کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے ہی سے بدفعلی میں گرفتار تھے۔لوط نے کہا کہ اے لوگو! یہ جو میری بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے (جائز اور) پاک ہیں۔تو خدا سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو۔کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں؟ وہ بولے تم کو معلوم ہے کہ تمہاری بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں اور جو ہماری غرض ہے اسے تم خوب جانتے ہو۔لوط نے کہا اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میرا کوئی مضبوط پشت پناہ ہوتا۔تب فرشتوں نے کہا کہ لوط ہم تمہارے پروردگار کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔تم کچھ رات گزرنے کے بعد اپنے گھر والوں کو لے کر بستی سے نکل جاؤ اور تم میں سے کوئی شخص مڑ کر پیچھے نہ دیکھے۔مگر تمہاری بیوی کہ جو آفت ان لوگوں پر پڑنے والی ہے وہی اس پر پڑے گی۔ان کے عذاب کے وعدے کا وقت صبح ہے اور کیا صبح کچھ دور ہے؟ تو جب ہمارے فیصلے کا وقت آپہنچا تو ہم نے اس بستی کو تہہ و بالا کر دیا اور ان پر پتھر اور کنکر کی لگاتار بارش برسائی۔ ان میں کا ہر پتھر تمہارے پروردگار کے ہاں نشان زدہ تھا اور ان ظالموں سے یہ سزا کچھ دور نہیں۔''

(ترجمہ آیات: ۷۴ تا ۸۳)

قوم لوط پر عذاب کا واقعہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل، میکائیل، اسرافیل اور کروبیل علیہم السلام کو قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا تو وہ اجنبیوں کی طرح حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے اور انھیں سلام کیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے ان کے نورانی چہرے کو دیکھا تو دل ہی دل میں بولے کہ مجھے بنفس نفیس ان مہمانوں کی تواضع کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ ان کو اپنے گھر لے آئے۔آپ نے ایک بچھڑا ذبح کیا اور اسے پکا کر مہمانوں کے سامنے پیش کیا لیکن جب آپ نے دیکھا کہ مہمانوں نے ہاتھ ہی کھانے کی طرف نہیں بڑھائے تو آپ کچھ پریشان ہوگئے۔اتنے میں جبریلؑ نے اپنے سر سے عمامہ ہٹایا۔حضرت ابراہیمؑ نے ان کو پہچان لیا اور فرمایا اچھا تم جبریلؑ ہو؟ جبریلؑ نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر انھوں نے آپ کی زوجہ حضرت سارہ کو بیٹے کی خوشخبری دی۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت سارہ نے ازراہ تعجب کہا کہ اب میں کیا ماں بنوں گی ؟ ! اب تو میں بوڑھی ہوچکی ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہوچکے ہیں۔ فرشتوں نے کہا: آپ تعجب کیوں کر رہی ہیں ؟ آپ کے خاندان پر اللہ کی رحمت اور برکت ہے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے ان سے ان کی آمد کا مقصد دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ ہم قوم لوط کو برباد کرنے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اگر وہاں ایک سو مومن ہوئے تو کیا تم انھیں بھی گنہگاروں کے ساتھ ہلاک کر دوگے ؟ جبریلؑ نے کہا: نہیں۔ اگر وہاں ایک سو مومن ہوتے تو ہم عذاب کے لیے ہی نہ جاتے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ اگر وہاں تیس مومن ہوئے تو کیا انھیں ہلاک کر دو گے ؟ جبریلؑ نے کہا: نہیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے کہا اگر بیس مومن ہوئے تو کیا انھیں ہلاک کرو گے ؟ جبریلؑ نے کہا: نہیں۔ الغرض حضرت ابراہیمؑ تعداد کو گھٹاتے گئے اور جبریلؑ ہر بار نفی میں جواب دیتے گئے۔ آخر میں آپ نے جبریلؑ سے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ اگر اس بستی میں ایک مومن ہوا تو کیا تم اس بستی کو ہلاک کردو گے ؟ جبریلؑ نے کہا: نہیں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ لوطؑ تو وہاں پر موجود ہیں۔ جبریلؑ نے کہا کہ ہمیں وہاں رہنے والوں کا پورا پورا علم ہے۔ ہم لوطؑ کی بیوی کے سوا لوط اور اس کے پورے خاندان کو نجات دیں گے۔ پھر وہ چاروں فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس سے اٹھ کر حضرت لوطؑ کے پاس آئے۔ وہ گاؤں کے قریب زراعت میں مصروف تھے۔ فرشتوں نے ان کو سلام کیا۔ انھوں نے ان اجنبیوں کے سلام کا جواب دیا۔ جب آپ نے ان اجنبیوں کے نورانی چہرے دیکھے تو انھیں اپنے گھر مہمانی کی دعوت دی جسے انھوں نے منظور کرلیا۔ حضرت لوطؑ ان کو لے کر اپنے گھر کی طرف چل دیئے۔ راستے میں حضرت لوطؑ کو خیال آیا کہ یہ میں نے کیا کیا ؟ ! مجھے تو اپنی قوم کی بے حیائی کا علم ہے۔ پھر آپ نے مہمانوں سے کہا کہ آپ لوگ خدا کی بدترین مخلوق کی طرف جا رہے ہیں۔ جبریلؑ نے کہا کہ ہم اس وقت تک جلدی نہیں کریں گے جب تک حضرت لوطؑ اپنی قوم کے خلاف تین بار گواہی نہ دیدیں۔ راستے میں حضرت لوطؑ نے تین بار اپنی قوم کے بدترین مخلوق ہونے کی گواہی دی۔ پھر وہ حضرت لوطؑ کے گھر پہنچ گئے۔ آپ نے مہمانوں کو بٹھایا۔ حضرت لوطؑ کی بیوی مہمانوں کو دیکھنے کے لیے چھت پر گئی۔ جب اس نے خوبصورت لڑکوں کو دیکھا تو چاہا کہ اپنی قوم کو ان کی آمد کی اطلاع دے۔ چنانچہ اس نے تالی بجائی لیکن کسی نے تالی کی آواز پر توجہ نہیں دی۔ پھر وہ نیچے آئی اور اس نے گھر میں آگ جلائی۔ لوگوں نے گھر سے دھواں اٹھتا دیکھا تو سمجھ گئے کہ حضرت لوطؑ کے ہاں مہمان آئے ہیں۔ لوگ بے تحاشا حضرت لوطؑ کے گھر کی طرف دوڑے آئے۔ حضرت لوطؑ کی بیوی نے ان سے کہا کہ آج حضرت لوطؑ کے ہاں بڑے خوبصورت مہمان آئے ہیں، اتنے خوبصورت آدمی میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھے۔ ان لوگوں نے حضرت لوطؑ کے گھر میں داخل ہونا چاہا تو حضرت لوطؑ دروازے پر کھڑے ہوگئے اور ان سے کہنے لگے کہ خدا سے ڈرو اور مجھے اپنے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں ہے؟ پھر آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ یہ میری بیٹیاں موجود ہیں۔ تم ان سے نکاح کرو کہ یہ حلال اور جائز کام ہے۔ یہ تمہارے لیے پاک ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

لوگوں نے کہا کہ خواہ مخواہ کی باتیں نہ بناؤ۔ تم کو ہماری آمد کا مقصد معلوم ہے۔ ہمیں تمہاری بیٹیوں کی حاجت نہیں ہے۔ اس وقت حضرت لوطؑ بہت پریشان ہوئے اور بولے کہ اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میرا کوئی مضبوط پشت پناہ ہوتا۔ جب لوگ ہجوم کرکے آگے بڑھے اور زبردستی حضرت لوطؑ کے گھر میں داخل ہوئے تو وہ گھبرا گئے۔ جبرئیلؑ نے ان سے کہا کہ آپ ہٹ جائیں، انھیں اندر آنے دیں۔ جب وہ لوگ گھر کے اندر آگئے تو جبرئیلؑ نے انگلی سے اشارہ کیا تو وہ سب کے سب اندھے ہوگئے۔ پھر جبرئیلؑ نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ ہم خدا کے نمائندے ہیں۔ آپ کوئی فکر نہ کریں۔ آپ آدھی رات کے وقت اپنے گھر والوں کو لے کر اس بستی سے چلے جائیں۔ ہم اس قوم کو برباد کر دیں گے۔ حضرت لوطؑ نے کہا: جبرئیلؑ! اس قوم کو جلدی برباد کردو۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ ان کی بربادی کے لیے صبح کا وقت مقرر ہوا ہے اور صبح ہونے میں دیر ہی کتنی ہے؟ چنانچہ حضرت لوطؑ اپنے گھر والوں کو لے کر اس بستی سے نکل گئے اور ان کے جانے کے بعد فرشتوں نے اس بستی کو سات طبقات زمین سمیت اس زمین سے جدا کر دیا اور اسے اتنا اوپر لے گئے کہ ان کے مرغوں اور کتوں کی آوازیں آسمان دنیا والوں نے سنیں۔ تہہ و بالا کرنے کے بعد فرشتوں نے اس بستی کو اس کے باشندوں سمیت الٹ دیا اور ان پر پتھروں کی بارش برسائی گئی (اور ان کو حرف غلط کی طرح سے مٹا دیا گیا)۔ (کافی ج ۵، ص ۵۴۶)

لواطت کی سزا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ مَاتَ مُصِرًّا عَلَى اللِّوَاطِ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَرْمِيَهُ اللّٰهُ بِحَجَرٍ مِنْ تِلْكَ الْحِجَارَةِ تَكُوْنُ فِيْهِ مَنِيَّتُهُ وَلَا يَرَاهُ اَحَدٌ. جو شخص لواطت پر اصرار کرے گا تو خدا اسے بھی قوم لوط کی طرح ہلاک کرے گا۔ موت کے وقت اس پر قوم لوط پر برسائے گئے پتھروں میں سے ایک پتھر برستا ہے جس سے وہ مر جاتا ہے اور اس پر برسنے والا پتھر لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا (اور مرنے کے تین دن بعد ملائکہ اسے قبر سے نکال کر قوم لوط کی وادی میں منتقل کر دیتے ہیں)۔ (کافی ج ۵، ص ۵۴۶)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَبَّلَ غُلَامًا مِنْ شَهْوَةٍ اَلْجَمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ. جو شخص لڑکے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لے گا خدا قیامت کے دن اس کے منہ میں دوزخ کی لگام چڑھائے گا۔ (کافی ج ۵، ص ۵۴۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ لواطت زنا سے بڑا گناہ ہے کیونکہ اللہ نے لواطت کی وجہ سے ایک قوم کو ہلاک کیا جبکہ اس نے زنا کی وجہ سے کسی قوم کو ہلاک نہیں کیا۔ (کافی ج ۵، ص ۵۴۳)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی لڑکے سے بدفعلی کرے گا وہ قیامت کے دن حالت جنابت میں پیش ہوگا۔ اسے دنیا کا پانی پاک نہیں کرسکتا۔ اللہ اس پر غضبناک ہوگا۔ اللہ نے اس پر لعنت کی ہے اور اس کے لیے دوزخ کا بدترین ٹھکانا تیار کیا ہے۔ جب مرد، مرد سے بدفعلی کرتا ہے تو عرش الٰہی کانپ

Presented by www.ziaraat.com

جاتا ہے۔ اللہ قیامت کے دن مفعول کو دوزخ کے پل پر روک دے گا یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب کتاب ہو جائے۔ پھر اسے دوزخ کے ہر طبقے میں لے جایا جائے گا اور آخر میں سب سے نچلے طبقے میں ڈال دیا جائے گا جہاں سے اسے نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔ (کافی ج ۵، ص ۵۴۴)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اَللِّوَاطُ مَا دُوْنَ الدُّبُرِ وَالدُّبُرُ هُوَ الْكُفْرُ. لڑکوں سے عشق لڑانا[1] لواطت ہے اور ان سے وطی فی الدبر کفر ہے۔ (ایضاً)

مفعول کی سزا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خوشی سے اپنے آپ کو لواطت کے لیے پیش کرے تو اللہ اس میں عورتوں کی طرح مفعولیت کی شہوت پیدا کر دیتا ہے۔ (ایضاً ص ۵۴۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم جنس پرست مرد Gay اور ہم جنس پرست عورت Lesbian پر لعنت کی ہے۔ (ایضاً ص ۵۵۰)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

۱۲۶۔ چپٹی

جس طرح مرد کا مرد سے ملذذ ہونا حرام ہے اسی طرح عورت کا عورت سے ملذذ ہونا بھی حرام ہے۔ جس طرح لواطت میں فاعل اور مفعول دونوں قابل نفرت ہیں اسی طرح چپٹی میں شریک دونوں عورتیں بھی قابل نفرت ہیں۔

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ نُوحٍ وَّ اَصْحَابُ الرَّسِّ (سورۂ ق: ۱۲) کی آیت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ "رس" سے مراد مساحقت ہے۔ ایک عورت کا دوسری عورت سے جنسی تسکین حاصل کرنا مساحقت ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۵۵۱)

اسحاق بن جریر کا بیان ہے کہ ایک عورت نے مجھ سے کہا کہ تم امام جعفر صادق علیہ السلام سے میرے لیے اجازت حاصل کرو۔ امام نے اجازت دی تو وہ اپنی کنیز کو ساتھ لے کر امام کی خدمت میں باریاب ہوئی۔ اس نے امام سے زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ (سورۂ نور: آیت ۳۵) کے متعلق پوچھا تو امام نے فرمایا:

اللہ نے یہ مثالیں درختوں کے لیے بیان نہیں کیں بلکہ انسانوں کے لیے بیان کی ہیں۔ تم جو پوچھنا

۱۔ ابن جوزی تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں: صوفیہ، اَمرد کو (یعنی ان لڑکوں کو جن کی داڑھی مونچھ نہیں نکلی ہوتی) اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور انھیں دیکھ کر لذت حاصل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "خدا ان کے جسم میں حلول کر چکا ہے" اور ہم اس ذریعے سے "حسن خالق" کو دیکھتے ہیں اور بصورت "انسان" دراصل "خدا" کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: تصوف اور تشیع کا فرق از سید ہاشم معروف مطبوعہ مجمع علمی اسلامی) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

چاہتی ہو پوچھو۔ اس نے پوچھا کہ آپ یہ فرمائیں کہ چپٹی لڑانے کی شرعی حد کیا ہے؟ امام نے فرمایا کہ ان پر بھی زنا کی حد نافذ کی جائے گی اور قیامت کے دن ان کو دوزخ کا لباس پہنایا جائے گا اور ان کے وجود میں آگ کے ستون بھر دیئے جائیں گے۔ پھر انھیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ قوم لوطؑ کے مرد جب مردوں سے ملذذ ہونے لگ گئے اور عورتوں کی تسکین کا کوئی ذریعہ نہ رہا تو انھوں نے آپس میں ملذذ ہونا شروع کر دیا تھا۔ (ایضاً)

بشیر نبّال بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جو عورتیں عورتوں سے ملذذ ہوتی ہیں ان کی سزا کیا ہوگی؟ امام نے فرمایا کہ میں تمھیں ان کی سزا اسی شرط پر بتاتا ہوں کہ پہلے قسم کھاؤ کہ عورتوں سے جا کر یہ سزا بیان کرو گے۔ اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ میں ضرور بیان کروں گا۔ امام نے فرمایا: تو سنو! چپٹی لڑانے والی دونوں عورتیں دوزخ میں جائیں گی اور ان کو آگ کی ستر پوشاکیں پہنائی جائیں گی اور ان پوشاکوں پر دوزخ کا موٹا چمڑا پہنایا جائے گا۔ ان کے سر پر دوزخ کی آگ کے بنے ہوئے دو تاج اور پاؤں میں دوزخ کی آگ سے بنے موزے پہنائے جائیں گے۔ (ایضاً)

یعقوب بن جعفر راوی ہیں کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق یا امام موسیٰ کاظم علیہما السلام سے مساحقت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ لیٹے ہوئے تھے۔ سوال سن کر آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ فاعل اور مفعول دونوں لعنتی ہیں یہاں تک کہ ایک دوسرے سے جدا ہوں۔ ان پر اللہ، ملائکہ اور اولیاء اللہ لعنت کرتے ہیں۔ ان پر میری اور تمام انسانی نسل کی جو اس وقت اصلاب و ارحام میں ہے لعنت ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ بہت بڑا زنا ہے اور اس کی توبہ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ابلیس کی بیٹی لاقیس[1] پر لعنت کرے جس نے عورتوں کو یہ طریقہ سکھایا تھا۔ راوی نے کہا کہ یہ تو اہل عراق کی اختراع ہے۔ آپ نے فرمایا: تجھے معلوم ہی نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی یہ فعل بد ہوا کرتا تھا۔ اسی لیے آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ خدا ان مردوں پر لعنت کرے جو عورتوں کی شبیہ بنتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کرے جو مردوں کی شبیہ بنتی ہیں۔ (ایضاً)

۱۔ خصال صدوق (جلد ۱، صفحہ ۱۵۲) میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اَلْآبَاءُ ثَلَاثَةٌ: آدَمُ، وَلَدَ مُؤْمِنًا، وَالْجَانُّ وَلَدَ كَافِرًا، وَإِبْلِيسُ وَلَدَ كَافِرًا، وَلَيْسَ فِيهِمْ نَتَاجٌ إِنَّمَا يَبِيضُ وَيُفْرِخُ وَوُلْدُهُ ذُكُورٌ لَيْسَ فِيهِمْ اُنَاثٌ
یعنی باپ تین ہیں (جن سے نسلیں پھیلیں)۔

(۱) آدمؑ۔ وہ مومن پیدا ہوئے تھے۔

(۲) جانّ۔ وہ کافر پیدا ہوا تھا۔ (جنات کے بچے نر اور مادہ کے ملاپ سے پیدا ہوتے ہیں)۔

(۳) ابلیس۔ وہ کافر پیدا ہوا تھا۔ اس کی نسل نر اور مادہ کے ملاپ سے پیدا نہیں ہوتی۔ وہ انڈے دیتا ہے اور اس سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا سارا کنبہ قبیلہ ''نر'' افراد پر مشتمل ہے۔ اس کے قبیلے میں ''مادہ نہیں ہوتی۔''

(علامہ سید مرتضیٰ عسکری، اسلامی عقائد قرآن کی روشنی میں مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

۱۲۷۔ زنا اور لواطت کے لیے دلالی کرنا

زنا اور لواطت کے لیے دلالی کرنے کا گناہ زنا سے بھی زیادہ ہے۔

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں: زنا اور لواطت کے لیے دلالی کرنا حرام ہے۔ اس جرم کا اثبات دو مرتبہ کے اقرار اور عادل افراد کی گواہی سے ہوتا ہے۔ دلال کے لیے شرعی حد یہ ہے کہ اسے ۷۵ کوڑے مارے جائیں اور اگر کوئی دوسری مرتبہ یہ جرم کرے تو اسے شہر بدر کر دیا جائے اور قول مشہور کے مطابق اس کا سر مونڈ دیا جائے اور پورے شہر میں اسے پھرایا جائے۔ البتہ جب عورت یہ جرم کرے تو اسے صرف کوڑے مارنے چاہئیں۔ اس کا نہ تو سر مونڈا جائے اور نہ ہی اسے شہر میں پھرایا جائے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۴۷۱)

ابراہیم کرخی بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلالی کرنے والے مرد اور دلالی کرنے والی عورت پر لعنت کی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۲، ص ۳۵۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو کوئی مرد اور عورت کو زنا کے لیے جمع کرے اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے جو بدترین ٹھکانا ہے اور ایسا کرنے والا مرتے دم تک اللہ کی ناراضگی کی زد میں رہتا ہے۔ (ایضاً)

عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ دلال کی کیا سزا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے زانی کی سزا کا تین چوتھائی حصہ سزا دی جائے گی یعنی اسے ۷۵ کوڑے مارے جائیں اور شہر بدر کر دیا جائے (وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۴۲۹)

گناہ کے لیے مددگار بننا اور اس کی رہنمائی کرنا حرام ہے مثلاً اگر کوئی شخص ظالم کو ظلم کی رہنمائی کرے یا کسی زانی کو زنا کی رہنمائی کرے یا کسی ظالم کو کسی بے گناہ کا پتا بتلائے یا کوئی کسی چور ڈاکو کو چوری اور ڈاکہ زنی کی رہنمائی کرے تو ایسا شخص ان مظالم میں برابر کا شریک ہے اور اس فعل کے حرام ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

۱۲۸۔ دیوث

اسلام غیرت مندی کا دین ہے۔ اسلام بے غیرت اور دیوث انسان کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ جس شخص کو اپنے گھر والوں کے متعلق علم ہو کہ وہ بدکاری میں مبتلا ہیں مگر جان بوجھ کر خاموش رہے وہ بے غیرت ہے۔

احمد بن ابی عبداللہ برقی کی کتاب المحاسن میں بے غیرتی کی مذمت میں کچھ روایات مرقوم ہیں۔ ہم یہاں بطور نمونہ اس میں سے چند روایات نقل کر رہے ہیں:

(۱) امیر المومنین علیہ السلام نے اہل عراق سے فرمایا:
میں نے سنا ہے کہ تمہاری عورتیں راستوں پر مردوں سے ملاقاتیں کرتی ہیں۔ کیا تمھیں حیا نہیں آتی۔

(۲) بے غیرت پر خدا کی لعنت ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

(۳) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:
جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور اس میں محلات اور درخت پیدا کیے تو ان سے فرمایا کہ کلام کرو۔ جنت نے کہا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (سورۂ مومنون: آیت ۱) اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! بے غیرت جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۴) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ دیوث کی نماز قبول نہیں کرتا اور دیوث وہ ہے جسے معلوم ہو کہ اس کی بیوی بدکاری کر رہی ہے مگر اسے منع نہ کرے۔

۱۲۹۔ استمناء

اللہ تعالیٰ نے جنسی جذبات کی تسکین کے لیے شادی کا حکم دیا۔ اگر ہر شخص جوانی میں عائلی زندگی میں داخل ہو جائے تو ہر شخص اپنے جنسی جذبات کی جائز طور پر تسکین کر سکتا ہے لیکن افسوس کہ آج کل شادی کو اتنا مشکل بنا دیا گیا ہے کہ نوجوان شادی کرنے کے لیے ترستے ہیں اور اگر ان میں تقویٰ نہ ہو تو ان کے لیے پاک دامن رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جب ان کی شادی نہیں ہو پاتی تو وہ ناجائز ذرائع سے خود کو جنسی تسکین پہنچاتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ نوجوانوں کی گمراہی میں وہ لوگ برابر کے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے شادی کو مشکل بنا دیا ہے۔ ان لوگوں نے شادی کے شرائط ہی سخت نہیں کیے بلکہ اس کے ساتھ ایسی رسمیں بھی ایجاد کی ہیں جن کی وجہ سے نوجوانوں کی شادی میں تاخیر ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ خدا نے شادی کو آسان بنایا ہے اور حکومتی قوانین بھی کافی حد تک نرم ہیں لیکن معاشرتی رسمیں ان کے آڑے آتی ہیں۔ ہم صدر اسلام اور اس کے بعد کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس زمانے میں شادی کرنا بے حد آسان تھا۔ روایات میں ہے کہ رسول اکرمؐ نے شادی کے خواہشمند ایک نوجوان سے پوچھا کہ تم مہر میں کیا دے سکتے ہو؟ نوجوان نے کہا کہ میرے پاس مہر میں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ رسول اکرمؐ نے نوجوان سے فرمایا کہ میں تمہارا اس سے نکاح کرتا ہوں۔ تم مہر میں اپنی بیوی کو قرآن مجید کی کچھ سورتیں یاد کرا دینا۔

صدر اسلام میں تو اتنی آسانی سے شادی ہو سکتی تھی۔ تاریخ میں امام علیؑ اور خاتون جنت بی بی فاطمہؑ کی شادی کی تمام تفصیلات درج ہیں۔ یہ شادی بڑی سادگی سے سرانجام پائی تھی لیکن اسے مسلمان معاشرے کا المیہ کہیے کہ مسلمانوں نے اسوۂ رسولؐ کو چھوڑ دیا اور ایسی رسمیں بنا لیں کہ نوجوانوں کے لیے شادی کرنا مشکل ہو گیا۔ اگر ہم سیرت رسولؐ پر عمل کرتے اور امیر المومنینؑ اور خاتون جنت بی بی فاطمہؑ کے پُر برکت عقد کو مدنظر رکھتے تو کبھی مشکلات سے دوچار نہ ہوتے۔

کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر ایک شخص جانور سے جنسی تسکین حاصل کرتا ہے

Presented by www.ziaraat.com

یا استمناء کرتا ہے اور اس پر غسل فرض ہو جاتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر وہ عمل جو تم نے کہا ہے یا اس جیسا دوسرا عمل جس سے منی نکلے وہ زنا اور گناہ ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۲۰، ص ۳۵۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک جوان کو امام علی علیہ السلام کے پاس لایا گیا اور بتایا گیا کہ اس شخص نے استمناء کیا ہے اور اس پر غسل فرض ہوگیا ہے۔ امام نے کوڑا اٹھایا اور اس کے ہاتھ پر اتنا مارا کہ اس کا ہاتھ سرخ ہوگیا۔ پھر آپ نے بیت المال کی رقم سے اس کی شادی کرادی۔ (ایضاً)

طلحہ بن زید نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے استمناء کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ خلاف فطرت اور بے حیائی ہے۔ اس کی بہ نسبت کنیز سے نکاح کر لینا بہتر ہے۔ (ایضاً ص ۳۵۳)

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن خدا تین قسم کے افراد سے کلام نہیں کرے گا اور انھیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا اور انھیں دردناک عذاب ہوگا۔

(۱) وہ شخص جو اپنے سفید بالوں کو اکھیڑتا رہے۔

(۲) وہ شخص جو استمناء کرے۔

(۳) وہ شخص جو لواطت کا مفعول بننے پر ہر وقت تیار رہے۔ (ایضاً ص ۳۵۴)

آیت اللہ سید کاظم یزدی اپنی کتاب عروۃ الوثقیٰ میں لکھتے ہیں: استمناء سے روزہ باطل ہو جاتا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ انسان نامحرم کو ہاتھ لگا کر یا اس کی رانوں پر ہاتھ پھیر کر یا اس کا بوسہ لے کر یا اس کی طرف دیکھ کر یا کسی کا خیال کر کے منی نکالے اور اپنے اوپر غسل جنابت فرض کرلے۔

واضح رہے کہ اگر ماہ رمضان کے علاوہ دیگر دنوں میں سابقہ اعمال اپنی بیوی کے ساتھ ہوں تو حرام نہیں ہیں لیکن ماہ رمضان میں روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ بھی یہ اعمال حرام ہیں اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی دینا پڑتا ہے۔ اور اگر یہ اعمال بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کے ساتھ انجام پائیں تو یہ حرام ہیں اور استمناء میں شامل ہیں بشرطیکہ ایسا اختیاری طور پر اور جان بوجھ کر ہو۔

۱۳۰۔ قذف

قذف گناہ کبیرہ ہے۔ قذف کا مطلب یہ ہے کہ چار عینی گواہوں کے بغیر کسی پر زنا یا لواطت کی تہمت لگائی جائے۔ البتہ اگر چار عینی گواہ حاکم شرع کے پاس ایک جلسے میں یہ گواہی دیں کہ ہم نے اس مرد کو فلاں عورت کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے اس طرح دیکھا ہے جس طرح سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے تو پھر یہ شرعی شہادت ہوگی، قذف نہیں ہوگا۔

زنا کا جرم شرعی شہادت کے علاوہ زانی کے چار مرتبہ اقرار کرنے سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قذف تین طرح کا ہوتا ہے:

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

(۱) ایک شخص شرعی گواہی کے بغیر کسی پر زنا کاری کا الزام لگائے۔
(۲) ایک شخص کسی سے کہے کہ تیری ماں زانیہ ہے۔
(۳) ایک شخص کسی کو اس کے باپ کے علاوہ کسی اور کا بیٹا کہہ کر پکارے۔

ان تینوں قسموں میں قذف کی حد جاری کی جائے گی جو ۸۰ کوڑے ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۸، باب ۲ من ابواب حد القذف)

سورۂ نور میں آیا ہے: وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذَالِکَ وَ اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو ۸۰ کوڑے مارے جائیں اور پھر کبھی ان کی گواہی قبول نہ کی جائے اور یہی لوگ فاسق ہیں۔ البتہ جو اس کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (آیت ۴-۵)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○ یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ جو لوگ پاکدامن اور برے کاموں سے بے خبر مومن عورتوں پر زنا کاری کا الزام لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت (دونوں) میں لعنت ہے اور ان کو سخت عذاب ہوگا۔ قیامت کے دن ان کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں سب ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ (آیت ۲۳-۲۴)

علل الشرائع اور عیون الاخبار الرضا میں مرقوم ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے محمد بن سنان کے خط کے جواب میں لکھا تھا: کسی پر زنا کاری کا الزام لگانے کی سزا ۸۰ کوڑے ہیں اور شرابی کی بھی یہی سزا ہے۔ جب کوئی کسی پر زنا کاری کا الزام لگاتا ہے تو وہ اولاد کو باپ سے جدا کر رہا ہوتا ہے اور نسل کو منقطع کر رہا ہوتا ہے اور نسب کو ختم کر رہا ہوتا ہے اور جب شرابی نشے میں ہوتا ہے تو ہذیان بکتا ہے اور دوسروں کی طرف زنا کی نسبت دیتا ہے اسی لیے شرابی پر بھی حد قذف جاری کی جاتی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۸، ص ۱۷۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ تو لوطی ہے تو اس پر بھی نسبت زنا کی طرح حد قذف جاری کی جائے گی۔ یعنی ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی پاکدامن مومن مرد یا عورت پر زنا کاری کا الزام لگائے تو اللہ اس کے تمام نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور قیامت کے دن اسے ستر ہزار فرشتے آگے پیچھے سے کوڑے ماریں گے اور پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بحار الانوار ج ۷، ص ۲۱۵)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک عورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگی کہ اللہ کے رسولؐ! میں نے اپنی کنیز سے کہا: اے زنا کار! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے اسے زنا

Presented by www.ziaraat.com

کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ اس نے کہا: نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تجھ پر قذف کی حد جاری کرے گا۔ اس کے بعد وہ عورت اپنے گھر گئی اور اس نے اپنی کنیز کو تازیانہ دیا اور کہا کہ مجھ پر شرعی حد جاری کر۔ کنیز نے اسے تازیانہ مارنے سے انکار کر دیا۔ اس عورت نے اسے آزاد کر دیا اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے اسے آزاد کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اب امکان ہے کہ تیرے جرم کی تلافی ہو جائے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۴۳۱)

حد زنا وقذف کے اجرا کے لیے اسلام کا قانون

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قذف کرنے والے کو ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے اور پھر کبھی اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی البتہ جو توبہ کر لے اور اپنے جھوٹ کا اقرار کر لے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ اگر زنا کاری کے مقدمے میں تین گواہ گواہی دیں اور ایک گواہ انکار کرے تو ان تین گواہوں پر حد قذف جاری کی جائے گی اور پھر کبھی ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ جب تک چار عینی گواہ وقوعہ کی گواہی نہ دیں اس وقت تک کسی پر حد زنا جاری نہ کی جائے گی اور اگر کوئی شخص اپنے متعلق زنا کا ایک مرتبہ اقرار کرے تو اس کی گواہی بھی تب قبول کی جائے گی جب وہ چار مرتبہ اس کا اقرار کرے۔ (تفسیر قمی ج ۲، ص ۹۲)

عمرو بن نعمان جعفی کہتا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک دوست تھا جو اکثر آپ کے ساتھ دکھائی دیتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنے غلام سے کہا: فرزند زانیہ! تو اب تک کہاں تھا؟ امام نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور اس سے فرمایا: تو نے اس کی ماں پر زنا کا الزام لگایا ہے؟ آج تک میں تجھے متقی سمجھتا تھا لیکن اب معلوم ہوا کہ تجھ میں تقویٰ نام کو نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں! اس کا کیا ہے؟ اس کی ماں سندھ کی ایک مشرک عورت ہے۔ امام نے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہر قوم میں نکاح ہوتا ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: ہماری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ تم ہماری دوستی کے قابل نہیں ہو۔ راوی کہتا ہے کہ اس واقعے کے بعد میں نے کبھی اس کو امام کے ساتھ نہیں دیکھا یہاں تک کہ موت نے ان کو جدا کر دیا۔[1] (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۳۶)

۱۳۱۔ خانگی راز افشا کرنا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نیک بیویوں کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے: فَـٰنِتَـٰتٌ حَـٰفِظَـٰتٌ لِّلْغَيْبِ

۱۔ ایک روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک صحابی ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ امام علیہ السلام اسے کچھ کہنے کے لیے اچانک پیچھے کی طرف مڑے تو آپ نے دیکھا کہ وہ راہ چلتی ایک عورت کو گھور رہا ہے جو حج کے جا رہی تھی امام علیہ السلام یہ منظر دیکھ کر لحہ بھر رکے۔ پھر آپ نے اس صحابی سے بطور سزا زندگی بھر بات نہیں کی یہاں تک کہ زہر سے آپ کی مظلومانہ شہادت واقع ہوئی۔ (محمد الطفیلی نجفی، الآثار السلبية في النظر الى المراة الاجنبية) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ... نیک عورتوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ رازوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ (سورۂ نساء: آیت ۳۴)

شوہر کے رازوں کی حفاظت کرنے والی عورتوں کو اللہ نے صَالِحَاتٌ قَانِتَاتٌ کا لقب عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر شخص کے رازوں کا محافظ ہے۔ اسی طرح ایک انسان کو بھی دوسرے انسان کے رازوں کی حفاظت کرنی چاہیے، بالخصوص شوہر کو بیوی کے رازوں اور بیوی کو شوہر کے رازوں کا محافظ ہونا چاہیے۔

رسول پاکؐ کی حدیث ہے: اِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الرَّجُلُ یُفْضِیُ اِلَی الْمَرْأَةِ وَتُفْضِیُ اِلَیْهِ ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّهَا. قیامت کے دن خدا کے ہاں وہ مرد انتہائی برا شمار کیا جائے گا جو بیوی سے راز کی بات کرتا ہے اور بیوی بھی اس سے راز کی بات کرتی ہے لیکن وہ بیوی کے راز کو فاش کر دیتا ہے۔

۱۳۲۔ مومن دوشیزہ کا حسن و جمال بیان کرنا

شیخ انصاری اپنی کتاب المکاسب میں لکھتے ہیں:

تشبیب حرام ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ کسی مومن دوشیزہ کے حسن کو نثر یا نظم میں بیان کیا جائے شیخ طوسی نے المبسوط میں نیز علامہ نے، محقق[۱] نے، شہید اول نے، شہید ثانی نے اور محقق ثانی (محقق کرکی) نے تشبیب کو حرام کہا ہے۔ ان علماء نے اس عمل کے حرام ہونے کی پانچ وجوہات بیان فرمائی ہیں:

(۱) اس کی بدنامی اور رسوائی ہوتی ہے۔

(۲) اس کی عزت و وقار پر حرف آتا ہے۔

(۳) اس کو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے۔

(۴) بدکردار لوگ اس کے عشق میں مبتلا ہوتے ہیں۔

(۵) اس کی اور اس کے خاندان کی شخصیت مجروح ہوتی ہے۔ خاص کر اس عورت کی نسبت جس پر یہ بہت شاق ہو کہ غیر مردوں کے بیچ اس کا اس طرح نام لیا جائے۔

پھر شیخ اعظم، شیخ انصاری فرماتے ہیں: لہو اور باطل اور فحشاء کی حرمت کو بنیاد بنا کر اس عمل کو حرام قرار دیا جاسکتا ہے۔ نیز اس کے حرام ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ عفت کی حفاظت واجب ہے اور اپنی منکوحہ کے علاوہ دوسری عورت سے ملذذ ہونا حرام ہے۔

۱۳۳۔ خواتین کو شادی سے روکنا

جب کسی عورت کی عدت طلاق یا شوہر کی وفات کی عدت کے دن پورے ہو جائیں تو اسے نئے نکاح کی اجازت ہے اور کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسے شادی سے روکے البتہ کنواری لڑکی کی شادی کے لیے ولی یعنی

۱۔ جب تنہا لفظ محقق بولا جائے تو اس سے محقق حلی ابو القاسم نجم الدین جعفر بن الحسن مراد ہوتے ہیں۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

باپ یا دادا کی اجازت ضروری ہے۔

قرآن مجید میں ہے: وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذَالِکَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَالِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو ان کو دوسرے شوہروں کے ساتھ جب وہ آپس میں جائز طور پر راضی ہوجائیں نکاح کرنے سے مت روکو۔ اس حکم سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ تمہارے لیے نہایت خوب اور بہت پاکیزگی کی بات ہے۔ اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۳۲)

ملا فیض کاشانی تفسیر صافی میں لکھتے ہیں: کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ خطاب ان شوہروں سے ہے جو اپنی بیویوں کو طلاق دے چکے ہیں اور کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ خطاب لڑکی کے ولی سے ہو جو طلاق کے بعد اپنی لڑکیوں کو گھر میں رکھنا چاہتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خطاب دونوں سے ہو۔

(بہرنوع قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے کہ جھوٹی غیرت کے نام پر عورتوں کو شادی سے نہ روکا جائے۔ اس کے برعکس بعض زمیندار اپنی بیٹیوں کی شادی اس لیے نہیں کرتے کہ ان کی زمین خاندان سے باہر چلی جائے گی۔ نیز بعض قبیلوں میں بیٹی کی شادی قرآن سے کی جاتی ہے جس کا مقصد بھی زرعی زمینوں کا تحفظ ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بعض عرب قبائل غیرت کے نام پر اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور آج کے اس مہذب دور میں بھی خاندان کے ظالم بزرگ لڑکیوں کی شادی نہ کر کے ان کو زندہ درگور کر رہے ہیں — مترجم)

۱۳۴۔ لہو، لعب، لغو اور باطل

بہت سی روایات میں درج بالا چاروں افعال کی مذمت آئی ہے اور ان سے روکا گیا ہے۔ قرآن کریم کی آیات اور معصومینؑ کے ارشادات سے درج بالا امور کی حرمت ثابت ہوتی ہے لیکن فقہاء نے مجموعی طور پر ان کی حرمت بیان نہیں کی ہے۔ البتہ جوا، رقص، ستار و سارنگی اور شطرنج کے احکام میں ضمنی طور پر بیان کیا ہے۔ شیخ انصاری فرماتے ہیں کہ "لہو" کی حرمت کے لیے حسب ذیل دلائل سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

(۱) شکار کے تفریحی سفر کے لیے علماء فرماتے ہیں کہ وہ سفر معصیت ہے اور اس میں نماز قصر نہیں ہوتی۔

(۲) تحف العقول میں مرقوم ہے کہ ہر وہ عمل جو فساد کا باعث ہو اور اس میں اصلاح کا کوئی پہلو نہ ہو وہ لہو ہے اور اس عمل کا سیکھنا سکھانا اور اس کی اجرت لینا حرام ہے۔

(۳) اعمش سے روایت ہے کہ وہ لہو و لعب جو ذکر خدا میں رکاوٹ ہو مثلاً راگ گانا اور طنبورہ بجانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کی حرمت صحیح روایات سے ثابت ہے۔ (بحار الانوار ج ۱۰، ص ۲۲۹)

(۴) معصوم فرماتے ہیں کہ ہر چیز جو ذکر الٰہی سے غافل کردے وہ جوا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۳۵)

Presented by www.ziaraat.com

(۵) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ سماع یعنی غنا حرام ہے۔ اگرچہ اس کے متعلق اہل حجاز کی اپنی رائے ہے جو لہو اور باطل پر مبنی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱، باب ۹ من ابواب صلاۃ المسافر)

(۶) کچھ لوگوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ ہلکی موسیقی کی رسول خداؐ نے اجازت دی تھی اور فرمایا تھا کہ جب دولہا والے بارات لے کر آئیں تو دلہن والوں کے گھر کے قریب پہنچ کر "کورس" میں مل کر یہ گائیں جِئْنَاکُمْ جِئْنَاکُمْ حَیُّوْنَا نُحَیِّکُمْ (ہم تمہارے گھر آئے ہیں، ہم تمہارے گھر آئے ہیں تم ہمیں تہنیت پیش کرو، ہم تمھیں تہنیت پیش کریں گے)۔ یہ سن کر امام نے فرمایا:

یہ رسول اکرمؐ پر بہتان ہے۔ رسول اکرمؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا اور آپ نے لوگوں کو لہو کی اجازت نہیں دی تھی کیونکہ لہو خدا کو ناپسند ہے۔ خدا نے سورۂ انبیاء آیت ۱۷ میں فرمایا ہے: لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ اگر ہم لہو کو جائز قرار دیتے تو خود بھی اسے انجام دیتے۔ (وسائل ج ۱۲، ص ۲۲۹)

(۷) علی بن جعفر کا بیان ہے کہ میں نے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا کہ کیا چودہ خانوں کا کھیل کھیلنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے سوا کوئی بھی کھیل پسندیدہ نہیں ہے۔

(۸) کچھ روایات میں ہے کہ مومن جو بھی لہو کرے وہ باطل ہے البتہ گھوڑے کی تربیت اور اپنی بیوی سے کھیل کود اس سے مستثنٰی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۲۹۔ مستدرک الوسائل ج ۱۴، ص ۲۲۱)

(۹) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت آدمؑ کی وفات ہوئی تو ابلیس اور قابیل نے ان کی وفات پر جشن منایا تھا اور ابلیس نے جشن منانے کے لیے موسیقی کے ساز بنائے تھے۔ آج دنیا میں جتنے بھی موسیقی کے ساز دکھائی دیتے ہیں وہ سب ابلیس کی ایجاد ہیں (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۳۵)

شیخ انصاری بحث کے آخر میں لکھتے ہیں کہ لہو کے معنی میں اشکال پایا جاتا ہے۔ اگر اس سے مطلقاً کھیل کود مراد لیا جائے تو اس کی حرمت کی روایات انتہائی نادر ہیں اور اگر اس سے خوش گزرانی اور مسرت و شادمانی مراد لی جائے تو اقویٰ یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔ رقص کرنا، تالیاں بجانا اور تھال کی پشت پر ہاتھ مار کر آوازیں پیدا کرنا جو کہ لہو کے لیے مفید ہو وہ بھی اس میں شامل ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ اگر بالفرض لعب، لغو اور لہو کی حرمت عمومی طور پر ثابت نہ ہو تو کم از کم اس کی حلت اور حرمت میں شبہ ضرور ہے اور حرام فعل کرنے سے بہتر ہے کہ انسان احتیاط پر عمل کرے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو مشتبہ امور سے پرہیز کرے گا وہ نجات پا جائے گا۔

۱۳۵۔ بے حجابی و بدحجابی

حجاب درحقیقت عورت کی حفاظت کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ عورت پر کوئی ظلم نہیں ہے اور نہ ہی مردوں نے حجاب کو عورت کے استحصال کے لیے ایجاد کیا ہے۔ حجاب کی وجہ انسانی اور اسلامی آبرو کی حفاظت ہے۔ جس طرح

Presented by www.ziaraat.com

قیمتی موتی کو کھلے عام نہیں چھوڑا جاتا کہ مبادا غلط ہاتھوں میں چلا جائے اسی طرح عورت بھی ایک قیمتی گوہر ہے۔ اسے بھی ناپاک نظروں سے بچانے کے لیے پردے میں رکھنا چاہیے۔ اگر کسی مرد و زن کے جنسی تعلقات پر کنٹرول نہ کیا جائے تو معاشرہ درہم برہم ہو جائے اور کسی کی عزت و ناموس محفوظ نہ رہے اور نتیجے کے طور پر ہر آدمی کو اپنی اولاد مشکوک اور بیوی ہرجائی دکھائی دے گی اور ہر بیوی اپنے شوہر کو بیوفا سمجھنے لگے گی۔

اسلام نے جنسی کجروی کو روکنے کے لیے حجاب کو فرض کیا ہے تاکہ بے حجابی، بدحجابی اور گھر سے باہر جلوہ نمائی سے انسان کے جذبات بے قابو نہ ہو جائیں۔ یہ احتیاط فرد اور معاشرے کی سلامتی کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ اس احتیاط کو محدودیت، ظلم اور آزادی پر قدغن قرار دینا درست نہیں ہے۔ اللہ ہمارا خالق ہے اور وہ ہماری خواہشات کو ہم سے بہتر جانتا ہے اور اسی نے معاشرے کی خیرخواہی کو مدنظر رکھ کر یہ حکم نازل کیا ہے۔ جو لوگ پردے کے مخالف ہیں ان سے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ آزادی نسواں سے خود مغرب کو کیا فائدہ ملا ہے؟ آزادی نسواں کے نتیجے میں وہاں طلاق کا رجحان بڑھ گیا ہے اور خاندانی نظام ٹوٹ گیا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بچوں کو اپنے باپ کا نام تک نہیں معلوم ہوتا۔ لہٰذا اگر اس تباہی سے بچنا ہے تو پھر ہمیں اسلام کے دامن میں ہی پناہ لینا ہوگی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا تھا: مجھے سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ میرے بعد میری امت حرام روزگار، خفیہ عشق بازی اور سود میں مبتلا ہو جائے گی۔

جب حسن بے حجاب ہو تو جنسی طوفان کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے جسے کنٹرول کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اور اگر آج نوجوان نسل گمراہ دکھائی دیتی ہے تو اس کی وجہ بھی بے حجابی کو قرار دینا چاہیے۔

شیخ مفید اپنی کتاب احکام النساء میں لکھتے ہیں:

ایک آزاد مسلمان عورت کا فرض ہے کہ وہ گھر کی چار دیواری میں رہے اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلا کرے۔ اور جب اسے گھر سے باہر نکلنا ہو تو بناؤ سنگھار کر کے نہ نکلے اور نہ کسی نامحرم سے بات کرے اور نہ ان سے خرید و فروخت کرے۔ البتہ مجبوری کی صورت میں ایسا کرنا جائز ہے۔ اور جب کبھی اسے نامحرم سے بات کرنی پڑ جائے تو نرم نرم لہجے میں بات نہ کرے بلکہ معمول کے مطابق بات کرے اور کسی بھی نامحرم کی آنکھوں میں آنکھیں نہ ڈالے۔ بہتر ہے کہ خود معاملہ کرنے کے بجائے کسی امین آدمی کے ذریعے معاملہ کرے۔ احقاق حق کے لیے عورت کو حاکم سے بات کرنے کی اجازت ہے لیکن اگر یہ کام کسی نائب کی طرف سے ممکن ہو تو کسی کو اپنا نائب مقرر کرے۔ عورت کو چاہیے کہ کسی نامحرم کو نگاہ بھر کر نہ دیکھے۔ ہر مومن عورت کو فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ (نرم نرم لہجے میں نہ بات کرے تاکہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ کوئی امید نہ پیدا کر لے) کی آیت پر عمل کرنا چاہیے۔ مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنی زینت لوگوں پر ظاہر کرے البتہ خدا نے جن رشتے داروں کو مستثنیٰ کیا ہے ان کے سامنے زینت کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

سورۂ نور میں ہے: (اے رسولؐ) مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی جیسی عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا نیز ان خدام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں اور ایسے بچوں سے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں کسی پر اپنی زینت اور سنگھار کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیں۔

گنہگار عورتوں کی سزائیں

عیون الاخبار الرضا میں مرقوم ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں اور حضرت فاطمہؑ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ صدقے! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے شب معراج اپنی امت کی عورتوں کو مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا دیکھا ہے۔ میں اس عذاب کو یاد کر کے رو رہا ہوں۔

(۱) میں نے ایک عورت کو دیکھا جو بالوں سے لٹکی ہوئی تھی اور اس کا دماغ آگ میں جل رہا تھا۔

(۲) میں نے ایک عورت کو دیکھا جو زبان سے لٹکی ہوئی تھی اور اس کے حلق میں کھولتا ہوا پانی ڈالا جا رہا تھا

(۳) میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنی چھاتی کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی۔

(۴) میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنا گوشت نوچ رہی تھی اور اس کے نیچے آگ کے شعلے بلند تھے۔

(۵) میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے پاؤں اس کے ہاتھوں سے بندھے ہوئے تھے اور اس پر سانپ بچھو لوٹ رہے تھے۔

(۶) میں نے ایک عورت کو دیکھا جو بہری، گونگی اور اندھی تھی۔ وہ آگ کے صندوق میں بند تھی اور اس کا مغز اس کے نتھنوں کے راستے سے بہہ رہا تھا اور اس کے وجود پر جذام اور برص کا غلبہ تھا۔

(۷) میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے پاؤں سے دوزخ کے ایک تنور میں لٹکی ہوئی تھی۔

(۸) میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے وجود کے اگلے پچھلے گوشت کو دوزخ کی قینچی سے کاٹا جا رہا تھا۔

(۹) میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کا بدن جل رہا تھا اور وہ اپنی انتڑیوں کو کھا رہی تھی۔

(۱۰) میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کا سر خنزیر اور دھڑ گدھے کا سا تھا وہ ہزار عذاب میں مبتلا تھی۔

(۱۱) میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کا چہرہ کتے کا سا تھا اور آگ اس کے مقعد میں داخل ہو کر منہ سے نکل رہی تھی اور ملائکہ اس کے سر اور بدن پر آہنی گرز مار رہے تھے۔

بی بی فاطمہؑ نے عرض کیا: بابا جان! یہ فرمائیں کہ انھیں یہ عذاب کیوں دیئے جا رہے تھے؟ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جو عورت اپنے بالوں سے لٹکی ہوئی تھی وہ نامحرم مردوں کے سامنے اپنے سر کے بالوں کو نہیں ڈھانپتی

Presented by www.ziaraat.com

تھی۔ اور جو عورت زبان سے لٹکی ہوئی تھی وہ اپنے شوہر سے بدزبانی کیا کرتی تھی۔ اور جو عورت اپنی چھاتی کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی وہ شوہر کے بستر سے دور رہتی تھی۔ اور جو عورت پاؤں سے لٹکی ہوئی تھی وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جاتی تھی۔ اور جو عورت اپنا گوشت نوچ رہی تھی وہ نامحرموں کے لیے زیب و زینت کیا کرتی تھی اور جس عورت کے ہاتھ پاؤں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور اس پر سانپ بچھو لوٹ رہے تھے وہ گندی عورت تھی جو صاف کپڑے نہیں پہنتی تھی، جنابت وحیض کا غسل نہیں کرتی تھی اور نماز کو اہمیت نہیں دیتی تھی۔ اور جو عورت بہری، گونگی اور اندھی تھی وہ اپنے ناجائز بچے کو اپنے شوہر سے منسوب کرتی تھی۔ جس عورت کے گوشت کو قینچی سے کاٹا جا رہا تھا وہ اپنے آپ کو نامحرموں کے سامنے پیش کرتی تھی۔ اور جس عورت کا سر خنزیر اور دھڑ گدھے کا تھا وہ جھوٹ بولتی تھی اور چغلی کھاتی تھی۔ جس عورت کا چہرہ اور بدن جل رہا تھا اور وہ اپنی انتڑیاں کھا رہی تھی وہ کٹنی تھی۔ اور جس عورت کا چہرہ کتے کا سا تھا اور آگ اس کے مقعد میں داخل ہو کر منہ سے نکل رہی تھی وہ گانا گاتی تھی اور حسد کرتی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا: تباہی ہے اس عورت کے لیے جو اپنے شوہر کو ناراض کرے اور خوشخبری ہے اس عورت کے لیے جس سے اس کا شوہر راضی ہو۔ (ج ۲، ص ۱۰)

۱۳۶۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستی

جوان لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستی انتہائی خطرناک ہے۔ اس کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا اور کچھ نہیں لیکن زمانے کی قدریں ایسی بدلی ہیں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستی کا کوئی نوٹس ہی نہیں لیتا۔ ماں باپ کو بھی اپنی اولاد کے بوائے فرینڈ یا گرل فرینڈ بنانے پر اعتراض نہیں ہوتا۔ جن کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم دی جاتی ہے وہاں تو یہ ایک عام سی بات ہے۔ اس طرح کے تعلقات سے ہر سال بہت سے ناجائز بچے پیدا ہوتے ہیں یا ان کا اسقاط کرا دیا جاتا ہے۔ ان تمام تر قباحتوں کو دیکھنے کے باوجود بھی اس طرح کے تعلقات کے خلاف آواز نہیں اٹھائی جاتی۔

خدا نے کنیزوں سے شادی کے متعلق فرمایا ہے: **فَانْكِحُوهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ اُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصِنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَّلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ** کنیزوں کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کر کے نکاح کرو اور دستور کے مطابق ان کا مہر بھی ادا کرو بشرطیکہ عفیفہ ہوں۔ علانیہ بدکاری یا در پردہ دوستی کرنے والی نہ ہوں۔ (سورۂ نساء: آیت ۲۵) اور ازدواج مؤقت کے متعلق فرمایا ہے: ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو پاکدامن ہوں، زنا سے دور رہتی ہوں اور در پردہ دوستی کرنے والی نہ ہوں۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۵)

ایک مسلمان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ مسلمان بیوی کی موجودگی میں کسی مجوسی، نصرانی یا یہودی عورت سے متعہ کرے۔

المختصر لڑکے لڑکیوں کی دوستی ممنوع ہے اور یہ **وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى** کی آیت کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۱۳۷۔ عشق حرام

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ خدا، رسولؐ، ائمہ معصومینؑ، صالحین، والدین، بھائی بہن اور بیوی کے علاوہ اگر کسی اور سے جنون کی حد تک عشق ہو تو وہ حرام ہے جیسا کہ لیلیٰ مجنوں (شیریں فرہاد، سسی پنوں اور ہیر رانجھا) میں تھا۔ اس طرح کا عشق دراصل ایک بیماری ہے۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے:

کہتے ہیں عشق جس کو خلل ہے دماغ کا

عشق ہمیشہ رسوائی اور بدنامی کا باعث بنتا ہے۔ عشق کا تعلق دوسری صنف سے ہو یعنی مرد عورت سے عشق کرے تو اس کی حرمت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے عشق کو دل کی بیماری قرار دیا ہے۔

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے عشق کی مذمت اور اس کی وجوہات۔ اس باب میں انھوں نے امالی شیخ صدوق سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں مفضل بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عشق کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: قُلُوبٌ خَلَتْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاَذَا قَهَا اللّٰهُ حُبَّ غَيْرِهٖ. جب دل محبت خدا سے خالی ہو جاتے ہیں تو خدا ان کو غیر خدا کی محبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (علل الشرائع ج ۱، ص ۱۴۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِىْ مِنْ بَعْدِىْ هٰذِهِ الْمَكَاسِبَ الْمُحَرَّمَةَ وَالشَّهْوَةَ الْخَفِيَّةَ وَالرِّبَا.
مجھے سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ میرے بعد میری امت حرام روزگار، خفیہ عشق بازی اور سود میں مبتلا ہو جائے گی۔ (بحار الانوار ج ۷۰، ص ۱۵۸)

اَفْضَلُ النَّاسِ مَنْ عَشِقَ الْعِبَادَةَ فَعَانَقَهَا وَاَحَبَّهَا بِقَلْبِهٖ وَ بَاشَرَهَا بِجَسَدِهٖ وَ تَفَرَّغَ لَهَا فَهُوَ لَا يُبَالِىْ عَلٰى مَا اَصْبَحَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى عُسْرٍ اَمْ عَلٰى يُسْرٍ. بہترین شخص وہ ہے جسے عبادت خدا سے عشق ہو اور جو دل سے عبادت کو پسند کرتا ہو اور میدان عمل میں بھی عبادت میں مشغول رہتا ہو اور باقی غم روزگار کو چھوڑ کر عبادت کے لیے آمادہ رہتا ہو اور دنیا کے دکھ سکھ کی فکر نہ کرتا ہو۔ (کافی ج ۲، ص ۸۳)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: طُوْبٰى لِمَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ الْعِبَادَةَ وَالدُّعَآءَ وَلَمْ يُشْغِلْ قَلْبَهٗ بِمَا تَرٰى عَيْنَاهُ وَلَمْ يَنْسَ ذِكْرَ اللّٰهِ بِمَا تَسْمَعُ اُذُنَاهُ وَلَمْ يَحْزَنْ صَدْرُهٗ بِمَا اُعْطِىَ غَيْرُهٗ. اس شخص کے لیے بشارت ہے جو اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کرے اور خلوص کے ساتھ اس سے دعائیں مانگے اور جو کچھ اس کی آنکھیں دیکھیں اس کی وجہ سے اس کا دل غافل نہ ہو اور جو کچھ اس کے کان سنیں اس کی وجہ سے ذکر خدا کو نہ بھولے اور دوسروں کو خدا نے جو نعمتیں دی ہیں ان کو دیکھ کر تنگ دل نہ ہو۔ (کافی ج ۲، ص ۱۶)

Presented by www.ziaraat.com

۱۳۸۔ بے حیائی کو فروغ دینا

برائی اور بے حیائی بذات خود بری ہیں اور ان کو فروغ دینا اور رائج کرنا اور بھی زیادہ برا ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ برائی کو فروغ دینے والا شخص خود برائی کرنے والے شخص کی مانند ہے۔

بدگمانی، تجسس اور غیبت کی مذمت میں قرآنی آیات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے اہل ایمان کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے اور اسے یہ پسند نہیں ہے کہ کسی کی آبرو ضائع ہو اور معاشرے میں برائی کا چلن عام ہو۔

سورۂ نور آیت ۱۹ تا ۲۱ میں آیا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ...وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہوتا مگر وہ کریم ہے) اور یہ کہ خدا نہایت مہربان رحم والا ہے۔ اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اور جو شخص شیطان کے نقش قدم پر چلے گا تو شیطان اسے بے حیائی اور برائی کے کام ہی بتائے گا اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو ایک شخص بھی تم میں سے پاک نہ ہوسکتا مگر خدا جس کو چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

کافی، امالی اور تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے مومن کے متعلق وہ بات کہی جسے اس کی آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا ہے تو ایسا شخص اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ کی آیت کا مصداق ہے۔

ایک شخص نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولا! بعض اوقات مجھے پتا چلتا ہے کہ فلاں دینی بھائی نے برائی کی ہے لیکن جب میں خود اس سے پوچھتا ہوں تو وہ اس بات کی تردید کرتا ہے جبکہ خبر دینے والے بھی ثقہ ہوتے ہیں۔ اس صورت میں مجھے کس کی بات ماننی چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے مومن بھائی کے لیے اپنی آنکھ اور کان کو جھٹلا دو۔ اگر مومن کے خلاف پچاس آدمی گواہی دیں اور مومن خود انکار کرے تو تم کو مومن کی بات کا اعتبار کرنا چاہیے اور اس کی بدگوئی کرنے والے کی تکذیب کرنی چاہیے۔ لوگوں کی باتوں میں آ کر مومن کی آبرو اور حیثیت کو ختم نہ کرو ورنہ تم بھی اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ کی آیت کے مصداق بن جاؤ گے۔ (کافی ج ۸، ص ۱۴۷)

۱۳۹۔ عورت کا غیر مردوں کے لیے سنگھار کرنا

اس عمل کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ شوہر کے علاوہ غیر مردوں کے لیے بناؤ سنگھار کرنے والی عورت پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ بہت سی احادیث میں عورت کا غیر مردوں کے لیے بناؤ سنگھار کرنا،

www.ziaraat.com
SaheeLe-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

خوشبو لگانا یا شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جانا حرام بتایا گیا ہے۔ فقہاء نے بھی ان تینوں امور کو حرام کہا ہے۔ اس سلسلے کی چند روایات قارئین کرام کی نذر کی جاتی ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو عورت شوہر کے سوا غیر مردوں کے لیے خوشبو لگائے اور پھر شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جائے تو جب تک وہ گھر واپس نہیں آتی اس وقت تک اس پر خدا کی لعنت برستی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۹۔ کافی ج ۵، ص ۵۱۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: جو عورت شوہر کے علاوہ کسی اور کے لیے خوشبو لگائے تو جب تک وہ اس عمل سے دستبردار نہ ہو اور غسل جنابت کی طرح غسل توبہ نہ کرے اس وقت تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ (کافی ج ۵، ص ۵۰۷)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو عورت شوہر سے اجازت لیے بغیر گھر سے باہر جائے گی تو آسمان کے تمام فرشتے اس پر لعنت کریں گے (وسائل الشیعہ ج ۲۵، ص ۱۶۲۔ کافی ج ۵، ص ۵۰۶)

۱۴۰۔ مرد اور عورت کا ایک دوسرے سے مشابہ ہونا

فقہاء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ مرد کے لیے خالص ریشم اور خالص سونا پہننا نیز ہاتھ میں کڑا اور گلے میں چین پہننا جو کہ عورتوں سے مخصوص ہے حرام ہے اور عورت کے لیے بھی مرد کا مخصوص لباس پہننا حرام ہے۔

شیخ انصاری درج بالا بیان کے بعد لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔[۱]
(کافی ج ۸، ص ۶۹)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک آدمی کو مسجد نبوی میں زنانہ لباس پہنے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ مسجد سے باہر چلے جاؤ۔ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا ہے کہ اللہ لعنت کرتا ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی شبیہ بنتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی شبیہ بنتی ہیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۱۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مرد کو عورت کی مشابہت اختیار کیے ہوئے پاتے تو اسے سختی سے ڈانٹتے تھے اور اگر کسی عورت کو مردانہ لباس میں دیکھتے تو اسے بھی منع فرماتے تھے۔ (ایضاً)

۱۴۱۔ حرام اور حلال نگاہیں

کسی بھی مرد کے لیے نامحرم عورت کو ارادہ و اختیار کے ساتھ دیکھنا حرام ہے خواہ قصد لذت موجود ہو یا

۱۔ پروڈیوسروں، اداکاروں اور سب کو جاننا چاہیے کہ ایک مقامی ٹی وی چینل پر بیگم نوازش علی شو کے نام سے پروگرام میں میزبان جس انداز میں عورتوں کا سوانگ بھر کر جلوہ گر ہوتا ہے وہ اس کی ایک مثال ہے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

نہ ہو اور جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کو قصد لذت کے بغیر دیکھنا حلال ہے اور کسی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جائے تو بھی حلال ہے البتہ بعد میں اسے تاکتے رہنا حرام ہے۔ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ نامحرم عورت کے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کو قصد لذت کے بغیر دیکھنا حلال ہے۔ اسی طرح دیہاتی عورتیں جو پردے کی پابندی نہیں کرتیں اور پاگل عورت کو بھی قصد لذت کے بغیر دیکھنا حلال ہے۔ شرمگاہ پر نگاہ کرنا خواہ وہ محارم کی ہو یا غیر محارم کی حرام ہے۔ ضرورت کے وقت غیرمحرم عورت کو دیکھنا جائز ہے مثلاً علاج کرنا یا ڈوبتی عورت کو بچانا مقصود ہو۔ اگر قصد لذت نہ ہو تو دیکھنے میں حرج نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تیر نظر ابلیس کا زہر آلود تیر ہے۔ کبھی کبھی ایک نظر طویل حسرت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ (کافی ج ۵، ص ۵۵۹)

آپ کا فرمان ہے کہ جو دوسروں کی عورتوں کی پشت پر نظر ڈالتے ہیں کیا انھیں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ دوسرے بھی ان کی عورتوں کی پشت پر ایسی ہی نظر ڈالیں گے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۴، ص ۱۴۵)

آپ نے فرمایا ہے کہ ایک نگاہ کے بعد دوسری نگاہ دل میں شہوت جگاتی ہے اور آزمائش کا موجب بنتی ہے اور ابلیس کے جال میں پھنسانے کا سبب ہوتی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۴، ص ۱۳۹)

بزنطی کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا مرد اپنی سالی کے بالوں کو دیکھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ عمر رسیدہ ہو اور شادی کے لائق نہ ہو تو پھر جائز ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا سالی اور عام عورت کا ایک ہی حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۴، ص ۱۴۴)

ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن میں جہاں بھی شرمگاہ کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ زنا نہ کرو لیکن قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ کی آیت میں حفظ فروج سے مراد یہ ہے کہ کوئی کسی کی شرمگاہ پر نظر نہ ڈالے۔ لہٰذا کسی مرد کو دوسرے مرد کی شرمگاہ دیکھنے کی اجازت نہیں ہے اور کسی عورت کو دوسری عورت کی شرمگاہ دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ (تفسیر قمی ج ۲، ص ۱۰۱)

ابوحمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کسی عورت کے جسم کے حساس مقام پر کوئی بیماری ہو یا چوٹ لگی ہو اور اچھا معالجہ کرنے والی عورت موجود نہ ہو تو کیا مرد معالج علاج کی غرض سے اس کے حساس مقام کو دیکھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجبوری کی وجہ سے وہ اس سے علاج کرانا چاہے تو معالج اس کے بدن پر نظر ڈال سکتا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۴، ص ۱۷۲)

علی بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر عورت کی ران یا شکم یا بازو پر کوئی زخم آجائے تو کیا مرد معالج اس کا علاج کرسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا کہ اگر مرد کے شکم یا ران وغیرہ میں تکلیف ہو تو کیا عورت اس کا علاج کرسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر

Presented by www.ziaraat.com

شرمگاہ نہ کھلتی ہو تو جائز ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۴، ص ۱۷۳)

فقہاء اور مراجع تقلید کہتے ہیں کہ ضرورت کے بغیر طبیب نامحرم عورت کو ہاتھ نہ لگائے اور اگر ضروری ہو تو پھر ضرورت سے زیادہ اس کے جسم کو ہاتھ نہ لگائے اور اگر صرف دیکھنے سے علاج ہوسکتا ہو تو پھر نامحرم عورت کو ہاتھ نہ لگائے اور اگر ہاتھ لگانا ضروری ہو اور دیکھنے کی احتیاج نہ ہو تو پھر ہاتھ لگانے پر ہی اکتفا کرے۔

آیت اللہ گلپایگانی اپنی کتاب **مختصر الاحکام** میں لکھتے ہیں: اگر نامحرم عورت کا علاج کرنے کے لیے ضروری ہو کہ طبیب اس کے بدن کو دیکھے تو طبیب کے لیے اس کا بدن دیکھنا جائز ہے اور اگر صرف سرسری طور پر دیکھنا ہی کافی ہو تو پھر ہاتھ لگانے سے پرہیز کرے اور اگر ہاتھ لگانے سے علاج ہوسکتا ہو تو پھر نامحرم عورت کو دیکھنے سے اجتناب کرے۔ باقی مراجع کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

اس تمام تر بحث کا ماحصل یہ ہے کہ اگر حسب ذیل نگاہوں میں شہوت شامل نہ ہو تو پھر دیکھنا جائز ہے۔

(۱) جس عورت سے نکاح کرنا مقصود ہو اسے دیکھا جاسکتا ہے۔

(۲) کافر عورتوں کو دیکھنا جائز ہے۔

(۳) دیہاتی عورتیں جو پردے کی پابندی نہیں کرتیں ان کو دیکھنا جائز ہے۔

(۴) اشد ضرورت کے وقت دیکھنا جائز ہے۔

(۵) کچھ فقہاء کے نزدیک نامحرم عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنا حلال ہے۔

(۶) جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کو دیکھنا حلال ہے۔

(۷) بوڑھی عورت کو دیکھنا جائز ہے۔

(۸) پانچ برس سے کم عمر کی لڑکی کو دیکھنا حلال ہے۔

۱۴۴۔ قصد لذت سے محارم کو دیکھنا

سابقہ باب میں ہم یہ بتا چکے ہیں کہ محارم کو اور بوڑھی عورتوں کو اور علاج معالجہ کے لیے نامحرم عورت کو دیکھنا حلال ہے لیکن اس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ لذت کا قصد نہ ہو اور اگر خدانخواستہ لذت کے ارادے سے دیکھے تو ان کو دیکھنا حرام ہو جائے گا۔ اور اس حرمت پر اجماع ہے۔ اسی طرح محارم (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) سے ہاتھ ملانا اور ان کا سر چومنا بھی جائز ہے بشرطیکہ لذت کا قصد نہ ہو۔ اگر خدانخواستہ قصد لذت شامل ہو جائے تو یہ عمل حرام ہو جائے گا اور یہ نظر بھی ابلیس کا زہریلا تیر شمار ہو گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے فرمایا تھا:

پہلی نگاہ تمہارے لیے خطرناک نہیں ہے لیکن دوسری نگاہ خطرناک ہے۔ (المبسوط ج ۴، ص ۱۶۰)

آیت اللہ سید کاظم یزدی اپنی کتاب **عروۃ الوثقیٰ** میں فرماتے ہیں:

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

جن عورتوں سے خون ، رضاعت یا رشتے کی وجہ سے نکاح حرام ہے ان کو دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ قصد لذت نہ ہو۔ البتہ شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے۔ اور محرمات کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ اپنے محرم پر نگاہ ڈالیں تو قصد لذت شامل نہ ہو ورنہ مذکورہ عورتوں کے لیے ان کے محرم مردوں پر نظر کرنا حرام ہوگا۔

اس کے بعد یہ فقیہ بزرگوار لکھتے ہیں کہ نامحرم عورت کی آواز سننے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ قصد لذت نہ ہو۔ اور مرد بھی نامحرم عورتوں کے سامنے بلند آواز میں گفتگو کرسکتا ہے لیکن اس میں بھی یہی شرط ہے کہ فتنہ وفساد کا خطرہ نہ ہو۔ اگرچہ احتیاط اس میں ہے کہ بلاضرورت اس عمل سے بچا جائے اور جب مخاطب جوان عورت ہو تو فتنہ وشر کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ اور اگر جوان عورت جان بوجھ کر ہیجان انگیز لہجہ اختیار کرے تو یہ مطلقاً حرام ہے۔

۱۴۳۔ حیض و نفاس میں جماع کرنا

قرآن مجید کا فرمان ہے کہ حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنا حرام ہے۔ علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ حیض اور نفاس میں جماع کرنا حرام ہے۔ اور بیوی کو بھی چاہیے کہ وہ مخصوص ایام میں شوہر کی خواہش کی تکمیل کرنے سے انکار کردے۔ ان ایام میں جماع کرنا حرام ہے البتہ باقی لذات حاصل کرنا حلال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَسْـئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ (اے رسولؐ!) لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ ایک گندگی کی حالت ہے۔ اس میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ اس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۲۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا شوہر اپنی حائض بیوی سے لذت حاصل کرسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جماع کے سوا ہر طرح کی لذت حاصل کرسکتا ہے۔ (تفسیر صافی ج ۱، ص ۲۵۲)

آپ سے پوچھا گیا کہ جس عورت کا حیض ختم ہوگیا ہو لیکن اس نے غسل نہ کیا ہو کیا اس سے جماع حلال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر شوہر جماع کا خواہشمند ہو تو بیوی سے کہے کہ خون کے مقام کو دھو لے۔ جب بیوی اس مقام کو خوب اچھی طرح سے دھو لے تو جماع کرسکتا ہے۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ مرقوم ہیں: غسل مجھے زیادہ پسند ہے۔ (ملا فیض کاشانی، تفسیر صافی)

آیت اللہ سید کاظم یزدی لکھتے ہیں:

ایام حیض میں بیوی کے ساتھ جماع حرام ہے اگرچہ حشفہ سے کم تر ہی داخل کرے اور عورت کے لیے

Presented by www.ziaraat.com

بھی اپنے آپ کو جماع کے لیے پیش کرنا حرام ہے۔ جماع کے علاوہ بوسہ وغیرہ لینا جائز ہے۔ وطی فی الدبر محل اشکال ہے۔ (عروۃ الوثقیٰ ج ۱، ص ۳۳۹)

۱۴۴۔ چار ماہ سے زیادہ عرصے تک جماع نہ کرنا

علامہ حلی لکھتے ہیں کہ مرد کے لیے حالت اختیار میں چار ماہ سے زیادہ عرصے تک بیوی کے ساتھ جماع نہ کرنا حرام ہے۔ اسی طرح مرد کے لیے ایسے سفر پر جانا حرام ہے جہاں چار ماہ سے زیادہ کا عرصہ درکار ہو البتہ اگر بیوی اجازت دے تو پھر ایسا سفر کرنا جائز ہے۔ مرد اگر اپنی بیوی کو سفر میں ساتھ لے سکتا ہو تو لے جائے ورنہ اس سے اجازت حاصل کرے۔ (القواعد ج ۲، ص ۴۹-۵۰)

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں:

صحت مند بیوی سے صحت مند شوہر کا چار ماہ سے زیادہ عرصے تک جماع نہ کرنا حرام ہے۔ چار ماہ میں دائمی عقد رکھنے والی بیوی سے ایک بار جماع واجب ہے۔ اور اگر کسی کی چار بیویاں ہوں اور وہ ایک بیوی کے پاس رات گزارے تو اس پر واجب ہے کہ باقی تین بیویوں کے ساتھ بھی ایک ایک رات گزارے۔ اور اگر بیویوں کی تعداد چار سے کم ہو تو مساوات ضروری نہیں ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۳۰۳)

صفوان بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کسی آدمی کی جوان بیوی ہو اور وہ کئی ماہ تک بلکہ سال تک اس سے صحبت نہ کرے جبکہ اس کا مقصد بیوی کو اذیت پہنچانا نہ ہو تو کیا یہ آدمی گنہگار ہوگا؟ امام نے فرمایا کہ اگر چار ماہ تک صحبت نہ کرے تو گنہگار ہوگا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۴، ص ۱۰۰)

آیت اللہ سید کاظم یزدی عروۃ الوثقیٰ میں لکھتے ہیں کہ مرد کے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنی بیوی سے چار ماہ سے زیادہ عرصے تک مباشرت نہ کرے۔ اور اس کے لیے بیوی کا مطالبہ کرنا شرط نہیں ہے۔ بیوی خواہ مطالبہ کرے یا نہ کرے پھر بھی چار ماہ میں ایک مرتبہ مباشرت ضروری ہے۔ بیوی خواہ عقد دائمی میں ہو یا عقد موقت میں ہو۔ جوان ہو یا بوڑھی ہو۔ مرد وطن میں ہو یا سفر میں ہو۔ چار ماہ میں ایک بار مباشرت واجب ہے البتہ حسب ذیل صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں:

(۱) بیوی مباشرت نہ کرنے پر راضی ہو۔

(۲) نکاح کے وقت یہ شرط رکھی گئی ہو کہ مباشرت نہیں کرے گا۔

(۳) مباشرت عورت یا مرد کے لیے نقصان کا باعث ہو۔

(۴) بیوی اپنی مرضی سے سفر پر گئی ہو۔

(۵) بیوی نافرمان ہو۔

اور اگر کسی بھی وجہ سے وظیفہ زوجیت چار ماہ میں انجام نہ پایا ہو تو اس کی تلافی کے لیے قضا واجب ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

آیت اللہ خمینی تحریرالوسیلہ میں فرماتے ہیں :

بیوی پر مرد کے کچھ حقوق واجب ہیں :

(۱) بیوی کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔

(۲) شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جائے۔ اگر عورت اپنے ماں باپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہو یا ان کی عیادت مقصود ہو یا ان کی موت کے مراسم میں شریک ہونا چاہتی ہو تب بھی شوہر سے پوچھ کر گھر سے باہر نکلے۔

(۳) بیوی اپنے آپ کو مکمل طور پر شوہر کے سپرد کر دے اور اسے کسی بھی جائز استفادہ سے محروم نہ رکھے۔

بیوی کے بھی شوہر پر چند حقوق ہیں :

(۱) شوہر کو چاہیے کہ بیوی کو نان ونفقہ، رہائش اور پوشاک جیسا کہ متعارف ہو فراہم کرے۔

(۲) بیوی کی غلطیوں سے درگزر کرے۔

(۳) بیوی سے بداخلاقی اور بے رخی سے پیش نہ آئے۔

(۴) شوہر پر واجب ہے کہ کم از کم چار ماہ میں ایک مرتبہ بیوی سے جماع کرے۔

۱۴۵۔ منکوحہ عورت یا عدت والی عورت سے نکاح کی خواستگاری کرنا

جو عورت منکوحہ ہو یا طلاق رجعی کے دن گزار رہی ہو اس سے نکاح کی خواستگاری کرنا حرام ہے کیونکہ طلاق رجعی کے دوران شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے لہٰذا طلاق رجعی والی عورت منکوحہ شمار کی جاتی ہے۔

علامہ شیخ محمد حسن نجفی اپنی کتاب جواھر الکلام میں اس مسئلے کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

اس حرمت پر فقہاء کا اجماع ہے۔ منکوحہ عورت کو نکاح کی پیشکش کرنا انتہائی معیوب بات ہے اور یہ کسی بھی مومن کی عزت سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ ہر مومن کی جان، مال اور ناموس محترم ہے اور یہ عمل فتنہ و فساد کا موجب ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عورت اپنے شوہر سے چھٹکارا پانے کے لیے اسے زہر دیدے یا کسی دوسرے ذریعے سے ختم کر دے اور یوں ایک پیشکش قتل کا موجب بن جائے۔

۱۴۶۔ عدت وفات کے دوران عورت کا بننا سنورنا

جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس عورت پر واجب ہے کہ وہ چار ماہ دس دن تک عدت میں رہے اور اس دوران عقد ثانی نہ کرے۔ اور اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل تک نکاح نہیں کرسکتی۔ اگر بچہ چار ماہ دس دن سے پہلے پیدا ہو جائے تو عورت کو چاہیے کہ وہ چار ماہ تک عدت میں رہے اور وضع حمل میں دیر ہو تو اس کی عدت وضع حمل تک ہوگی۔ عدت کے دوران بیوہ کے لیے زینت شمار ہونے والا لباس پہننا حرام ہے اور مجموعی

Presented by www.ziaraat.com

طور پر وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو زیب و زینت شمار ہوتا ہو۔

ابن ابی یعفور نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ بیوہ کی عدت کے کیا احکام ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:

(۱) زینت کے لیے سرمہ نہ لگائے (۲) خوشبو استعمال نہ کرے (۳) تزین و آرائش کا لباس نہ پہنے اور شوہر کے گھر کے علاوہ کہیں اور نہ جائے۔ البتہ جو حقوق اس پر واجب ہیں اس کے لیے مثلاً حج کے لیے جاسکتی ہے اور غسل کے بعد بالوں میں کنگھی کرسکتی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۵، ص ۴۵۰)

بعض روایات میں آیا ہے کہ اگر خضاب، سرمہ، رنگین لباس اور خوشبو زینت کے لیے نہ ہو تو یہ چیزیں حرام نہیں ہیں۔

آیت اللہ سید کاظم یزدی لکھتے ہیں:

جس عورت کا خاوند فوت ہوگیا ہو تو عدت وفات کے دوران اسے جسم اور لباس کی زینت مثلاً سرمہ لگانے اور خوشبو لگانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ زینت کا معیار زمان و مکان ہے جہاں وہ رہائش پذیر ہے۔ اجماع علماء اور احادیث سے زیب و زینت کی حرمت ثابت ہے۔ (عروۃ الوثقیٰ ج ۲، ص ۶۴)

آیت اللہ خمینی تحریر الوسیلہ میں فرماتے ہیں:

احتیاط واجب یہ ہے کہ عورت عدت وفات کے دوران شوہر کے گھر سے نہ نکلے۔ (ج ۲، ص ۳۳۸)

آیت اللہ خوئی فرماتے ہیں:

عدت وفات کے دوران بیوہ کے لیے گھر سے نکلنا مکروہ ہے۔ (منہاج الصالحین ج ۲، ص ۲۲۸)

مؤلف کہتا ہے:

بیوی کے لیے شوہر کا سوگ منانا ضروری ہے جبکہ فرمودات معصومینؑ کے مطابق متوفی کے رشتے داروں کو چاہیے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ نہ رکھیں اور اس سے زیادہ دنوں تک زینت کو ترک نہ کریں۔ آج کل ہمارے ہاں چالیس دن کے سوگ کا جو رواج پایا جاتا ہے اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور کسی متوفی کے سوگ میں سیاہ لباس پہننے کا بھی کوئی حکم نہیں ہے جبکہ اہلبیتؑ کے فرمان کے مطابق سیاہ لباس پہننا مکروہ اور مذموم ہے۔

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام یا امام جعفر صادق علیہ السلام میں سے ایک بزرگوار نے فرمایا ہے: کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہیں رکھنا چاہیے البتہ بیوہ کو عدت تک سوگ رکھنا چاہیے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۵، ص ۴۵۰)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ سوگ تین دن سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ (بحار الانوار ج ۷۹، ص ۷۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت جعفر ابن ابی طالبؑ شہید ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کو حکم دیا کہ وہ اسماء بنت عمیس (جعفر طیارؑ کی بیوہ)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

کے پاس جائیں اور تین دن تک ان کے لیے کھانا پکائیں تاکہ شہید کی بیوہ اور بچے سوگ میں مصروف رہیں۔
امام نے فرمایا کہ اس دن سے مسلمانوں میں یہ رسم قائم ہوئی ہے کہ متوفی کے گھر تین دن تک کھانا پہنچایا جائے۔ (بحار الانوار ج ۷۹، ص ۷۲)

۱۴۷۔ مردوں کے لیے ریشم اور سونا استعمال کرنا

شرائع الاسلام اور جواہر الکلام میں مرقوم ہے کہ مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے بلکہ کسی بھی طرح مرد کے لیے سونے سے زینت کرنا حرام ہے اور اس حرمت پر اجماع ہے۔ کسی نے آج تک اس میں اختلاف نہیں کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مرد کو چاہیے کہ وہ سونے کی تاروں سے بنا ہوا لباس نہ پہنے اور اس لباس میں نماز نہ پڑھے۔ یہ لباس اہل بہشت کے لے مخصوص ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۳، ص ۳۰۱)

آیت اللہ سید کاظم یزدی عروۃ الوثقیٰ میں لکھتے ہیں:

نماز گزار کے شرائط لباس میں ایک شرط یہ ہے کہ اگر وہ مرد ہے تو وہ زر بفت کا لباس نہ پہنے۔ نماز کے علاوہ بھی مرد کے لیے زربفت کا لباس پہننا حرام ہے۔ زربفت کی طرح مردوں کے لیے ریشم کا لباس پہننا بھی ممنوع ہے۔ نماز کے علاوہ بھی ریشم کا لباس پہننا حرام ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مرد کے لیے سونے سے زینت کرنا حرام ہے خواہ وہ لباس کی صورت میں ہو یا انگوٹھی کی صورت میں ہو۔ (ج ۱، ص ۵۶۲،۳۴۱)

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں:

نمازی کا لباس زربفت کا نہیں ہونا چاہیے خواہ وہ لباس ساتر ہو یا نہ ہو۔ نماز کے سوا بھی مرد پر سونے کا استعمال حرام ہے خواہ وہ لباس کی شکل میں ہو یا انگوٹھی اور کنگن کی شکل میں ہو۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۱۴۵)

ھدایۃ العباد جلد اول صفحہ ۱۳۲ پر آیت اللہ گلپائیگانی کا بھی یہی فتویٰ مرقوم ہے۔

۱۴۸۔ دوسری صنف کا لباس پہننا

آیت اللہ سید کاظم یزدی عروۃ الوثقیٰ میں لکھتے ہیں:

لباس شہرت کا پہننا حرام ہے۔ اور لباس شہرت سے مراد یہ ہے کہ انسان ایسا لباس پہنے جو اس کی شخصیت کے لیے نامناسب ہو مثلاً ایک عالم دین فوجی کا لباس پہنے یا فوجی عالم دین کا لباس پہنے۔ مرد، عورت کا لباس پہنے یا عورت مرد کا لباس پہنے۔ احوط یہ ہے کہ ایسے لباس میں نماز نہ پڑھی جائے۔

صاحب وسائل الشیعہ نے سند صحیح کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ اللہ کو لباس شہرت سخت ناپسند ہے۔ (ج ۲، ص ۵۴)

Presented by www.ziaraat.com

وسائل الشیعہ میں اسی مفہوم کی اور بھی کئی احادیث مرقوم ہیں جنھیں ہم بغرض اختصار نقل نہیں کر رہے۔
امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کی علامات میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس زمانے میں مرد زنانہ لباس پہنیں گے اور عورتیں مردانہ لباس پہنیں گی۔
شیخ صدوق نے میں امیرالمومنین علیہ السلام کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ مرد عورتوں کے لباس پہنیں گے اور عورتیں مردوں کے لباس پہنیں گی اور وہ لوگ نماز کے شرائط کو حقیر جانیں گے۔
(فضائل الاشهر الثلاثه ص ۹۱)

۱۴۹۔ غنا اور موسیقی

غنا و موسیقی اور ہر وہ آواز جو لہو و لعب کی محفل کے لیے مخصوص ہو وہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح کے آہنگ و الحان پر دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے اور اہل ایمان کو اس سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔
امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے:
لہویات میں مشغول رہنا گناہ کبیرہ ہے۔ (عیون الاخبار الرضا ج ۲، ص ۱۲۷)
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:
...فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ بتوں کی ناپاکی سے بچو اور لغو باتوں سے بھی بچو۔ (سورۂ حج: آیت ۳۰) وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ ... اَلَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ رحمان کے بندے ... محفل زُور میں شرکت نہیں کرتے۔ (سورۂ فرقان: آیت ۷۲)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:
قول زُور اور محفل زُور سے مراد غنا اور موسیقی کی محفل ہے اور غنا (راگ) منافقت کا سرچشمہ ہے۔
(کافی ج ۶، ص ۴۳۱)
جس گھر میں موسیقی اور غنا ہو، وہ گھر رسوائی سے محفوظ نہیں رہتا۔ اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور اس گھر میں دعا قبول نہیں ہوتی۔ (کافی ج ۶، ص ۴۳۳)
امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے:
جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کی شاخوں پر ہوا لگتی ہے تو اس سے غنا اور موسیقی کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں اور یہ آوازیں اسے نصیب ہوں گی جو دنیا میں موسیقی سے پرہیز کرتا ہوگا۔ (ایضاً)
غنا اور موسیقی سننے میں مگن ہونے کے سلسلے میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:
جو کسی بولنے والے کی آواز پر کان دھرتا ہے گویا وہ اس کی عبادت کرتا ہے۔ اگر بولنے والا خدا کا پیغام پہنچا رہا ہے اور سننے والا اس پر دھیان دے رہا ہے تو گویا وہ اللہ کی عبادت کر رہا ہے اور اگر بولنے والا شیطان کا

Presented by www.ziaraat.com

پیغام پہنچا رہا ہے اور سننے والا اس کی طرف کان لگاتا ہے تو گویا وہ شیطان کی عبادت کر رہا ہے۔ (ایضاً)

ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ غنا کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا:

یہ بتاؤ کہ جب قیامت کے دن خدا حق اور باطل کو الگ الگ کرے گا تو غنا کہاں ہوگا؟ اس نے کہا کہ غنا باطل کے ساتھ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۴۳۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

خدا جس کو نعمت دے اور وہ نعمت پا کر موسیقی کے Instruments سے دل بہلائے تو اس نے خدا کی نعمت کی ناشکری کی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۷، ص ۱۲۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

غنا کے ساز بجانے سے دل میں یوں نفاق پیدا ہوتا ہے جیسے پانی سے سبزہ اگتا ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۳۲)

جس شخص کے گھر میں چالیس دن تک موسیقی ہوتی رہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر قفندر نامی شیطان کو مسلط کر دیتا ہے۔ وہ اس پر قابو پالیتا ہے جس کے سبب سے اس کی حیا چلی جاتی ہے اور اسے کوئی پروانہیں رہتی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یا اس کے متعلق کیا کہا جا رہا ہے۔ (ایضاً)

جس گھر میں چالیس دن تک گانا بجانا جاری رہے اس گھر کے مالک پر قفندر مسلط ہو جاتا ہے۔ وہ اس شخص پر ایسی پھونک مارتا ہے کہ اس کی حیا چلی جاتی ہے اور وہ اتنا بے حیا ہو جاتا ہے کہ لوگ اس کے گھر والوں سے بدکاری کریں تب بھی اس کو کوئی پروانہیں ہوتی۔ (کافی ج ۶، ص ۴۳۳)

محفل موسیقی پر خدا کی نظر رحمت نہیں ہوتی۔ ایسی محفل سجانے والا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کا مصداق ہوتا ہے۔ (ایضاً)

موسیقی اور جدید سائنس

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے توسط سے انسانوں کو جو تعلیم دی ہے وہ دنیا و آخرت دونوں میں ان کی سلامتی کی ضامن ہے۔ انبیّاء انسانوں کے حقیقی رہنما تھے۔ انھوں نے انسانوں کی خیر خواہی کی اور ان کو نقصان دہ چیزوں سے منع فرمایا لیکن انسانوں کی بدنصیبی رہی کہ انھوں نے انبیّاء کی باتوں پر عمل نہیں کیا اور ان کو انسانی آزادی میں رکاوٹ کہہ کر اس سے منہ موڑ لیا۔

ماضی میں انسان نے اپنی سرکشی کی وجہ سے آسمانی تعلیم پر عمل نہیں کیا اور آج بھی آسمانی تعلیم اس کے رگ و پے میں نہیں سمائی ہے لیکن میڈیکل سائنس نے بتا دیا ہے کہ آسمانی تعلیم جن جن چیزوں سے روکتی ہے وہ چیزیں بلاشبہ صحت کے لیے مضر ہیں۔ میڈیکل ڈاکٹرز آج یہ انکشاف کر رہے ہیں کہ دین نے جن چیزوں کو حرام

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

قرار دیا ہے وہ انسان کی صحت پر نہایت برے اثرات مرتب کرتی ہیں۔

آیت اللہ دستغیب شیرازی اپنی کتاب گناہان کبیرہ جلد دوم میں ایک کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"Physiology (عضویات) کے ماہرین نے انسانی جسم کے Autonomic Nervous System کو Sympathetic اور Para Sympathetic حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

Central Nervous System دماغ اور ریڑھ کی ہڈی میں موجود حرام مغز پر محیط ہے۔

Sympathetic نظام ریڑھ کی ہڈی کے سرے سے شروع ہو کر تمام اعضاء میں تقسیم ہو جاتا ہے لیکن Para Sympathetic اعصاب کا سلسلہ دماغ سے شروع ہو کر ریڑھ کی ہڈی سے گزرتا ہوا Sympathetic نظام کے برابر برابر پورے جسم میں بٹ جاتا ہے۔

Sympathetic نظام بیداری کی حالت میں اور کام کے دوران انسانی جسم کو کارکردگی پر آمادہ کرتا ہے اور اسے کام کرنے میں مدد دیتا ہے۔ Para Sympathetic نظام خودکار طریقے پر ضائع ہونے والی توانائی کو بحال کرتا ہے۔ چونکہ ان دونوں اعصاب کے کام ایک دوسرے کے برعکس ہیں اس لیے جب تک بیرونی عوامل ان کے توازن کو متاثر نہیں کرتے دونوں اپنا اپنا کام کرتے رہتے ہیں اور جسم متوازن طریقے پر کام کرتا رہتا ہے۔ یہ توازن انسان کی ذہنی اور جسمانی سلامتی اور سکون کو برقرار رکھتا ہے لیکن جیسے ہی ان دونوں میں سے کوئی ایک اپنا توازن کھو دیتا ہے تو انسان میں ذہنی اور جسمانی خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ Sympathetic نظام کا اہم کام جسم میں فعالیت پیدا کرنا ہے جیسے چوکنا پن اور محنت وغیرہ۔ اس کے برعکس Para Sympathetic نظام سستی، نیند، غفلت، بھول چوک اور رنج وغم وغیرہ پیدا کرتا ہے۔

جس وقت بیرونی عوامل اعصاب کو متاثر کرتے ہیں تو Sympathetic اور Para Sympathetic نظام ان عوامل کے تناسب سے اپنا توازن کھو کر گھٹ جاتے یا بڑھ جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں اعصابی نظاموں میں جتنا جتنا فاصلہ بڑھتا جاتا ہے اسی قدر نفسیاتی الجھنوں یعنی ذہنی عدم توازن کا آغاز ہو جاتا ہے۔

ان بیرونی عوامل میں جو Sympathetic اور Para Sympathetic نظام کے درمیان میں عدم توازن پیدا کرتے ہیں موسیقی کے سر تال بھی شامل ہیں۔ جس وقت موسیقی کی طربیہ تانیں یا المیہ دھنیں اور خاص طور پر اس کا بلند آہنگ شور (جیسا کہ مثلاً پاپ اور راک میوزک میں ہوتا ہے) اس توازن کو جو Sympathetic اور Para Sympathetic نظام میں لازمی طور پر پایا جاتا ہے درہم برہم کر دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہاضمہ، جاذبہ (جسم کی وہ قوت جس کے ذریعے اعضاء غذا کے مفید اور مناسب اجزا کو جسم میں جذب کر لیتے ہیں)، دافعہ (جسم کی اس قوت کا نام جو خوراک کے اس حصے کو جو غذا بننے کی قابلیت نہ رکھتا ہو نکال دیتی ہے)، دل کی دھڑکن اور جسم کے مایعات مثلاً خون وغیرہ کے دباؤ کی حالت میں خلل پڑ جاتا ہے اور دھیرے دھیرے انسان ایسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جن کے علاج سے طب جدید اپنی تمام تر حیرت انگیز ترقیوں کے باوجود

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اکثر موقعوں پر بے بس نظر آتی ہے۔

مختلف نفسیاتی بیماریوں، فکری الجھنوں، ذہنی عدم توازن، قسم قسم کے پاگل پن، دل اور دماغ کے بہت سے سکتوں کی جو تمام دنیا میں روز بروز بڑھتے جارہے ہیں اور معالجوں کی توجہ کا مرکز بن گئے ہیں 95% تعداد اس منحوس تہذیب کا نتیجہ ہے جس کا اہم حصہ ریڈیو (اور ٹی وی) کے ذریعے موسیقی کی نشریات اور گانے بجانے کی محفلیں اور کنسرٹ ہیں۔ گانے بجانے، کنسرٹوں، طرح طرح کی موسیقیوں، فلموں، کبھرے اور رقصوں ہی کا نتیجہ ہے جو تمام ملکوں میں دیوانوں اور نفسیاتی بیماروں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے اور دنیا کے بڑے بڑے ملکوں خصوصاً یورپ اور امریکا کے اسپتالوں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے۔

اے کاش! انسان یہ سمجھ سکتا کہ سامراجی طاقتیں، قوموں کے اعصاب اور قوت فکر پر غلبہ پانے کے مقصد سے کس طرح موسیقی اور شراب نوشی کو عام کر کے ان کے اعصاب کو کمزور کر رہی ہیں اور فکری الجھنیں اور نفسیاتی بیماریاں پیدا کر رہی ہیں۔ اے کاش! انسان کو ہوش آجائے کہ ذرا سی دیر کے مزے کے لیے اس نے کس طرح اپنی کام کرنے والی قوتوں کو اغیار کے اختیار میں دے دیا ہے۔

کولمبیا یونیورسٹی کے ڈاکٹر ولف ایڈلر نے ثابت کردیا ہے کہ موسیقی کی دلکش دھنیں انسانی اعصاب پر نہایت خراب اثرات مرتب کرتی ہیں۔ ڈاکٹر ایڈلر نے موسیقی کے نقصانات پر ایک مفصل کتاب شائع کی ہے۔ امریکا کے ہزاروں باشندے اس کے پیرو ہوگئے ہیں۔ انھوں نے موسیقی کو اپنے لیے ممنوع قرار دے لیا ہے اور ایک تفصیلی خط امریکی سینیٹ کو بھیجا ہے جس میں مطالبہ کیا ہے کہ ہر قسم کے کنسرٹ پر پابندی لگا دی جائے۔''

مؤلف عرض کرتا ہے:

مغربی ممالک نے ترقی پذیر ممالک بالخصوص اسلامی دنیا کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بنا رکھے ہیں اور اسلامی دنیا کی تباہی کے لیے مخرب اخلاق فلموں، منشیات اور مذہبی عقائد کی جنگ برپا کر کے اور وہاں کے عوام کو دین و مذہب اور علماء سے دور رکھنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ اسلامی ممالک کی صدیوں کی ثقافت کو برباد کرنے کے لیے بے حجابی اور بدحجابی کو رواج دیا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جمہوریت کے دلفریب نعرے بلند کر کے جوانوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوششیں جاری ہیں۔ زمینی وسائل کے یہ قزاق عالم اسلام کو دہشت گرد ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ میڈیا کے ذریعے مسلمانوں کو غیر مہذب، دہشت گرد اور جنگجو قوم ثابت کرنے کے لیے اربوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں اور انھوں نے تہذیبوں کی غیر اعلانیہ جنگ شروع کر رکھی ہے۔

اہل موسیقی کا انجام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: قیامت کے دن سارنگی بجانے والے کا منہ کالا ہوگا۔ اس دن اس کے ہاتھ میں دوزخ کی آتشیں سارنگی ہوگی اور ستر ہزار فرشتے فولادی گرز سے اس کے سر اور منہ پر

Presented by www.ziaraat.com

ضربیں لگا رہے ہوں گے۔ اور سارنگی بجانے والا جب قبر سے نکلے ہوگا تو اندھا، بہرا اور گونگا ہوگا۔
(بحار الانوار ج ۷۶، ص ۳۵۴)

آخری زمانے میں موسیقی کو عروج حاصل ہوگا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ظہور مہدیؑ کی علامات کے سلسلے میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرمایا ہے: اس زمانے میں موسیقی کے ساز عام ہوں گے اور موسیقی عروج پر ہوگی۔ کوئی کسی کو اس سے منع نہیں کرے گا اور اس پُر آشوب دور میں کسی کو اس سے منع کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۵۱۶)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان فارسیؓ سے علائم قیامت کی ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا تھا: اس زمانے میں موسیقی کا بڑا رواج ہوگا۔ خوش گلو عورتیں گانے گائیں گی اور غنا اور موسیقی کے ساز عام ہوں گے اور لوگوں کو اس کی پروا تک نہ ہوگی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۵، ص ۳۴۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے منصور دوانیقی کے سامنے ظہور مہدیؑ کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: حرمین شریفین میں لوگ ایسے کام کریں گے جو خدا کو سخت ناپسند ہوں گے۔ اور اس زمانے کے لوگ اتنے بے حس ہوں گے کہ کوئی کسی کو روکنے والا نہیں ہوگا۔ حرمین میں موسیقی کو عروج حاصل ہوگا۔ اور اگر کوئی کسی کو نصیحت کرے گا تو نصیحت سننے والا کہے گا کہ تم اپنے کام سے کام رکھو۔ تم پورے معاشرے کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ اس زمانے میں لوگ بدکاروں کی پیروی کریں گے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۱، ص ۵۱۷)

مؤلف عرض کرتا ہے:

معلوم ہوتا ہے کہ امام کی یہ پیشین گوئی ہمارے زمانے میں پوری ہو چکی ہے کیونکہ آج کل لوگ بیباکی کے ساتھ گناہ کر رہے ہیں اور کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرنے پر تیار نہیں اور اگر کوئی یہ فرض ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس پُر آشوب دور کے فتنوں سے ہمیں اپنی امان میں رکھے اور ہمارا انجام بالخیر ہو۔

موسیقی کے متعلق فقہاء کی آراء

شیخ انصاری مکاسب میں لکھتے ہیں:

غنا اور موسیقی کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کی حرمت کے متعلق دو قسم کی روایات ملتی ہیں کچھ روایات حد اطمینان اور کچھ حد یقین تک پہنچی ہوئی ہیں اور تمام روایات میں غنا کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لہو اور باطل ہے اور اس لہو کا مشاہدہ راگ (مثلاً سات سُر سا۔ رے۔ گا۔ ما۔ پا۔ دھا۔ نی) (اور کلاسیکی موسیقی) گاتے وقت کیا جا سکتا ہے۔ غنا اور طرب اس وقت حرام ہے جب اسے اہل معصیت کی طرز پر گایا جائے اور اگر قرآن کو بھی اس لحن میں پڑھا جائے تو حرام ہے اور احادیث میں اس کی ممانعت وارد ہوئی

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ غنا کے طرب آور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ گانے والے یا سننے والے کے جذبات کو برانگیختہ کرے یا پھر لوگ عرفی طور پر اسے غنا کہتے ہوں۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ تمام افراد کے لیے تحریک آور ہو یا اس کے سننے سے انسان Relax ہو جائے اور اس کے بدن کی کیفیت بدل جائے کیونکہ عرفی غنا کی بہت سی اقسام میں یہ خاصیت نہیں ہوتی اور یوں اسے حرمت سے خارج کرنا پڑے گا۔ اسی لیے شہید ثانی نے شرح لمعہ اور مسالک میں فرمایا ہے کہ جس بھی گائیکی کو عرف عام میں غنا سمجھا جاتا ہو وہ حرام ہے۔

اس کے بعد شیخ اعظم لکھتے ہیں:

دو مقامات حرمت غنا سے مستثنٰی ہیں پہلا مقام حدی خوانی کا ہے۔ جب ایک اونٹ سوار اپنے اونٹ کو تیز چلانے کے لیے حدی خوانی کرتا ہے تو یہ حرام نہیں ہے لیکن ہمارے پاس حدی خوانی کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ دوسرا شادی کے موقع پر شادی بیاہ کے گیت گانا اور جب دلہن کو شوہر کے گھر لایا جاتا ہے اس وقت شادی بیاہ کے گیت گانا حرام نہیں ہے۔ کچھ روایات سے اس کا استثناء ثابت ہوتا ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ اس سے بھی پرہیز کیا جائے جیسا کہ شہید اول نے اپنی کتاب دروس میں استثنائی روایات کے ضعیف ہونے کی وجہ سے لکھا ہے کہ احتیاط یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں: غنا حرام ہے اور غنا آواز کے بلند کرنے اور حلق میں اس کو اس طرح گھمانے کو کہتے ہیں کہ اس میں وہ کیفیت پیدا ہو جائے جو محفل لہو وطرب کے ساتھ مخصوص ہے۔ کچھ فقہاء شادی کے اجتماع میں عورتوں کے غنا کو جائز قرار دیتے ہیں اور ان کا یہ نظریہ حقیقت سے دور بھی نہیں ہے۔ البتہ اس میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے اور اس طرح کے غنا کو شادی بیاہ کے موقع اور اس سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک ہی محدود رکھنا چاہیے۔ اس کو زیادہ وسعت نہیں دینا چاہیے جبکہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ غنا اور موسیقی سے مطلق پرہیز کرنا چاہیے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۴۹۷)

آیت اللہ دستغیب شیرازی اپنی کتاب گناہان کبیرہ میں لکھتے ہیں:

غنا کی حرمت کے لیے شیعہ فقہاء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ غنا کی حرمت مسلم ہے اور صاحب مستند نے حرمت غنا کو ضروریات دین میں سے قرار دیا ہے اور صاحب ایضاح لکھتے ہیں کہ اس کی حرمت کی روایات حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ البتہ غنا کے مفہوم اور اس کی حقیقت کے متعلق تھوڑا سا اختلاف ہے۔ شیخ انصاری نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اکثر علماء و مراجع کے فتوے بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے غنا طرب آور آواز کو کہا جاتا ہے یعنی اس میں طرب انگیزی کی خاصیت موجود ہو اگرچہ وہ بالفعل طرب آور نہ ہو۔ اور فاسق و فاجر لوگوں کے سُر تال کی طرز پر ہو اور آلات موسیقی اور رقص کے لیے موزوں ہو۔ اور اسے سن کر انسان لذت شہوانی کی طرف مائل ہو۔ اور یہ قطعی طور پر حرام ہے۔ اس کے لیے شعر و نثر کا کوئی فرق نہیں ہے اور خواہ اس میں آل محمدؐ کا قصیدہ پڑھا جائے، نوحہ پڑھا جائے، قرآن پڑھا جائے یا دعا پڑھی

Presented by www.ziaraat.com

جائے یا اذان دی جائے پھر بھی حرام ہے بلکہ اس کا گناہ زیادہ ہے کیونکہ اس میں ایک تو غنا ہے اور دوسرا اس سے قرآن اور اہلبیت طاہرینؑ کی توہین ہوتی ہے۔ البتہ صرف خوبصورت آواز کو ہی حلق میں گھمایا پھرایا جائے اور وہ طرب آور نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ بِاَلْحَانِ الْعَرَبِ وَ اَصْوَاتِهَا وَاِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْفِسْقِ وَ اَهْلِ الْكَبَائِرِ فَاِنَّهُ سَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يُرَجِّعُوْنَ الْقُرْآنَ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ وَالرَّهْبَانِيَّةِ لَا يَجُوْزُ تَرَاقِيَهُمْ قُلُوْبُهُمْ مَقْلُوْبَةٌ وَ قُلُوْبُ مَنْ يُعْجِبُهُ شَأْنُهُمْ. قرآن کو عرب کے لہجوں اور ان کی آوازوں کے مطابق پڑھو اور اہل فسق اور بدکار لوگوں کی طرزوں سے پرہیز کرو۔ عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کو راگ، نوحے اور راہبوں کے انداز میں پڑھیں گے۔ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان کے اور ان کے چاہنے والوں کے دل حق سے منحرف ہوں گے۔ (وسائل الشیعہ، کتاب الصلواۃ)

علمائے اہلسنت نے ایک حدیث رسولؐ نقل کی ہے کہ مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا. اس حدیث کے مطابق قرآن کو غنا کی طرح پڑھنا منع ہے۔

اہلسنت کے مشہور عالم ابن اثیر نے اپنی کتاب نہایہ میں لکھا ہے:

تَغَنَّيْتُ، تَغَانَيْتُ اور اِسْتَغْنَيْتُ کے تینوں الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو قرآن کی موجودگی میں غیر قرآن سے بے نیاز نہیں ہوتا وہ ہم میں سے نہیں ہے لہٰذا اس حدیث سے غنا کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا تھا: ... فَعِنْدَهَا يَكُوْنُ اَقْوَامٌ يَتَعَلَّمُوْنَ الْقُرْآنَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَيَتَّخِذُوْنَهُ مَزَامِيْرَ وَيَتَغَنَّوْنَ بِالْقُرْآنِ. آخری زمانے میں کچھ گروپ ایسے ہوں گے جو غیر اللہ کی خوشی کے لیے قرآن سیکھیں گے اور اسے غنا میں ڈھالیں گے اور غنا کے انداز میں پڑھیں گے۔

البتہ قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنا چاہیے۔ خوش الحانی اور چیز ہے اور غنا و راگ دوسری چیز ہے۔ ہادیان دین نے قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ ابو بصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رَجِّعْ بِالْقُرْآنِ صَوْتَكَ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ قرآن کو خوبصورت آواز میں پڑھو۔ اللہ کو خوبصورت آواز پسند ہے۔

نیز ابن ابی عمیر نے روایت کی ہے:

اِنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ بِالْحُزْنِ فَاقْرَءُوْهُ بِالْحُزْنِ. قرآن غم کے ساتھ نازل ہوا تم اسے غمگین لہجے میں پڑھو۔ (مسند، کتاب شہادات ص ۴۶۵)

شادی کی محفل اور غنا

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ شادی کی تقریب میں غنا جائز ہے لیکن اس کی تین شرطیں ہیں:

Presented by www.ziaraat.com

(۱) غنا صرف عورتوں کی طرف سے ہو اور اس میں محرم یا نامحروم مرد موجود نہ ہوں۔
(۲) باطل گفتگو نہ ہو۔
(۳) موسیقی کے ساز استعمال نہ ہوں۔

فقہاء کی ایک بڑی تعداد شادی کی تقریب میں دف بجانا حلال سمجھتی ہے اور شہید اول اور محقق ثانی فرماتے ہیں کہ دف بجانا حلال ہے لیکن اس کے گرد حلقہ نہ بنایا جائے۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ دف سے بھی پرہیز کیا جائے اور ہر طرح کے گانے سے بچا جائے جیسا کہ شیخ انصاری نے مکاسب میں اور شہید اول نے دروس میں اور آیت اللہ خمینی نے تحریر الوسیلہ میں لکھا ہے۔

غنا اور موسیقی کے حرام ہونے کا فلسفہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے تار و طنبور، بانسری، باجا اور شطرنج نیز نصاریٰ کی صلیب اور مشرکین کے بتوں کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں باعث فساد ہیں۔ خدا نے ہم پر واجب کیا ہے کہ ہم ان کو تلف کر دیں۔

موسیقی کی تعلیم دینا اور تعلیم لینا نیز اس کی اجرت[۱] لینا حرام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ نے مجھے ہدایت اور عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں باجے تاشے، تار ستار، بت اور جاہلیت کی نشانیوں کو مٹا دوں۔

موسیقی کے ساز بنانا، بیچنا اور خریدنا حرام ہے۔

۱۔ جن معاشروں میں موسیقی عام ہے وہاں میوزک تھراپی کے ذریعے جسمانی اور روحانی بیماریوں کا علاج بھی کیا جاتا ہے لیکن اس کے صحیح نتائج ابھی تک معلوم نہیں ہیں۔ (رضوانی)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

کھانے پینے کے محرمات

۱۵۰۔ حرام کھانے

(۱) سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا حرام ہے نیز دیگر مقاصد کے لیے بھی ان کا استعمال منع ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: سونے چاندی کے برتن میں کھانا نہ کھاؤ اور جس برتن پر سونے چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو ان میں بھی کھانا نہ کھاؤ۔ (تہذیب الاحکام ج ۹، ص ۹۰)

صاحب حدائق لکھتے ہیں کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے جبکہ علامہ نے "تذکرہ" میں اور دیگر علماء نے فرمایا ہے کہ اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔

(۲) خبیث چیزیں کھانا حرام ہے۔ ہر وہ چیز کھانا حرام ہے جسے عرف میں خبیث کہا جاتا ہو۔

آیت اللہ خوئی فرماتے ہیں:

اللہ نے خبائث کو حرام کیا ہے۔ اور خبائث، خبیث کی جمع ہے۔ ہر وہ چیز خبیث ہے جس میں تباہی اور ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ غیر شائستہ افعال کو بھی خبائث سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۷ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ میں ہر طرح کے خبائث مراد ہیں جبکہ سورۂ انبیاء کی آیت ۷۴ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبَآئِثَ میں قوم لوطؑ کے خبائث اعمال مراد ہیں۔

راغب اصفہانی المفردات میں لکھتے ہیں کہ خبیث پست اور گھٹیا چیز کو کہا جاتا ہے اور اس لفظ کا اطلاق پست عقائد، پست گفتگو اور برے افعال پر ہوتا ہے۔

کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہمارے مخالفین کے باطل اقوال خبائث ہیں۔

(۳) ہر اس چیز کا کھانا پینا حرام ہے جو انسان کے بدن، روح یا عقل کے لیے نقصان دہ ہو۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے: تمام ایسی چیزیں جن میں فساد ہو ان کے کھانے، پینے، پہننے اور رشتے کرنے اور ان کی حفاظت کرنے سے منع کیا گیا ہے مثلاً مردار، خون، خنزیر اور درندوں کا گوشت کھانا حرام ہے۔ اسی طرح سود، فحش کام اور شراب وغیرہ بھی معاشرے کے فاسد ہونے کا سبب ہیں لہٰذا وہ بھی حرام ہیں جبکہ مردار، خون اور خنزیر اور درندوں کا گوشت انسانی بدن کے لیے مضر ہے لہٰذا وہ حرام ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

(۴) درندوں کا گوشت کھانا حرام ہے اگرچہ ان کے دانت نوک دار نہ ہوں۔

(۵) نوک دار دانت والے ہر صحرائی جانور کا گوشت کھانا حرام ہے۔

(۶) جو پرندے اڑان کے دوران پر پھڑ پھڑائے بغیر اڑتے ہیں ان کا گوشت کھانا حرام ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو پرندہ پرواز کے دوران مسلسل پر پھڑ پھڑاتا ہو اس کا گوشت کھاؤ اور جو کچھ دیر کے لیے پر پھڑ پھڑائے بغیر اڑتا رہے وہ حرام ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۳۸۸)

صاحب شرائع الاسلام اور صاحب جواہر الکلام لکھتے ہیں:

کتا حرام ہے۔ اس کے متعلق سب مسلمانوں کا اجماع ہے کیونکہ یہ نجس ہے، درندہ ہے اور مسخ شدہ جانور ہے۔ بلی کا گوشت خواہ بلی پالتو ہو یا صحرائی سب مذاہب کے اجماع کے مطابق حرام ہے۔ اس کی حرمت پر نص موجود ہے اور یہ بھی ایک درندہ ہے۔ خرگوش، سوسمار اور دوسرے ارضی حشرات کا گوشت کھانا بھی حرام ہے۔ نیز جو جانور بلوں میں رہتے ہیں مثلاً سانپ، چوہا، بچھو وغیرہ وہ بھی حرام ہیں۔ اسی طرح جو کیڑا پھلوں (اور پھلیوں مثلاً مٹر وغیرہ) کے اندر ہوتا ہے وہ بھی حرام ہے۔ (جواہر الکلام ج ۳۶، ص ۳۱۷۔۳۱۹)

(۷) حلال جانور میں بھی کچھ چیزوں کا کھانا حرام ہے۔

محاسن اور کافی میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ گوسفند میں سات چیزیں حرام ہیں:

(۱) خون
(۲) کپورے
(۳) عضو تناسل
(۴) مثانہ
(۵) تلی
(۶) گوشت کی گرہ (غُدّہ)
(۷) پتہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گوسفند میں دس چیزیں حرام ہیں:

(۱) پیشاب پاخانہ
(۲) خون
(۳) تلی
(۴) حرام مغز
(۵) دو پٹھے جو ریڑھ کی ہڈی کے دونوں طرف ہوتے ہیں (علباء)۔
(۶) گوشت کی گرہ

Presented by www.ziaraat.com

(۷) کپورے
(۸) عضو تناسل
(۹) فرج
(۱۰) پتہ

(۸) وہ حلال جانور جس سے کسی انسان نے بدفعلی کی ہو۔

آیت اللہ خمینی تحریر الوسیلہ میں فرماتے ہیں:

جس حیوان سے کسی انسان نے بدفعلی کی ہو اس کا گوشت کھانا حرام ہے اور انسانی ملاپ کے بعد اس کا دودھ پینا بھی حرام ہے۔ اس کی پشم اور بالوں کا استعمال بھی حرام ہے۔ اگر وہ جانور بھیڑ، بکری، گائے یا اونٹنی ہو تو اسے ذبح کر کے جلا دینا چاہیے اور جس انسان نے بدفعلی کی ہو اس سے اس کی قیمت وصول کرنی چاہیے۔

(۹) اگر حلال جانور سورنی کا اتنا دودھ پیئے کہ اس سے ہڈیاں مضبوط ہو جائیں اور گوشت پیدا ہو تو اس جانور اور اس سے پیدا ہونے والے جانوروں کا گوشت اور دودھ حرام ہوگا۔ یہ حکم سور کے دودھ سے مخصوص ہے۔ کتیا اور کافر عورت کے دودھ کے لیے نہیں ہے۔ اگر کسی حلال جانور نے تھوڑی مقدار میں سورنی کا دودھ پیا ہو جس سے اس کی ہڈیاں مضبوط نہ ہوئی ہوں تو اس جانور کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ اور اگر سات دن تک اس جانور کی رکھوالی کی جائے اور سورنی کا دودھ نہ پینے دیا جائے تو پھر کراہت بھی ختم ہو جائے گی۔

(۱۰) اگر حلال جانور شراب پی کر مست ہو جائے اور اسی حالت میں ذبح کر دیا جائے تو اس کے گوشت کو پاک کرنا ضروری ہے لیکن جو چیزیں اس کے پیٹ میں ہیں مثلاً دل، کلیجی (اور گردہ) وغیرہ حرام ہیں۔ اگر حلال جانور پیشاب پی لے تو اس کا گوشت پاک اور حلال ہے البتہ اس کے پیٹ کے اندر کی چیزوں کو پاک کرنا چاہیے۔ اگر حلال جانور کسی عورت کا دودھ پی کر بڑا ہوا ہو تو اس کا گوشت حرام نہیں البتہ مکروہ ہوگا۔

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں کہ حلال جانور میں چودہ چیزوں کا کھانا حرام ہے:

(۱) خون
(۲) پیشاب پاخانہ
(۳) تلی
(۴) عضو تناسل
(۵) فرج
(۶) کپورے
(۷) مثانہ
(۸) پتہ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

(۹) غدود

(۱۰) حرام مغز

(۱۱) بچہ دانی

(۱۲) علباء

(۱۳) غدہ مغز جو چنے کے دانے کے برابر ہوتا ہے۔

(۱۴) آنکھ کی پتلی

حلال جانور جنھیں ذبح یا نحر کیا جاتا ہے ان کی مذکورہ بالا چیزیں حرام ہیں۔ مچھلی اور ٹڈی کی مذکورہ اشیاء حرام نہیں ہیں۔ البتہ ان کا فضلہ اور خون احتیاط واجب کی بنا پر حرام ہے۔

پرندوں (بشمول مرغی، بطخ وغیرہ) کا فضلہ اور خون حرام ہے۔ باقی چیزیں احتیاط واجب کی بنا پر حرام ہیں۔ ذبیحہ میں مذکورہ بالا چیزوں کے سوا باقی تمام چیزیں حلال ہیں۔ حلال جانوروں کا بول و براز حلال ہے۔ علاج کی غرض سے اونٹ کا پیشاب پینا بلا اشکال حلال ہے۔ ہر جانور کے زخم سے رستا ہوا پانی، ناک کا پانی اور آب بلغم حرام ہے لیکن حلال جانوروں کا لعاب دہن اور پسینہ حلال ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۲، ص ۱۶۲)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

حلال جانور میں پائی جانے والی حرام اشیاء

خون جہندہ رکھنے والے حلال جانور میں چودہ چیزیں حرام ہیں:

(۱) خون۔ جو خون ذبح کے بعد بقدر معتاد نکل جانے کے بعد جسم میں باقی رہے وہ حلال ہے۔

(۲) تلی

(۳) بچہ دانی

(۴) گوبر

(۵) پتہ (اور مثانہ)

(۶) عضو تناسل

(۷) فرج

(۸) کپورے

(۹) علباء

(۱۰) غدود

(۱۱) حرام مغز

(۱۲) پائے سے جڑی ایک رگ (اشاجع)

Presented by www.ziaraat.com

(۱۳) آنکھ کی پتلی

(۱۴) غدہ مغز

مؤلف عرض کرتا ہے: بعض فقہاء نے مذکورہ چیزوں کو حرام کہا ہے۔ صاحب شرائع الاسلام محقق حلی فرماتے ہیں: بعض اصحاب نے فرج، حرام مغز، علبا، غدود، غدہ مغز اور آنکھ کی پتلی کو حرام کہا ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ چیزیں مکروہ ہیں۔

بعض فقہاء کے نزدیک ان چیزوں کے حرام ہونے کی دلیل ان کی خباثت اور انسانی طبیعت کی نفرت ہے۔ اور احتیاط یہ ہے کہ ان سے پرہیز کیا جائے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک جانور کی سانس نہ نکل جائے تب تک اس کی کھال نہ اتاری جائے۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو بعض روایات کے مطابق ایسے جانور کا گوشت حرام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ طوسی اور ان کے پیروکاروں کا یہی فتویٰ ہے۔ ابن حمزہ کے نزدیک ایسے جانور کا گوشت کھانا مکروہ ہے جبکہ شہید ثانی شرح لمعہ میں لکھتے ہیں کہ ایسے جانور کا گوشت نہ تو حرام ہے اور نہ مکروہ ہے۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ روایات میں جانور کو تکلیف دینے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی لیے ہم اتنی آسانی سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اگر مذکورہ حدیث کو مجہول الطریق قرار دیا جائے تو پھر اور بات ہے۔ واللہ اعلم

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

قرآن میں حرام کردہ جانور

بہت سے زمینی، دریائی اور ہوائی جانور حرام ہیں جن کا ذکر کتب فقہ میں تفصیل سے موجود ہے۔ ہم یہاں صرف ان جانوروں کا ذکر کرتے ہیں جن کو قرآن کریم میں حرام کہا گیا ہے۔ سورۂ مائدہ آیت ۳ میں ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ...فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردار، خون، سور کا گوشت اور جو جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے اور جو جانور گلا گھونٹ کر مار دیا جائے اور جسے سینگ لڑا کر ختم کرا دیا جائے اور جس کو درندے پھاڑ کھائیں مگر یہ کہ جس کو تم (مرنے سے پہلے) خود ذبح کرلو اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے اور جس کی تم تیروں کے ذریعے قرعہ اندازی کرو۔ یہ سب گناہ کے کام ہیں... جو شخص بھوک کی وجہ سے مجبور ہو جائے (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

عیون الاخبار الرضا میں ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

مردار، خون اور سور کے گوشت کا حرام ہونا معروف اور معلوم ہے البتہ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ سے وہ

Presented by www.ziaraat.com

جانور مراد ہے جو بتوں کے نام پر قربان کیا جائے اور مُنْخَنِقَه سے مراد وہ جانور ہے جسے گلا گھونٹ کر مارا جائے۔ مجوسی جانور کو ذبح نہیں کرتے تھے۔ وہ گائے اور بکری کو گلا گھونٹ کر مارتے تھے اور ان کا گوشت کھاتے تھے۔ مَوْقُوْذَه سے مراد وہ جانور ہے جسے لوگ پاؤں باندھ کر اتنا مارتے تھے کہ وہ چوٹ سے مر جاتا تھا، پھر اسے کھاتے تھے۔ اور مُتَرَدِّيه سے مراد وہ جانور ہے جسے لوگ اونچائی پر لے جاتے، اس کی آنکھیں بند کر دیتے اور اونچائی سے دھکا دے کر گرا دیتے تھے۔ جب وہ مر جاتا تو اس کا گوشت کھاتے تھے اور نَطِيْحَه سے مراد یہ ہے کہ وہ جانوروں کو ایک دوسرے سے لڑاتے تھے۔ جب ایک جانور دوسرے جانور کے سینگ یا ٹکر سے مر جاتا تو اس کا گوشت کھاتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں جس جانور کو بھیڑیا یا شیر کھا جاتا لوگ اس کا بچا ہوا اٹھا لاتے اور کھا جاتے تھے۔ اللہ نے مَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُم کہہ کر اس سے منع فرمایا۔ آتش پرست (مجوسی) اپنے آتش کدوں پر قربانی کے جانور چڑھاتے تھے اور قریش بھی درختوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے لیے تھان پر جانور قربان کر کے چڑھاوا چڑھاتے تھے، اس کو وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُب کہا گیا ہے۔ نیز یہ کہ جاہلیت کے زمانے میں عربوں میں رواج تھا کہ جب اونٹ پانچ سال پورے کر کے چھٹے سال میں داخل ہوتا تو دس آدمی حصہ ڈال کر اونٹ کو اس کے مالک سے خرید لیتے۔ پھر اونٹ کو نحر کر کے اس کے گوشت کے حصے کر دیئے جاتے پھر جوئے کے دس تیر لائے جاتے جن کے مختلف نام تھے۔ ایک شخص ان سے جوا کھیلتا تھا۔ سات تیروں کے سرے مڑے ہوئے ہوتے تھے اور تین تیروں میں کوئی لچک نہیں ہوتی تھی۔ پھر قرعہ نکالا جاتا تھا۔ قرعہ اندازی کا طریق کار یہ تھا کہ جس کے نام پر ''فذ'' نکلتا اسے ایک حصہ دیا جاتا تھا۔ جس کے نام پر ''توام'' نکلتا اسے دو حصے دیئے جاتے تھے۔ جس کے نام پر ''مسبِّل'' نکلتا اسے تین حصے اور جس کے نام پر ''نافس'' نکلتا اسے چار حصے اور جس کے نام پر ''حِلس'' نکلتا تو اسے پانچ حصے اور جس کے نام پر ''رقیب'' نکلتا اسے چھ حصے اور جس کے نام پر ''معلّیٰ'' نکلتا تو اسے سات حصے دیئے جاتے تھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے نام پر غیر لچکدار تین قرعے نکلتے، انھیں گوشت میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا اور اونٹ کی قیمت بھی اُن ہی لوگوں سے وصول کی جاتی تھی اور ان کو بدنصیب سمجھا جاتا تھا۔ یہ کھلم کھلا جوا تھا۔ اللہ نے اسے حرام قرار دیا اور اس کے ساتھ اس جانور کے گوشت کو بھی وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَام کہہ کر حرام قرار دیا۔

۱۵۱۔ جانوروں کو اذیت دینا

اس میں کوئی شک نہیں کہ حلال جانوروں کو گوشت کھانے کی غرض سے شرعی قواعد کے مطابق ذبح کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا ہی انسان کی غذائی ضروریات کے لیے کیا ہے اور انھیں انسانوں کے اختیار میں دیا ہے تاکہ انسان ان کے گوشت اور دودھ سے اپنی غذائی ضروریات پوری کرے اور ان کی پشم سے اپنے آپ کو سردیوں سے محفوظ رکھے اور ان کی کھال سے جوتے بنائے۔ اور پھر خدا کا شکر ادا کرے۔

Presented by www.ziaraat.com

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ○ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ○ ہم نے حیوانات کو ان کے لیے رام کر دیا ہے۔ کچھ پر وہ سواری کرتے ہیں اور کچھ جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انھیں پینے کے لیے دودھ بھی ان سے فراہم ہوتا ہے اور ان کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ وہ شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟ (یٰسٓ: آیت ۷۲۔۷۳)

یاد رکھیں کہ جانوروں کو اذیت دینا یا ان کے چارے اور پانی میں کوتاہی کرنا حرام ہے۔ حرام گوشت جانوروں کو اذیت دینا بھی صحیح نہیں ہے اگرچہ ان میں سے کچھ موذی جانوروں کے قتل کی سفارش کی گئی ہے۔

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سانپ کو مارنا جائز ہے۔ البتہ ان سانپوں کو نہیں مارنا چاہیے جو گھروں میں رہتے ہوں اور گھر والوں کو اذیت نہ پہنچاتے ہوں۔ ان کے متعلق یہ احتمال ہے کہ ان کا مارنا بہتر نہ ہو۔ البتہ دوسرے موذی جانوروں کو مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن خواہ مخواہ ان کو اذیت دینا صحیح نہیں ہے۔ عقلی طور پر انھیں اذیت دینا درست نہیں ہے اور معصومین علیہم السلام کی روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے لیکن علماء اس طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

مؤلف عرض کرتا ہے:

ہم یہاں کچھ احادیث اپنے قارئین کی نذر کرتے ہیں۔ ان احادیث سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جانوروں کو اذیت دینا جائز نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کے منہ پر داغ دینے اور مارنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ اپنے منہ سے پروردگار کی تسبیح کرتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِیْ وَسَمَهُ اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو جانوروں کے منہ پر داغ دے۔ (بحار الانوار ج ۶۴، ص ۲۲۸)

بحار الانوار میں علامہ دمیری کی حیات الحیوان کے حوالے سے مرقوم ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چیونٹی کو نہ مارو۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نماز استسقاء کے لیے جا رہے تھے کہ آپ نے ایک چیونٹی کو دیکھا جو زمین پر لیٹی ہوئی تھی اور اس کی ٹانگیں آسمان کی طرف تھیں اور وہ اپنی زبان سے کہہ رہی تھی: ''خدایا! ہم بھی تیری ہی مخلوق ہیں۔ ہمیں بھی تیرے فضل کی ضرورت ہے۔ اپنے گنہگار بندوں کے گناہوں کی وجہ سے ہمارا مؤاخذہ نہ فرما۔ ہمیں ایسی بارش سے سیراب فرما جس سے درخت اگیں اور ہم ان کا پھل کھائیں۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ واپس چلو۔ اب دوسروں کی دعا کی وجہ سے تم پر بارش برسائی جائے گی۔ (ج ۶۴، ص ۲۷۴)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھ جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا:

Presented by www.ziaraat.com

(۱) شہد کی مکھی

(۲) چیونٹی

(۳) مینڈک

(۴) لٹورا (ایک پرندہ جو فاختہ سے چھوٹا ہوتا ہے)

(۵) ہد ہد

(۶) ابابیل

پھر فرمایا کہ شہد کی مکھی پاک غذا کھاتی ہے اور پاک مشروب بناتی ہے۔ اس کا تعلق نہ تو انسانوں سے ہے اور نہ ہی جنات سے ہے مگر اللہ نے اس کی طرف وحی فرمائی ہے۔ (بحار الانوار ج ۶۴، ص ۲۶۶)

شیخ طوسی الــــخــــلاف میں لکھتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غذائی ضرورت کے بغیر جانوروں کو ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ج ۵، ص ۵۱۹)

کشف اللثام میں مرقوم ہے:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو جانور کو ذبح کرنا چاہے تو چھری تیز کرلے اور جانور کو جلد از جلد ذبح کرے اور اسے ذبح کے وقت زیادہ اذیت نہ دے۔

نیز یہ کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب تم کسی جانور کو ذبح کرنا چاہو تو چھری تیز کرلو اور روبقبلہ ہوکر اسے ذبح کرو۔ اسے گلا گھونٹ کر نہ مارو، ورنہ حرام ہو جائے گا۔ (کشف اللثام ج ۲، ص ۲۵۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی چڑیا یا اس سے بڑے کسی جانور کو ناحق قتل کرے گا تو قیامت کے دن خدا اس کا محاسبہ کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کھانے کی غرض سے ذبح کیا جائے تو یہ حق ہے۔ اور اگر اس کی گردن جدا کرنے کے شوق میں ذبح کیا جائے تو یہ ناحق ہے۔ (امام شافعی، کتاب الام ج ۴، ص ۲۵۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تین گناہ نہایت برے ہیں:

(۱) قانون شریعت سے ہٹ کر جانور کو مارنا۔

(۲) بیوی کا حق مہر ادا نہ کرنا۔

(۳) مزدور کی مزدوری کھا جانا۔ (بحار الانوار ج ۶۱، ص ۲۶۸)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایسے اشخاص کے پاس سے ہوا جنھوں نے ایک زندہ مرغ کو باندھ رکھا تھا اور اس پر تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ خدا ان پر لعنت کرے۔ (ایضاً)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بیان کرتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں نے دوزخ میں ایک عورت کو دیکھا جس پر بلی سوار تھی۔ بلی آتے جاتے اس کے چہرے کو نوچ رہی تھی۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو جبریل امینؑ نے بتایا کہ اس عورت نے ایک بلی کو باندھا تھا۔ اسے نہ تو غذا دی اور نہ ہی اس کی رسی کھولی کہ وہ خود اپنا رزق حاصل کرتی۔ وہ اسی حال میں مرگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی سزا دی ہے۔

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ جانوروں کو مارنے کا حکم دیا ہے:

(۱) کوا

(۲) عقاب

(۳) سانپ

(۴) بچھو

(۵) باؤلا کتا (بحار الانوار ج ۶۱، ص ۲۶۴۔ عیون الاخبار الرضا ج ۱، ص ۲۷۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوپایوں کے منہ پر مارنے اور ان کے چہرے پر داغ دینے اور شہد کی مکھی کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (بحار الانوار ج ۶۱، ص ۲۱۵)

ابراہیم بن علی کا بیان ہے کہ میں امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ حج پر گیا۔ میں نے راستے میں دیکھا کہ جب آپ کا اونٹ چلنے میں سستی کرتا تو آپ لکڑی کے ساتھ اشارہ کرتے تھے۔ پھر فرماتے تھے کہ اگر قصاص نہ ہوتا (تو میں تجھے مارتا) یہ کہہ کر آپ اپنی لکڑی کو اٹھا لیتے تھے۔ (شیخ مفید، ارشاد ص ۲۴۰)

امام زین العابدین علیہ السلام اپنے اونٹ پر بیس مرتبہ حج پر گئے لیکن آپ نے ایک مرتبہ بھی اپنے اونٹ کو چابک نہیں مارا اور آپ نے وقت وفات امام محمد باقر علیہ السلام سے فرمایا کہ میں اس اونٹ پر بیس مرتبہ حج پر گیا ہوں۔ میں نے آج تک اسے چابک نہیں مارا۔ جب یہ مر جائے تو گڑھا کھود کر اسے دفن کر دینا۔ میں نہیں چاہتا کہ جانور اس کا گوشت نوچیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اونٹ سات مرتبہ عرفات کے اجتماع کو حاصل کرے تو خدا اسے بہشتی جانوروں میں سے قرار دے گا اور اس کی نسل میں برکت دے گا۔ (بحار الانوار ج ۶۴، ص ۲۰۶)

کچھ جانوروں کے خواص

روایات میں آیا ہے کہ گھروں میں مرغیاں، کبوتر اور گوسفند پالو کیونکہ ان میں برکت ہوتی ہے۔

(بحار الانوار ج ۶۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کوے سے تین باتیں سیکھو۔

(۱) وہ چھپ کر مادہ سے ملاپ کرتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

(۲) صبح سویرے طلب رزق کے لیے نکلتا ہے۔
(۳) ہر وقت محتاط رہتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۶۴، ص ۲۶۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کتا پالے گا اس کے اعمال میں ہر روز ایک قیراط کمی آئے گی۔ (مستدرک الوسائل ج ۹، ص ۱۴۴)

بحار الانوار میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقتول کو دیکھا تو لوگوں سے پوچھا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہؐ! اس نے بنی زُہرہ کے گلہ سے ایک بکری چوری کی تو گلے کے محافظ کتے نے اس پر حملہ کیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا کہ اس نے اپنے آپ کو خود ہلاکت میں ڈالا اور اپنے دین کو تباہ کیا اور خدا کی نافرمانی کی اور اپنے بھائی سے خیانت کی۔ اس شخص سے تو کتا ہی بہتر ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کتے اور کوے کی آواز سنو تو شیطان کے شر سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو کیونکہ ان کو وہ چیز دکھائی دیتی ہے جو تم کو دکھائی نہیں دیتی۔ (بحار الانوار ج ۶۲، ص ۶۴)

موذی جانوروں کو مارنا

جس طرح ظالم کے شر کو دور کرنا ضروری ہے اسی طرح سے موذی جانوروں کو مارنا بھی ضروری ہے۔ اگرچہ ان کی پیدائش میں بہت سی حکمتیں ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خداؐ کو نماز کی حالت میں بچھو نے ڈس لیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ خدا بچھو پر لعنت کرے۔ یہ کسی نمازی اور پیغمبر کو بھی ڈسے بغیر نہیں رہتا۔ پھر آپ نے اپنے جوتے سے بچھو کو مار ڈالا اور فرمایا کہ نمک اور پانی لاؤ اور اس ڈنک پر مالش کرو۔ پھر آپ نے سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ والناس پڑھ کر ڈنک پر دم کیا۔ (بحار الانوار ج ۶۴، ص ۲۶۲)

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: گرگٹ کو مارو خواہ وہ جوف کعبہ کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔
بحار الانوار میں اس روایت کے بعد من لا یحضرہ الفقیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص گرگٹ کو مارے اسے غسل کرنا چاہیے۔ ہمارے کچھ مشائخ کہتے ہیں کہ غسل کی وجہ یہ ہے کہ گرگٹ کو مارنے کی وجہ سے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ (بحار الانوار ج ۶۴، ص ۲۶۲)

رسول اکرمؐ نے فرمایا: جب بچھو اور سانپ کو دیکھو تو نماز توڑ کر مار ڈالو (مجمع الفائدہ، ج ۳، ص ۷۰)

مستدرک الوسائل میں فقہ الرضا سے منقول ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: حالت احرام میں انسان سانپ، بچھو اور چوہے کو مار سکتا ہے اور عقاب، کوے اور باؤلے کتے کو بھی پتھر مار کر بھگا سکتا ہے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۱۵۲۔ شراب نوشی

شراب اور ہر نشہ آور چیز جو عقل کو زائل کرتی ہو اور سستی پیدا کرتی ہو حرام ہے۔ شراب اور منشیات کا استعمال گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بت پرستی اور جوئے کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ شیطانی عمل ہے اور شیطان شراب و جوا کی وجہ سے مسلمانوں میں دشمنی ڈالنا چاہتا ہے اوران کو نماز اور یاد خدا سے روکنا چاہتا ہے۔

عرب جاہلیت میں شراب عام تھی۔ اسلام نے اس پر پابندی لگائی اور یہ تین مرحلوں میں حرام ہوگئی۔

پہلا مرحلہ: يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا.. (سورۂ بقرہ: آیت ۲۱۹)

اہل عقل نے سوچا کہ جس چیز کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہو وہ چیز چھوڑ دینی چاہیے لہٰذا انھوں نے اس مرحلے پر شراب پینی چھوڑ دی۔

دوسرا مرحلہ: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكَارٰى (سورۂ نساء: آیت ۴۳)

اس آیت کے بعد اوقات نماز میں شراب پینا ممنوع ہوگیا مگر ابھی اس کی حرمت کا اعلان نہیں ہوا تھا۔

تیسرا مرحلہ: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ (سورۂ مائدہ: آیت ۹۰۔۹۱)

سورۂ اعراف آیت ۳۳ میں ارشاد خداوندی ہے: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ الْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ... (اے رسولؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ میرے اللہ نے تمام ناشائستہ باتوں کو حرام کیا ہے خواہ وہ ناشائستگی ظاہر ہو یا باطن ہو اور گناہ اور ناحق بغاوت سے منع کیا ہے۔

مذکورہ آیات سے شراب کی حرمت واضح ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کی حرمت کے تیسرے مرحلے پر فرمایا تھا کہ شراب پینے والا بت پرست کی مانند ہے۔

علی بن یقطین راوی ہیں کہ مہدی عباسی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ قرآن حکیم میں شراب کی حرمت کا ذکر کہاں آیا ہے۔ آپ نے فرمایا يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ میں شراب کو اثم کہا گیا ہے اور اثم کو قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ الْاِثْمَ وَالْبَغْيَ میں حرام کہا گیا ہے۔ (کافی ج ۴، ص ۴۰۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (کافی ج ۴، ص ۴۰۷)

رسول اکرمؐ نے فرمایا: شَارِبُ الْخَمْرِ كَعَابِدِ الْوَثَنِ. شراب پینے والا بت پرست کی مانند ہے۔
(بحار الانوار ج ۷۶، ص ۱۴۸)

Presented by www.ziaraat.com

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح اللہ نے مردار، خون اور سور کے گوشت کو حرام کیا ہے اسی طرح شراب کو بھی حرام قرار دیا ہے خواہ وہ زیادہ مقدار میں ہو یا کم مقدار میں ہو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ اور جسے رسولؐ حرام قرار دیں اسے اللہ بھی حرام قرار دیتا ہے۔ (کافی ج ۴، ص ۴۰۸)

کافی میں ہے کہ علی بن یقطین بیان کرتے ہیں: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے لفظ شراب کو حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کی صفت کو حرام قرار دیا ہے لہٰذا جو چیز بھی نشہ آور ہو وہ حرام ہے خواہ اس کا نام کچھ بھی ہو۔

ابو بصیر راوی ہیں کہ ام خالد امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں اس وقت وہاں پر موجود تھا۔ اس نے آکر کہا کہ میں آپ پر قربان جاؤں۔ میں درد شکم اور قراقر کی بیماری میں مبتلا ہوں عراقی اطباء نے مجھ سے کہا ہے کہ شراب کو ستو میں ملا کر پینے سے میری بیماری ختم ہو جائے گی۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ کو شراب نوشی سے نفرت ہے، اس لیے میں نے ان کے نسخے کو استعمال نہیں کیا۔ امام نے فرمایا: تم نے ان کے نسخے کو استعمال کیوں نہیں کیا؟ ام خالد نے کہا کہ میں نے اپنا دین آپ سے حاصل کیا ہے۔ میں جو بھی کام کرتی ہوں قیامت کے دن کہوں گی کہ مجھے جعفر صادق (علیہ السلام) نے اس کا حکم دیا تھا۔ لہٰذا جب تک آپ حکم نہیں دیں گے میں اطباء کے نسخے پر عمل نہیں کروں گی۔ امام نے اس وقت مجھے مخاطب کر کے کہا: ابو بصیر! تم نے اس خاتون کی باتیں سنیں؟! پھر آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں تمھیں شراب کے ایک قطرے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ تمہارے لیے شراب کا ایک قطرہ تک پینا حرام ہے اور اگر تم نے شراب پی تو نزع کے وقت تمھیں پشیمانی ہوگی۔ آپ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا۔ پھر ام خالد سے فرمایا کہ کیا تم نے میرا فرمان سن لیا ہے اور سمجھ لیا ہے؟ پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ شراب نجس ہے خواہ کم مقدار میں ہو یا زیادہ مقدار میں ہو۔ شراب دوسری اشیاء کو نجس کر دیتی ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۴۱۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شراب ہر غم کی بنیاد اور ہر برائی کی چابی ہے۔

(کافی ج ۶، ص ۴۰۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے ہر برائی کے لیے تالے بنائے ہیں اور شراب کو ان تالوں کی چابی قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گناہوں میں شراب نوشی سخت ترین گناہ ہے کیونکہ شرابی فرض نماز کو چھوڑ دیتا ہے اور مدہوشی میں آکر ماں بہن بیٹی کے ساتھ دست درازی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شرابی بے نمازی سے زیادہ برا ہے کیونکہ شرابی اگر نماز پڑھ بھی رہا ہو تب بھی اپنے خدا کی معرفت سے عاری ہوتا ہے۔
(تفسیر صافی ج ۱، ص ۲۴۸۔ کافی ج ۲، ص ۴۱۳)

Presented by www.ziaraat.com

۱۵۳۔ جس دسترخوان پر شراب ہو وہاں بیٹھنا

اسلام کی نظر میں شراب اتنی پلید اور قابل نفرت چیز ہے کہ اسلام اس دسترخوان پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتا جس پر شراب رکھی ہوئی ہو۔ ایسے دسترخوان پر رکھی ہوئی دوسری غذاؤں کو کھانا بھی حرام ہے۔

شرائع الاسلام میں مرقوم ہے کہ جس دسترخوان پر شراب رکھی ہوئی ہو یا فقاع (جو کی شراب) کی مانند کوئی اور نشہ آور مشروب رکھا ہوا ہو تو اس دسترخوان پر بیٹھ کر روٹی کھانا حرام ہے۔ (ج ۴، ص ۷۶۰)

محقق علی کتاب سرائر میں لکھتے ہیں کہ جس دسترخوان پر حرام غذا رکھی ہو یا کوئی اور معصیت کاری ہورہی ہو تو ایسے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانا حرام ہے۔ (ج ۳، ص ۱۳۵۔۱۳۶)

صاحب وسائل الشیعہ نے اپنی سند سے ہارون بن جہم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام عباسی خلیفہ منصور دوانیقی کی محفل میں پہنچے۔ جونہی آپ تشریف فرما ہوئے تو شراب تقسیم کی جانے لگی۔ یہ دیکھ کر آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ منصور نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کا فرمان ہے: مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ جَلَسَ عَلٰی مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ۔ وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے جو ایسے دسترخوان پر بیٹھے جس پر شراب پی جارہی ہو۔ (ج ۱۶، ص ۴۹۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جس دسترخوان پر شراب یا کوئی اور نشہ آور مشروب موجود ہو کیا اس دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا جائز ہے؟ امام نے فرمایا کہ ایسے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانا حرام ہے۔
(کافی ج ۶، ص ۴۶۹)

۱۵۴۔ شراب سازی کے لیے انگور وخرما کی خرید وفروخت

آیت اللہ خمینی تحریر الوسیلہ میں لکھتے ہیں:

شراب بنانے کے لیے انگور اور خرما بیچنا حرام ہے۔ اسی طرح بت، صلیب، جوا اور لہو ولعب وغیرہ کا سامان بنانے کے لیے لکڑی بیچنا حرام ہے۔ اس کام کے حرام ہونے کے لیے بیچنے والا یا خریدنے والا کہے کہ یہ میں حرام کے لیے بیچتا ہوں یا خریدتا ہوں یا معاملے کے ضمن میں یہ شرط لگائے یا ان کے اس کام کی بنیاد یہ ہو کہ اسے حرام میں کام لائیں گے یا خریدنے والا بیچنے والے سے کہے کہ مجھے شراب بنانے کے لیے ایک من انگور چاہیے اور دکاندار اسی نیت کے ساتھ اسے انگور بیچے تو یہ خرید وفروخت حرام ہے۔ اسی طرح شراب رکھنے کے لیے گودام اور بیچنے کے لیے دکان کرائے پر دینا اور اس کی نگہبانی کرنا اور اس سلسلے میں دوسرے محرمات انجام دینا بھی حرام ہے اور معاملہ باطل ہے۔ اندریں حالات بیچنے والا اور کرائے پر مکان اور دکان دینے والا اس قیمت کا مالک نہیں بن سکتا اور اس قیمت میں تصرف کرنا حرام اور ممنوع ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

قیامت کے دن شرابی کا انجام کیا ہوگا ؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن شراب خور کو اس حالت میں لایا جائے گا کہ اس کا چہرہ کالا ہوگا۔ اس کی زبان باہر لٹکی ہوئی ہوگی اور اس کا لعاب سینے پر بہہ رہا ہوگا اور اللہ کا اس پر حق ہے کہ اسے طینت خبال کی گندگی پلائے۔ پوچھا گیا کہ طینت خبال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بدکار عورتوں کی شرمگاہ سے نکلنے والی پیپ اور خون طینت خبال ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۳۹۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں شراب سے سیر و سیراب ہوتے ہیں وہ پیاسے مریں گے اور قیامت کے دن پیاسے اٹھیں گے اور پیاسے دوزخ میں جائیں گے۔ (کافی ج ۶، ص ۴۰۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

اللہ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور حکم دیا کہ میں بتوں، سارنگی، ستار اور جاہلیت کی نشانیوں کو مٹا دوں۔ میرے پروردگار نے قسم کھا کر کہا ہے کہ میرا جو بھی بندہ دنیا میں شراب پئے گا اتنی ہی مقدار میں اسے دوزخ کا گرم پانی پلایا جائے گا۔ خواہ بعد میں اسے عذاب دیا جائے یا معاف کر دیا جائے۔
(کافی ج ۶، ص ۳۹۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص نبیذ (ایک قسم کی شراب خرما) کو حلال سمجھ کر پئے گا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جو اسے حرام سمجھ کر پئے گا اسے جہنم کا عذاب دیا جائے گا۔ (کافی ج ۶، ص ۳۹۸)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص توبہ کئے بغیر مر جائے اور اس کے پیٹ میں ایک قطرہ شراب کا ہو، جب وہ قبر سے اٹھے گا تو دیوانہ ہو کر اٹھے گا۔ اس کے منہ سے جھاگ بہہ رہا ہوگا اور وہ تباہی کو پکار رہا ہوگا۔ (کافی ج ۶، ص ۳۹۹)

زید بن علی نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے نقل کیا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب پر لعنت کی ہے۔ شراب نچوڑنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس سے حاصل ہونے والی کمائی پر اور اس کے کمانے والے پر، پینے والے پر، اٹھا کر لے جانے والے پر اور جس کی طرف اسے لے جایا جائے ان سب پر لعنت کی ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۳۹۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو ایک گھونٹ شراب پئے تو اللہ، اس کے ملائکہ، انبیاء اور مومنین اس پر لعنت کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اتنی شراب پئے کہ مست ہو جائے تو اس کے بدن سے روح ایمان نکل جاتی ہے اور اس کی جگہ پست، خبیث اور ملعون روح داخل ہو جاتی ہے۔ اور اس وقت وہ نماز چھوڑ دیتا ہے اور جب وہ نماز چھوڑ دیتا ہے تو اللہ کے فرشتے اسے سرزنش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے کہتا ہے:

میرے بندے! تو کافر ہوگیا ہے کہ میرے فرشتے تجھے سرزنش کر رہے ہیں؟

میرے بندے! تیرا برا حال ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اس کا برا حال ہو، اس کا بُرا حال ہو۔ وہ رسوا ہو جائے۔ خدا کی قسم! خدا کی ایک لحظہ کی سرزنش ہزار سال کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔ آپ نے فرمایا: شراب پینے والے خواہ کوئی ہوں وہ ملعون ہیں اور ان کا سخت مؤاخذہ کرنا چاہیے۔ پھر آپ نے فرمایا: وہ شخص ملعون ہے! وہ شخص ملعون ہے! جو خدا کے فرمان سے روگردانی کرے۔ اگر وہ صحرا میں جائے تو صحرا اسے ہلاک کر دے گا اور اگر وہ دریا میں جائے تو دریا اسے غرق کر دے گا کیونکہ جس سے خدا ناراض ہو اس پر صحرا اور دریا بھی ناراض ہوتے ہیں۔(فروع کافی ج ۶، ص ۳۹۹)

کسی نے امیرالمومنین علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ شراب، زنا اور چوری سے بھی بڑا جرم ہے؟! آپ نے فرمایا: ہاں! زانی کے متعلق یہ امکان ہے کہ وہ بس زانی ہی رہے اور دوسرے جرائم نہ کرے جبکہ شرابی شراب کے نشے میں دھت ہوکر زنا بھی کرسکتا ہے، چوری بھی کرسکتا ہے، کسی کو ناحق قتل بھی کرسکتا ہے اور نماز کا تارک بھی ہوسکتا ہے۔ (فروع کافی ج ۶، ص۴۰۳)

سابقہ ادیان اور شراب

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے جتنے بھی انبیاؑء مبعوث کیے ان پر حرمت شراب کی وحی کی۔ شراب تمام ادیان الٰہی میں حرام تھی اور حرام ہے۔ (شیخ طوسی، تہذیب ج ۹، ص۱۰۲)

بائبل میں اگرچہ تحریف ہوچکی ہے لیکن اس میں آج بھی شراب کی حرمت کا تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ پرانا عہد نامہ کی کتاب امثال سلیمانؑ، باب ۲۳ میں لکھا ہے: ''تو شرابیوں میں شامل نہ ہو۔'' (آیت ۲۰) نیز آیات ۲۹ تا ۳۲ میں لکھا ہے: ''کون افسوس کرتا ہے؟ کون بدبخت ہے؟ کون جھگڑالو ہے؟ کون شاکی ہے؟ کون بے سبب گھائل ہے؟ اور کس کی آنکھوں میں سرخی ہے؟ وہی جو دیر تک مے نوشی کرتے ہیں؟ وہی جو ملائی ہوئی مے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب مے لال لال ہو۔ جب اس کا عکس جام پر پڑے اور جب وہ روانی کے ساتھ نیچے اترے تو اس پر نظر نہ کر کیونکہ انجام کار وہ سانپ کی طرح کاٹتی اور افعی کی طرح ڈس جاتی ہے۔''

یعنی ایک شرابی نشے میں مست ہوکر اپنے آپ یا دوسروں کو زخمی کر دیتا ہے یا قتل کر دیتا ہے یا اس سے کوئی غلط کام سرزد ہو جاتا ہے۔ یہ تمام بدبختیاں ان لوگوں کے لیے ہیں جو شراب کے عادی ہو چکے ہیں۔

اور نیا عہد نامہ، کتاب افسیوں کے نام پولس رسول کا خط، باب پنجم میں لکھا ہے:

''اور شراب میں متوالے نہ بنو کیونکہ اس سے بدچلنی واقع ہوتی ہے۔'' (آیت: ۱۸)

تمام آسمانی ادیان میں برائیوں سے روکا گیا ہے لیکن دین اسلام نے برائیوں سے بڑی سختی کے ساتھ مسلمانوں کو روکا ہے۔

۱۔ دیکھیے کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ، مطبوعہ بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۱۵۵۔ منشیات کا استعمال

دنیا کے ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ملکوں بالخصوص اسلامی ملکوں کا استحصال کرنے کے لیے ان کے جوانوں کو منشیات کے جہنم میں دھکیل رہے ہیں اور ان کے مقاصد بھی بڑے واضح ہیں۔ جس قوم کے جوان منشیات کے عادی ہو جائیں اس قوم کی آزادی داؤ پر لگ جاتی ہے اور اس معاشرے سے دین و ایمان کی غیرت سلب ہو جاتی ہے۔ منشیات کا بڑھتا ہوا طوفان بہت بڑی مصیبت ہے اور نوجوان نسل اس کی تباہی کے مناظر دیکھنے کے باوجود اس میں چھلانگ لگا رہی ہے اور یوں اپنے آپ کو شیطان کے دام فریب میں پھنسا رہی ہے۔ ممکن ہے کچھ نوجوان یہ سمجھتے ہوں کہ اسلام میں صرف شراب حرام ہے اور باقی منشیات جائز ہیں۔ بعض نوجوان بھنگ کی یہ کہہ کر وکالت کرتے ہیں کہ یہ ایک بے ضرر پودا ہے۔[۱] اس کے استعمال میں کیا قباحت ہے؟

آیئے دیکھیں کہ دین کے رہبروں کو بھنگ اور دیگر منشیات سے کس قدر نفرت تھی۔

۱۔ ڈاکٹر زکی مبارک نے اپنی کتاب **التصوف الاسلامی** میں لکھا ہے کہ شیخ حیدر صوفی جو خراسان میں رہتے تھے انھوں نے پہاڑ میں ایک خانقاہ بنوائی تھی جس میں وہ دس سال تک قیام پذیر رہے۔ دس سال بعد ایک سخت گرم دن میں وہ اپنی خانقاہ سے نکلے اور صحرا میں اکیلے چل پڑے۔ گرمی کی شدت تھی اور ہوا بھی بند تھی۔ کچھ دیر کے بعد آپ خوش خوش واپس آئے۔ مریدوں نے اس بشاشت کا سبب پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ میں اپنی خانقاہ میں بیٹھا تھا کہ اچانک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے خانقاہ سے نکل کر صحرا میں جانا چاہیے۔ چنانچہ میں صحرا میں چلا گیا۔ وہاں جا کر مجھے محسوس ہوا کہ صحرا کی ہر بوٹی پر سکوت مرگ چھایا ہوا ہے۔ میں بوٹیوں کو دیکھتا ہوا جا رہا تھا کہ میں نے ایک بوٹی دیکھی جس کے چکنے چکنے پات تھے اور وہ آرام سے ہل رہی تھی۔ میں نے اس کے پتے چنے اور کھا گیا۔ اس بوٹی کے پتے کھانے سے میں ہشاش بشاش ہو گیا۔ پھر انھوں نے اپنے مریدوں کو وہ بوٹی دکھائی اور ان سے کہا کہ عوام سے اس راز کو مخفی رکھیں۔ خدا نے اس بوٹی کے پتے تمہارے لیے بنائے ہیں۔ اسے کھاؤ گے تو تمہارے غم زائل ہو جائیں گے اور تمھیں فکری جلا نصیب ہوگی۔ پھر شیخ حیدر صوفی نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو میری قبر کے اردگرد اس بوٹی کو کاشت کر دینا (اور وہ بوٹی بھنگ تھی)۔

شعراء نے اس بھنگ پر کئی نظمیں لکھی ہیں۔ انھوں نے اس کا نام شیخ حیدر کا مشروب رکھا ہے۔ چنانچہ محمود دشتی لکھتے ہیں:

دَعِ الْخَمْرَ وَاشْرَبْ مِنْ مُدَامَةِ حَیْدَرٍ ۔۔۔ مُعَنْبَرَةٍ خَضْرَاءَ مِثْلَ الزَّبَرْجَدِ

یُعَاطِیْکَهَا ظَبْیٌ مِنَ التُّرْکِ اَغْیَدٌ ۔۔۔ یَمِیْسُ عَلٰی غُصْنٍ مِنَ الْبَانِ اَمْلَدِ

فَتَحْسَبُهَا فِیْ کَفِّهٖ اِذْ یُدِیْرُهَا ۔۔۔ کَرَقْمِ عِذَارٍ فَوْقَ خَدٍّ مُوَرَّدِ

مقصد یہ ہے کہ شراب چھوڑ دو اور شیخ حیدر کی بھنگ استعمال کرو۔ جب تم خوبصورت ساقی لڑکے کے ہاتھ سے بھنگ کا پیالہ لو گے تو تمھیں یوں لگے گا جیسے گلابی رخسار پر کوئی عبارت رقم ہو۔

ڈاکٹر زکی مبارک اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ صوفیہ کی محافل میں بھنگ کو خوب فروغ حاصل ہوا اور صوفیہ نے بھنگ کو مصر سے لے کر فارس تک رائج کیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مصر کے ارباب منبر خطبہ جمعہ سے پہلے بھنگ پیتے تھے۔

(سید ہاشم معروف حسنی، تصوف اور تشیع کا فرق مطبوعہ مجمع علمی اسلامی) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

رسول مقبولؐ نے فرمایا: سَیَاْتِیْ عَلٰی اُمَّتِیْ یَاْکُلُوْنَ شَیْئًا اِسْمُهُ الْبَنْجُ اَنَا بَرِیْءٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ بَرِیْئُوْنَ مِنِّیْ. عنقریب میری امت پر وہ وقت آئے گا جب اس کے لوگ بھنگ استعمال کریں گے۔ میں ان سے بیزار ہوں اور وہ مجھ سے بیزار ہیں۔ (میزان الحکمۃ ج ۱، ص ۲۸۷ بحوالہ مستدرک الوسائل ج ۱۷، ص ۸۵)

آنحضرتؐ نے فرمایا: سَلِّمُوْا عَلَی الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَلَا تُسَلِّمُوْا عَلٰی آکِلِ الْبَنْجِ. یہود و نصاریٰ کو سلام کرنا لیکن بھنگ پینے والوں کو سلام نہ کرنا۔ (روضات الجنات ج ۷، ص ۱۸۹)

آنحضرتؐ نے فرمایا: مَنْ اَکَلَ الْبَنْجَ فَکَاَنَّمَا هَدَمَ الْکَعْبَةَ سَبْعِیْنَ مَرَّةً وَکَاَنَّمَا قَتَلَ سَبْعِیْنَ مَلَکًا مُقَرَّبًا وَکَاَنَّمَا قَتَلَ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا مُرْسَلًا وَکَاَنَّمَا اَحْرَقَ سَبْعِیْنَ مُصْحَفًا وَکَاَنَّمَا رَمٰی اِلَی اللّٰهِ سَبْعِیْنَ حَجَرًا وَهُوَ اَبْعَدُ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ مِنْ شَارِبِ الْخَمْرِ وَآکِلِ الرِّبٰوا وَالزَّانِیْ وَالنَّمَّامِ. جس نے بھنگ استعمال کی گویا اس نے ستر بار کعبہ کو ڈھایا اور گویا اس نے ستر ملائکہ مقربین کو قتل کیا اور گویا اس نے ستر انبیائے مرسلینؑ کو شہید کیا اور گویا اس نے ستر قرآن نذر آتش کیے اور گویا اس نے اللہ کی طرف ستر پتھر پھینکے اور بھنگ پینے والا شخص شرابی، سود خور، زانی اور چغل خور کی بہ نسبت اللہ کی رحمت سے زیادہ دور ہے۔ (روضات الجنات ج ۷، ص ۱۸۹)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں بھنگ ایک نشہ آور چیز تھی اس لیے آپ نے بھنگ کا نام لے کر اس کی مذمت فرمائی۔ یہ مذمت صرف بھنگ کے لیے نہیں ہے بلکہ اس میں جملہ منشیات شامل ہیں۔

لغت کی کتاب قاموس میں مرقوم ہے کہ بھنگ ایک بوٹی ہے جس کے پینے سے عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور جنون و دیوانگی کی کیفیت چھا جاتی ہے لیکن یہ ورم کے دردوں کے لیے مفید ہے۔

مراجع نے اپنے اپنے رسالہ عملیہ میں منشیات کی حرمت بیان کی ہے۔ حضرت آیت اللہ گلپایگانی نے مجمع المسائل میں لکھا ہے: "افیون، ہیروئن اور بھنگ استعمال کرنا اور منشیات کے انجکشن لگانا حرام ہے اور اگر منشیات کو ترک کرنا ممکن ہو تو ان کا ترک کرنا واجب ہے اور اگر کسی کو خطرہ ہو کہ ان کے استعمال سے وہ نشے کی لت میں پڑ جائے گا تو اس کے لیے شروعات کرنا بھی حرام ہے۔

۱۵۶۔ ناپاک اور نجس اشیاء کا کھانا

اس سے قبل ہم اجمالی طور پر اس موضوع پر گفتگو کر چکے ہیں۔ یہاں اسی عنوان کو ذرا سی وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اسلام کا اصول یہ ہے کہ وہ پاک، مفید اور نجات بخش چیز کو حلال کرتا ہے اور جو چیز پلید، تباہ کن اور ہلاکت خیز ہو اسے حرام قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے سابقہ کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰاهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰائِثَ وَیَضَعُ

Presented by www.ziaraat.com

عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ○ وہ لوگ جو رسولؐ نبی اُمی کا اتباع کرتے ہیں جن کے اوصاف کو وہ اپنے ہاں توارات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انھیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے احکام کے سنگین بوجھ اور طوق جو ان کے سر پر اور گلے میں تھے اتارتے ہیں۔ تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کا احترام کیا اور ان کی مدد کی اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی وہی فلاح پانے والے ہیں۔ (سورۂ اعراف: ۱۵۷)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ آپ ''طیبات'' کو حلال اور ''خبائث'' کو حرام قرار دیتے تھے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ طیبات اور خبائث کا دائرہ کار صرف کھانے پینے کی چیزوں تک محدود نہیں ہے۔ معصومینؑ نے فرمایا ہے کہ پاک اور نورانی تعلیمات بھی طیبات کا حصہ ہیں اور دشمنان اسلام کی غلط تعلیمات خبائث کا حصہ ہیں۔

برے کام بھی خبائث کا ایک حصہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡقَرۡيَةِ الَّتِیۡ كَانَتۡ تَّعۡمَلُ الۡخَبٰٓئِثَ (ہم نے لوط کو اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے ناپاک کام کیا کرتے تھے) اس آیت میں لواطت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس فعل بد کو لفظ خبائث سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ائمہ اہلبیتؑ کا بیان ہے کہ رسول مقبولؐ نے فرمایا: اَلۡخَمۡرُ شَرُّ الۡخَبَائِثِ مَنۡ شَرِبَهَا لَمۡ يَقۡبَلِ اللّٰهُ صَلَاتَهٗ اَرۡبَعِيۡنَ يَوۡمًا. شراب بدترین خبائث و پلیدی ہے۔ جو شراب پیتا ہے اللہ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔ (تحریر الاحکام ج ۲، ص ۲۶)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اَلۡخَمۡرُ اُمُّ الۡخَبَائِثِ وَرَاۡسُ كُلِّ شَرٍّ. شراب ام الخبائث اور ہر برائی کا سر چشمہ ہے۔ (تحریر الاحکام ج ۲، ص ۱۶۵)

ابن فہد حلی بیان کرتے ہیں کہ شراب کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ وہ خبیث ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے جو بھی چیز خبیث ہو وہ حرام ہے۔

علامہ حلی کتاب منتہٰی میں فرماتے ہیں کہ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ کا مقصد یہ ہے کہ جتنی بھی خبائث کی اقسام متصور ہو سکتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کو حرام قرار دیتے ہیں۔

محقق نراقی فرماتے ہیں: یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انسان کی طبیعت جس چیز سے متنفر ہو وہ خبیث ہے مثلاً ایک شخص لقمہ منہ میں چبا کر باہر نکالتا ہے اگرچہ انسان کی طبیعت اس سے متنفر ہے لیکن اسے حرام نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا خبائث اور حرمت کا معیار طبع انسان کا متنفر ہونا نہیں ہے۔

اسی لیے محقق اردبیلی لکھتے ہیں: یہ کہنا درست ہوگا کہ خبائث سے مراد وہ چیزیں ہیں جنھیں متمدن لوگ اور شہر کے رہنے والے پلید سمجھیں اور ان سے نفرت محسوس کریں۔

Presented by www.ziaraat.com

دوسرے محرمات

۱۵۷۔ وہ چیزیں جو اعتکاف میں حرام ہیں

اعتکاف ایک مسنون عبادت ہے اور اس پر ہر ماہ عمل کیا جاسکتا ہے۔ البتہ رجب اور رمضان المبارک میں اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کے اعتکاف کا ثواب دو حج اور دو عمرہ کے برابر ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۰، ص ۵۳۴)

اعتکاف مسجد میں کرنا چاہیے۔ اس کا دورانیہ تین دن سے کم نہیں ہونا چاہیے۔ اور جب پہلا دن گزر جائے تو پھر تیسرے دن کا اعتکاف واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر پانچ دن گزر جائیں تو چھٹے دن کا اعتکاف واجب ہو جاتا ہے۔ اعتکاف کرنے والے کو چاہیے کہ مریض کی عیادت، جنازے کی مشایعت یا کسی ضروری کام کے بغیر مسجد سے باہر نہ نکلے۔ اور اگر اسے بالفرض کسی مجبوری کی وجہ سے مسجد سے نکلنا پڑ جائے تو باہر جا کر کسی جگہ نہ بیٹھے اور واپس آنے تک کسی مکان کی چھت کے سائے میں نہ بیٹھے۔ اعتکاف کرنے والے کے لیے واجب ہے کہ ہر گناہ سے پرہیز کرے اور ہر وقت عبادت اور ذکر خیر میں مشغول رہے۔ اعتکاف کے لیے روزہ اور شہر کی جامع مسجد میں قیام ضروری ہے۔ مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد کوفہ اور مسجد بصرہ میں اعتکاف افضل ہے۔

آیت اللہ سید کاظم یزدی عروۃ الوثقیٰ میں لکھتے ہیں اور دوسرے فقہاء بھی ان کی تائید کرتے ہیں: اعتکاف ہر شہر کی جامع مسجد میں صحیح ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے ایک مسجد کو مخصوص کرلیا جائے۔ بازار اور قبیلہ (محلّہ) کی مساجد میں اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

اعتکاف کرنے والے پر چند چیزیں حرام ہیں:

(۱) دنیا و آخرت کے معاملات میں مباحثہ و مجادلہ کرنا، اگر اظہار حق اور ابطال باطل کے لئے نہ ہو۔

(۲) استمناء۔ اگرچہ اپنے حلال سے کیوں نہ ہو۔ بنابر احتیاط۔

(۳) بیوی سے مباشرت اور بوس و کنار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۸۷)

اگر کوئی شخص حالت اعتکاف میں اپنی بیوی سے بوس و کنار کرے تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

Presented by www.ziaraat.com

حسن بن جہم کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر اعتکاف کرنے والا اپنی بیوی سے مباشرت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: معتکف کے لیے بیوی سے مباشرت کرنا حرام ہے خواہ دن میں کرے یا رات میں۔ (وسائل الشیعہ، باب ۵ من الاعتکاف)

زُرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص حالت اعتکاف میں بیوی سے مباشرت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اعتکاف کرنے والا نہ دن میں مباشرت کرے اور نہ ہی رات میں۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے تو اس کا کفارہ ساٹھ روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ واضح رہے کہ رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھنے والے کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ (وسائل الشیعہ، باب ۶ من الاعتکاف)

شیخ صدوق لکھتے ہیں: روایات میں آیا ہے کہ اگر اعتکاف کرنے والے نے رات میں مباشرت کی ہو تو ایک کفارہ دے اور اگر دن میں مباشرت کی ہو تو دو کفارے دے۔ (ایضاً)

(۴) اعتکاف کرنے والے کے لیے خوشبو سونگھنا اور خرید و فروخت کرنا ممنوع ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اعتکاف کرنے والے کو خوشبو اور پھول کی خوشبو نہیں سونگھنا چاہیے اور جھگڑا نہیں کرنا چاہیے اور خرید و فروخت نہیں کرنا چاہیے۔ (وسائل الشیعہ، باب ۱۰ من الاعتکاف)

(۵) آیت اللہ سید کاظم یزدی لکھتے ہیں: اعتکاف کرنے والے کے لیے خرید و فرونت حرام ہے۔ احتیاط واجب کی بنا پر اسے تجارت اور کسب و کار سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ البتہ ضرورت کے تحت ایسا کرنا جائز ہے۔ (عروۃ الوثقیٰ، احکام الاعتکاف)

علامہ حلی اپنی کتاب تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ ایسی صنعت اور ایسی تجارت جو اعتکاف کرنے والے کو عبادت سے باز رکھے مثلاً کپڑے سینا وغیرہ حرام ہے مگر حد ضرورت اس سے مستثنیٰ ہے۔

۱۵۸۔ مسلمانوں سے لڑنا اور بدامنی پھیلانا

قرآن حکیم نے مسلمانوں اور اہل قبلہ سے جنگ کی شدید مذمت کی ہے اور اسے خدا اور رسولؐ سے جنگ کے مترادف قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے: إِنَّمَا جَزَاؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَالِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○ جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ سے جنگ کریں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں۔ یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۳۳)

Presented by www.ziaraat.com

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: بنی ضبہ کے کچھ لوگوں نے رسول اکرمؐ کی خدمت اقدس میں آکر اسلام قبول کیا۔ وہ کچھ دن مدینہ میں قیام پذیر رہے اور بیمار ہوگئے۔ آپ نے انھیں مدینہ کی چراگاہ میں بھیج دیا تاکہ کھلی آب و ہوا میں رہیں اور اونٹوں کا دودھ پئیں۔ اور ان کے پیشاب کو بطور دوا استعمال کریں۔ یہ لوگ چراگاہ میں رہے یہاں تک کہ تندرست ہوگئے۔ جب وہ تندرست ہوگئے تو انھوں نے آپ کے تین چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹ ہنکا کر لے گئے۔ رسول اکرمؐ کو اس واقعے کی خبر ملی تو آپ نے امام علیؑ کو کچھ لوگوں کے ساتھ ان کے تعاقب میں بھیجا۔ آپ نے یمن کے نزدیک ایک صحرا میں انھیں جالیا اور پکڑ کر مدینہ لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق مذکورہ بالا آیت اتاری تو رسول اکرمؐ نے ان لوگوں کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کٹوا دیئے۔ (کافی ج ۷، ص ۲۴۵)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص مسلمانوں کے شہر میں ان پر اسلحہ تان لے اور اگر ان کے مویشی ذبح کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اسے شہر بدر کر دیا جائے گا۔ اور جو شخص شہر کے علاوہ (مثلاً دور دراز علاقوں اور ہائی وے وغیرہ پر) ہتھیاروں کی نمائش کر کے دہشت پھیلائے اور مسلمانوں کے مویشی ذبح کر دے اور مال لوٹ لے لیکن کسی کو قتل نہ کرے تب بھی اسے محارب کی سزا دی جائے گی اور اس کا معاملہ امام کی صوابدید پر ہے۔ چاہے تو اسے قتل کردے اور چاہے تو سولی دیدے اور چاہے تو مخالف سمتوں سے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا دے۔ اور اگر کسی نے کسی کو دھمکایا ہو اور قتل کر کے اس کے مال پر قبضہ کرلیا ہو تو حاکم کو چاہیے کہ اس کا دایاں ہاتھ چوری کی سزا میں کاٹ دے پھر اسے مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دے تاکہ وہ اس سے لوٹی ہوئی رقم برآمد کریں۔ پھر اسے قتل کر دیں۔ (ایضاً ص ۲۴۸)

۱۵۹۔ سماج دشمن عناصر کی سزا

شیخ صدوق اپنی کتاب مقنع میں فرماتے ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام نے اِنَّمَا جَزٰؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ کی آیت کے ضمن میں فرمایا ہے: سزا دینے کا اختیار حاکم کے پاس ہے۔ چاہے تو اسے قتل کردے، چاہے تو پھانسی دیدے اور چاہے تو شہر بدر کردے۔ راوی نے پوچھا کہ شہر بدر کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے ایک شہر سے دوسرے شہر بھیج دے جیسا کہ امام علی علیہ السلام نے دو آدمیوں کو کوفہ بدر کر کے بصرہ بھیج دیا تھا۔ (کافی ج ۷، ص ۲۵۰)

شیخ طوسی اپنی کتاب مبسوط میں لکھتے ہیں:

شیعی تفسیر کے تحت اِنَّمَا جَزٰؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ کی آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہتھیاروں کی نمائش کر کے زمین، سمندر، صحرا اور شہروں میں لوگوں کو خوفزدہ کریں۔

Presented by www.ziaraat.com

پھر فرماتے ہیں: چوروں اور ڈاکوؤں کی سزا بھی روایات کے مطابق یہی ہے۔

مولف کہتا ہے: شیخ مفید اور ان کے شاگرد شیخ طوسی کے درمیان ان سزاؤں کے اجرا کے بارے میں کچھ اختلاف ہے۔ شیخ مفید نے آیت کے ظاہری الفاظ اور چند روایات کی بنیاد پر یہ کہا ہے کہ "محاربین" کے لیے اللہ تعالٰی نے جو چار سزائیں مقرر کی ہیں حاکم ان میں سے جو سزا مناسب سمجھے، دے سکتا ہے لیکن شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ مختلف جرائم کی سزا بھی مختلف ہے لہٰذا جرائم کے لحاظ سے حاکم سزا دے۔

شیخ طوسی فرماتے ہیں: اگر کوئی محارب ہتھیار اٹھا کر لوٹ مار کرے اور امن و امان میں خلل ڈالتے ہوئے کسی شخص کو مار ڈالے تو حاکم اسے قتل کر دے۔ اور اگر اس نے مال بھی لوٹا ہو تو قتل کرنے کے بعد اس کی لاش کو سولی پر لٹکا دے۔ اور اگر اس نے اسلحہ کے زور پر کسی کا صرف مال لوٹا ہو تو مخالف سمتوں سے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ اور اگر مجرم نے صرف ہتھیار اٹھایا ہو لیکن کسی کو قتل نہ کیا ہو اور مال نہ لوٹا ہو تو اسے ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے اور شہر میں اعلان کرا دیا جائے کہ کوئی اس شخص سے میل ملاپ نہ رکھے، لین دین نہ کرے، اسے رشتہ نہ دے اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھائے۔ (کشف الرموز ج ۲، ص ۵۸۶)

امام زین العابدین علیہ السلام اور ڈاکو

بحار میں امالی طوسی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام حج پر جاتے ہوئے مکہ اور مدینہ کے درمیان پہنچے تو ایک ڈاکو نے آپ سے کڑک کر کہا کہ سواری سے نیچے اتر آئیں۔

امام نے اس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟

ڈاکو نے کہا: میں آپ کو قتل کر کے آپ کا مال لوٹنا چاہتا ہوں۔

امام نے فرمایا: میں اپنا آدھا مال بخوشی تیرے حوالے کرتا ہوں۔

ڈاکو نے کہا: یہ مجھے منظور نہیں۔

امام نے فرمایا: اچھا اس مال میں سے کچھ چھوڑ دے تاکہ میں اپنے گھر پہنچ سکوں۔ باقی تو لے لے۔

ڈاکو نے کہا: یہ بھی مجھے منظور نہیں۔

امام نے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کہ تیرا رب کہاں ہے؟

ڈاکو نے کہا: وہ سویا ہوا ہے۔ جیسے ہی اس نے یہ کہا اچانک صحرا سے دو شیر دوڑتے ہوئے آئے۔ ایک نے اس کی گردن اور دوسرے نے اس کے پاؤں منہ میں دبوچ لیے اور اسے گھسیٹ کر لے گئے۔

امام نے فرمایا: تو تو سمجھتا تھا کہ تیرا رب سویا ہوا ہے (اب پتا چلا کہ وہ نہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے)۔

(بحار الانوار ج ۴۶، ص ۴۱)

مؤلف کہتا ہے: ڈاکو کے ساتھ امام علیہ السلام کی خیرخواہی سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۱۶۰۔ حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنا

ملا فیض کاشانی کی تفسیر صافی میں مرقوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر سے دو مہینے پہلے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبدالرحمٰن بن جحش کو ماہ جُمادی الثانی میں لشکر کی ایک ٹکڑی کے ساتھ روانہ کیا اور فرمایا کہ تم مشرکین کے تجارتی قافلوں پر نظر رکھو اور ان کو منتشر کرو۔ ان کا مقابلہ عمرو بن عبداللہ حضرمی اور اس کے تین ساتھیوں سے ہوا۔ لڑائی میں ابن حضرمی مارا گیا اور اس کے دو ساتھیوں کو پکڑ کر مدینہ لایا گیا۔ جب جنگ ہوئی تو مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ یہ لڑائی جُمادی الثانی کے آخری دن ہو رہی ہے جبکہ رجب کا چاند دکھائی دے چکا تھا اور یہ لڑائی رجب کی یکم تاریخ کو ہوئی تھی۔

عرب چار مہینوں کو حرمت والے مہینے سمجھتے تھے اور ان میں جنگ نہیں کرتے تھے۔ وہ ان مہینوں کو شہرالحرام کہتے تھے اور وہ یہ تھے :

(۱) رجب

(۲) ذی قعدہ

(۳) ذی الحجہ

(۴) محرم

قریش نے اعتراض کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھیوں نے حرمت والے مہینے میں جنگ کی ہے جو کہ عرب کے دستور کے خلاف ہے۔

جب مجاہدین نے قریش کا یہ اعتراض سنا تو انھیں خود بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ آپس میں کہنے لگے کہ ہم سے نادانستہ بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ ہماری توبہ قبول نہیں فرمائے گا تب تک ہمیں مدینہ واپس نہیں جانا چاہیے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی : **يَسْـئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ** (اے رسولؐ !) لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان مہینوں میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے اور خدا کے راستے سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام کی زیارت کرنے سے روکنا اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا خدا کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور فتنہ انگیزی قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ (سورۂ بقرہ : آیت ۲۱۷)

سورۂ توبہ آیت ۵ میں ارشاد اقدس الٰہی ہے : **فَـاِذَا انْسَـلَـخَ الْاَشْهُـرُ الْحُرُمُ**... جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔

سورۂ بقرہ آیت ۱۹۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا : **وَلَا تُـقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْـهِ فَـاِنْ قٰـتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكَافِرِيْنَ** ○ جب تک وہ تم سے مسجد حرام (کعبہ) کے پاس نہ لڑیں تم بھی وہاں ان سے نہ لڑنا۔ ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان کو قتل کر ڈالو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

مؤلف کہتا ہے:

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں جنگ چھیڑنا جائز نہیں ہے لیکن اگر کفار ان مہینوں میں مسلمانوں پر جنگ مسلط کریں تو دفاع کے لیے لڑنا جائز ہے۔

۱۶۱۔ امام کے خلاف خروج کرنا

صحیح مدارک کے مطابق امام معصوم کی اطاعت واجب ہے۔ امام معصوم کی اطاعت ایمان، قبولیت اعمال اور اخروی نجات کی شرط ہے۔ اگر کسی شخص کے پلے جن و انس کی عبادت ہو لیکن اس کے نامۂ اعمال میں اطاعت امام نہ ہو تو اس کی عبادت رائیگاں جائے گی اور اسے کچھ فائدہ نہ دے سکے گی۔ اور اگر کوئی امام کے خلاف جنگ کرے تو تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ امام یا نائب امام کی اجازت سے اس سے جنگ کریں۔

روایات میں لفظ خارجی استعمال ہوا ہے اور خارجی کو کافر اور مرتد سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ اطاعت امام اور مودت امام جیسے ''ضروری عقائد'' کا منکر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کو ماننے پر مجبور ہو جائے اور جب وہ رجوع کرلے تو دونوں فریق میں عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو۔ بے شک خدا انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ (سورۂ حجرات: آیت ۹)

باغیوں کے متعلق اسلام کے احکام امام علی علیہ السلام کی سیرت پاک سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ آپ نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں اسلامی حکومت کے باغیوں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہی سلوک باغیوں سے نمٹنے کے لیے اسلامی فقہ کی اساس بن گیا۔

ملا فیض کاشانی نے تفسیر صافی میں کافی، تہذیب اور تفسیر قمی سے نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص ایسا بھی ہے جو میرے بعد تاویل قرآن کی اساس پر جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے تنزیل قرآن کے مطابق جنگ کی ہے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کون ہے؟

آپ نے فرمایا کہ جو جوتا گانٹھ رہا ہے۔

جب لوگوں نے دیکھا تو امیر المومنینؑ رسول اکرمؐ کا جوتا گانٹھ رہے تھے۔

حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ میں اس پرچم تلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

معیت میں تین مرتبہ (بدر، اُحد اور حنین) میں لڑ چکا ہوں۔ اب یہ چوتھی مرتبہ جنگ میں شرکت کر رہا ہوں۔ اگر ہمارے دشمن ہمیں مارتے ہوئے سعفات ھجر کے مقام تک بھی دھکیل دیں تب بھی ہمیں یقین رہے گا کہ ہم حق پر اور دشمن باطل پر ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام علی علیہ السلام نے باغیوں کے ساتھ وہی سلوک کیا تھا جو اللہ کے رسولؐ نے فتح مکہ کے موقع پر دشمنوں کے ساتھ کیا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی خاندان کو قید نہیں کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے اس دن اعلان کر دیا تھا کہ جو اپنے گھر میں بیٹھ جائے یا اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دے یا کوئی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے تو اسے ہماری طرف سے امان ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے سیرت رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے فتح بصرہ کے موقع پر فرمایا تھا:

کسی کو قید نہ کیا جائے۔ کسی زخمی کو قتل نہ کیا جائے اور جو میدان سے بھاگ رہا ہو اس کا تعاقب نہ کیا جائے اور جو ہتھیار اتار کر اپنے گھر میں بیٹھ جائے اسے کچھ نہ کہا جائے۔ ہماری طرف سے اسے امان ہے۔

(تفسیر صافی بحوالہ کافی ج ۵، ص ۷)

۱۶۲۔ جامع الشرائط فقیہ کی مخالفت کرنا

جامع الشرائط فقیہ اگر صحیح اجتہاد کے تحت فروع دین کے متعلق کوئی فتویٰ دے تو مقلدین پر لازم ہے کہ وہ اس پر عمل کریں لیکن دوسرے فقہاء پر اگر وہ سمجھتے ہوں کہ جامع الشرائط فقیہ کا فتویٰ ان کی نظر میں درست نہیں ہے تو ان پر اس کی پیروی کرنا لازم نہیں ہے بلکہ حرام ہے لیکن جب جامع الشرائط فقیہ اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کو خطرات سے بچانے کے لیے مصلحت کے پیش نظر "حکم" دے مثلاً حلال کو حرام قرار دے تو اس کی پیروی کرنا تمام لوگوں پر حتیٰ کہ دوسرے فقہاء پر بھی لازم ہے[1] مگر یہ کہ کسی فقیہ کو یقین ہو جائے کہ جامع الشرائط فقیہ کو موضوع کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے تو اس صورت میں اس فقیہ پر لازم نہیں کہ وہ اس حکم کی پیروی کرے۔

۱۔ جو مذہبی رہنما حاکم مجاز کا رتبہ رکھتے ہیں ان کے بھی کچھ اختیارات ہیں جن کی اسلامی شریعت میں بڑی احتیاط سے تشریح کر دی گئی ہے۔ ان اختیارات کو استعمال میں لاتے ہوئے وہ جب بھی ضروری سمجھیں معروضی حالات سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں مثلاً برطانوی استعمار نے جس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی کے بھیس میں ہندوستان پر قبضہ کر لیا تھا اسی طرح جب ۱۸۹۱ء میں برطانوی حکومت نے توسیع پسندانہ عزائم کے ساتھ تمباکو کی تجارت کے بہانے ایران میں داخل ہونا چاہا تو اس وقت کے فقیہ حضرت آیت اللہ مرزا سید محمد حسن شیرازی نے برطانوی کمپنی کی اقتصادی ناکہ بندی کے بارے میں فتویٰ دیا تھا۔ اسلامی فقہ کی اصطلاح میں اس قسم کے فتوے کو حکم الفقیہ کہا جاتا ہے۔ انھوں نے فتویٰ دیا تھا کہ تمباکو کو استعمال کرنا حرام ہے اور یہ امام زمانہ علیہ السلام سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ ایک حاکم شرع کی جرأت، دور اندیشی اور تمباکو کو استعمال کرنے کی "عارضی حرمت" نے ایران کو برطانیہ کے قبضے میں جانے سے بچا لیا تھا۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

ہمارے موقف کا اثبات حسب ذیل روایات سے ہوتا ہے۔

عمر بن حنظلہ سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر آپ کے دو شیعوں میں قرض یا میراث (وغیرہ) کے بارے میں اختلاف ہو جائے (اور انھیں آپ تک رسائی حاصل نہ ہو) تو انھیں کیا کرنا چاہیے؟ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: انھیں چاہیے کہ ہمارے شیعہ علماء میں سے اس عالم سے رجوع کریں جو ہماری احادیث بیان کرتا ہو، حلال اور حرام سے واقف ہو اور ہمارے احکام جانتا ہو۔ میں نے اس عالم کو تم پر حَکم بنایا ہے۔ فَلْيَرْضَوْا بِهِ حَكَمًا فَإِنِّيْ قَدْ جَعَلْتُهُ عَلَيْكُمْ حَاكِمًا یعنی اس کے حَکم ہونے پر شیعوں کو راضی رہنا چاہیے۔[1] میں نے اس کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے۔ اور جب وہ عالم ہمارے حکم کے مطابق فیصلہ کرے اور کوئی فریق اسے نہ مانے تو اس نے خدا کے حکم کی توہین کی ہے اور ہمارے فرمان کو ٹھکرا دیا ہے اور ہمارے فرمان کو ٹھکرانے والا خدا کے فرمان کو ٹھکرانے والا ہے اور خدا کے فرمان کو ٹھکرانے والا شرک کی حد میں داخل ہوتا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۹۹)

ابو خدیجہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے اپنے کچھ شیعوں کے پاس بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ تم ان تک میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ جب بھی تمہارے درمیان کوئی تنازع ہو جائے یا لین دین کا کوئی

۱۔ ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی اپنی کتاب تجلّی (مطبوعہ مجمع علمی اسلامی) میں لکھتے ہیں:

چار آدمی آیت اللہ سید محمد باقر الصدر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان چاروں کے لہجے سے معلوم ہوتا تھا کہ عراقی ہیں۔ ان میں سے ایک کو اس کے دادا کی وراثت میں ایک مکان ملا تھا جسے اس نے فروخت کر دیا تھا۔ مکان کو فروخت کرنے کے ایک سال بعد دو بھائی آئے اور انھوں نے ثابت کیا کہ وہ میت کے حقیقی وارث ہیں۔ تینوں وارث اور خریدار، چاروں آدمی سید کے روبرو بیٹھے اور ہر ایک نے اپنی دستاویزات پیش کیں۔ سید نے ان تمام دستاویزات کا مطالعہ کیا۔ چند منٹ ان سے بات کی۔ اس کے بعد منصفانہ کارروائی کرتے ہوئے حکم فرمایا: ”خریدار کو گھر میں حق تصرف حاصل ہے اور اب مکان اسی کا ہے۔“ اور فروخت کرنے والے سے کہا: ”گھر کی فروخت سے جو قیمت حاصل ہوئی ہے اس میں سے دونوں بھائیوں کا حق ادا کر دے۔“ یہ چاروں افراد اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے سید کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور باہم معانقہ کر کے چلے گئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں ششدر رہ گیا اور میں نے ابوشبر سے بے یقینی کے ساتھ پوچھا: کیا قضیہ ختم ہو گیا؟

اس نے کہا: جی ہاں! سب لوگوں کو ان کا حق مل گیا اور وہ چلے گئے۔

سبحان اللہ! اس آسانی کے ساتھ، ایسی سادگی سے اور اس مختصر سے وقت میں — محض چند منٹ کے اندر — کافی ہے کہ ایک تنازع کا فیصلہ ہو جائے؟ اگر یہ قضیہ ہمارے ملک میں ہوتا تو کم سے کم دس سال لگ جاتے۔ اسی پر بس نہیں۔ اس واقعے کے متعلقہ افراد میں سے بعض کے مر جانے پر، ان کی اولاد اس قضیے کو طول دیتی۔ اس بات کو بھی چھوڑیے۔ کورٹ، کچہری اور وکیلوں کی فیس اس قدر زیادہ ہے کہ شاید گھر بیچنے کی نوبت بھی آجائے اور رشوتوں کا بوجھ اس کے سوا ہوتا مگر نتیجہ کیا نتیجہ کیا نکلتا وہی ڈھاک کے تین پات۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

اختلاف ہو جائے تو تم فاسق حکام کے پاس مت جاؤ۔[۱] تم اپنے میں سے ایسے شخص کو اپنا حَکم بناؤ جو ہمارے حلال اور حرام کو جانتا ہو۔ میں نے اسے تم پر قاضی مقرر کیا ہے۔ خبردار! ایک دوسرے کے خلاف مقدمات فیصل کرانے کے لیے ظالم حاکم کے پاس مت جاؤ۔ (ایضاً ص ۱۰۰)

اسحاق بن یعقوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام زمانہؑ کے نائب جناب محمد بن عثمان عمری سے کہا کہ میں نے اپنے مشکل مسائل خط میں لکھ دیے ہیں اور ان کے جواب کا امیدوار ہوں۔ آپ میرا یہ خط امام تک پہنچائیں۔ پھر میں نے اپنا خط ان کے حوالے کیا۔ خط کے جواب میں حضرت امام زمانہؑ نے لکھا تھا:

وَاَمَّا الْحَوَادِثُ الْوَاقِعَةُ فَارْجِعُوْا فِيْهَا اِلٰى رُوَاةِ حَدِيْثِنَا فَاِنَّهُمْ حُجَّتِىْ عَلَيْكُمْ وَاَنَا حُجَّةُ اللّٰهِ وَاَمَّا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعَمْرِىُّ فَرَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ فَاِنَّهُ ثِقَتِىْ وَ كِتَابُهُ كِتَابِىْ. تم کو جن نئے مسائل سے واسطہ پڑے ان کے لیے ہمارے راویان حدیث کی طرف رجوع کرو۔ وہ تم پر حجت ہیں۔ اور میں اللہ کی طرف سے حجت ہوں۔ اور جہاں تک محمد بن عثمان عمری کا تعلق ہے تو خدا ان سے اور ان کے والد سے راضی ہو۔ وہ میرے قابل اعتماد آدمی ہیں، ان کی تحریر میری تحریر ہے۔ (غیبت طوسی ص ۲۹۱۔ کمال الدین ص ۴۸۴۔ وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۱۰۰۔ بحار الانوار ج ۵۳، ص ۸۱)

فقیہ بزرگوار مرزا حسن آشتیانی (۱۹۰۲ء) اپنی کتاب القضاء میں لکھتے ہیں: عمر بن حنظلہ کی روایت کئی جہات سے جامع الشرائط فقیہ کی اطاعت واجب ہونے اور اس کی نافرمانی کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(۱) امام علیہ السلام نے مسئلہ قضاوت کے لیے جامع الشرائط فقیہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس حکم کا تقاضا ہے کہ جس کے خلاف فیصلہ دیا جائے اس پر فقیہ کا فیصلہ نافذ ہو اور قابل رد نہ ہو۔

(۲) امام کا یہ فرمانا کہ اس کے حَکم ہونے پر شیعوں کو راضی رہنا چاہیے۔ میں نے اس کو تم پر حاکم بنایا ہے۔

(۳) امام کا یہ فرمانا کہ "اس کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے والا خدا کے حکم کی توہین کرنے والا ہے اور اس نے ہمارے فرمان کو رد کیا ہے۔"

مذکورہ بالا الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ جامع الشرائط فقیہ کی مخالفت حرام ہے۔

امام نے اختلافات کے فیصلے کا حق جامع الشرائط فقیہ کو دیا ہے اور بادشاہوں کے مقرر کردہ قاضیوں کی طرف رجوع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ کسی بادشاہ کے مجسمے اور بت کو طاغوت کہا جاتا ہے لیکن جو شخص حد سے گزر جائے اور شیطان جو لوگوں کو نیک کاموں سے روکتا ہے اسے بھی لغت میں طاغوت کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں سات جگہ لفظ طاغوت آیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ یعنی یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے مقدمے طاغوت کے پاس لے جا کر فیصل کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اس کو نہ مانیں۔ (سورۂ نساء: آیت ۶۰) ظاہر ہے کہ کوئی اپنا مقدمہ فیصلے کے لیے بت کے پاس نہیں لے جاتا۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

۱۶۳۔ ناحق قتل کرنا

کسی بھی انسان کو ناحق قتل کرنا گناہان کبیرہ میں سرفہرست شمار ہوتا ہے۔ بعض روایات میں گناہان کبیرہ کی تعداد پانچ، بعض میں سات اور بعض میں پندرہ بیان کی گئی ہے۔ گناہان کبیرہ کی تعداد خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو قتل ان میں سرفہرست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا جو کوئی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لیے اللہ نے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۂ نساء: آیت ۹۳)

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا... جو کسی ایسے شخص کو قتل کرے جس نے کوئی قتل نہ کیا ہو اور زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جو کوئی ایک جان کو زندگی بخشے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۳۲)

وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَكَانَ ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ○ اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ بے شک اللہ تم پر بہت مہربان ہے اور جو تعدی اور ایسا کرے گا ہم اس کو عنقریب دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اور اللہ کے لیے یہ بہت آسان ہے۔
(سورۂ نساء: آیت ۲۹۔۳۰)

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ... اور جس جان دار کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناجائز طور قتل نہ کرنا۔ (بنی اسرائیل: آیت ۳۳)

حمران بن اعین راوی ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا... حالانکہ قاتل نے تو ایک انسان کو قتل کیا ہے۔ وہ پوری انسانیت کا قاتل کیسے بن گیا؟ آپ نے فرمایا کہ قاتل کو دوزخ میں ایسی جگہ پر بٹھایا جائے گا کہ اگر اس نے سب انسانوں کو قتل کیا ہوتا تب بھی یہی عذاب ہوتا۔

میں نے عرض کیا کہ اگر قاتل دوسرا قتل کرے تو پھر کیا ہوگا؟

آپ نے فرمایا: عذاب دوگنا کر دیا جائے گا۔ (کافی ج ۷، ص ۲۷۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ خون کے متعلق فیصلہ کرے گا۔ سب سے پہلے حضرت آدمؑ کے دو فرزندوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔ پھر ترتیب وار خون کے فیصلے ہوں گے یہاں تک کہ تمام خون کے مقدمات کے فیصلے کر دیئے جائیں گے اور حالت یہ ہوگی کہ ہر مقتول اپنے قاتل کا گریبان پکڑ کر لائے گا اور کہے گا کہ پروردگار! اس نے مجھے قتل کیا تھا۔ خدا فرمائے گا کہ کیا تو نے اس کو قتل کیا تھا؟ اسے انکار کی جرأت نہ ہوگی۔ (ایضاً)

Presented by www.ziaraat.com

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے: ہر مقتول خواہ وہ نیک ہو یا بد، قیامت کے دن اپنے قاتل کا گریبان پکڑ کر آئے گا اور اس کے جسم سے خون بہہ رہا ہوگا۔ وہ خدا سے عرض کرے گا: خدایا! میرے قاتل سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ اگر قاتل نے اسے حق کے ساتھ قتل کیا ہوگا تو قاتل کو جنت میں بھیجا جائے گا اور مقتول کو دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ اگر قاتل نے کہا کہ میں نے فلاں ظالم کے کہنے پر اسے قتل کیا تھا تو اس وقت مقتول سے کہا جائے گا کہ تم قاتل سے قصاص لو۔ اس کے بعد خدا جو چاہے گا ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ (ایضاً ص ۲۷۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص لوگوں کے خون بہانے کے لیے آستین الٹائے ہوئے ہو، اس کے متعلق یہ نہ سمجھنا کہ وہ ناقابل تسخیر انسان ہے۔ اللہ نے اس کے لیے ایک قاتل مقرر کیا ہے جو نہیں مرے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! وہ نا مرنے والا قاتل کون ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ قاتل دوزخ ہے۔ (ایضاً)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: مومن اپنے دین میں فراخی سے رہتا ہے جب تک ناحق قتل نہ کرے۔ جو مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ (ایضاً)

ابو حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار نے فرمایا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ بنی جہینہ میں ایک مقتول کی لاش پڑی ہے۔ آنحضرتؐ اس قبیلے کی مسجد میں گئے۔ لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے لوگوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم! جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اگر زمین و آسمان کے تمام رہنے والے ایک مسلمان کے خون میں شریک ہوں یا اس کے قتل پر راضی ہوں تو خدا ان سب کو ان کے منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔ (ایضاً ص ۲۷۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص اس حالت میں پیش ہوگا کہ اس کے ہاتھ میں ایک برتن ہوگا جس میں خون ہوگا۔ وہ شخص کہے گا: پروردگار! میں نے تو کسی کو قتل نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی کے قتل میں شریک ہوا تھا۔ نجانے یہ خون کیسا ہے؟ ندائے قدرت آئے گی کہ تو نے میرے فلاں بندے کا ذکر کیا تھا اور تیرے منہ سے نکلی ہوئی بات اتنی آگے بڑھی کہ ایک شخص قتل ہو گیا۔ اس کے خون کے کچھ قطرات تیرے حصے میں بھی آئے ہیں۔ (ایضاً)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تین قسم کے افراد جنت میں نہیں جائیں گے:

(۱) جس نے ناحق قتل کیا ہو (۲) شرابی (۳) چغل خور (ایضاً)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں منیٰ میں خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو اور اچھی طرح سے میری بات سمجھو۔ میرا خیال

Presented by www.ziaraat.com

ہے کہ آئندہ سال میں تم سے ملاقات نہ کرسکوں گا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ لوگو! دنوں میں سے زیادہ محترم دن کون سا ہے؟

لوگوں نے کہا کہ آج کا دن بڑا محترم ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ مہینوں میں سے زیادہ محترم مہینہ کون سا ہے؟

لوگوں نے کہا کہ یہ مہینہ زیادہ حرمت والا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تمام شہروں میں سے زیادہ محترم شہر کون سا ہے؟

لوگوں نے کہا کہ یہ شہر سب شہروں سے زیادہ حرمت والا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے خون اور تمہارے اموال تم پر اتنے ہی حرام ہیں جتنا کہ یہ دن ، یہ مہینہ اور یہ شہر حرمت والا ہے۔ تم نے خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ لوگو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے کہا: خدایا! گواہ رہنا۔ جس کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس تک پہنچا دے۔ یاد رکھو! کسی کی رضامندی کے بغیر اس کا مال کھانا جائز نہیں ہے۔ اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا اور میرے بعد کافر نہ ہو جانا۔ (ایضاً)

ایک عبرت انگیز داستان

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے دو برس بعد جناب مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے یا لثارات الحسینؑ کا نعرہ بلند کیا۔ چنانچہ ہزاروں افراد خون حسینؑ کا انتقام لینے کے لیے ان کے پرچم تلے جمع ہوگئے۔ جناب مختار نے شہید کربلا کے قاتلوں کو چن چن کر قتل کیا اور ایک معرکے میں ابن زیاد لعین بھی قتل ہوگیا۔ پھر کچھ دن گزرے تھے کہ عبداللہ بن زبیر نے خلافت کا دعویٰ کیا اور اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو کوفہ فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ جناب مختار کی فوج اور اس کی فوج میں کوفہ کے قریب حرورا کے مقام پر خونریز جنگ ہوئی۔ جناب مختار کو جنگ میں ناکامی ہوئی اور وہ کوفہ آگئے۔ چند دن دارالامارہ میں محصور رہے۔ پھر دارالامارہ سے نکل کر دوبارہ جنگ کی اور شہید ہوگئے۔ کوفہ پر مصعب بن زبیر کا قبضہ ہوگیا۔ چند سال گزرے تھے کہ عبدالملک بن مروان نے شام سے اپنی فوج کوفہ روانہ کی۔ مصعب بن زبیر اور شامی فوج کے درمیان مسکن کے مقام پر زبردست لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں مصعب مارا گیا اور پورا عراق عبدالملک بن مروان کے زیرنگیں آگیا۔ عبدالملک بن مروان شاہانہ نخوت کے ساتھ کوفہ کے دارالامارہ میں آیا اور دربار عام لگایا۔ اس کے سامنے مصعب بن زبیر کا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔

اس وقت عبدالملک بن عمیر نامی شخص کھڑا ہوا اور اس نے عبدالملک بن مروان سے کہا:

یہ دارالامارہ بھی عجیب ہے۔ ابن زیاد کے حکم سے حسین ابن علی (علیہ السلام) کو قتل کیا گیا اور ان کا سر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا۔ اس وقت ابن زیاد تخت پر بیٹھا تھا اور حسین (ع) کا سر سامنے رکھا تھا۔ میں نے

Presented by www.ziaraat.com

یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ پھر چند دن گزرے کہ اس تخت پر مختار بن ابی عبیدہ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے ابن زیاد کا سر رکھا تھا۔ یہ منظر بھی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ پھر حالات نے پلٹا کھایا اور آج آپ اس تخت پر بیٹھے ہیں اور آپ کے سامنے مصعب کا سر ہے۔ خدا کرے کہ آپ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ عبدالملک نے جیسے ہی یہ داستان سنی تو اس کے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی۔ وہ فوراً تخت سے نیچے اتر آیا اور حکم دیا کہ اس دارالامارہ کو مسمار کر دیا جائے۔ (کیفر گناہ ص ۱۸۲)

ہم سمجھتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس دارالامارہ کی اینٹیں اور لکڑیاں منحوس ہیں جبکہ اس میں اینٹوں اور لکڑیوں کا کوئی قصور نہیں تھا۔ اصول قدرت ہے کہ ناانصافی اور ظلم مکانوں کو اجاڑ دیتے ہیں اور عدل و انصاف سے مکانوں اور قوموں کی تعمیر ہوتی ہے۔

بے گناہ سادات کا قتل

شیخ صدوق لکھتے ہیں : عبید اللہ بن بزاز نیشاپوری بیان کرتا ہے کہ مجھے حمید بن قحطبہ (ہارون رشید کا معتمد خاص) سے کوئی کام تھا۔ میں اس سے ملنے اس کے گھر گیا۔ خادم نے اسے میرے آنے کی اطلاع دی۔ اس نے مجھے اذن باریابی بخشا۔ اندر دسترخوان بچھا ہوا تھا اور انواع و اقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ حمید کھانا کھا رہا تھا۔ وہ ماہ رمضان کے ایام تھے اور دن کا وقت تھا۔ میں روزے سے تھا۔ اس نے مجھے شریک ہونے کی دعوت دی۔ میں نے کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ آپ کے پاس روزہ چھوڑنے کا کوئی نہ کوئی عذر ہوگا لہٰذا آپ کھانا کھائیں۔ حمید نے کہا کہ میں نہ تو بیمار ہوں اور نہ ہی روزہ چھوڑنے کا میرے پاس کوئی عذر ہے۔ یہ کہہ کر وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو میں نے اس سے روزہ نہ رکھنے کا سبب پوچھا۔ اس کے جواب میں حمید نے مجھے یہ داستان سنائی :

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں ہارون کے ساتھ شہر طوس آیا ہوا تھا۔ ایک رات اس نے مجھے بلایا۔ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے سامنے ایک ننگی تلوار رکھی ہوئی ہے۔ اس کے پہلو میں ایک غلام کھڑا تھا۔ جب میں پہنچا تو اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور کہا کہ تم کس حد تک میری اطاعت کر سکتے ہو؟

میں نے کہا کہ میں اپنی جان و مال سے بھی آپ کی اطاعت کو مقدم سمجھتا ہوں۔

اس نے کہا کہ تم چلے جاؤ۔ میں اپنے گھر آ گیا۔ پھر کچھ دیر بعد مجھے اپنے پاس بلایا۔ میں وہاں گیا تو وہی منظر قائم تھا۔ اس نے بار دیگر مجھ سے پوچھا کہ تم کس حد تک میری اطاعت کر سکتے ہو؟

میں نے کہا کہ میں آپ کی اطاعت کو اپنی جان، مال اور اپنے دین و ایمان پر مقدم رکھتا ہوں۔ جب اس نے میرا یہ جواب سنا تو مطمئن ہوگیا اور بولا کہ یہ تلوار اٹھاؤ اور اس غلام کے ساتھ جاؤ اور اس کی ہدایات پر عمل کرو۔ غلام مجھے ایک ایسے مکان پر لے آیا جو بند تھا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ اس مکان میں ایک کنواں اور

Presented by www.ziaraat.com

تین کمرے تھے۔ ہر کمرے میں بیس بیس حسنی سادات قید تھے جن کے پیروں میں زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ غلام ایک کمرہ کھول کر لمبے اور گندھے ہوئے بالوں والے بیس آدمیوں کو نکال لایا جن میں پیر و جواں سب شامل تھے۔ اس نے مجھ سے کہا: ''ان سب کو قتل کر دو۔ یہ علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد ہیں۔'' میں نے یکے بعد دیگرے ان سب کو قتل کر دیا اور غلام نے ان کی لاشیں کنویں میں پھینک دیں۔ پھر اس نے دوسرا کمرہ کھولا۔ اس میں بھی بیس آدمی تھے اور ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا۔ پھر اس نے تیسرا کمرہ کھولا۔ اس میں بھی بیس آدمی تھے اور میں نے ان سب کو بھی قتل کر دیا۔ آخر میں ایک بوڑھا رہ گیا۔ اس نے مجھ سے کہا: ''او بد بخت! خدا تجھے غارت کرے۔ قیامت کے دن تو ہمارے نانا کو کیا منہ دکھائے گا۔ یہ سن کر میرے ہاتھ کانپنے لگے اور میں گھبرا گیا۔ غلام نے مجھے غصے سے دیکھا لہٰذا میں نے اس بوڑھے کو بھی قتل کر دیا اور غلام نے اس کی لاش بھی کنویں میں پھینک دی۔

میں نے اتنا بڑا جرم کیا ہے۔ اولادِ رسولؐ میں سے ساٹھ آدمیوں کو ناحق قتل کیا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ نماز، روزے سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا؟ مجھے اپنے متعلق یقین ہے کہ میں ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جلوں گا اس لیے میں رمضان میں بھوکا رہوں تو کیوں رہوں؟ (عیون الاخبار الرضا ج ۱، ص ۱۰۸)

کربلا کے ایک قاتل کی داستان

ابو الفرج اصفہانی اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں:

قاسم بن اصبغ بن نباتہ کہتا ہے کہ قبیلہ بنی دارم کے ایک شخص کو میں جانتا تھا۔ وہ انتہائی خوبصورت جوان تھا۔ کربلا کے جانکاہ واقعہ کے بعد میں نے اسے دیکھا تو اس کا چہرہ کالا ہو چکا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تو بڑا خوبصورت تھا اچانک تیرا چہرہ کالا کیسے ہو گیا؟ اس نے کہا کہ میں نے کربلا میں حسین (علیہ السلام) کے ساتھیوں میں سے ایک ''نوخیز جوان'' کو قتل کیا تھا۔ اس جوان کی پیشانی پر سجدوں کے نشان تھے۔ اس دن سے لے کر آج تک رات کو جب سوتا ہوں تو خواب میں وہی جوان آجاتا ہے اور مجھے گریبان سے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے جاتا ہے اور مجھے دوزخ میں پھینک دیتا ہے۔ میں خوف و دہشت کی وجہ سے چیخیں مارتا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ اس لعین کے ہاتھوں حضرت عباس علمدار علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ (ص ۱۲۰)

مؤلف کہتا ہے: شیخ صدوق نے بھی کچھ اضافے کے ساتھ قاسم بن اصبغ بن نباتہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ محدث نوری نے دار السلام جلد ۱، صفحہ ۲۴۷-۲۴۸ پر ابو الفرج اصفہانی اور شیخ صدوق کی دونوں روایات نقل کی ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ وہ مقتول حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام نہیں تھے۔

حجاج بن یوسف کا انجام

علامہ دمیری بیان کرتے ہیں کہ جب حجاج بن یوسف نے سعید بن جبیر کو شہید کیا تو انھوں نے شہادت

Presented by www.ziaraat.com

کے وقت دعا کی تھی کہ خدایا! میرے بعد اس ظالم کو زندہ نہ چھوڑنا۔ اس کے بعد حجاج بیمار پڑ گیا۔ جیسے ہی اسے نیند آتی تو خواب میں دیکھتا کہ سعید بن جبیر اس کے پاس آئے ہیں اور اس کا گریبان پکڑ کر کہتے ہیں:

''اے دشمن خدا! تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے؟''

حجاج ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا اور اس کی نیند اچاٹ ہو جاتی۔ (حیات الحیوان ج ۲، ص ۳۱۶)

روایات میں مرقوم ہے کہ نزع کے وقت حجاج بن یوسف پر بیہوشی کے دورے پڑتے تھے اور وہ یہ کہتا تھا کہ میں نے سعید بن جبیر کا کیا بگاڑا ہے؟

مؤلف کہتا ہے:

جناب سعید تابعین میں سے تھے۔ وہ اپنے علم، تقویٰ اور زہد کے علاوہ بحیثیت محدث بھی مشہور تھے۔ حجاج بن یوسف نے انھیں محبت اہلبیتؑ کے جرم میں قتل کیا تھا۔ ان کی زندگی اور شہادت کے واقعات کے لیے روضات الجنات اور ناسخ التواریخ کا مطالعہ فرمائیں۔

ہیروشیما پر بمباری کرنے والے پائلٹ کا انجام

ہمارے قارئین جانتے ہیں کہ ۱۹۴۵ء کی دوسری عالمگیر جنگ میں امریکا نے جاپان کے دو شہروں ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا تھا جس میں لاکھوں انسان چشم زدن لقمہ اجل بن گئے تھے اور زندہ جل گئے تھے۔ اس واقعے کے کچھ عرصے بعد اخباروں میں ایک خبر چھپی تھی کہ ہیروشیما پر بمباری کرنے والا پائلٹ نفسیاتی اور روحانی بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس خبر کی تفصیل کچھ یوں ہے:

کلاوڈ اٹرلی Cloud Aterly جس نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم برسایا تھا وہ ۲۳ر نومبر سے لاپتہ ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے وہ نفسیاتی مریض بن چکا تھا۔ جیسے ہی ہیروشیما کی بربادی کی داستانیں میڈیا کے ذریعے عام ہوئیں تو اس پائلٹ کی نفسیاتی حالت خراب ہوتی گئی اور وہ اپنے آپ کو لاکھوں انسانوں کا قاتل سمجھنے لگا۔ ماہرین نفسیات نے اس کا بہت زیادہ علاج کیا اور پھر اسے نفسیاتی ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ پھر چند دن بعد وہ ہسپتال سے غائب ہو گیا۔ امریکی پولیس نے عوام سے اپیل کی کہ اس کے بازیاب کرانے میں مدد کریں کیونکہ اس کا ذہنی توازن صحیح نہیں ہے اور وہ لوگوں کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ پولیس کے ذرائع نے بتایا ہے کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہر وقت یہ جملے دہراتا رہتا ہے:

''میں ڈیڑھ لاکھ انسانوں کا قاتل ہوں اور میں اپنے آپ کو کبھی بھی معاف نہیں کر سکتا۔''

(روزنامہ اطلاعات، تہران شمارہ ۱۰۳۹۲)

مذکورہ بالا واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مجرم کے لیے خدا نے صرف آخرت میں ہی سزا نہیں رکھی بلکہ اس دنیا میں بھی اس کا ضمیر اسے چین نہیں لینے دیتا اور ہر وقت کچوکے لگاتا رہتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اسقاط حمل

شرک کے بعد انسانی قتل سب سے بڑا جرم ہے۔ شکم مادر میں موجود بچے کو قتل کرنا قتل کی بدترین صورت ہے اور یہ بچے کو زندہ درگور کرنے کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ○ اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا کر دی گئی ہو پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کر دی گئی۔
(سورۂ تکویر: آیت ۸۔۹)

قرآن مجید میں ناحق قتل کی شدید مذمت آئی ہے۔ فرمان قدرت ہے: وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ○ (سورۂ نساء: آیت ۹۳)
شیخ طوسی لکھتے ہیں:

ابن عباسؓ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور اس کا ثبوت انھوں نے یہ دیا کہ سورۂ فرقان میں جہاں قاتل کی توبہ کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ آیت چھ ماہ پہلے نازل ہوئی تھی اور سورۂ نساء کی یہ آیت چھ ماہ بعد نازل ہوئی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے قاتل کی توبہ کے لیے خدا سے جتنا اصرار کیا ہے اتنا اصرار کسی اور چیز کے لیے نہیں کیا مگر خدا نے قاتل کی توبہ کی قبولیت کے لیے میری التجا منظور نہیں کی۔ ابن عباسؓ کا یہ کلام نقل کرنے کے بعد شیخ طوسی لکھتے ہیں: حق یہ ہے کہ قاتل کی توبہ قبول ہوسکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجموعی طور پر فرمایا ہے: وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ... وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (سورۂ شوریٰ: آیت ۲۵) اس کے آگے شیخ طوسی لکھتے ہیں:

ابن مسعودؓ نے رسول خداؐ سے پوچھا: یا رسول اللہؐ! سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟
آنحضرتؐ نے فرمایا: سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ اپنے خالق کے ساتھ کسی شریک کا عقیدہ رکھو۔
ابن مسعودؓ نے پوچھا کہ اس کے بعد بدترین گناہ کون سا ہے؟
آنحضرتؐ نے فرمایا: تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائیں گے۔

نیز یہ کہ آپ لکھتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے قتل کے مقدمات کا فیصلہ ہوگا اور جس نے کسی مسلمان کے قتل میں آدھے جملے کے برابر بھی حصہ لیا ہوگا جب وہ خدا کے حضور پیش ہوگا تو اس کی پیشانی پر آیِسٌ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کا جملہ لکھا ہوگا۔

اسی طرح ابوسعید خدریؓ راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایک مقتول کے پاس سے ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا قاتل کون ہے؟ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تمام آسمانوں اور زمین کی مخلوق مل کر بھی اس کے قتل میں شامل ہوئی ہوگی تو بھی خدا انھیں منہ کے بل دوزخ میں پھینک دے گا۔ (مبسوط ج ۷، ص ۴)

Presented by www.ziaraat.com

خودکشی کرنا اور دوسرے کے قتل میں مدد کرنا

قتل کی طرح خودکشی بھی حرام ہے اور مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اور وَلَا يَقۡتُلُوۡنَ النَّفۡسَ الَّتِىۡ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَقِّ اور وَلَا تَقۡتُلُوۡٓا اَنۡفُسَكُمۡ جیسی آیات سے اس کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

ابو ولاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ جان بوجھ کر خودکشی کرنے والا ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار رہے گا۔ (حدائق ج ۲۲، ص ۴۱۳۔ ثواب الاعمال ص ۲۷۶)

محمد بن عمیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بہت سے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ جو ایک لفظ سے بھی قتل مومن میں شریک ہوگا تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا: آیِسٌ مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ یعنی یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ (ثواب الاعمال ص ۲۷۷)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص پیش ہوگا تو اتنے میں خون سے لت پت ایک آدمی آئے گا اور اس پر اپنا خون لگائے گا۔ وہ آدمی کہے گا کہ میرا تجھ سے کیا واسطہ ہے؟ خون میں لت پت آدمی کہے گا کہ تو نے فلاں دن میرے متعلق یہ یہ باتیں کی تھیں اور وہی باتیں میرے قتل کا سبب بن گئی تھیں۔
(ثواب الاعمال ص ۲۷۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے گھروں کے پاس ایک مقتول کی لاش پڑی ہوئی دیکھی تو آپ نے صحابہ سے پوچھا کہ کیا یہ شخص مسلمان تھا؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! پھر آپ نے فرمایا: اگر میری تمام امت بھی مومن کے قتل میں شرکت کرے تو اللہ ان سب کو منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔ (دعائم الاسلام ج ۲، ص ۴۰۲)

۱۶۴۔ ظالموں کی مدد کرنا

اسلام کی تعلیمات کے مطابق ظالموں کی مدد کرنا، ظالم حکومت کا حصہ بننا اور ظالم حکومت کے استحکام کے لیے کام کرنا حرام ہے۔ اور یہ صرف عام حیثیت کا حرام نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا کبیرہ گناہ ہے جو کفر کے برابر ہے۔ ظالموں کے ظلم پر مبنی افعال کی تعریف کرنا بھی حرام ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ ظالم اور ظالم کی مدد کرنے والا اور اس کے ظلم پر خوش ہونے والا سب ظلم میں برابر کے شریک ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَرۡكَنُوۡٓا اِلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ اَوۡلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ
ظالموں کی طرف نہ جھکنا ورنہ دوزخ کی لپیٹ میں آجاؤ گے اور تمھیں کوئی ایسا ولی وسرپرست نہ ملے گا جو خدا سے تمھیں بچا سکے اور کہیں سے تمھیں مدد نہ ملے گی۔ (سورۂ ہود: آیت ۱۱۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی ظالم کے پاس جائے اور یہ خواہش کرے کہ یہ اس کو

Presented by www.ziaraat.com

کچھ عطا کرنے تک زندہ رہے تو وہ بھی ظالم کا مددگار شمار کیا جائے گا۔ (کافی ج ۵، ص ۱۰۹)

یونس بن حماد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے کچھ شیعہ بنی عباس کی حکومت میں کام کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا: کیا وہ حکومت میں رہ کر تم پر شفقت کرتے ہیں اور تمہاری حاجات پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ان میں سے کچھ ایسا بھی کرتے ہیں اور کچھ ہماری کوئی پروا نہیں کرتے۔ امام نے فرمایا: جو حکومت میں رہ کر تمہاری مدد نہیں کرتے تو تم ان سے بیزاری اختیار کرو کیونکہ اللہ بھی ان سے بیزار ہے۔ (ایضاً)

زیاد بن ابی سلمہ کہتے ہیں کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے مجھ سے فرمایا: زیاد! تو بنی عباس کی حکومت میں کام کرتا ہے؟

میں نے کہا: جی مولا۔

آپ نے فرمایا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟

میں نے کہا: میں عزت دار اور بال بچے دار ہوں اور میرے پاس دوسرا ذریعہ معاش بھی نہیں ہے۔

امام نے فرمایا: زیاد! اگر مجھے پہاڑ سے گرا کر ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ کر دیئے جائیں مجھے ٹکڑے ہونا تو پسند ہے لیکن حکومت کا کارپرداز بننا اور ان کی بساط پر قدم رکھنا پسند نہیں ہے۔ البتہ صرف ایک ہدف ایسا ہے جس کے لیے حکومت کا کارپرداز بننا صحیح ہے اور وہ ہدف یہ ہے کہ حکومت میں رہ کر مومن کی پریشانی کو دور کیا جائے یا اسے ظالموں کے چنگل سے رہائی دلائی جائے یا اس کی حاجت کو پورا کیا جائے۔

پھر آپ نے فرمایا: زیاد! ظلم کے مددگار کو جو کم ترین سزا ملے گی وہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کو آگ کے ایک خیمے میں قید کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ مخلوق کے حساب کتاب سے فارغ ہو جائے۔

پھر آپ نے فرمایا: زیاد! اگر تم حکومت کے کارپرداز بن چکے ہو تو پھر اپنے مومن بھائیوں کے ساتھ بھلائی کرو تاکہ تمہاری غلطی کی تلافی ہو سکے۔ اللہ تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: زیاد! تم میں سے جب کوئی ظالموں کی حکومت میں داخل ہو جائے اور شیعہ اور غیر شیعہ کے درمیان فرق نہ کرے تو میری طرف سے اسے یہ کہنا کہ تو جھوٹا شیعہ ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: زیاد! جب حکومت کے کسی منصب پر فائز ہو جاؤ اور تمہیں اپنے طاقتور ہونے کا احساس ہونے لگے تو پھر قیامت کے دن خدا کی طاقت کو یاد کر لینا اور یہ بات ذہن میں رکھنا کہ ظالموں کے لیے جو خدمات سرانجام دے رہے ہو تمہاری یہ خدمات باقی نہ رہیں گی البتہ ظالموں سے تعاون کا گناہ باقی رہے گا۔

سلیمان جعفری بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ظالم حکومت میں عہدہ دار ہونے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ظالم حکومت کا حصہ بننا اور ان کی مدد کرنا اور ان کے معاملات کو سرانجام دینا کفر کے برابر ہے اور ان کے ظالمانہ افعال کو نگاہ تحسین سے دیکھنا ایسا کبیرہ گناہ

Presented by www.ziaraat.com

ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا دوزخ میں جائے گا۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۷، ص ۱۹۲)

علامہ طبری تفسیر مجمع البیان میں وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اس سے ظالم کی دوستی، خیر خواہی اور اطاعت مراد ہے۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ کی آیت میں خدا نے ظالموں کی طرف جھکاؤ کی وجہ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم ابدی دوزخی بن جاؤ گے بلکہ فرمایا ہے کہ تم کو آگ چھو لے گی۔ مقصد یہ ہے کہ تمھیں کچھ عرصے کے لیے دوزخ میں ضرور جانا پڑے گا اور اگر تم دوزخ سے بچنا چاہتے ہو تو ظالموں کی طرف ہرگز جھکاؤ نہ رکھو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ ہر ظالم کے پہلو میں کسی نہ کسی مومن کو جگہ دیتا ہے اور خدا اس کے ذریعے مومنین کی پریشانیاں دور کرتا ہے اور آخرت میں ایسے شخص کو ظالم کی مصاحبت کی وجہ سے بہت کم حصہ دیا جائے گا۔ وہ تمام مومنین کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔ (کافی ج ۵، ص ۱۱۱)

مؤلف کہتا ہے:

صفوان جمال امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے صحابی تھے۔ وہ اونٹ کرائے پر چلاتے تھے۔ یہی ان کا روزگار تھا۔ ہارون ان سے کرائے پر اونٹ لے کر حج پر جاتا تھا۔ ایک دفعہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے صفوان سے کہا کہ تم ویسے تو اچھے انسان ہو لیکن تم ظالم کے ساتھی ہو۔ انھوں نے حیران ہوکر کہا کہ مولا! میں تو آپ کا شیعہ ہوں۔ میں کسی ظالم کا ساتھی نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم ہارون کو اونٹ کرائے پر دیتے ہو۔ کیا تم یہ خواہش نہیں رکھتے کہ وہ زندہ رہے تاکہ تمھیں اونٹوں کا کرایہ مل سکے۔ اس نے کہا: جی ہاں! یہ تو سچ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم ایک ظالم کی زندگی کی خواہش رکھتے ہو لہٰذا تم بھی ظلم میں شریک ہو۔

یہ سن کر صفوان اٹھے، بازار گئے اور اپنے تمام اونٹ بیچ دیئے۔

ظالم کی مدد کرنا حرام ہے

اسلام کہتا ہے کہ مظلوم کی مدد کی جائے اور اسے ظالموں سے رہائی دلائی جائے اور یہ انتہائی ثواب کا کام ہے جبکہ ظالم کی مدد کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ مظلوم کا مددگار بنے اور ظالم کی مخالفت کرے۔ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اگر لوگ انبیاء اور ان کے جانشینوں کی حمایت کرتے تو ظالم کبھی کسی پر ظلم نہ کر سکتے۔ اور آج دنیا میں کوئی مظلوم انسان دکھائی نہ دیتا۔ مظلوموں کی مظلومیت اس بات کا ثبوت ہے کہ لوگوں نے انبیاء کی مدد نہیں کی تھی اور انھیں قیامت کے دن اس کا حساب دینا ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی ظالم سلطان کو نصیحت کرے اور اسے ظلم سے روکے تو خداوند عالم اسے جن و انس کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا اور اگر اس کے برعکس کوئی ظالم کی مدد کرے یا اس کے ظلم کی تائید کرے تو بھی وہ ظالم کے عذاب میں برابر کا شریک ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۲)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: بہترین صدقہ زبان کا صدقہ ہے جس سے ناحق خون کا تحفظ کیا جائے، عوام کی مصیبت کم کی جائے اور مسلمان بھائی کو فائدہ پہنچایا جائے۔ (بحار ج ۷۲، ص ۳۷۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ عَذَرَ ظَالِمًا بِظُلْمِهٖ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مَنْ يَّظْلِمُهٗ فَإِنْ دَعَا لَمْ يُسْتَجَبْ لَهٗ وَلَمْ يَأْجُرْهُ اللّٰهُ عَلٰى ظُلَامَتِهٖ. جو کسی ظالم کے ظلم کے لیے بہانہ تراشے گا تو خدا اس پر کسی ظالم کو مسلط کر دے گا اور اگر وہ دعا مانگے گا تو اس کی دعا قبول نہیں ہوگی اور اس کی مظلومیت پر خدا اسے کوئی اجر نہیں دے گا۔ (ایضاً)

مَنْ أَعَانَ ظَالِمًا عَلٰى مَظْلُوْمٍ لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِ سَاخِطًا حَتّٰى يَنْزِعَ عَنْ مَعُوْنَتِهٖ. جو کسی مظلوم کے خلاف ظالم کی مدد کرے تو خدائے عزوجل اس پر ناراض رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ (ثواب الاعمال ص ۲۴۴)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

دو تاریخی واقعات

(۱) علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ میرے ایک دوست نے طویل عرصے تک بنی امیہ کی حکومت میں نوکری کی تھی۔ ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ آپ امام جعفر صادق علیہ السلام سے میری ملاقات کے لیے اجازت حاصل کریں۔ میں نے امام سے اس کے لیے اجازت طلب کی۔ پھر ہم دونوں کوفہ سے مدینہ آئے اور حضرت کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ اس نے حضرت کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ علیک سلیک کے بعد اس نے کہا:

فرزند رسولؐ! میں نے طویل عرصے تک بنی امیہ کی حکومت میں نوکری کی ہے اور میں نے بہت دولت کمائی ہے مگر میں نے کبھی حلال اور حرام کی پروا نہیں کی (اب میرے لیے کیا حکم ہے؟)۔

امام نے فرمایا کہ اگر بنی امیہ کو تجھ جیسے کارکن نہ ملتے تو انتظام و انصرام کے لیے ان کے دفاتر نہ چلتے، وہ ٹیکس جمع نہ کر سکتے، وہ کسی پر ظلم نہ کر سکتے اور نہ ہمارے حق کو غصب کر سکتے۔ اگر تم جیسے لوگ ان کی نوکری نہ کرتے تو ان ظالموں کے پاس یہ طاقت نہ ہوتی (درحقیقت تم جیسے لوگوں نے بنی امیہ کو ہم پر مسلط کیا ہوا ہے)۔

پھر اس نے کہا: فرزند رسولؐ! کیا میرے لیے نجات کی کوئی سبیل ہے اور کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

امام نے فرمایا: اگر میں تجھے راہ نجات دکھاؤں تو کیا تو اس پر عمل کرے گا؟

اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔

امام نے فرمایا: تو نے نوکری کے دوران جتنا مال جمع کیا ہے وہ اصل مالکوں کو لوٹا دے اور جس مال

Presented by www.ziaraat.com

کے مالک کا تجھے علم نہ ہو اس کی طرف سے وہ مال صدقہ کر دے اور اگر تو نے ایسا کیا تو میں تجھے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

علی بن ابی حمزہ کہتا ہے کہ حضرت کا یہ فرمان سن کر اس شخص نے سر جھکا لیا اور کافی دیر تک سوچتا رہا۔

پھر اس نے کہا: فرزند رسولؐ! میں ایسا ہی کروں گا۔

پھر وہ اور میں واپس اپنے گھر کوفہ آگئے۔ کوفہ پہنچ کر اس نے اپنی ساری دولت راہ خدا میں صدقہ کر دی اور اپنے کپڑے بھی غریبوں میں بانٹ دیئے۔ جب ہم نے دیکھا کہ وہ بالکل خالی ہاتھ ہو چکا ہے تو میں نے اس کے لیے کپڑے اور کھانے کا بندوبست کیا۔ چند مہینے ہی گزرے تھے کہ وہ بیمار ہو گیا اور میں اس کی عیادت کے لیے جانے لگا۔ ایک دن میں اس کی عیادت کو گیا تو دیکھا وہ زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور مجھ سے کہا:

''اے علی بن ابی حمزہ! خدا کی قسم! تیرے آقا نے اپنی ضمانت پوری کر دی ہے۔'' یہ کہا اور جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

پھر کچھ دن بعد میں امام کی خدمت میں گیا تو امام نے ازخود مجھ سے فرمایا:

''ہم نے تیرے دوست سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ فرزند رسولؐ! آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ اس نے بھی مرتے وقت یہی کہا تھا۔

(۲) اب خود علی بن ابی حمزہ کی داستان ملاحظہ کیجئے:

موصوف امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے وکیل مالیات تھے۔ لوگ خمس کی رقم ان کے پاس جمع کراتے تھے۔ جب امام کی شہادت ہوئی تو ان کے پاس خمس کی کافی رقم جمع تھی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ ساری رقم امام علی رضا علیہ السلام کے پاس جمع کراتے لیکن انھوں نے یہ کہہ کر امام علی رضا علیہ السلام کو رقم واپس نہ کی کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ہی نہیں ہوئی۔ یوں علی بن ابی حمزہ نے مذہب ''واقفیہ'' کی داغ بیل رکھی۔[۱]

۱۔ جب کسی امام کی وفات ہوتی تو ان کے پیروکاروں کو یہ پریشانی لاحق ہوتی تھی کہ اب ان کے زمانے کا اور حق و صداقت کا رہبر کون ہے؟ اور جب انھیں حق و صداقت کا رہبر مل جاتا تو وہ اس کی پیروی کرنے لگتے لیکن کتب خلفاء کے مؤرخین کے کرشمہ ساز ہاتھوں نے امام وقت کے متلاشی گروہوں کو بھی علیحدہ علیحدہ فرقہ لکھ دیا ہے۔ اس کی واضح مثال ''فرقہ واقفیہ'' کا کتابی وجود ہے۔ اس فرقے کی حقیقت بس اتنی ہے کہ چند روز تک ان لوگوں کو امام کاظم علیہ السلام کی وفات کا یقین نہ آیا اور وہ ان کو ہی امام مانتے رہے۔ اور جب انھیں امام کی وفات کا یقین ہو گیا تو انھوں نے امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا امام مان لیا۔ کتب خلفاء کے مؤرخین کو یہ تو دکھائی دیا کہ معدودے چند افراد نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کا اعتبار نہ کیا لیکن انھیں امام علی رضا علیہ السلام کے حضور یہی افراد سر تسلیم خم کرتے ہوئے نظر نہ آئے۔

(علامہ مرتضیٰ عسکری، احیائے دین میں ائمہ اہلبیتؑ کا کردار، ج ۲، مطبوعہ مجمع علمی اسلامی) رضوانی

Presented by www.ziaraat.com

گناہ کے اثرات

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب ناحق فیصلے ہونے لگیں گے تو لوگ ظلم اور گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے لگیں گے اور جب پیمان شکنی ہونے لگے گی تو اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دے گا۔ اور جب قطع رحمی معمول بن جائے گی تو اموال بدترین لوگوں کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے۔ اور جب لوگ امر بالمعروف کرنا، نہی عن المنکر کرنا اور میرے اہلبیت کے بہترین لوگوں کی پیروی کرنا چھوڑ دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ظالموں کو مسلط کر دے گا اور اس وقت نیک لوگ دعا بھی مانگیں گے تو ان کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ (کافی ج ۲، ص ۳۷۴)

۱۶۵۔ جہاد سے بھاگنا

میدان جنگ سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے اور اللہ نے اس پر دوزخ کی وعید سنائی ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ○ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○ اے ایمان والو! جب میدان جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا۔ جو شخص جنگ کے دوران اس صورت کے سوا کہ لڑائی کے لیے کنارے کنارے چلے (یعنی حکمت عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جا ملنا چاہے ان سے پیٹھ پھیرے گا تو سمجھو کہ وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (سورۂ انفال: آیت ۱۵۔۱۶)

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ○ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ○ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ○ حالانکہ پہلے خدا سے اقرار کر چکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور خدا سے جو اقرار کیا جاتا ہے اس کی ضرور پرسش ہوگی۔ (اے رسولؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم مرنے یا مارے جانے سے بھاگتے ہو تو بھاگنا تم کو فائدہ نہیں دے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ اٹھاؤ گے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر خدا تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو کون تم کو اس سے بچا سکتا ہے یا اگر تم پر مہربانی کرنی چاہے (تو کون اس کو ہٹا سکتا ہے) یہ لوگ خدا کے سوا کسی کو نہ اپنا دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔ (سورۂ احزاب: آیت ۱۵ تا ۱۷)

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ ○ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بنا کر لڑتے ہیں اور یوں جم کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

(سورۂ صف: آیت ۴)

Presented by www.ziaraat.com

يَـا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

اے ایمان والو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمھیں عذاب الیم سے بچالے؟ (وہ یہ کہ) تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھو اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغ ہائے جنت میں جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی اور پاکیزہ مکانات میں جو بہشت ہائے جاویدانی میں تیار ہیں داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ (سورۂ صف: آیت ۱۰ تا ۱۲)

جنگ صفین میں امیرالمومنین علیہ السلام نے شوق جہاد دلاتے ہوئے اپنی فوج سے فرمایا تھا:

خدا کی قسم! اگر تم دنیا کی تلواروں سے بھاگ جانے میں کامیاب بھی ہو گئے تو آخرت کی تلواروں سے نہیں بچ سکو گے۔ صبر اور صدق اپنا کر اللہ سے مدد مانگو کیونکہ صبر کے بعد ہی خدا کی طرف سے مدد آتی ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ (کافی، ج ۵، ص ۴۰)

ایک اور خطبے میں آپ نے فرمایا تھا:

دشمنوں کو پیٹھ دکھانے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے رب کو ناراض کرنے والا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔ جنگ سے بھاگنا خدا کے غضب اور دائمی ذلت کا سبب ہے۔ بھاگنے والے کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ بھاگنے والا اپنی عمر میں اضافہ نہیں کر سکتا اور موت کے وقت کو ٹال نہیں سکتا اور اپنے رب کو راضی نہیں کر سکتا۔ اگر انسان اس ذلت سے پہلے مر جائے تو یہ اس کے لیے ذلت کی زندگی سے کئی گنا بہتر ہے۔ (ایضاً ص ۴۱)

۱۶۶۔ اہل فتنہ کے خلاف جہاد میں امام حق کا ساتھ نہ دینا

اہل فتنہ کے خلاف جہاد میں امام حق کا ساتھ نہ دینا اور اس کو تنہا چھوڑ دینا گناہ کبیرہ ہے۔ امام حق کو چھوڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ امام اہل فتنہ کے خلاف جہاد کرے اور اس کی مدد نہ کی جائے۔ اس عمل کا نتیجہ ہمیشہ بڑا بھیانک نکلتا رہا ہے مثلاً امیرالمومنین علیہ السلام نے جنگ صفین میں یہ کہا تھا کہ جنگ جاری رکھو لیکن منافقین نے جنگ روک دی تھی۔ اگر وہ لوگ آپ کی بات مان لیتے تو معاویہ کو شکست ہو جاتی اور اگر وہ قتل ہو جاتا تو پھر نہ خوارج کی تحریک چلتی اور نہ بنی امیہ کی طاغوتی حکومت قائم ہوتی۔ اسی طرح اگر لوگ امام حسن علیہ السلام کا ساتھ دیتے تو بھی معاویہ کی حکومت ختم ہو جاتی لیکن لوگوں نے امام کی مدد نہیں کی جس کی وجہ سے معاویہ کو ملوکیت قائم کرنے کا موقع مل گیا اور اگر اہل کوفہ امام حسین علیہ السلام کی مدد کرتے تو کربلا کا دردناک سانحہ پیش نہ آتا جو کہ قیامت تک اہل ایمان کو خون کے آنسو رلاتا رہے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ لوگوں کے امام

Presented by www.ziaraat.com

کو تنہا چھوڑ دینے کی وجہ سے ہی طاغوتی حکومتوں کو استحکام نصیب ہوا اور انھوں نے کھل کر لوگوں کا استحصال کیا۔
ان تمام واقعات کی ذمے داری اس وقت کے ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جنھوں نے امیرالمومنین علیہ السلام اور ان کی اولاد کی مدد نہیں کی تھی۔ موجودہ زمانے میں نائب امام[1] کو بے یار و مددگار چھوڑنے والے افراد کا کردار بھی ان ہی لوگوں جیسا ہے۔

مؤلف عرض پرداز ہے:

میرا ایک دوست کہا کرتا تھا کہ خدا کرے امام زمانہؑ کا ظہور میری زندگی میں نہ ہو کیونکہ مجھے اپنے متعلق یقین نہیں ہے کہ میں ان کے احکام کی پیروی کرسکوں گا — !! اگر آپ اپنے متعلق یہ جاننے کے خواہشمند ہیں کہ آپ امام زمانہؑ سے مخلص ہیں یا نہیں تو اپنے دل سے پوچھیئے کہ آیا آپ امام زمانہؑ کے نائب سے مخلص ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے تو آپ کو مبارک ہو کہ آپ امام زمانہؑ سے بھی مخلص ہیں اور اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو آپ امام زمانہؑ سے بھی مخلص نہیں ہیں۔

اب ہم کچھ ایسے تلخ واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں جو رحلت رسولؐ کے بعد پیش آئے تھے اور وہی واقعات بعد کے تمام مصائب کی بنیاد بنے تھے۔

شیخ طوسی اپنی کتاب "امالی" میں امیرالمومنین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ جب سورۂ نصر نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: یا علیؑ! جس طرح سے خدا نے مومنین پر مشرکین سے جہاد واجب کیا ہے اسی طرح میرے بعد اہل فتنہ مسلمانوں سے جہاد واجب کیا ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہؐ! آپ کے بعد وہ فتنہ کون سا ہوگا جس کے لیے خدا نے اہل ایمان پر جہاد کو واجب کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ فتنہ وہ لوگ برپا کریں گے جو خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیتے ہوں گے لیکن میری سنت کی مخالفت کریں گے اور میرے دین پر حملہ کریں گے۔

میں نے کہا: یا رسول اللہؐ! میں توحید و نبوت کی گواہی دینے والوں سے کس بات پر جنگ کروں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی بدعات کی وجہ سے جو وہ دین میں داخل کرتے ہیں اور میرے فرمان سے منہ موڑتے ہیں اور میری عترت کا خون بہانا حلال جانتے ہیں۔

میں نے کہا: یا رسول اللہؐ! آپ نے ایک عرصہ قبل مجھ سے شہادت کا وعدہ کیا تھا۔ آپ دعا کریں کہ مجھے جلد از جلد شہادت نصیب ہو۔

۱۔ مرجعیت، شیعیت کے دفاع کی مضبوط فرنٹ لائن ہے اسی لیے استعمار اپنے زرخرید لوگوں کے ذریعے اربوں ڈالر خرچ کر رہا ہے تاکہ بے بنیاد پروپیگنڈا کے ذریعے شیعوں کو ان کے "مرجع" سے کاٹ دے اور شیعیت کو کمزور کر دے لیکن خدا کا شکر ہے کہ شیعیان حیدر کرارؑ اپنے مرجع کے مقام و منزلت میں کوئی کمی نہیں آنے دیتے اور ان کے فرامین پر دل و جان سے عمل کر رہے ہیں۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم سے شہادت کا وعدہ کیا ہے لیکن یہ بتاؤ کہ اس وقت تمہارے صبر کا کیا عالم ہوگا جب تمہاری داڑھی تمہارے سر کے خون سے رنگین ہوگی؟

میں نے کہا: یا رسول اللہؐ! یہ صبر کا نہیں شکر کا مقام ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا تو پھر اس امت سے لڑنے کے لیے تیار رہو۔

جہاد میں امیرالمومنین علیہ السلام کا کردار

ہم نے اپنی کتاب میزان الحق میں امیرالمومنینؑ کی شجاعت پر تفصیلی بحث کی ہے۔ یہاں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی تھی۔ شیعہ سنی تاریخ یہ گواہی دیتی ہے کہ جنگ احد میں جب تمام صحابہ رسول خداؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اس وقت آپ چٹان کی طرح جمے رہے اور مردانہ وار اسلام اور رسول اسلامؐ کا دفاع کرتے رہے۔ آپ اس جنگ میں اتنا لڑے کہ آپ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آپ نے رسول خداؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! مجاہد ہمیشہ تلوار سے لڑتا ہے۔ میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔ اس وقت رسول خداؐ نے آپ اپنی تلوار " ذوالفقار " عطا فرمائی۔ اور آپ نے تلوار کے ایسے جوہر دکھائے کہ جبریل امینؑ نے زمین وآسمان کے درمیان کھڑے ہوکر پکارا: لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَار '' مرد ہے تو علیؑ ہے، تلوار ہے تو ذوالفقار ہے۔

جنگ خندق میں آپ نے عمرو بن عبدوُد سے جنگ کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی ایک ضرب کے متعلق فرمایا کہ یہ جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔

جنگ خیبر میں رسول خداؐ نے آپ کو " کرّار غیر فرار " (مسلسل حملے کرنے والا اور کبھی نہ بھاگنے والا) کا لقب دیا تھا جبکہ کچھ صحابہ جنگ احد، جنگ حنین اور غزوہ ذات السلاسل میں بھاگ گئے تھے۔

ابن ابی الحدید نے خلیفہ اول کے متعلق کہا تھا:

وَلَیْسَ بِنُکْرٍ فِی الْحُنَیْنِ فِرَارُہٗ وَفِیْ اُحُدٍ قَدْ فَرَّ خَوْفًا وَ خَیْبَرًا

حنین میں ان کا بھاگنا کوئی اچھنبے کی بات نہیں، وہ احد اور خیبر میں بھی خوف کی وجہ سے بھاگے تھے۔

امالی، صدوق میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا تھا:

امیرالمومنین علیہ السلام کے سامنے آنے والے کے قدم کبھی نہیں جمتے تھے۔ خدا اس کو ذلیل اور مغلوب کر دیتا تھا آپ نے جس پر بھی وار کیا اسے ہلاک کیا۔ جب آپ لڑتے تو جبریلؑ آپ کی دائیں اور میکائیلؑ بائیں طرف ہوتے تھے اور عزرائیل آپ کے آگے آگے چلتے تھے۔ (بحار الانوار ج ۴۱، ص ۶۷۶)

عمرو بن عاص کا بیٹا عبداللہ بیان کرتا ہے کہ جنگ خیبر میں آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو پرچم دے کر بھیجا لیکن وہ ناکام واپس آئے۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو بھیجا مگر وہ بھی ناکام واپس آئے۔ وہ فوج کو

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

بزدل کہتے تھے اور فوج ان کو بزدل کہتی تھی۔ تب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کیا:

لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ لَا يَرْجِعُ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ. کل میں ضرور اس مرد کو علم عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسولؐ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ اس وقت تک واپس نہیں آئے گا جب تک اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح نہ دیدے۔ صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ۔

لوگوں نے کہا کہ انھیں آشوب چشم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انھیں یہاں لے آؤ۔ جب امام علیؑ آئے تو رسول خداؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنے دہن مبارک کا لعاب لگایا اور فرمایا: خدایا! اس سے سردی اور گرمی کو دور فرما۔ پھر آپ نے انھیں پرچم عطا کیا۔

مولا علیؑ فاتح خیبر بن کر رسول خداؐ کی خدمت میں واپس آئے۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ جب علیؑ قلعہ قموص کے قریب گئے تو یہودیوں نے پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ آپ نے ان پر حملہ کیا اور آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ قلعے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ آپ نے قلعے کے دروازے کو اکھاڑ دیا اسے اپنی پشت کی طرف پھینکا تو وہ چالیس ہاتھ دور جا گرا۔

ہمیں امام علیؑ کے فاتح خیبر ہونے پر تعجب نہیں ہے۔ ہمیں در خیبر پھینکنے پر تعجب ہے۔ بعدازاں اس دروازے کو چالیس آدمیوں نے ہلانا چاہا تو ہلا نہ سکے۔ جب رسول خداؐ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے دروازہ اکھاڑنے میں چالیس فرشتوں نے ان کی مدد کی تھی۔ (امالی ص ۴۰۴۔ بحار الانوار ج ۲۱، ص ۲۶)

کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ امیر المومنینؑ نے اپنے عامل سہل بن حنیف[۱] کو ایک خط میں لکھا تھا:

خدا کی قسم! میں نے جسمانی قوت اور غذا سے حاصل ہونے والی قوت سے در خیبر نہیں اکھاڑا تھا بلکہ

۱۔ عثمان ابن حنیف انصاری کے بھائی سہل ابن حنیف انصاری مدینہ کے عامل تھے۔

نہج البلاغہ، مکتوب ۴۵ میں ہے کہ جب امام علی علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی کہ والیٔ بصرہ عثمان ابن حنیف کو وہاں کے لوگوں نے کھانے کی دعوت دی ہے اور وہ اس میں شریک ہوئے ہیں تو انھیں تحریر فرمایا: میں سمجھتا ہوں تم میں سے کوئی کہے گا کہ جب فرزند ابو طالبؑ کی خوراک یہ ہے تو ضعف و ناتوانی نے اسے حریفوں سے بھڑنے اور دلیروں سے ٹکرانے سے بٹھا دیا ہوگا۔ مگر یاد رکھو کہ جنگل کے درخت کی لکڑی مضبوط ہوتی ہے اور تر و تازہ پیڑوں کی چھال کمزور اور پتلی ہوتی ہے اور صحرائی جھاڑ کا ایندھن زیادہ بھڑکتا ہے اور دیر میں بجھتا ہے۔ مجھے رسولؐ سے وہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے۔ خدا کی قسم! اگر تمام عرب ایکا کر کے مجھ سے بھڑنا چاہیں تو میدان چھوڑ کر پیٹھ نہ دکھاؤں گا اور موقع پاتے ہی ان کے گردنیں دبوچ لینے کے لیے آگے بڑھوں گا اور کوشش کروں گا کہ اس الٹی کھوپڑی والے بے ہنگم ڈھانچے سے زمین کو پاک کر دوں تاکہ کھلیان کے دانوں سے کنکر نکل جائے۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

ملکوتی قوت اور اس نفس کے زور پر اکھاڑا تھا جو اپنے رب کے نور سے روشن ہے۔ میرا احمدؐ سے وہی رشتہ ہے جو ایک روشنی کا دوسری سے ہوتا ہے۔ اگر تمام عرب ایکا کر کے میرے مقابلے پر آجائیں تب بھی میں میدان چھوڑ کر پیٹھ نہیں دکھاؤں گا اور اگر انھوں نے مجھ سے جنگ کی تو سب کو بدترین شکست دے کر نابود کر دوں گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جسے موت کی پروا نہ ہو اسے دنیا کی سختیاں خوشگوار لگتی ہیں۔

ایک خارجی کا امام محمد باقر علیہ السلام سے مباحثہ

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں:

عبداللہ بن نافع ازرق خوارج کا سردار تھا۔ ایک مرتبہ اس نے کہا کہ پوری دنیا میں ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے جو جنگ نہروان کو شرعی نقطہ نگاہ سے صحیح ثابت کر سکے۔ علی (ع) نے نہروان کی جنگ کر کے غلطی کی تھی اور خوارج حق پر تھے۔ کسی نے اس سے کہا کہ اتنا بڑا چیلنج دینے کی ضرورت نہیں ہے تو علیؑ کے پوتے محمد باقرؑ سے مباحثہ کر کے دیکھ لے۔ چنانچہ عبداللہ بن نافع ازرق امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آیا۔ اس وقت امام کے پاس مہاجرین و انصار کی اولاد میں سے بہت سے افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ عبداللہ نے امام سے کہا کہ آپ اپنے جد اعلیٰ کی جنگ نہروان کو شرعی نقطہ نظر سے سمجھائیں اور ان کا حق پر ہونا ثابت کریں۔ امام باقر علیہ السلام نے وہاں پر موجود حاضرین سے فرمایا کہ تم میں سے جس کو ہمارے جد کی فضیلت کی کوئی حدیث یاد ہو تو بیان کرے۔ یہ سن کر لوگ باری باری اٹھے اور احادیث بیان کرنے لگے۔

ایک شخص نے رسول پاکؐ کی یہ حدیث بیان کی: لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ لَا يَرْجِعُ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ.

امام نے خوارج کے سردار سے پوچھا کہ تم اس حدیث کے متعلق کیا کہتے ہو؟

اس نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن علی (ع) بعد میں (خاکم بدہن) کافر ہو گئے تھے۔

امام نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ جب جنگ خیبر کے وقت اللہ کو علیؑ سے محبت تھی تو کیا اسے یہ معلوم تھا کہ یہی علیؑ نہروان میں خوارج سے جنگ کرے گا؟ بتاؤ! خدا کو یہ بات معلوم تھی یا نہیں؟ اب اگر تم کہو کہ خدا کو یہ بات معلوم نہیں تھی تو تم کافر بن جاؤ گے۔

خوارج کے سردار نے کہا: خدا کو معلوم تھا۔

امام نے فرمایا: جب خدا جانتا تھا کہ علیؑ خوارج سے جنگ کریں گے تو کیا وہ یہ بھی جانتا تھا کہ علیؑ کی جنگ حق پر ہوگی یا حق پر نہیں ہوگی؟

خوارج کے سردار نے کہا: خدا جانتا تھا کہ وہ میری اطاعت پر ہوگا۔

امام نے فرمایا: اس سے ثابت ہوا کہ علیؑ کی جنگ حق پر تھی۔ اگر علیؑ کی جنگ معصیت پر ہوتی تو خدا

Presented by www.ziaraat.com

اسے کبھی اپنا محبوب نہ بناتا۔

اس وقت خوارج کا سردار لاجواب ہوگیا اور امام کی مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ خدا ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کسے عنایت فرمائے۔ (سورۂ انعام: آیت ۱۲۵)

پھر اس نے یہ آیت پڑھی: حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الۡخَیۡطُ الۡاَبۡیَضُ مِنَ الۡخَیۡطِ الۡاَسۡوَدِ یعنی حق باطل سے علیحدہ ہوکر واضح ہوچکا ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۸۷) (بحار الانوار ج ۱۰، ص ۱۵۷)

۱۶۷۔ جہاد سے مربوط محرمات

محقق حلی اپنی کتاب مختصر النافع میں فرماتے ہیں:

رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں جنگ کرنا حرام ہے۔ البتہ دفاع میں لڑنا جائز ہے۔

اسی طرح جنگ کے دوران بچوں، عورتوں اور دیوانوں کو قتل کرنا حرام ہے۔ اگر دشمن انھیں ڈھال بنالیں اور ان کے قتل کے بغیر جنگ کا فیصلہ ممکن نہ ہو تو پھر انھیں بھی قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر دشمن مسلمان قیدیوں کو انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کرے اور ان کو قتل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو انھیں بھی قتل کرنا جائز ہے۔ ان کی دیت بھی نہیں ہے البتہ اس مسئلے کے کفارہ میں اختلاف ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

کفار کی لاشوں کا مُثلہ کرنا یعنی ان کے کان، ناک اور اعضائے بدن کو کاٹنا حرام ہے۔ اسی طرح دھوکا دہی اور خیانت بھی حرام ہے۔ میدان جنگ سے بھاگنا بھی حرام ہے۔ اگر دشمن کی تعداد دگنی ہو یا اس سے کچھ کم ہو تو فرار حرام ہے۔ اور اگر ان کی تعداد دگنی سے زیادہ ہو تو فرار جائز ہے لیکن واضح رہے کہ یہ فرار اپنے دستے سے ملنے یا جنگی چال کے تحت ہونا چاہیے۔

مؤلف عرض کرتا ہے:

فقہاء کا مشہور فتویٰ یہ ہے کہ جنگ میں حیلہ اور دھوکا جائز ہے۔ ممکن ہے کہ محقق کا مقصد کچھ اور ہو۔

۱۶۸۔ تقیہ ترک کرنا

ائمہ علیہم السلام نے اپنے ماننے والوں کو ہدایت کی ہے کہ جب بھی ان کی جان و مال اور ناموس کو خطرہ ہو تو وہ تقیہ کریں۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ تقیہ ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا شیوہ ہے۔ ہادیان دین نے تقیہ ترک کرنے کی مذمت کی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں جو (بوقت ضرورت) تقیہ چھوڑ دے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقیہ کی اجازت دی ہے۔ قرآن کریم کی نظر میں خلاف ایمان گفتگو جو صرف جان بچانے کے لیے ہو، نہ صرف جائز بلکہ ممدوح ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اللہ تعالیٰ نے مومن آل فرعون کی بڑی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے: وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ... آل فرعون سے تعلق رکھنے والے مومن نے کہا جو کہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ (سورۂ مومن: آیت ۲۸)

اللہ تعالیٰ نے تقیہ کرنے والوں کو دگنا اجر دینے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا ہے: أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ... ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں۔ (سورۂ قصص: آیت ۵۴)

اسلام میں تقیہ کا پہلا مصداق حضرت ابو طالب علیہ السلام کا تقیہ ہے۔ آپ رسول خداؐ کے اعلان نبوت سے پہلے دین حنیف پر عمل پیرا تھے۔ جب رسول خداؐ نے نبوت کا اعلان کیا تو آپ ان پر ایمان لائے۔ آپ کے کندھوں پر رسول خداؐ کی حفاظت کا بوجھ تھا۔ آپ نے مکہ کے خونی ماحول کو دیکھا اور رسول خداؐ کی حفاظت کے طریقوں پر غور وفکر کیا۔ پھر آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر آپ نے کھل کر اپنے اسلام کا اعلان کیا تو شمع نبوت کی حفاظت ناممکن ہو جائے گی جبکہ اس مقدس شمع کی حفاظت ضروری تھی۔ اس لیے آپ نے اپنے ایمان کا کھل کر اظہار نہیں کیا تاکہ رسول خداؐ کی مدد کی جا سکے اور ان کو دشمنوں سے بچایا جا سکے۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ تم اپنے چچا زاد بھائی کے ہاتھ مضبوط کرو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی:

بیٹا! اگر دشمن کو زیر کرنا ہو تو تقیہ اور نرم روی اپناؤ اور اس پر یہ ظاہر کرو کہ تم اس کے دوست ہو۔ دشمن کے سامنے اپنے غصے کا اظہار نہ کرو ورنہ وہ تمہارے باطن کو جان لے گا اور تمہاری بربادی پر کمربستہ ہو جائے گا۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۹۳۔ امالی ص ۳۹۶)

قُرب الاسناد میں ابن صدقہ سے منقول ہے کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا:

لوگ کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے منبر کوفہ سے فرمایا تھا: تمھیں مجھ پر سب کرنے کو کہا جائے گا۔ جب تم مجبور ہو جاؤ تو مجھے برا کہہ لینا اور جسے مجھ سے اظہار برأت کے لیے کہا جائے اسے چاہیے کہ مجھ سے اظہار برأت نہ کرے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام پر لوگوں نے بہت سے جھوٹ باندھے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ امیر المومنینؑ نے یہ کہا تھا کہ حکام تمھیں مجھ پر سب کرنے کا حکم دیں گے تو مجھ پر سب کر لینا۔ پھر تمھیں مجھ سے اظہار برأت کے لیے کہا جائے گا حالانکہ میں دین محمدؐ پر ہوں۔ لیکن آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ مجھ سے اظہار برأت نہ کرنا۔

سائل نے کہا کہ اگر کوئی شخص قتل ہونا قبول کرے اور ان سے اظہار برأت نہ کرے؟[1]

۱۔ کتاب ہذا کا صفحہ ۷۶ ملاحظہ فرمائیں۔

Presented by www.ziaraat.com

امام نے فرمایا: نہیں! اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ وہ عمار بن یاسرؓ کی سیرت پر عمل کرے اور اپنی جان بچائے۔ کفار مکہ نے انھیں مجبور کیا تو انھوں نے کلمات کفر کہے تھے جبکہ ان کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی: ...اِلَّا مَنْ اُکْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ... وہ شخص مستثنیٰ ہے جسے کلمات کفر کہنے پر مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ (سورۂ نحل: آیت ۱۰۶)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمار! خدا نے تمھیں معذور رکھا ہے۔ اگر مشرکین مکہ آئندہ تمھیں مجبور کریں تو تم کلمات کفر کہہ کر جان بچا لینا۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۹۳)

امام علی علیہ السلام نے بھی اپنے ساتھیوں سے فرمایا تھا: اگر تمھیں معلوم ہو جائے کہ دشمنوں کی ایذا پر صبر کرنے اور تقیہ کرنے کا کیا ثواب ہے تو یقیناً تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہوگی۔ تم صبر اور تقیہ کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور نماز قائم کرو۔ (خصال ج ۲، ص ۱۵۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا کی آیت میں صبر سے مراد تقیہ ہے۔

وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ کی آیت میں حَسَنَة سے مراد تقیہ ہے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ کی آیت میں اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ سے مراد تقیہ ہے۔

تقیہ کی وجہ سے ہی سخت دشمن کو گہرا دوست بنایا جا سکتا ہے فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ (سورۂ فصلت: آیت ۳۴) کی آیت کا مقصود تقیہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

محمد بن مسلم اور اسماعیل جعفی کا بیان ہے کہ ہم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ اَلتَّقِیَّةُ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ اُضْطُرَّ اِلَیْهِ ابْنُ آدَمَ فَقَدْ اَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهٗ. ابن آدم جہاں مجبور ہو جائے وہاں اسے تقیہ کرنے کی اجازت ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۳۹۔ محاسن ص ۲۵۹)

عبداللہ بن مسکان کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص تیرے سامنے امیر المومنین علیہ السلام کو برا کہے اور تیرا اس پر بس چلتا ہو تو تو اس کی ناک کاٹ ڈالے گا۔

میں نے عرض کیا: ہاں۔ میں بھی ایسا کروں گا اور میرے خاندان والے بھی ایسا ہی کریں گے۔

امام نے فرمایا: ایسا مت کرو۔ کئی بار میں نے لوگوں کو امیر المومنین علیہ السلام پر سب کرتے ہوئے سنا اور میں نے ستون کے ساتھ اپنے آپ کو چھپا لیا۔ پھر جب میں اپنی نماز سے فارغ ہوا تو میں نے ان لوگوں کو سلام کیا اور ان سے مصافحہ کیا۔ (بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۳۹)

۱۶۹۔ باطل کی ترویج کرنا

باطل کی ترویج کرنا حرام ہے۔ ظالم کی مدد اور گمراہ افراد اور گمراہ کرنے والے افراد کی مدد کرنا حرام

Presented by www.ziaraat.com

ہے اور جو کوئی ان کی مدد کرے وہ باطل میں ان کا شریک ہوگا اور قیامت کے دن اہل باطل کے ساتھ محشور ہوگا۔ اس کے برعکس جو نیکی اور بھلائی میں تعاون کرے وہ نیکی میں شریک ہوگا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

جو نیکی کا حکم دے یا برائی سے منع کرے یا نیکی کی رہنمائی کرے یا اس کی طرف اشارہ کرے وہ نیکی میں شریک ہے اور جو کوئی برائی کا حکم کرے یا اس کی طرف اشارہ کرے وہ برائی میں شریک ہے۔

(خصال ص ۱۳۸)

ثواب الاعمال میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن خدا کی طرف سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ ظالم کہاں ہیں اور ان کے مددگار کہاں ہیں؟ پھر کہا جائے گا کہ جس نے ان کی دوات میں سیاہی ڈالی ہو یا ان کے قلم کی قط لگاتا ہو یا ان کے تھیلے کو باندھا ہو اسے بھی ظالموں کے ساتھ محشور کیا جائے۔ (مستدرک السفینۃ ج ۷، ص ۲۲۔ بحار الانوار ج ۷۵، ص ۳۷۲)

آیت اللہ خوئی لکھتے ہیں:

معصیت کے امور میں وصیت صحیح نہیں ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی ظالم کی مدد کے لیے کچھ مال دینے کی وصیت کرے اور باطل کی ترویج کے لیے مثلاً یہود و نصاریٰ کے معبد کی تعمیر کے لیے اور گمراہ کن کتابیں خریدنے اور شائع کرنے کے لیے وصیت کرے تو اس کی وصیت باطل ہے۔ (منہاج الصالحین ج ۲، ص ۲۱۷)

اس موضوع پر سابقہ صفحات میں بحث گزر چکی ہے لہٰذا ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

۱۷۰۔ جادو ٹونا کرنا

جادو ٹونا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ بہت سی روایات میں آیا ہے کہ جادو کرنا کفر اور دین سے خروج کا ذریعہ ہے۔ کچھ روایات میں جادوگر کو کافر کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ اور لوگ ان ہزلیات کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ان باتوں کے بھی پیچھے لگ گئے جو شہر بابل میں دو فرشتوں (یعنی) ہاروت اور ماروت پر اتری

Presented by www.ziaraat.com

تھیں اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو ذریعۂ آزمائش ہیں۔تم کفر میں نہ پڑو۔غرض لوگ ان سے ایسا جادو سیکھتے جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیں اور خدا کے حکم کے سوا وہ اس جادو سے کسی کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے تھے۔اور کچھ ایسے منتر سیکھتے جو ان کو نقصان ہی پہنچاتے اور فائدہ کچھ نہ دیتے۔اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس چیز کے عوض انھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بری تھی۔کاش! وہ اس بات کو جانتے۔

(سورۂ بقرہ: آیت ۱۰۲)

یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ جادوگر کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور جادوگر بھی ان شیاطین کی صف میں کھڑا ہوگا جو کافر تھے اور جادو سکھاتے تھے۔

شیخ صدوق لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: حضرت نوحؑ کے بعد جادوگر زیادہ ہوگئے۔ خدا نے اس زمانے کے پیغمبر کے پاس دو فرشتوں (ہاروت اور ماروت) کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو جادو کا مفہوم سمجھائیں اور اس کا توڑ بتائیں۔اس پیغمبر نے لوگوں کو فرشتوں کی بتائی ہوئی باتیں سکھائیں اور ان کو جادوگری سے منع کیا اور حکم دیا کہ وہ اس علم کے ذریعے جادو کا توڑ کریں کسی پر جادو نہ کریں۔ (عیون الاخبار الرضا ج ۲، ص ۲۴۲)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: مَنْ تَعَلَّمَ شَيْئًا مِنَ السِّحْرِ قَلِيْلًا اَوْ كَثِيْرًا فَقَدْ كَفَرَ وَكَانَ آخِرُ عَهْدِهٖ بِرَبِّهٖ وَحَدُّهٗ اَنْ يُّقْتَلَ اِلَّا اَنْ يَّتُوْبَ. جو شخص جادو کی کم یا زیادہ تعلیم حاصل کرے، اس نے کفر کیا اور وہ خدا سے اس کا آخری عہد ہوگا۔جادوگر کی شرعی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے البتہ توبہ کرلے تو اور بات ہے۔

(بحار الانوار ج ۷۶، ص ۲۱۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک جادوگر سے فرمایا تھا: جادو نہ کر البتہ دوسروں کے جادو کا توڑ کر۔

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: چغل خوری بدترین جادو ہے کیونکہ اس کے ذریعے دوستوں میں جدائی واقع ہوتی ہے اور ناحق خون بہائے جاتے ہیں اور کئی گھر اجڑ جاتے ہیں۔کئی پردے چاک ہو جاتے ہیں اور کتنی ہی ناموس تباہ ہو جاتی ہے اور چغل خور زمین پر چلنے والوں میں سے بدترین شخص ہے۔ (الاحتجاج ج ۲، ص ۸۲)

طب الائمہ میں مرقوم ہے کہ عبایہ اسدی نے کہا: امیرالمومنین علیہ السلام کے سامنے ایک شخص نے جادو کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: یہ عزیمت ہرن کی کھال پر لکھ کر اپنی گردن میں ڈال لو۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ. بِسْمِ اللّٰهِ وَمَا شَاءَ اللّٰهُ. بِسْمِ اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. "قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ (سورۂ یونس: آیت ۸۱) فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صَاغِرِيْنَ" (سورۂ اعراف: آیت ۱۱۸_۱۱۹)

(بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۱۲۴۔ طب الائمہ ص ۳۵)

Presented by www.ziaraat.com

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اس آیت کو یاد کرلو۔ تم ظالم سلطان کے ظلم اور جادوگر کے جادو سے محفوظ رہو گے۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ. سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیْکَ وَنَجْعَلُ لَکُمَا سُلْطَانًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْکُمَا بِآیَاتِنَا اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَکُمَا الْغَالِبُوْنَ ○ (سورۂ قصص : ۳۵) نماز شب سے فارغ ہونے کے بعد اور نماز فجر پڑھنے سے پہلے پانی پر اس کلام کو سات مرتبہ دم کرو (اور کچھ پانی پی لو اور کچھ پانی کے چھینٹے منہ پر مارو) تو جادوگر کے جادو سے محفوظ رہو گے۔

(بحار الانوار ، ج ۹۶ ، ص ۱۲۴۔ طب الائمہ ص ۳۵)

مؤلف کہتا ہے:

مسلمانوں کو جادوگروں کے شر سے بچانے کے لیے کچھ علماء کے لیے صرف جائز ہی نہیں بلکہ بعض موارد میں واجب ہے کہ وہ جادو سیکھیں اور لوگوں کو جادو کے شر سے نجات دلائیں۔

۱۷۔ کہانت اور پیشین گوئی

کہانت بھی ایک کبیرہ گناہ ہے۔ روایات میں اسے جادو کی ایک قسم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کہانت مستقبل میں پیش آنے والے واقعات اور لوگوں کے مقدر کی پیشین گوئی کو کہا جاتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

کاہن اور اس کی طرف رجوع کرنے والا دین محمدؐ سے بیزار ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: منجم ملعون ہے اور کاہن ملعون ہے اور جادوگر ملعون ہے اور گلوکارہ ملعون ہے اور جو اسے پناہ دے اور اس کی کمائی کھائے وہ بھی ملعون ہے۔ (بحار الانوار ج ۷۶ ، ص ۲۱۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: منجم ، کاہن کی مانند ہے اور کاہن جادوگر کی مانند ہے اور جادوگر کافر ہے اور کافر کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (بحار الانوار ج ۵۸ ، ص ۲۲۶)

شیخ صدوق لکھتے ہیں:

منجم ملعون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ افلاک قدیم ہیں ، یہ نہیں کہتا کہ ان کو خدا نے بنایا ہے۔ (ایضاً ص ۲۱۲)

شیخ انصاری مکاسب میں لکھتے ہیں:

ہیثم بیان کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں جزیرہ میں ایک شخص رہتا ہے۔ لوگ اس کے پاس گمشدہ اور چوری شدہ اشیاء کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کیا ہم بھی اس سے کچھ پوچھ سکتے ہیں؟ امام نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو ساحر ، کاہن اور کذاب کی طرف رجوع کرے اور اس کی گفتگو کی تصدیق کرے ، اس نے خدا کی نازل کردہ کتابوں کا انکار کیا ہے۔

(سفینۃ البحار ج ۱ ، ص ۶۰۵)

Presented by www.ziaraat.com

آیت اللہ خمینی تحریر الوسیلہ میں اور شیخ انصاری المکاسب میں لکھتے ہیں :
جادو ، کہانت ، نجوم اور قیافہ کی طرح جنات کی تسخیر اور شعبدہ بازی بھی حرام ہے۔

۱۷۲۔ قیافہ شناسی

شیخ انصاری فرماتے ہیں :

قیافہ شناسی فی الجملہ حرام ہے۔ علامہ حلی نے المنتھیٰ میں فرمایا ہے کہ قیافہ کے حرام ہونے کی دلیل اجماع ہے۔ ابن اثیر نے النہایہ میں اور طریحی نے مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ ایک قیافہ دان کسی انسان کے خط و خال سے اندازہ یا فیصلہ کرتا ہے کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے یا فلاں کا بھائی ہے (یا اس میں فلاں فلاں خصلت پائی جاتی ہے)۔ شہید اول اور محقق کرکی فرماتے ہیں کہ اگر اس پر حرام مترتب ہو تو یہ حرام ہے۔ پھر فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ قیافہ شناسی کی حرمت سے تمام فقہاء کی مراد یہی ہے۔ (مکاسب ج ۲، ص ۷)

محقق اردبیلی مجمع الفائدہ میں فرماتے ہیں :

کوئی شخص کسی کی بلند پیشانی کو دیکھ کر کسی کے ذہین یا کند ذہن ہونے کا فیصلہ کرے تو یہ قیافہ شناسی ہوگی جو کہ حرام ہے۔

اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں :

قیافہ کی دلیل حرمت شاید وہ اجماع ہے جس کے متعلق منتھیٰ میں دعویٰ کیا گیا ہے یا پھر قیافہ شناسی کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ ایک قیافہ شناس انساب کو مخلوط کر دیتا ہے اور اپنے گمان کے تحت کسی کو کسی دوسرے کا بیٹا بتلاتا ہے جبکہ اس کے پاس اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہوتی اور شرعی دلیل اس کی مخالفت میں ہوتی ہے یا پھر قیافہ شناسی اس لیے حرام ہے کہ ایک قیافہ شناس کسی کے چہرے مہرے[۱] کو دیکھ کر ذہین یا کند ذہن ہونے کا اعلان کرتا ہے جبکہ یہ عمل توہین اور حرام ہے۔ (مجمع الفائدہ ج ۸، ص ۸۰)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ کچھ احادیث میں قیافہ شناس کے پاس جانے اور اس کی بات ماننے سے منع کیا گیا ہے۔ بہت سے فقہائے کرام نے قیافہ شناسی کو بھی کہانت، جنات اور ارواح کو حاضر کرنے، شعبدہ بازی اور علم نجوم کے ساتھ شامل کیا ہے جیسا کہ جادو کی حرمت کے باب میں آیت اللہ خمینی کی تحریر الوسیلہ جلد ۱، صفحہ ۴۹۸ میں بیان ہوا ہے۔

۱۔ قیافہ شناسی Physiognomy ایک قدیم علم ہے۔ سقراط اور ارسطو نے بھی قیافہ پر بات کی ہے۔ ہندوستان میں تقریباً 2500 سال سے اور چین میں تقریباً 2300 سال سے یعنی کنفوشیس کے زمانے سے یہ علم چلا آرہا ہے۔ قیافہ شناس چہرے کے رنگ روپ اور ساخت مثلاً پیشانی، بھنووں، آنکھ کی پتلی، ٹھوڑی، کان، ناک، ہونٹ وغیرہ کی بناوٹ کے ذریعے انسان کی شخصیت، قسمت اور ماضی و مستقبل کا حال بتاتے ہیں۔ (رضوانی)

Presented by www.ziaraat.com

۴۳۔۱۷۔ مجسمہ سازی

شیخ انصاری فرماتے ہیں:

جاندار اشیاء کا مجسمہ بنانا حرام ہے اور اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی کے نگینے پر حیوانی صورت نقش کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۳، ص ۳۲۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

میرے پاس جبریل امینؑ آئے اور انھوں نے مجھ سے کہا: اے محمدؐ! اللہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے گھروں کو انسانی یا حیوانی تصویر سے نہ سجائیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۳، ص ۵۶۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو کسی انسان یا حیوان کی صورت بنائے تو قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا کہ اس میں روح داخل کرو (چونکہ اس کے پاس یہ طاقت نہ ہوگی لہٰذا اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا)۔ (ایضاً)

شیخ انصاری لکھتے ہیں کہ ان دو روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ تصویر سازی اگرچہ مجسمہ سازی کے انداز میں نہ ہو تب بھی حرام ہے۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے درخت، سورج اور چاند کی تصویر بنانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: اگر انسان یا حیوان کی تصویر نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۲۰)

شیخ انصاری نے مجسمہ سازی اور تصویر کشی کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

بہت سی احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ جس کمرے میں انسان اور حیوان کی کوئی تصویر ہو وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ تصویر پر کپڑا ڈال دیا جائے یا اس میں تبدیلی کر دی جائے یا وہ تصویر ناقص ہو مثلاً اس میں ایک آنکھ دکھائی گئی ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ ان کا بنانا پھر بھی حرام ہے۔

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں:

پتھر، لکڑی اور لوہے وغیرہ پر انسان یا حیوان کا مجسمہ بنانا حرام ہے لیکن اگر مجسمہ کی بجائے صرف تصویر ہو تو حرام نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس سے بھی پرہیز کیا جائے۔ انسان اور حیوان کی بجائے درختوں اور پھولوں وغیرہ کی تصویر یا مجسمہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ساکت کیمرے، ڈیجیٹل کیمرے اور ویڈیو کیمرے سے) فوٹو بنانا منع نہیں ہے۔ انسان اور حیوان کا مجسمہ بنانا حرام ہے اور اس سے حاصل ہونے والی کمائی بھی حرام ہے لیکن مجسمہ بیچنا اور اس کی نگہبانی کرنا اور انسان و حیوان کے مجسمہ کو دیکھنا جائز ہے لیکن مجسمہ کو گھر میں رکھنا مکروہ ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۴۹۶)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۴۷۱۔ اغوا اور بردہ فروشی

علامہ حلی لکھتے ہیں:

شیعہ علماء کا اجماع ہے کہ آزاد انسان کو بیچنا حرام ہے اور اس کی دلیل رسول خداؐ کی یہ حدیث ہے:

ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اُعْطِيَ ثُمَّ غَدَرَ وَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ، وَ رَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُوْفِهِ اُجْرَتَهُ. قیامت کے دن میں تین قسم کے آدمیوں کا دشمن ہوں گا۔

(۱) وہ آدمی جس پر احسان کیا جائے اور وہ احسان کے بعد محسن سے خیانت کرے۔

(۲) وہ آدمی جو کسی آزاد انسان کو غلام بنا کر بیچے پھر رقم کھا جائے۔

(۳) وہ آدمی جو کسی مزدور کو مزدوری پر لگائے اور اس سے پورا کام لے مگر اسے پوری اجرت نہ دے۔

(تذکرۃ الفقہاء ج ۱۰، ص ۴۱)

شہید اول لکھتے ہیں:

آزاد انسان کی خرید و فروخت حرام ہے اگرچہ کافر حربی ہی کیوں نہ ہو خواہ اپنے فروخت کرنے کی اجازت ہی کیوں نہ دے۔ (دروس ج ۳، ص ۱۷۵)

آیت اللہ خوئی تکملۃ المنہاج مسئلہ ۲۵۹ میں لکھتے ہیں:

جو شخص آزاد انسان کو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت فروخت کرے اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہیے جیسا کہ شیخ طوسی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی فتویٰ ہے۔ شیخ طوسی تنقیح میں فرماتے ہیں کہ مشہور فتویٰ یہی ہے۔ اور احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جن میں سے چند احادیث کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص کو لایا گیا جس نے ایک آزاد انسان کو فروخت کیا تھا۔ آپ نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔

شیخ کلینی، شیخ صدوق اور شیخ طوسی نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے ایک آزاد عورت اغوا کی اور بیچ ڈالی (ایسے شخص کو کیا سزا ملنی چاہیے)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایسے شخص پر چار طرح کی حدود لاگو ہوتی ہیں جن میں سے پہلی یہ ہے کہ بعنوان چور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اس بات کی تائید عبداللہ بن طلحہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ دو آزاد انسان ہیں۔ ایک نے دوسرے کو غلام بنا کر ایک جگہ بیچ دیا اور دوسری جگہ دوسرے نے پہلے کو غلام بنا کر بیچ دیا۔ پھر دونوں اپنے اپنے مالکوں کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر بھاگ گئے ... امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے ہاتھ کاٹ دینے چاہئیں کیونکہ وہ ایک دوسرے کے اور لوگوں کے اموال کے چور ہیں۔

(مبانی تکملۃ المنہاج ج ۱، ص ۳۱۸)

Presented by www.ziaraat.com

۱۷۵۔ داڑھی منڈانا

آیت اللہ خوئی اپنی کتاب مصباح الفقاھۃ میں لکھتے ہیں :

شیعہ، حنفی ، مالکی اور حنبلی علماء کا داڑھی منڈانے کی حرمت پر اجماع ہے جبکہ شافعی علماء کے نزدیک داڑھی منڈانا مکروہ ہے۔ اس کی حرمت کی پہلی دلیل تو اجماع ہے اور دوسری دلیل دیندار افراد کی وضع قطع ہے۔ عہد رسالتؐ سے لے کر آج تک ہر دور کے دیندار لوگوں نے داڑھی رکھی تھی۔ ائمہ طاہرینؑ داڑھی کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور داڑھی منڈوں سے فاسقوں جیسا برتاؤ کرتے تھے اور انھیں عادل نہیں سمجھتے تھے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھائی علی نے آپ سے پوچھا کہ کیا داڑھی منڈانا جائز ہے؟

آپ نے فرمایا: رخساروں کی طرف سے کوئی حرج نہیں ہے البتہ سامنے سے نہیں منڈانی چاہیے۔

(مصباح الفقاھۃ ج ۱، ص ۱۲۹۔ بحار الانوار ج ۱۰، ص ۲۶۴)

آیت اللہ خوئی نے اسی روایت کو اپنے فتویٰ کی اساس قرار دیا تھا۔ اس روایت کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات موجود ہیں جن سے داڑھی منڈانے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

ہر دور کے فقہاء نے ان احادیث سے استفادہ کیا ہے۔

شیخ صدوق رقمطراز ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حَفُّوا الشَّوارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی وَلَا تَتَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ. مونچھیں منڈاؤ اور داڑھیوں کو رہنے دو اور یہود کی وضع اختیار نہ کرو۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱، ص ۱۲۹۔ بحار الانوار ج ۷۳، ص ۱۱۱)

کافی میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ الْمَجُوْسَ جَزُّوْا لُحَاهُمْ وَ وَفَّرُوْا شَوَارِبَهُمْ وَاِنَّا نَجُزُّ الشَّوَارِبَ وَ نُعْفِي اللُّحٰی وَهِيَ الْفِطْرَةُ. مجوسی داڑھی منڈاتے اور مونچھیں رکھتے ہیں جبکہ ہم مونچھیں منڈاتے اور داڑھی رکھتے ہیں اور یہی فطرت کا تقاضا ہے۔ (الحدائق ج ۵، ص ۵۵۹)

صاحب وسائل الشیعہ نے کافی کے حوالے سے امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے داڑھیاں منڈائی تھیں اور مونچھیں لمبی رکھی تھیں اور وہ مونچھوں کو مروڑا کرتے تھے۔ چنانچہ خدا نے انھیں مسخ کر دیا۔ ایسے ہی لوگ بنی مروان کا لشکر ہوں گے۔ (کافی ج ۱، ص ۳۶۴۔ وسائل الشیعہ ج ۲، ص ۱۱۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خبردار! مونچھوں کو لمبا نہ کرو کیونکہ شیطان اس میں چھپا کرتا ہے۔ (کافی ج ۲، ص ۴۸۸)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

داڑھی کی سفیدی نور ہے۔ جو اس نور کو اپنے سے جدا کرتا ہے وہ خود کو نور اسلام سے جدا کرتا ہے۔

جو لمبی مونچھیں رکھے گا اسے

(۱) میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔

Presented by www.ziaraat.com

(۲) میرے حوض کا پانی پینا نصیب نہیں ہوگا۔
(۳) قبر میں عذاب دیا جائے گا۔
(۴) منکر نکیر کے غصے کا سامنا کرنا ہوگا۔ (مواعظ عددیہ ص ۱۲۲)

آیت اللہ خوئی نے **مصباح الفقاھہ** میں اور آیت اللہ نمازی نے **مستدرک السفینۃ** میں لکھا ہے کہ کسریٰ نے دو ایلچی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجے۔ ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں اور انھوں نے لمبی لمبی مونچھیں رکھی ہوئی تھیں۔ رسول خداؐ نے ان سے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم کو اس کا حکم کس نے دیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہمیں ہمارے پروردگار (کسریٰ) نے یہ حکم دیا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے تو مجھے داڑھی رکھنے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا ہے۔

(مصباح الفقاھہ ج ۱، ص ۴۱۱۔ مستدرک السفینۃ ج ۹، ص ۱۱۳)

مؤلف عرض کرتا ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلبیت طاہرینؑ کی سیرت میں داڑھی رکھنے اور مونچھیں ترشوانے کی سنت دکھائی دیتی ہے۔ سیرت رسولؐ اور سیرت ائمہ اہلبیتؑ ہمارے لیے مشعل راہ ہے اور ان کے حلیہ مبارک سے داڑھی منڈانے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

۱۷۶۔ ختنہ نہ کرانا

شہید ثانی مسالک میں لکھتے ہیں: فقہاء کے درمیان ختنہ کے وجوب کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ختنہ کرانا والدین پر فرض ہے یا بلوغت کے بعد خود لڑکے پر فرض ہے۔

علامہ حلی نے شرائع الاسلام میں پہلے قول کو اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ والدین پر واجب ہے کہ بچے کے بالغ ہونے سے قبل اس کا ختنہ کرائیں اور مستحب یہ ہے کہ ساتویں دن ختنہ کر دیا جائے۔ اگر ساتویں دن ختنہ نہ ہوسکے تو پھر بالغ ہونے تک یہ وجوب باقی رہتا ہے البتہ مستحب یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن بچے کا ختنہ کیا جائے۔ (مسالک ج ۸، ص ۴۰۲)

نیز علامہ حلی کتاب تحریر میں لکھتے ہیں: بالغ ہونے تک ختنہ میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے اور صاحب جواہر الکلام فرماتے ہیں کہ ختنہ کے وجوب پر اجماع ہے اور یہ ضروریات دین و مذہب میں سے ہے۔

(فقہ الصادقؑ ج ۲۲، ص ۲۸۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

اپنے بچوں کا ساتویں دن ختنہ کراؤ۔ اس سے بچے کو پاکیزگی ملتی ہے اور بچے کے جسم پر گوشت جلد پیدا ہوتا ہے۔ غیر مختون کے پیشاب سے زمین نفرت کرتی ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۳۴)

Presented by www.ziaraat.com

نیز یہ کہ غیر مختون کے پیشاب سے زمین چالیس دن تک پلید رہتی ہے۔ (کافی ج ۶، ص ۳۵)
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:
ساتویں دن اولاد کا ختنہ کراؤ تا کہ بچے پاکیزہ ہوسکیں کیونکہ غیر مختون کے پیشاب کی وجہ سے زمین خدا سے فریاد کرتی ہے۔ (ایضاً)

۱۷۷۔ جمعہ وعیدین کے خطبوں میں کلام

شیخ طوسی لکھتے ہیں:
نماز جمعہ میں شریک ہونے والے پر واجب ہے کہ وہ امام کا خطبہ سنے اور خطبے کے دوران باتیں نہ کرے کیونکہ جمعہ کا خطبہ دو رکعات کا قائم مقام ہے۔ (النہایہ ص ۱۰۵)
شیخ مفید لکھتے ہیں:
جس شخص تک امام جمعہ کے خطبہ کی آواز پہنچ رہی ہو اس پر واجب ہے کہ خاموشی سے خطبہ سنے۔
(المقنعة ص ۱۶۴)
ابن ادریس حلی فرماتے ہیں کہ خطبہ جمعہ خاموشی سے سننا واجب ہے۔ دوران خطبہ گفتگو کرنا حرام ہے۔
سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔
ابن حمزہ فرماتے ہیں کہ خطبوں کو خاموشی سے سننا واجب ہے اور دوران خطبہ گفتگو کرنا حرام ہے۔
(مختلف الشیعة ص ۲۱۴)

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں:
خطبہ کا غور سے سننا واجب ہے اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ اس دوران کوئی گفتگو نہ کی جائے اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ گفتگو کرنا مکروہ ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۲۳۵)
صاحب وسائل الشیعہ نے خطبہ سننے کے وجوب پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے اور شیخ صدوق کے حوالے سے لکھا ہے: خطبوں کے دوران کسی کو بات کرنے کی اجازت نہیں ہے اور جب خطبہ ہو رہا ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ اپنے آپ کو نماز میں سمجھیں کیونکہ جمعہ کے دن نماز ظہر کی بجائے خدا نے نماز جمعہ واجب کی ہے اور ظہر کی دو رکعات پر دو خطبات رکھے ہیں اور دو رکعت نماز باقی رکھی ہے لہٰذا خطبات نماز کا ہی ایک حصہ ہیں۔
(وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۳۳۱)
امام صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے خطبہ جمعہ کے دوران گفتگو کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ جو شخص خطبے کے دوران گفتگو کرے تو اس نے لغو کام کیا اور جس نے لغو کام کیا اس کی نماز جمعہ نہیں ہوگی۔ (وسائل الشیعہ ج ۷، ص ۳۳۱)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

۱۷۸۔ ظالمانہ وصیت کرنا — وصیت کو بدلنا

وصی یا ورثاء کی طرف سے وصیت کو تبدیل کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا حرام ہے۔ اسی طرح وصیت کرنے والے پر بھی واجب ہے کہ وہ وصیت میں عدل و انصاف کے تقاضوں پر عمل کرے کسی وارث کو محروم نہ رکھے اور بلاوجہ کسی کو دوسرے وارث پر ترجیح نہ دے۔ ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ دوسروں کو جھمیلوں میں ڈالنے کی بجائے انسان اپنی زندگی میں وہ سب کچھ کر جائے تاکہ اسے جائیداد کے متعلق وصیت لکھوانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔ اس کی بجائے وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کر کے دنیا سے جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَ ا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ○ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اگر تم مال رکھتے ہو اور موت کے آثار محسوس کرنے لگو تو ضروری ہے کہ والدین اور قریبی رشتے داروں کے متعلق بھلائی کی وصیت کرو یہ پرہیزگاروں پر حق ہے۔ جو کوئی وصیت سن سمجھ کر اس میں تبدیلی کر دے تو اس کا گناہ تبدیل کرنے والے پر ہوگا۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ جو وصیت کے وقت موجود ہوں اور وہ محسوس کریں کہ وصیت کرنے والا ظلم و زیادتی کر رہا ہے تو اگر وہ اسے راہ راست پر لے آئیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۸۰ تا ۱۸۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی وصیت کرے کہ اس کا مال اللہ کی راہ میں دیا جائے تو اس کے مال کو وہیں خرچ کیا جائے۔ مرنے والا جس کے متعلق بھی وصیت کرے تو اس کی وصیت پر عمل کرنا چاہیے۔ مرنے والا خواہ کسی یہودی یا نصرانی کے متعلق بھی وصیت کرے تب بھی اس کی وصیت نافذ العمل رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وصیت میں تبدیلی کرنے والا گنہگار ہے۔ (کافی ج ۷، ص ۱۴)

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: وصیت لکھواتے وقت ناانصافی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ وصیت کل مالیت کے پانچویں حصے سے زیادہ کی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے لیے مال کا پانچواں حصہ مقرر کیا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ پانچواں حصہ عدالت اور میانہ روی ہے۔ چوتھا حصہ وارث پر دباؤ ہے اور تیسرا حصہ وارثوں پر ظلم ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۹، ص ۲۶۸۔ ۲۷۰)

ریان بن شبیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری بہن مرگئی ہے اور اس نے اپنی وصیت میں عیسائی فقراء کی مدد کا حکم دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی وصیت پر عمل کروں لیکن عیسائی فقراء کی بجائے میں اس کی وصیت کی رقم مسلمان فقراء میں تقسیم کروں؟ امام نے فرمایا کہ تم اس کی وصیت پر عمل کرنے کے پابند ہو ورنہ خدا کے ہاں گنہگار قرار پاؤ گے۔ (کافی ج ۷، ص ۱۶)

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مرنے سے پہلے وصیت کی کہ اس کا غلام آزاد ہوگا اور اس نے جو مالی وصیت کی ہے وہ اس کی کل دولت کا ایک تہائی سے زیادہ ہے۔

امام نے فرمایا کہ غلام آزاد ہو جائے گا لیکن وصیت کو ایک تہائی تک محدود رکھا جائے گا۔

(کافی ج ۷، ص ۱۶)

قرآنی آیات، روایات اور فقہاء کے ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنی وصیت میں غیر وارث افراد کو بھی شامل کرے تا کہ اس کا عمل نیکی پر تمام ہو۔

۱۷۹۔ محرمات احرام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تقویٰ کو پختہ تر کرنے کے لیے مسلمانوں پر کچھ پابندیاں عائد کی ہیں مثلاً اس نے روزہ دار کے لیے دن کے وقت کھانا، پینا اور جماع کرنا جیسی دس چیزیں حرام کی ہیں اور اس کا نتیجہ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ کہہ کر بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان پابندیوں کی وجہ سے تم میں تقویٰ کی روح پختہ تر ہوگی۔

حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ اور جب کوئی حاجی میقات سے احرام حج باندھتا ہے تو اس پر احرام کی حالت میں پچیس چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ یہ محرمات دراصل تقویٰ کی روح کو مضبوط کرنے اور تسلیم و بندگی کی خو کو پروان چڑھانے کے لیے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کو ان پابندیوں کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حج میں قربانی کا حکم دیا تو اس کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ... خدا تک قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ اس تک صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

(سورۂ حج: آیت ۳۷)

ذیل میں ہم محرمات احرام کی فہرست کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

(۱) صحرائی جانور کا شکار کرنا

(۲) جماع اور ہر طرح کی جنسی لذت حاصل کرنا۔ خواہ بیوی سے ہی کیوں نہ ہو

(۳) اپنا یا کسی دوسرے کا نکاح پڑھنا

(۴) نکاح کا گواہ بننا

(۵) استمناء کرنا

(۶) خوشبو لگانا

(۷) سرمہ لگانا

(۸) آئینہ دیکھنا

(۹) قسم کھانا

Presented by www.ziaraat.com

(۱۰) زینت کے لیے انگوٹھی پہننا
(۱۱) مرد کے لیے سلا ہوا لباس پہننا
(۱۲) مرد کے لیے ایسا جوتا پہننا جس میں پورا پاؤں چھپ جائے
(۱۳) مرد کے لیے گردن اور سر کو کسی کپڑے سے ڈھانکنا
(۱۴) مرد کے لیے راہ چلتے وقت سائے میں چلنا
(۱۵) عورت کے لیے زیور پہننا
(۱۶) عورت کے لیے چہرے پر کپڑا ڈالنا
(۱۷) جھوٹ بولنا، گالی دینا اور خودستائی کرنا
(۱۸) جسم پر رینگنے والے جانور مثلاً مکھی مچھر کا مارنا
(۱۹) جسم پر تیل مالش کرنا
(۲۰) جسم سے بال اکھاڑنا
(۲۱) جسم سے خون نکالنا
(۲۲) ناخن کاٹنا
(۲۳) دانت اکھاڑنا۔ اگرچہ خون نہ بھی نکلے
(۲۴) حدود حرم میں درخت یا گھاس کاٹنا
(۲۵) حالت احرام میں ہتھیار لے کر چلنا۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

۱۸۰۔ میت سے متعلق محرمات

آیت اللہ خمینی لکھتے ہیں: غصب کردہ زمین میں میت کو دفن کرنا حرام ہے زمین خواہ اصلاً غصب کردہ ہو یا اس کی منفعت کا تعلق کسی اور سے ہو مثلاً ایک شخص نے چند سالوں کے لیے زمین ٹھیکے پر دے رکھی ہو تو مستاجر کی اجازت کے بغیر میت کو دفن کرنا حرام ہوگا۔ میت کو مسجد میں دفن کرنا حرام ہے اگرچہ مسلمانوں کے لیے تکلیف اور نمازیوں کے لیے پریشانی کا باعث نہ ہو۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۸۹)

کافر اور اس کی اولاد کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے۔ اگر اتفاق سے ایسا ہو جائے تو واجب ہے کہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان سے باہر دفن کر دیا جائے۔ اسی طرح مسلمان کو کافروں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے۔ اگر غلطی سے مسلمان کافروں کے قبرستان میں دفن ہو جائے تو قبر کشائی کر کے مسلمان کی لاش نکال لیں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیں اور اگر اس قبرستان میں ہونے کی وجہ سے میت کی توہین ہوتی ہو تو میت کو وہاں سے نکال کر منتقل کرنا واجب ہے۔ (ایضاً ص ۹۴)

Presented by www.ziaraat.com

مسلمانوں اور ان کی اولادوں کی قبر کشائی حرام ہے۔ ہاں اگر ہمیں یہ یقین ہو کہ ان کے جسم خاک ہو چکے ہوں گے اور ان کے آثار مٹ چکے ہوں گے تو پھر قبر کشائی جائز ہے لیکن انبیائے کرام اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی قبروں کو کھولنا مطلق حرام ہے چاہے کتنا ہی طویل عرصہ بیت گیا ہو۔ اسی طرح امام زادگان، صالحین اور شہداء کی قبور جو مومنین کے لیے زیارت گاہ اور پناہ گاہ بن چکی ہو ان قبور کا کھولنا بھی حرام ہے۔ قبر کشائی سے مراد میت کے جسم کا ظاہر کرنا ہے۔ (تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۹۴)

آیت اللہ خمینی نے میت کے پسماندگان کے لیے جو احکام تحریر کئے ہیں انھیں ہم اختصار کے ساتھ یہاں نقل کرتے ہیں:

بنابر احتیاط پسماندگان کو منہ پر طمانچے نہیں مارنے چاہئیں اور اپنے چہرے کو خراشیں نہیں ڈالنی چاہئیں اور اپنے سر کے بال نہ اکھاڑیں اور رونے کی آواز کو حد اعتدال سے زیادہ بلند نہ کریں۔

باپ اور بھائی کے علاوہ کسی دوسرے کی موت پر گریبان چاک کرنا حرام ہے۔ بعض بے اعتدالیوں کی وجہ سے کفارہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔ اگر عورت اپنے بال کاٹ ڈالے تو اس پر ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھنے کا جو کفارہ ہے وہ واجب ہو جاتا ہے اور اگر عورت اپنے چہرے پر خراشیں ڈالے اور چہرے سے خون نکل آئے بلکہ بنابر احتیاط اگر خون نہ بھی نکلے تو اس پر قسم کا جو کفارہ ہے وہ واجب ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی مرد بیوی یا بیٹے کی موت پر اپنا گریبان پھاڑ ڈالے تو قسم کا کفارہ دے یعنی دس فقراء کو کھانا کھلائے یا لباس پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے۔ اور اگر ان کی طاقت نہ رکھتا ہو تو تین دن کے روزے رکھے۔
(تحریر الوسیلہ ج ۱، ص ۹۳)

۱۸۱۔ حرام روزے

شیخ طوسی نے لکھا ہے کہ دس طرح کے روزے حرام ہیں:

(۱) عید فطر کے دن کا روزہ

(۲) عید قربان کے دن کا روزہ

(۳) جس دن معلوم نہ ہو کہ شعبان کا آخری دن ہے یا رمضان کا پہلا دن ہے اس دن رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا

(۴) جو شخص منیٰ میں ہو اس کے لیے ذی الحجہ کی گیارہ تاریخ کو روزہ رکھنا

(۵) جو شخص منیٰ میں ہو اس کے لیے ذی الحجہ کی بارہ تاریخ کو روزہ رکھنا

(۶) جو شخص منیٰ میں ہو اس کے لیے ذی الحجہ کی تیرہ تاریخ کو روزہ رکھنا

(۷) گناہ کے لیے نذر کے طور پر روزہ رکھنا

(۸) چپ شاہ کا روزہ رکھنا

Presented by www.ziaraat.com

(۹) روزہ وصال یعنی دو روزوں کے درمیان افطاری نہ کرنا
(۱۰) پورا سال روزہ رکھنا کیونکہ اس میں کچھ دنوں کے روزے حرام ہیں۔ (وسائل العشرص ۲۱۹)
محقق حلی نے شرائع الاسلام میں مذکورہ بالا روزوں کے ساتھ کچھ اور روزے بھی حرام لکھے ہیں:
(۱) شوہر کی اجازت کے بغیر یا اس کے منع کرنے کے باوجود بیوی کا سنتی روزہ رکھنا
(۲) آقا کی اجازت کے بغیر غلام کا سنتی روزہ رکھنا
(۳) مستثنیٰ مقامات کے علاوہ سفر میں روزہ رکھنا
(۴) کچھ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب باپ اپنے بیٹے کو روزہ رکھنے سے منع کرے تو احتیاط واجب کی بنا پر بیٹے پر روزہ رکھنا حرام ہے اور اگر یہ باپ کے لیے ایذا کا سبب ہو تو پھر روزہ رکھنا مطلقاً حرام ہے۔
(۵) بعض فقہاء کے نزدیک عاشور کے دن متبرک یا مستحب موکد کی نیت سے روزہ رکھنا حرام ہے۔

مؤلف کہتا ہے: جب روزہ مریض کے مرض میں اضافے کا موجب ہو تو مریض کے لیے اور اگر روزہ صحت مند کے لیے بیماری کا موجب ہو تو صحت مند کے لیے روزہ رکھنا حرام ہے۔ روزے کے معین وقت کی مقدار میں کمی بیشی کرنا بھی حرام ہے۔

۱۸۲۔ مساجد اور مقامات مقدسہ کے محرمات

(۱) مساجد کو سونے کے ساتھ مزین کرنا حرام ہے۔
(۲) مساجد میں تصویریں بنانا (بالخصوص انسان اور حیوان کی تصاویر بنانا) حرام ہے۔
(۳) راستے پر قبضہ کر کے یا کسی دوسرے کی زمین پر قبضہ کر کے مسجد بنانا حرام ہے۔
(۴) اگر کسی نے مسجد سے کچھ اٹھایا ہے تو واجب ہے کہ اسے مسجد میں واپس رکھ دے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر کسی دوسری مسجد میں رکھ دے۔
(۵) اگر مسجد کے آثار باقی نہ رہیں تب بھی اس کو ملکیت بنانا حرام ہے۔
(۶) مسجد کو نجس کرنا حرام ہے۔ اگر اتفاق سے نجس ہو جائے تو پاک کرنا واجب ہے۔
(۷) مسجد کی ریت اور دوسرے اجزا باہر نکالنا حرام ہے۔
(۸) جنابت، حیض اور نفاس کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے۔ ان لوگوں کے لیے مسجد میں کچھ رکھنا بھی حرام ہے البتہ مساجد سے ان لوگوں کا گزرنا جائز ہے لیکن مسجد الحرام اور مسجد نبوی سے ان کا گزرنا بھی ناجائز اور حرام ہے۔ (محقق حلی، شرائع الاسلام ج ۱، ص ۹۸)

آیت اللہ گل پایگانی فرماتے ہیں: مساجد کا نجس کرنا حرام ہے اور ان کا پاک کرنا واجب ہے اور اس حکم میں مسجد کے تمام اجزائے زمین اور عمارت شامل ہیں اور احتیاط واجب کی بنا پر مسجد کی بیرونی دیواروں کا بھی

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by www.ziaraat.com

یہی حکم ہے۔ حرم اور ضریح مقدس بھی مسجد کے حکم میں ہیں۔ ہر وہ چیز جس کی تعظیم و احترام کرنا شریعت میں لازم ہو اور اس کو نجس کرنا اس کی حرمت کے منافی ہو اس کا نجس کرنا حرام ہے مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مطہر کی خاک اور تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام کے قبور کی خاک اور امام حسین علیہ السلام کی قبر کی خاک کی توہین کرنا اور اس کو نجس کرنا قطعاً حرام ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی توہین کرنا، قرآن کریم کو نجس کرنا یا اس کی جلد اور غلاف کو نجس کرنا حرام ہے۔ کتب حدیث کا بھی یہی حکم ہے۔ (ھدایۃ العباد ص۱۱۲)

مساجد کو یہود و نصاریٰ کا معبد قرار دینا حرام ہے اور اس میں مُردوں کا دفن کرنا بھی حرام ہے۔
(علامہ حلی، قواعد ج ۱، ص۲۶۲)

۱۸۳۔ بلاد کفر میں رہائش اختیار کرنا

علامہ حلی فرماتے ہیں کہ دیار کفر و شرک میں جب انسان اسلامی احکام پر عمل نہ کرسکتا ہو اور وہاں سے ہجرت کرنا بھی ممکن ہو تو وہاں رہائش اختیار کرنا حرام ہے۔

محقق کرکی نے جامع المقاصد میں اس مسئلے پر یہ اضافہ کیا ہے: اس فتویٰ کی بنیاد قرآن کریم کی اس آیت پر ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ○ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً وَّلَا یَھْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ○ فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْھُمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ○ جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز اور ناتوان تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا خدا کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔ ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کرسکتے ہیں اور نہ راستا جانتے ہیں قریب ہے کہ خدا ایسوں کو معاف کر دے اور خدا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ (سورۂ نساء: ۹۷ تا ۹۹)

مؤلف کہتا ہے: ہجرت ایک عمل ہے اور اسے لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ (مسند احمد بن حنبل ج ۱، ص ۲۲۶۔ جامع المقاصد ج ۳، ص ۳۷۴) کی حدیث رسولؐ سے منسوخ نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس حدیث کا اپنا ایک پس منظر ہے جس کا تعلق جزیرہ عرب سے ہے۔ بہرنوع مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ بلاد اسلام کو چھوڑ کر ایسی جگہ جا کر نہ رہیں جہاں وہ اسلام کے احکامات پر عمل نہ کرسکتے ہوں۔ جہاں اسلامی احکام پر عمل کرنا ناممکن ہو وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہو جاتا ہے البتہ مستضعف اس حکم سے معذور ہیں۔

شہید اول لمعہ میں لکھتے ہیں کہ جن بلاد کفر میں مسلمان شعائر اسلام پر عمل نہ کرسکتا ہو وہاں اس کا رہائش رکھنا حرام ہے اور بلاد اسلامی کی طرف لوٹنا واجب ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

۱۸۴۔ حرام اشعار

محقق حلی نے لکھا ہے:

جو اشعار جھوٹ یا مومن کی توہین پر مبنی ہوں یا کسی مہ وش محترمہ کے متعلق ہوسناک لوگوں کی ہوسناکی کو ابھارتے ہوں ان کا پڑھنا حرام ہے۔ اگر یہ موانع نہ ہوں تو اشعار پڑھنا مباح اور حلال ہے البتہ زیادہ شعر پڑھنا اور اشعار کو گنگناتے رہنا مکروہ ہے۔ (شرائع الاسلام ج ۴، ص ۹۱۳)

رہبران دین کے فضائل و مصائب پر مبنی اشعار اس سے مستثنیٰ ہیں۔ محمدؐ و آل محمدؐ کے حق میں اشعار کہنے والے شاعر کا بڑا اجر ہے۔ کچھ روایات میں بیان ہوا ہے کہ جو شخص آل محمدؐ کے فضائل اور مصائب میں ایک بیت لکھے گا خدا اسے جنت کا ایک بیت عطا کرے گا۔

قرآن مجید نے ظالم حکام کے خوشہ چین شاعروں کی مذمت کی ہے جبکہ مومن شاعروں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ ○ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ○ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كَاذِبُوْنَ ○ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ○ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○ کیا میں تمھیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترا کرتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔ جو سنی بات (اس کے کان میں) لا ڈالتے ہیں اور وہ اکثر جھوٹے ہیں اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ وادی وادی سرگرداں پھرتے رہتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ البتہ وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور خدا کو بہت یاد کرتے رہے اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلہ لیا اور عنقریب ظلم کرنے والے جان لیں گے کہ وہ کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں۔ (سورۂ شعراء: آیت ۲۲۱ تا ۲۲۷)

ملا فیض کاشانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: شیاطین گمراہی کے اماموں کو گھیرے رہتے ہیں اور ان کے پاس جھوٹی باتیں لے جاتے ہیں اور اتنی ہی تعداد میں فرشتے ہر روز دن رات ہدایت کے اماموں کے پاس جاتے ہیں اور ان کی زیارت کرتے ہیں۔ (تفسیر صافی بحوالہ کافی ج ۱، ص ۲۵۳)

مجمع البیان میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس سے وہ شاعر مراد ہیں جو علم و دانش سے بے بہرہ ہیں لہٰذا خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس سے داستان گو مراد ہیں۔ (تفسیر آصفی ج ۲، ص ۸۹۸)

شاعر ہلکی پھلکی صحبتوں اور محفلوں میں اپنی گمراہ کن باتیں دین خدا میں شامل کر کے لوگوں کو سناتے ہیں جیسا کہ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ کی آیت بتاتی ہے۔ یہ لوگ ہر موضوع پر شعر و شاعری میں

Presented by www.ziaraat.com

اظہار خیال کرتے ہیں اور بلبل ہزار داستان بن کر چہکتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ آل محمدؐ کے حقوق کے غاصب ہیں۔

فیض کاشانی لکھتے ہیں: وادی وادی گھومنے والے شاعر خیالی باتیں لوگوں کو سناتے ہیں اور بے پر کی اڑاتے ہیں جس طرح کہ ظالم بادشاہ کے خوشہ چین شعراء اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں (تفسیر صافی ص ۸۹۹)

مؤلف عرض کرتا ہے:

کئی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شب جمعہ، روزہ جمعہ، ماہ رمضان اور عام طور سے رات کے وقت اشعار پڑھنا مکروہ ہے البتہ کچھ روایات میں استثنا موجود ہے اور کہا گیا ہے کہ ان اوقات میں محمدؐ و آل محمدؐ کا قصیدہ یا مرثیہ پڑھنا اور حکمت آمیز اشعار پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ صاحب حدائق نے خلف بن حماد سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے احباب آپ کے جد سے منسوب ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ شب جمعہ، روز جمعہ، ماہ رمضان اور رات کے وقت اشعار پڑھنا مکروہ ہے جبکہ میرا ارادہ تھا کہ میں آپ کے والد گرامی کا مرثیہ پڑھوں جبکہ یہ ماہ رمضان ہے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: تم میرے والد کی مرثیہ خوانی جمعہ کی راتوں، ماہ رمضان اور باقی ایام میں کرو۔ خدا تمھیں اس کی جزا عطا فرمائے گا۔

(حدائق ج ۱۳، ص ۱۶۴۔ وسائل الشیعہ ج ۱۰، ص ۴۶۹)

۱۸۵۔ خلقت کو تبدیل کرنا

جب اللہ نے شیطان پر لعنت کی تھی اور اس نے اللہ سے روز قیامت تک کی مہلت مانگی تھی تو اللہ نے فرمایا تھا کہ تجھے وقت معلوم تک مہلت دی جاتی ہے۔ اس وقت شیطان نے اپنے منصوبوں کا اعلان کیا تھا اور اس کا ایک منصوبہ یہ تھا وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ... میں بنی آدم کو حکم دوں گا اور وہ ضرور خدا کی خلقت کو تبدیل کریں گے۔ (سورۂ نساء: آیت ۱۱۹) اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے مراد امر خدا میں تبدیلی ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے مراد دین خدا میں تبدیلی ہے۔

علامہ طبرسی مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ ان دو روایات کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے ...فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ... دین، خدا کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے خدا کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ (سورۂ روم: آیت ۳۰) اور اس کا مقصد حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد بانجھ بنانا ہے اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے ہاتھ اور منہ پر نقش و نگار بنانا مراد ہے۔ الحاصل شیطان بنی نوع انسان کا کھلا دشمن ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان ہمیشہ فساد، خلقت میں تبدیلی اور دین میں تبدیلی میں الجھا رہے۔ اس طرح کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہنے کا ایک ہی علاج

Presented by www.ziaraat.com

ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کی پناہ میں دیدے۔

اس مسئلے کی وضاحت کے لیے ہم تفسیر عیاشی کی روایت پیش کرتے ہیں :

جناب جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابلیس پہلا فرد ہے جس نے گریہ کیا، خوشی کا اظہار کیا اور گیت گائے۔ جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے جال میں پھنسایا اور انھوں نے شجر ممنوعہ کا پھل کھایا تو ابلیس نے خوشی کا اظہار کیا اور جب حضرت آدمؑ جنت سے نکلے اس نے گیت گائے اور جب حضرت آدمؑ نے زمین پر قرار پکڑا تو اس نے گریہ کیا اور حضرت آدمؑ کو جنت کی نعمتیں یاد دلائیں۔ حضرت آدمؑ نے خدا سے عرض کیا: پروردگار! تو نے میرے اور ابلیس کے درمیان دشمنی ڈال دی ہے اور ابلیس اتنا طاقتور دشمن ہے کہ میں جنت میں رہ کر بھی اسے شکست نہیں دے سکا۔ اب اگر تو نے میری مدد نہ کی تو میں اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہ کرسکوں گا۔ مجھے اس کے مقابلے میں قوت عطا فرما۔ خدا نے حضرت آدمؑ سے فرمایا میں ایک گناہ کے بدلے ایک گناہ کی سزا دوں گا اور ایک نیکی کے بدلے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ثواب دوں گا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا: پروردگار! مجھ پر اپنا مزید کرم فرما۔ خدا نے فرمایا: جب بھی تیری نسل میں سے ایک فرد پیدا ہوگا تو اس کی حفاظت کے لیے میں دو فرشتے مقرر کروں گا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا: پروردگار! مجھ پر اپنا مزید کرم فرما۔ خدا نے فرمایا: میں ان کے گناہ معاف کروں گا اور ان کے گناہ معاف کرنے میں مجھے کوئی باک نہیں ہوگا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا: پروردگار! میرے لیے یہی کافی ہے۔ اس کے بعد ابلیس نے کہا: پروردگار! تو نے آدمؑ کو مجھ پر فضیلت دی ہے اور اگر تو نے مجھ پر اپنا فضل نہ کیا تو میں اس پر قابو نہ پاسکوں گا۔ اس وقت آواز قدرت آئی: نسل آدمؑ میں جب ایک فرد پیدا ہوگا تب تیری نسل میں دو افراد پیدا ہوں گے۔ ابلیس نے کہا: پروردگار! اور کرم فرما۔ خدا نے فرمایا: تجھے اختیار ہوگا کہ تو ان کے خون کی طرح ان کے رگ و پے میں سرایت کرسکے۔ ابلیس نے کہا: پروردگار! اور کرم فرما۔ خدا نے فرمایا: تجھے اور تیری نسل کو بنی آدم کے سینوں میں رہنے کا اختیار ہوگا۔ ابلیس نے کہا: پروردگار! اور کرم فرما۔ خدا نے فرمایا: تجھے یہ اختیار ہوگا کہ تو بنی آدم کو لمبی چوڑی خواہشوں کے جال میں پھنسا سکے گا اور آخرت فراموش کرادے گا۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ شیطان کے وعدے، دھوکے اور فریب کے علاوہ کچھ نہیں۔ (تفسیر عیاشی ج ۱، ص ۲۷۶)

اب آیئے خلقت کی تبدیلی کے متعلق فریقین کی روایات کا جائزہ لیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسم پر نقش و نگار بنوانے والوں پر لعنت کی اور جو دانتوں کی خوبصورتی کے لیے لوگوں کے دانتوں کو باریک اور چھوٹا بناتے ہیں ان پر بھی لعنت کی اور جو انھیں اپنے دانت باریک اور چھوٹا کرنے کی اجازت دیتے ہیں ان پر بھی لعنت کی۔

روایت میں ہے: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ. جو لوگ اپنے دانتوں کو خوبصورت بنانے کے لیے ان کے درمیان فاصلہ کرواتے ہیں ان پر بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Presented by www.ziaraat.com

نے لعنت کی ہے۔

روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامصہ اور متنمّصہ پر بھی لعنت کی ہے۔ نامصہ ابرو باریک کرنے والی عورت کو کہا جاتا ہے اور متنمّصہ ابرو باریک کرنے کی اجازت دینے والی عورت کو کہا جاتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَ یعنی خدا نے اس عورت پر لعنت کی ہے جو ایک بال دوسری کے بالوں سے چسپاں کرتی ہے اورس عورت پر بھی لعنت کی ہے جو دوسری عورت کے بال اپنے بالوں سے ملا کر خوش ہوتی ہے۔ (تحریر الاحکام ج ۱، ص ۳۲)

نیز احادیث میں واشمہ اور موتشمۃ یعنی بدن میں سوئیاں چبھو کر نقش و نگار بنوانے اور بنانے والی عورت پر بھی لعنت کی گئی ہے۔

مؤلف کہتا ہے:

بعض شیعہ فقہاء نے کہا ہے کہ اس سے کراہت کا سبب یہ ہے کہ اگر عورت شادی شدہ نہ ہو تو اس کے نقش و نگار کی وجہ سے لوگ اس پر تہمت لگائیں گے اور اگر عورت شادی شدہ ہو تو اس طرح سے وہ اپنے شوہر کو دھوکا دیتی ہے البتہ اگر شوہر کی اجازت سے ایسا کرے تو حرام نہیں ہے۔ (علامہ حلی، التحریر ج ۱، ص ۲۰۸)

ہمارے کچھ معاصر فقہاء نامصہ، واصلہ اور واشمہ کے متعلق فرماتے ہیں:

اگر یہ صرف مستلزم حرام ہو یا دھوکا دینے کا سبب ہو تو حرام ہے لیکن بانجھ بنانا اور جنس تبدیل کرانا قطعاً حرام ہے۔

مؤلف عرض پرداز ہے:

مذکورہ بالا روایات اور لعنت کے الفاظ سے حرمت کا شبہ پیدا ہوتا ہے اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ انسان شبہات سے دور رہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی شیعوں کو نصیحتیں

کچھ احباب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ہم اس کتاب کا اختتام ان نصیحتوں پر کرنا چاہتے ہیں جو امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے شیعوں کو فرمائی تھیں۔

انوار البہیہ، بحار الانوار اور دوسری کتب حدیث میں مرقوم ہے کہ امام حسن عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب علی بن حسین بن بابویہ قمی یعنی شیخ صدوق کے والد محترم کو — جو قم میں دفن ہیں — ایک خط لکھا تھا۔

خط مبارک کے متن کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالْجَنَّةُ لِلْمُوَحِّدِيْنَ وَالنَّارُ لِلْمُلْحِدِيْنَ وَلَا عُدْوَان

Presented by www.ziaraat.com

اِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ وَلَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ وَالصَّلَاةُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّعِتْرَتِهِ الطَّاهِرِيْنَ.

یعنی تمام تعریف اللہ کے لیے جو عالمین کا پروردگار ہے اور نیک انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے اور ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں ہوگی اور احسن الخالقین اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس کی بہترین مخلوق محمدؐ اور ان کی پاک عترت پر درود ہو۔

اما بعد! اے علی بن حسین قمی تم شیخ، قابل اعتماد اور ہمارے فقیہ ہو۔ اللہ تمھیں اپنی رضا حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رحمت سے تمہاری نسل میں صالح اولاد قرار دے۔ میں تمھیں (حسب ذیل امور کی) نصیحت کرتا ہوں۔

﴿۱﴾ تقویٰ کی
﴿۲﴾ نماز کی
﴿۳﴾ زکات دینے کی۔ کیونکہ خدا زکات نہ دینے والے کی نماز قبول نہیں کرتا۔
﴿۴﴾ لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرنے کی
﴿۵﴾ غصے پر قابو رکھنے کی
﴿۶﴾ صلہ رحمی کی
﴿۷﴾ بھائیوں سے غمگساری کرنے کی
﴿۸﴾ دکھ سکھ میں بھائیوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے کوشش کرنے کی
﴿۹﴾ جاہلوں کے ساتھ بردباری سے پیش آنے کی
﴿۱۰﴾ دین میں غور وفکر کرنے کی
﴿۱۱﴾ معاملات میں پرعزم رہنے کی
﴿۱۲﴾ قرآن سے وابستہ رہنے کی
﴿۱۳﴾ حسن سلوک سے پیش آنے کی
﴿۱۴﴾ امر بالمعروف اور نہی المنکر کرتے رہنے کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ... ان لوگوں کی بہت سی مشورتیں اچھی نہیں ہیں مگر ان کی جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں اصلاح کرنے کو کہے۔ (سورۂ نساء: آیت ۱۱۴)

﴿۱۵﴾ تمام فحش باتوں سے دور رہنے کی
﴿۱۶﴾ پابندی سے نماز شب پڑھنے کی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی علیہ السلام کو وصیت کی تھی کہ علیؑ! نماز شب پڑھتے رہنا۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by www.ziaraat.com

اور آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا تھا۔ پھر فرمایا تھا: جو کوئی نماز شب کو حقیر تصور کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ تم میری نصیحت پر عمل کرو اور میرے تمام شیعوں سے کہہ دو کہ وہ بھی میری اس نصیحت پر عمل کریں۔

﴿۱۷﴾ صبر کرنے کی

﴿۱۸﴾ انتظار فرج کی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: میری امت کا بہترین عمل انتظار فرج (مہدیؑ) ہے۔

ہمارے شیعہ اس وقت تک غمگین رہیں گے جب تک میرے فرزند (مہدیؑ) کا ظہور نہیں ہوگا جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

لہٰذا اے میرے شیخ اور معتمد! اے ابوالحسن علی!

ہمارے تمام شیعوں کو صبر و شکیبائی کا حکم دو اس لیے کہ یہ زمین خدا کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس زمین کا وارث بنائے اور نیک انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

تم پر اور ہمارے تمام شیعوں پر میرا اسلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ خدا ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ وہی ہمارا بہترین سرپرست اور بہترین مددگار ہے۔

(انوار البہیہ ص ۱۶۱۔ بحار الانوار ج ۵۰، ص ۳۱۷)

وتمت کلمة ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماته وله الحمد اولًا وآخرًا انه حمید مجید

وصلی اللّٰه علی محمد وآله الطاهرین و عجل اللّٰه فی فرجهم الشریف

Presented by www.ziaraat.com